کنز العلوم
خطیب پاکستان
مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہ العالی
مکتبہ نوریہ رضویہ ۔ گلبرگ اے ۔ فیصل آباد

کنز العلوم

خطیب پاکستان

مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہ العالی

مکتبہ نوریہ رضویہ ۔ گلبرگ اے ۔ فیصل آباد

گلبرگ اے فیصل آباد فون: 041-2626046

نام کتاب	ـــــــــ	کنز العلوم
مؤلف	ـــــــــ	مولانا محمد صدیق صاحب ملتانی
تزئین واہتمام	ـــــــــ	سید حمایت رسول قادری
پروف ریڈنگ	ـــــــــ	حافظ رب نواز سیالوی (فاضل دار العلوم نوریہ رضویہ گلبرگ اے فیصل آباد)
صفحات	ـــــــــ	848
اشاعت	ـــــــــ	باراوّل، جنوری 2008ء
تعداد	ـــــــــ	1100
کمپوزنگ	ـــــــــ	غلام محمد یٰسین خاں
مطبع	ـــــــــ	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ناشر	ـــــــــ	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
قیمت	ـــــــــ	-/350 روپے

ملنے کے پتے

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11 گنج بخش روڈ لاہور فون 7313885

مولانا محمد صدیق ملتانی فیصل آباد

موبائل: 0300-6608706

حسنِ ترتیب

مقدمہ

ظاہر کی آنکھ سے نہ تماشا کرے کوئی
ہو دیکھنا تو دیدۂ دل وا کرے کوئی

مسلک اہل سنت و جماعت روز بروز کمزور ہوتا جا رہا ہے کئی دینی مدارس بند ہو گئے ہیں قابل اساتذہ ناپید ہوتے جا رہے ہیں۔ اہلسنت عوام میں دینی تعلیم کے حصول کا شوق ختم ہوتا جا رہا ہے۔ مساجد تعلیم یافتہ علماء سے خالی ہوتی جا رہی ہیں۔ علمائے متقدمین کی تفاسیر پڑھ کر وعظ و تقریر کرنے والے اس دنیا سے اُٹھ گئے ہیں۔ قرآن و حدیث کا عطر نکال کر عوام کے سامنے پیش کرنے والا کوئی نظر نہیں آتا علماء کا وعظ سننے والوں کی خاصی کمی ہو گئی ہے۔ میری نظر میں اس زوال کے حسب ذیل اسباب ہیں:

(۱) صاحب ثروت لوگوں کی عدم توجہی:

ہم اہلسنت و جماعت میں جو لوگ مال و دولت سے سرفراز ہیں ملوں، فیکٹریوں، کارخانوں اور بڑے بڑے کاروباری اداروں کے مالک ہیں۔ وہ دین کی اشاعت کی طرف توجہ نہیں دیتے اپنے اپنے علاقوں کی مساجد کو تو بڑی عمدگی سے تعمیر کرتے ہیں رنگ برنگے قیمتی پتھر لگاتے ہیں مسجدوں میں شیشے کا کام بڑا عمدہ کراتے ہیں۔ اعلیٰ قسم کے قالین بچھاتے ہیں بیش بہا فانوس آویزاں کرتے ہیں لیکن جب خطیب و امام اور مؤذن کی تنخواہ کی باری آتی ہے تو وہاں توجہ نہیں دیتے۔ مسجد کے معیار کے مطابق تنخواہ اور وظیفہ نہیں دیا جاتا جس کی بنا پر خطیب و امام کی معاشی حیثیت کمزور رہتی ہے اور انہیں اپنی ضروریات زندگی پوری کرنے کے لئے اِدھر اُدھر ہاتھ پاؤں مارنے پڑتے ہیں۔ بعض ائمہ گھروں میں جا کر

ٹیوشن پڑھاتے ہیں حالانکہ ایسا کرنے سے علم کی توہین ہوتی ہے۔ لوگوں کی نظر میں عالم دین کا وقار گر جاتا ہے، لوگ اسے ایک عام مزدور کی حیثیت سے دیکھتے ہیں۔ اربابِ ثروت کو یہ بھی سوچنا چاہیے کہ خطباء و ائمہ بھی صاحب اہل و عیال ہوتے ہیں۔ ان کے بچوں کی تعلیم کا خرچ ہے میڈیکل کا خرچ ہے رشتہ داروں سے میل ملاپ غمی خوشی کے تمام مواقع زندگی کے ساتھ ہیں اور ان میں اخراجات کی ضرورت رہتی ہے۔ امراء اپنی ضیافتوں بیاہ شادی کے موقعوں اور اپنی عیش و عشرت پر تو لاکھوں روپے خرچ کر دیتے ہیں لیکن علمائے دین کی فلاح و بہبود اور ان کو فکر معاش سے آزاد کرنے کی طرف خیال نہیں کرتے۔ جب ہمارے ہاں الیکشن ہوتے ہیں تو زمیندار وڈیرے تاجر اور کروڑ پتی لوگ بے دریغ اپنی تجوریوں کا منہ کھول دیتے ہیں ووٹ خریدنے کے لئے پانی کی طرح پیسہ بہایا جاتا ہے لیکن اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ کسی عالم دین کو چند دینی کتابیں خرید کر دے دیں تا کہ وہ دین کی خدمت کر سکے۔

مذہبی رہنماؤں کو معاشی طور پر کمزور رکھنا انگریزوں کی سازش ہے جب انگریز ہمارے ملک میں آیا تو اس نے دیکھا کہ لوگ اپنے علماء کے گرویدہ ہیں ان کی بات مانتے ہیں ان کے اشارے پر کٹ مرنے کے لئے تیار رہتے ہیں تو انہوں نے آہستہ آہستہ مسلمانوں کا دین بدلا اور یہ بات ان کے ذہن نشین کرائی کہ یہ علماء معاشرے پر بوجھ ہیں یہ سارا دن بیکار بیٹھے رہتے ہیں۔ ان میں کوئی تخلیقی صلاحیت نہیں ہوتی انگریز یہ بھی جانتا تھا کہ علماء معاشی طور پر جتنے مضبوط ہوں گے اتنا ہی ان میں حق گوئی کا جذبہ زیادہ پیدا ہوگا اور یہ مسلمانوں کو ہمارے خلاف جہاد پر اکسائیں گے اس لئے اس نے بتدریج مسلمانوں کے دلوں میں اپنے مذہبی رہنماؤں کی عظمت خاصی حد تک ختم کر دی اور نوبت بایں جا رسید کہ

عالم دین حالات کی چکی میں پس کر معاشی طور پر خاصہ کمزور ہو گیا۔ حق گوئی کا مادہ قریب قریب ختم ہو گیا اور اس کی تمام صلاحیتیں سمٹ سمٹ کر اس بات پر مرکوز ہو گئیں کہ معاشیات کا مسئلہ کیسے حل کیا جائے۔ یہ انگریزوں کا دیا ہوا سبق ابھی تک ہمارے امراء کے ذہنوں میں موجود ہے اور وہ علماء کی معاشی حالت کو بہتر ہوتے دیکھنا گوارا نہیں کرتے۔ علماء کے خلاف انگریزوں سے درسِ نفرت لینے والوں کو اس بات کی طرف بھی دھیان دینا چاہیے کہ انگریزوں کے اپنے مذہبی رہنما کوٹھیوں بنگلوں اور بہترین کاروں کے مالک ہوتے ہیں یہاں تک کہ ان کے نوکروں کو زندگی کی تمام ضروریات مہیا کی جاتی ہیں۔

(ب) جاہل پیر:

ہمارے معاشرے میں جاہل پیروں کا طبقہ ایک ایسا رِستا ہوا ناسور ہے جس کا کوئی علاج نہیں ہے۔ جاہل پیر اپنے مریدوں اور متوسلین کو علماء سے متنفر کرتے ہیں صرف اپنی جہالت کو چھپانے کے لئے وہ یہ کہتے ہیں کہ علماء کیا جانیں طریقت کیا ہوتی ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ خود وہ طریقت سے اتنے دور ہوتے ہیں جتنا زمین سے آسمان۔ پیر بننے کے لئے علماء نے پانچ شرائط لکھی ہیں: صحیح العقیدہ ہونا، عالم دین ہونا، اعلانیہ فسق و فجور سے احتراز، سلسلہ طریقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچنا اور خلیفہ مجاز ہونا۔ پیروں کی اکثریت ان شرائط پر پوری نہیں اترتی علم نام کی چیز سے ایک دم کورے ہیں بعض وہ ہیں جن کو کسی سے خلافت نہیں ملی اور وہ مسند ارشاد پر قابض ہیں بلکہ ہماری معلومات میں کچھ پیر ایسے ہیں جنہوں نے اپنی والدہ محترمہ سے خلافت لی ہوئی ہے۔ ان جہلاء نے اپنے مریدوں کے نام اور پتہ جات کے رجسٹر تیار کئے ہوئے ہیں سالانہ دورے

ہوتے ہیں مریدوں کے ہاں دعوتیں ضیافتیں ہوتی ہیں جیبیں گرم ہوتی ہیں ایسے ہی پیروں کے بارے میں علامہ اقبال نے کہا تھا۔

با مریداں روز و شب اندر سفر
از ضرور تہائے ملت بے خبر

ان کے ہاں جب عرس ہوتے ہیں تو عام طور پر دو طرح کے کھانے پکتے ہیں ایک لنگر کی ''دال'' دوسرا ''روسٹ مرغ''۔ لنگر کی دال عوام الناس اور علماء کے لئے اور ''روسٹ مرغ'' ان امراء کے لئے جن کی ''تجوریوں کے پوشیدہ ڈالروں پر پیر مغاں کی نظر کرم رہتی ہے۔ فقیر بعض نام نہاد پیروں کو جانتا ہے جنہوں نے اپنے امیر متوسلین کے کاروبار میں شراکت کی ہوئی ہے بجائے اس کے کہ پیر صاحب اپنے مرید کے نفس امارہ کا علاج کرے وہ امیر مرید پیر صاحب کے ''نفس امارہ'' کا علاج کرتا ہے۔ بعض بے ضمیر پیر ایسے بھی ہیں جو امریکہ، انگلستان وغیرہ کے دورے کرتے ہیں اور وہاں کے رہنے والے مریدوں کی ناز برداریاں کرتے ہیں اور اگر ان میں کوئی مرید پاکستان آجائے تو ان کے پیچھے اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح بکری کا بھوکا بچہ بکری کے پیچھے بھاگتا ہے۔ مقصد وحید صرف ڈالر اور پونڈ ہوتے ہیں جن سے کوٹھی بنگلہ اور کار خریدی جا سکے چونکہ ایسے پیر خود صراط مستقیم سے ناآشنا ہوتے ہیں اس لئے ان کے اکثر مرید فاسق و فاجر ہوتے ہیں بے نماز داڑھی مونڈ جھوٹ بولنے والے کاروبار میں ہیرا پھیری کرنے والے ہوتے ہیں۔ فقیر نے ایک پیر صاحب سے کہا کہ اپنے مریدوں کو داڑھی رکھنے کی تلقین کیا کریں۔ فرمانے لگے اگر میں ایسا کروں تو وہ مجھے چھوڑ جائیں گے ایک جگہ ایک جلسے میں جانے کا اتفاق ہوا محفل کے بعد صاحب دعوت کے گھر گئے تو دیکھا کہ پیر اور مرید میں ''داد و دہش'' کے مسئلے پر بحث ہو رہی

ہے۔ پیر صاحب مصر تھے کہ میں نے تمہارے جلسے میں صدارت کی ہے میں اتنے ہزار روپے لوں گا۔ مرید صاحب اتنے روپوں کی سکت نہیں رکھتے تھے ایک پیر صاحب ایسے ہیں جو ہیں تو عالم دین لیکن دین کا کام کرنے کی بجائے امراء و رؤسا سے لاکھوں روپے اور بہترین کاریں ہتھیانے کے بہترین ''سپیشلسٹ'' ہیں نت نئی کار ان کے آستانے پر کھڑی ہوتی ہے بعض پیروں نے قوم سے پیسے بٹورنے کے لئے بظاہر مدرسے بھی بنا رکھے ہیں لیکن ان مدارس نے ایک بھی ایسا مدرس پیدا نہیں کیا جو کسی دینی مدرسہ میں شرح جامی پڑھا رہا ہو قیام مدارس کا مقصد صرف یہ ہے کہ امراء سے زکوٰۃ وغیرہ کی رقم بھی کہیں اور نہ جائے۔

جاہل پیروں میں اکثر بد اعمالیوں کا شکار ہیں فسق و فجور کا ارتکاب دن رات کا مشغلہ ہے۔ ایک پیر صاحب تھے جو دو پٹھان عورتیں اپنے ہمراہ رکھتے تھے کسی علاقے میں تشریف لے گئے رات کو ذکر و فکر کی محفل منعقد ہوئی، بعد ازاں صاحب خانہ نے گرمی کا موسم ہونے کی وجہ سے تینوں کی چار پائیاں مکان کی چھت پر پہنچا دیں تا کہ خواب راحت میں خلل نہ آئے لیکن رات کی تاریکی میں سیاہ کاری معرض وجود میں آئی۔ بعض لوگوں نے دیکھ کر ''پیر مغاں'' کا محاسبہ کیا تو فرمانے لگے ارے نادانوں تمہیں کیا پتہ ہے یہ بھی

''سلوک کی ایک منزل ہے''

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ○ یہ ہیں وہ جن کو بڑے لمبے چوڑے القابات سے پکارا جاتا ہے جو قوم کا پیسہ ہتھیا کر بجائے اس کے کہ کسی تعمیری علمی مقصد میں خرچ کریں ذاتی اغراض و مقاصد پر خرچ کرتے ہیں۔ ذرا ٹھنڈے دل سے غور کریں اگر یہی پیسہ دینی مدارس پر خرچ ہوتا تو کتنا فائدہ ہوتا مدرس محدث عالم واعظ پیدا ہوتے لوگوں کے اعمال کی اصلاح ہوتی مسلک

اہلسنت مضبوط ہوتا لیکن:

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیم بو ذر و دلقِ اویس وچادر زہرا

(ج) محفلِ نعت:

فقیر کا مسلک یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعت گوئی اور نعت خوانی عبادت ہے لیکن کن کے لئے وہ جو متشرع ہیں فرائض و واجبات اور سنن کی پابندی کرتے ہیں اور ایسے نعت خوانوں کی حوصلہ افزائی بھی ضروری ہے۔ لیکن جو لوگ شریعت کی پابندی نہیں کرتے روزانہ داڑھی چٹ کرواتے ہیں نماز کی پرواہ نہیں کرتے ایسے نعت خوانوں کو پیسے دینا گناہ ہے کیونکہ ارشاد خداوندی ہے کہ:

وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔

ترجمہ: گناہ اور زیادتی پر کسی کی مدد نہ کرو۔

جو لوگ نعت خوانی کرتے ہیں اور داڑھی بھی منڈواتے ہیں ان کو اگر روپے دیئے جائیں تو انہی روپوں سے وہ داڑھی منڈوائیں گے لہٰذا یہ گناہ پر مدد ہوگی۔ داڑھی منڈوانا حرام ہے اور حرام پر تعاون بھی حرام ہوگا۔

مروجہ محافل نعت خوانی نے مسلک اہلسنت کو خاصہ نقصان پہنچایا ہے۔ بعض علمائے سوء اور عوام الناس نے ان کو بزنس اور کاروبار بنالیا ہے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر لاکھوں روپے جمع کرتے ہیں کچھ فاسق و فاجر

نعت خوانوں کو دیئے اور باقی خود کھا جاتے ہیں۔اس طرح اہلسنت کی وہ قیمتی دولت جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی اشاعت پر خرچ ہونی چاہیے تھی وہ بدعمل نعت خوانوں اور بدکردار محافل نعت کے منتظمین کے نام بینکوں میں جمع ہوگئی اور وہ لوگ مال مفت دل بے رحم کے تحت اسے اپنی ذاتی عیش وعشرت پر خرچ کرتے ہیں۔

بعض محافل نعت میں جاہل بدکردار اور بدعمل نعت خوانوں پر ہزاروں بلکہ لاکھوں روپے لٹائے جاتے ہیں ان کے سروں پر سونے کے تاج سجائے جاتے ہیں حالانکہ سونے کا استعمال مرد پر حرام ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

حُرِّمَ لِبَاسَ الْحَرِيْرِ وَالذَّهَب عَلَى ذُكُوْرِ اُمَّتِیْ۔

ترجمہ: میری امت کے مردوں پر ریشم اور سونا حرام کردیا گیا ہے۔

لیکن ان کو کون سمجھائے اس لئے کہ تاج پہنانے والے بھی جاہل اور پہننے والے بھی جہالت کا پلندہ ہیں۔اہلسنت کا پیسہ جو مدارس دینیہ کی ترقی وتعمیر پر خرچ ہونا چاہیے تھا وہ ان جہلاء کی جیبوں میں چلا گیا۔ علاوہ ازیں محفل کو آخر تک جمانے کے لئے عمرے کے ٹکٹوں کا اعلان کیا جاتا ہے لوگ اس لالچ میں ساری رات بیٹھے رہتے ہیں۔ عام طور پر رات گئے تک پروگرام جاری رہتا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ صبح کی نماز ضائع ہو جاتی ہے۔ ایک مستحب کام کے لئے ایک فرض عین ضائع کر دیا خدارا غور کریں ایسے کام سے خدا اور رسول راضی ہوئے یا ناراض؟ یقیناً ناراض ہوئے لاکھوں روپے خرچ ہوئے اور حاصل ہوئی خدا اور اس کے پیارے رسول کی ناراضگی لیکن ان عقل کے اندھوں کو کون سمجھائے مسئلہ یہ ہے کہ جو فرائض کا تارک ہو اس کے واجبات قبول نہیں اور جو واجبات کا

تارک ہو اس کی سنن قبول نہیں اور جو سنت کا تارک ہو اس کے مستحباب قبول نہیں۔ اب غور کریں جب نعت خوانی مستحب ہے اور داڑھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت تو داڑھی مونڈے کی مستحب نعت خوانی خدا اور اس کے رسول کی بارگاہ میں کب قبول ہو سکتی ہے! اور تارکِ فرضِ عین کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ دعویٰ کرے کہ وہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا محب ہے اور جذبۂ محبت سے سرشار ہو کر نعت پڑھ رہا ہے؟ اس لئے کہ شریعت کی پابندی نہ کرنے والا دعویٰ محبت میں سچا نہیں بلکہ اکذب الکاذبین ہے۔ پھر یہ نعت خولں سہارا لیتے ہیں حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا کہ ہم ان کی سنت پر عمل کرتے ہیں۔ ارے عقل و دانش کے دشمنو! کیا حضرت حسان رضی اللہ عنہ بے نماز تھے کیا وہ تارک جماعت تھے کیا وہ داڑھی مونڈھے تھے کیا وہ تمہاری طرح قرآن و سنت سے بے بہرہ تھے کیا تمہاری طرح ان کا عشق رسول صرف زبانی جمع خرچ تھا؟ کچھ تو ہوش کے ناخن لو۔

محفل نعت کا ایک تاریک پہلو یہ بھی ہے کہ بعض نوخیز خوبصورت نعت خواں اپنے حسن و جمال کی کمائی کے بھی عادی ہیں ان کی ڈبل دہاڑی لگ جاتی ہے جن لوگوں کو ان کی اس عادت کا علم ہو جاتا ہے وہ نعت خوانی کے بہانے جنسی تسکین کے زیادہ متمنی ہوتے ہیں لہٰذا ایسے بدکردار ایک تیر سے دو شکار کر لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض نعت خواں نعت پڑھنے کے بعد کسی عالی شان ہوٹل میں کمرہ بک کرا کے رہتے ہیں اور وہاں وہ سب کچھ ہوتا ہے جو لکھے جانے کے قابل نہیں۔ اے میری قوم تجھے کب عقل آئے گی۔

بعض مقام سے ایسی خبریں بھی ملی ہیں کہ دیوبندیوں نے اہلسنت کو ہزاروں روپے دیئے کہ تم محفل نعت منعقد کرو آخر ایسا کیوں ہے صرف اس لئے

کہ وہ ہمارے مخالف ہیں وہ چاہتے ہیں ایسی محافل منعقد کر کے یہ لوگ علم سے دور ہوتے رہیں اور ایک وقت ایسا آئے کہ ان کا نام ونشان مٹ جائے۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ....

تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں

افسوس اور صد افسوس ان شہزادوں پر جن کے آباؤ اجداد کا شمار عظیم علماء میں ہوتا ہے ان علماء نے بڑے بڑے محدث پیدا کئے بڑے بڑے قابل مدرس پیدا کئے بڑے بڑے متقی تہجد گزار عالم دین پیدا کئے لیکن اب وہ شہزادے علم سے دور چلے گئے وہ صرف نعت خوانی کی محفل میں دلچسپی لیتے ہیں وہ اگر مالی تعاون کرتے ہیں تو نعت خوانوں کے ساتھ وہ اگر صدارت کرتے ہیں تو ان محافل کی جن میں وعظ اور نصیحت مفقود اور فسق و فجور موجود۔ وہ اپنے امیر مریدوں کا پیسہ نعت خوانی کی محفل میں خرچ کراتے ہیں نہ کہ محفل وعظ پر۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ لباس خضر میں رہزن ہیں جو لوگوں کو دین سے دور کر رہے ہیں وہ خود بھی علم کی دنیا سے ناآشنا ہیں اور لوگوں کو بھی ناآشنا رکھنا چاہتے ہیں۔ بہرحال جب تک نعت خوانی کی محفلیں بجتی رہیں گے مدارس دینیہ ''اجڑے ہوئے کاخ وکو'' میں تبدیل ہوتے رہیں گے۔

''یاالٰہی پھیر دے رُخ گردش ایام''

(د) مدارس دینیہ کے مہتمم:

جو علماء ربانی مدارس دینیہ کے مہتمم ہیں جن کے مدارس میں علماء صلحا اور مدرسین پیدا ہوتے ہیں وہ قابل صد تحسین ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو جہالت کی تاریکی میں نور کا مینار ہیں اس پرفتن دور میں دین کا کام کرنا بڑا مشکل ہوگیا۔ اس

لئے مبارک باد کے مستحق ہیں وہ احباب جو مخالفت اور مشکلات کا مقابلہ کر کے مدارس دینیہ چلا رہے ہیں فقیر ان کے خلوص کو سلام کرتا ہے ان کے استقلال اور عظمت کو سلام کرتا ہے جنہوں نے کفر والحاد کی ہر سو پھیلی ہوئی ظلمتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا اور چراغ مصطفوی سے روشنی کا سامان مہیا کیا اور قوم کو مذہبی مبلغ دیئے۔ جنہوں نے خدا داد صلاحیتوں سے کام لے کر عوام کی دینی ضروریات کو پورا کیا ہمارے گنتی کے چند مدارس ہیں جہاں معیاری کام ہو رہا ہے جہاں سے ہزاروں علماء فضلاء مستفید مستفیض اور مستنیر ہو کر نکلے اور نہ صرف اندرون ملک بلکہ امریکہ برطانیہ ہالینڈ ڈنمارک فرانس اور جاپان میں دین حق کی اشاعت و ترویج اور تبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ان مدارس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ مالی تعاون کیا جائے۔

لیکن ''خوگرِ حمد سے تھوڑا سا گلہ بھی سن لے'' کے طور پر چند تلخ مگر حقیقت پر مبنی باتیں بھی گوش ہوش سے سماعت فرمالیں اور یہ باتیں صرف اس لئے تحریر کر رہا ہوں کہ:

''شاید کہ تیرے دل میں اُتر جائے میری بات''

مدارس کے وہ مہتمم حضرات جن کا ذہن فکر آخرت سے خالی ہے جو خوف خدا سے تہی دامن ہیں جن کا مطمع نظر حصول زر اور حصول دنیا ہے جو کمینی دنیا کی خاطر دین کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ جو امیروں کی چوکھٹ پر جبیں سائی کے عادی ہیں جو چند ٹکوں پر بک جاتے ہیں۔ جو سیم و زر کی جھنکار پر اپنی تحقیق بدل لیتے ہیں جن کے ہاں حق گوئی کا جذبہ ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا جو جی حضوریے ہیں ان کا وطیرہ یہ ہے کہ ان کے مدارس میں جتنا فنڈ جمع ہوتا ہے اس میں سے ایک روپے میں سے پچھتر پیسے وہ خود کھا لیتے ہیں اور باقی پچیس پیسے مدارس پر

خرچ کرتے ہیں ان کی انتہائی کوشش یہ ہوتی ہے کہ مدرس کو کم سے کم تنخواہ دے کر اس سے کام لیں اور زیادہ مال خود ہڑپ کر لیں اس سلسلے میں چند حضرات کا کردار ملاحظہ ہو۔

ایک صاحب ہیں وہ پنجاب سے کراچی تشریف لے گئے ایک امام صاحب کے ہاں قیام کیا ان کی جیب میں روٹی کھانے کے پیسے نہیں تھے ایک مدرسے میں بحیثیت مدرس مقرر ہوئے بعد میں حالات نے یاوری کی اپنا مدرسہ بنا لیا اور آج ان کی حالت یہ ہے انہوں نے لاکھوں کی ایک کوٹھی خریدی جس سے ملحقہ ایک مارکیٹ ہے جس سے ہزاروں روپے بطور کرایہ وصول ہوتے ہیں جو تنور شکم کا ایندھن بن جاتے ہیں۔

ایک مہتمم ہیں جو برطانیہ سے غریب الدیار اور یتیم طلباء کے نام پر چندہ اکٹھا کر کے لاتے رہے اور پاکستان میں دو مربعے زمین اپنے نام پر خریدی۔ شاید ایسا ''یتیم اعظم'' زمیندار آپ نے پہلے کبھی نہ دیکھا ہو۔

ایک صاحب ہیں جنہوں نے زمین کے ساتھ ساتھ اپنے ٹریکٹر بھی خرید رکھے ہیں یہ صاحب بھی بیرونی ممالک میں جا کر قوم کے ساتھ فراڈ کرنے میں یکتائے روزگار ہیں۔ یہ پیر بھی بنے ہوئے ہیں۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ جس ملک میں حضرت گئے میں بھی اس ملک میں موجود تھا ان کا استقبال باجوں گاجوں سے کیا گیا۔ حضرت نے ان کو منع نہیں کیا کہ یہ حرکت خلاف شرع ہے اور منع بھی کیوں کرتے مقصد دین پھیلانا نہیں مقصد تو حصول زر ہے جس کے آنے سے دل ناتواں کو یہ کہہ کر تسلی دی جا سکے کہ:

''تیرے آنے سے رونق آ گئی گلزار ہستی میں''

ایک مدرسے کے مہتمم ہیں جن کا کام بڑے بڑے متمول لوگوں کو اپنے

دام تزویر میں پھنسانا ہے وہ سال میں ایک مرتبہ بہت بڑی محفل نعت کراتے ہیں ان امراء سے چندہ وصول کر کے ملک کے طول وعرض سے بہترین خوش گلو نعت خوانوں کو بلاتے ہیں اور ساری رات محفل نعت کراتے اور ایسی محافل ان کی آمدنی کا بڑا ذریعہ ہیں۔ ایسی ہی محافل کے محاصل سے حضرت نے ایک خوبصورت مکان خرید کر کرائے پر دیا ہوا ہے تا کہ جہنم کا ایندھن تیار ہوتا رہے۔

ایک افسوسناک پہلو یہ بھی ہے کہ بعض مہتمم سید کہلاتے ہیں لیکن مدرسہ میں جو زکوٰۃ کا پیسہ آتا ہے اس کا حیلہ نہیں کرتے اور بغیر حیلہ کیے اپنے ذاتی تصرف میں لے آتے ہیں حالانکہ زکوٰۃ کی ادائیگی میں تملیک شرط ہے اور سید کو زکوٰۃ کی رقم کا مالک بنانا منع ہے کیونکہ زکوٰۃ مال کی میل ہے جو سید کے شایان شان نہیں لیکن ان کو کون سمجھائے اگر کوئی ان کو نصیحت کرتا بھی ہے تو اس کی آواز ''صدا بصحرا'' ثابت ہو کر رہ جاتی ہے۔

ایسے مہتمم مدارس دینیہ کو اس بات کی طرف توجہ دینی چاہیے کہ یہ حصول زر کے ناجائز حربے آخرت کی تباہی کا موجب ان حربوں سے جمع کی ہوئی دولت سے عیش ان کی اولاد کرے گی لیکن قبر وحشر کا عذاب یہ برداشت کریں گے سوچو خدارا سوچو۔

(ن) جاہل مقررین:

ایک زمانہ تھا کہ مسلک اہلسنت میں بڑے بڑے محدث مفسر اور متکلم وعظ کیا کرتے تھے ان کے وعظ سن کر بد مذہب صحیح العقیدہ سنی بن جاتے تھے لیکن آج کل اکثریت مقررین کی علم سے کورے ہیں آج کل مختلف مشاہیر کی کیسٹیں سن کر لوگ مقرر بن جاتے ہیں ان کا مبلغ علم صرف اور صرف کیسٹیں ہیں ایک

کیسٹی مقرر کے پاس کوئی تاریخ لینے گیا اور ان سے کہا آپ ہمارے ہاں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی شان بیان کریں گے حضرت اس آنے والے پر ایسے برس پڑے جیسے ساون کا بادل برستا ہے کیا میں ایسی تقریر کرنے والا ہوں اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ اس موضوع پر علامہ صاحب تقریر کر ہی نہیں سکتے کیونکہ اس عنوان کی کیسٹ حضرت کے کیسٹ ہاؤس میں موجود نہیں۔ ایسے کیسٹی مولوی جب جلسہ گاہ میں تشریف لے جاتے ہیں تو فلک شگاف نعروں سے ان کا استقبال کیا جاتا ہے اور ''علامہ'' کے لقب سے نوازا جاتا ہے حالانکہ نہ لقب دینے والے اور نہ لقب دیئے گئے کو پتہ ہے کہ ''علامہ'' کے لئے کتنا علم درکار ہے۔ تفسیر قرآن بیان کرنا اور سمجھنا علامہ کے علوم کا ایک حصہ ہے اور تفسیر قرآن کے لئے پندرہ علوم درکار ہیں۔ اب آپ اندازہ لگائیں علامہ کے لئے کتنے علوم درکار ہیں ایک کیسٹی مولوی صاحب ہیں ان سے کوئی تاریخ لینے جائے تو حضرت کا مطالبہ یہ ہوتا ہے ایک فرلانگ دور سے میرا استقبال کیا جائے مجھے عظیم الشان ''پروٹوکول'' دیا جائے وغیرہ وغیرہ اور تکبر وغرور کا یہ حال ہے کہ ان کے ہر بال کے رونگٹے سے پتہ چلتا ہے۔

''نفس ماہم کمتر از فرعون نیست''

ایک کیسٹی مولوی ہیں جو قدرت الٰہی سے ایسے سیاہ فام ہیں کہ ان کو دیکھتے ہی یوں محسوس ہونے لگتا ہے جیسے ''نیلسن منڈیلا'' کے ملک سے درآمد کئے گئے ہیں۔ یہ حضرت جلسہ گاہ میں جانے سے پہلے شیشے کے سامنے کھڑے ہو کر پہلی رات کی دلہن کی طرح میک اپ کرتے ہیں۔ اپنے ظلمتکدہ چہرے کو پوڈر کی تہ سے مزین فرماتے ہیں دیکھنے والے کو یہ گمان ہوتا ہے کہ جامن پر نمک پاشی کی ہوئی ہے اور علمی سرمایہ کا یہ حال ہے ایک مرتبہ کسی نے کوئی مسئلہ پوچھا تو حضرت

فرمانے لگے میں عالم نہیں میں مقرر ہوں اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ ان کے نزدیک مقرر کے لئے عالم ہونا ضروری نہیں۔

کچھ مقررین ہیں تو باریش لیکن طبیعت پر نسوانیت کا غلبہ رہتا ہے جس کی تسکین کے لئے گاہے گاہے کسی مرد آہن کی قوت رجولیت کی ضرورت پڑتی رہتی ہے اکثر ان کی بھی "ڈبل دہاڑی" لگ جاتی ہے ایسے مقررین ہمارے مسلک کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ ہیں۔ ظالم ہیں وہ لوگ جو ان کے کردار سے باخبر ہو کر بھی ان کو اپنے جلسوں کی زینت بناتے ہیں۔

ایک مولوی صاحب ہیں جب وہ سٹیج پر کھڑے ہو کر تقریر کرتے ہیں ایسا لگتا ہے کہ افریقہ کے جنگل سے گینڈا پکڑ کر لا کھڑا کیا ہے کیونکہ قد و قامت اور لحم و شحم کے اعتبار سے اپنی مثال آپ ہیں تقریر میں ایسی بے تکی ہانکتے ہیں جن کا سر پیر نہیں ہوتا ایک مرتبہ حضرت تقریر فرما رہے تھے کہنے لگے حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک چیونٹی ہاتھ میں لے کر اس سے پوچھا: بتا تو افضل ہے یا میں؟ چیونٹی نے کہا کہ میں افضل ہوں کیونکہ میں ایک پیغمبر کے ہاتھ میں ہوں۔ یہ ہے مبلغ علم حضرت کو اتنا بھی علم نہیں کہ اللہ کا نبی اللہ کی بقیہ ساری مخلوق سے افضل ہوتا ہے۔

ایسے ہی خطباء کے لئے علامہ اقبال نے کہا تھا۔

مرا با صوفی و ملاں سلامے
کہ پیغام خدا گفتند مارا
ولے تاویل شاں در حیرت انداخت
خدا و جبریل و مصطفےٰ را

جہاں تک خدا کی عبادت کا تعلق ہے ہمارے اکثر مقررین بے نماز ہیں

بغیر وضو وعظ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے وعظ کا اثر نہیں دو دو گھنٹے وعظ کرتے ہیں لیکن ان کا وعظ سن کر ایک آدمی بھی دین کی طرف راغب نہیں ہوتا۔ ایک دفعہ میں ''یوم صدیق اکبر'' کے سلسلے میں تقریر کے لئے سرائے عالمگیر حاضر ہوا وہاں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی جو قول وفعل کے صادق تھے متقی اور پرہیزگار تھے۔ دوران گفتگو ایک ایسے مقرر کا تذکرہ چھڑ گیا جو پاکستان بھر میں فن خطابت کے شہسوار مانے جاتے ہیں۔ اس بزرگ نے کہا جس جگہ اس مولوی کی تقریر ہو رہی ہو میں ایک میل دور ہو کر گزرتا ہوں میں نے وجہ پوچھی تو کہنے لگے: یہ حضرت نہ نماز پڑھتے ہیں اور نہ رمضان کا روزہ رکھتے ہیں۔ یہ بات سن کر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کیونکہ میں ان کو نہایت متقی سمجھتا تھا۔ کہاں سے لائیں مولانا محمد عمر اچھروی اور مولانا عنایت اللہ آف سانگلہ ہل کو جو رات کو وعظ بھی کرتے تہجد کی نماز پابندی سے ادا کرتے، قرآن کی تلاوت میں ناغہ بھی نہ ہونے دیتے تھے۔ وظائف واوراد کی پابندی بھی کرتے تھے۔

وہ اپنے زمانے کے بہترین خطیب تھے عالم باعمل تھے جن کی برکت سے ہزاروں بد مذہب سنی بن گئے۔ جو لوگ بے نماز ہوں اور بدعملی کا شکار ہوں اور خدا پھر بھی ان کو ان کی پسند کے مطابق نعمتیں دیتا رہے تو ایسے لوگوں کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا رَأَیْتَ اللّٰہَ یُعْطِی الْعَبْدَ مَا یُحِبُّ وَھُوَ مُقِیْمٌ عَلٰی مَعَاصِیْہِ فَاِنَّمَا ذٰلِکَ لَہٗ مِنْہُ اِسْتِدْرَاجٌ ثُمَّ نَزَعَ بِھٰذِہِ الْاٰیَۃِ: فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُکِّرُوْا بِہٖ فَتَحْنَا عَلَیْھِمْ اَبْوَابَ کُلِّ شَیْءٍ حَتّٰی اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰھُمْ بَغْتَۃً فَاِذَا ھُمْ مُّبْلِسُوْنَ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

(طبرانی اوسط، جلد 10، ص 126)

ترجمہ: جب تو دیکھے کہ اللہ تعالیٰ بندے کو اس کی پسند کی نعمتیں دیتا ہے اور اس کے باوجود وہ گناہ کا ارتکاب کرتا رہتا ہے۔ تو یہ اس کی طرف سے استدراج ہے (استدراج کے لفظی معنی ہیں درجہ بدرجہ کفر کے نزدیک ہونا) پھر آپ نے ایسے آدمی کے حسب حال یہ آیت تلاوت فرمائی۔

آیت کا ترجمہ: پھر جب انہوں نے بھلا دیا جو نصیحتیں ان کو کی گئیں تھیں ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے یہاں تک کہ جب خوش ہوئے اس پر جو انہیں ملا تو ہم نے اچانک ان کو پکڑ لیا اب وہ آس ٹوٹے رہ گئے تو جڑ کاٹ دی گئی ظالموں کی اور سب خوبیاں اس اللہ کے لئے ہیں جو رب ہے سارے جہان کا۔

اے مشاہیر خطبائے اہلسنت! خدارا اس متذکرہ حدیث کے آئینے میں اپنا چہرہ دیکھئے اور خلوص نیت سے اپنی بد اعمالیوں سے توبہ کریں اور اپنی اصلاح کی طرف توجہ سے کام لیں دنیا کے عیش وعشرت سے پہلوتہی کر کے آخرت کی فکر کریں۔ بزرگان دین اور علمائے ربانیین کی پاکیزہ زندگیوں کو مشعل راہ بنائیں خلوص نیت سے اسلام کی خدمت کریں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے کسی چیز کی کمی نہیں رہنے دے گا۔ محدث اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد سردار احمد نور اللہ مَرْقَدَہٗ کی زندگی ایک کھلی کتاب کی طرح ہمارے سامنے ہے۔ جنہوں نے بے سروسامانی کے عالم میں فیصل آباد میں خدمت اسلام کا حق ادا کر دیا یہ ان کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ آج فیصل آباد کے کونے کونے سے صلوٰۃ وسلام کی صدائیں بلند ہو رہی ہیں۔

کہیں مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ
بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

(و) قوالی کی محفل:

تین چار مشہور قوالوں کی موت سے اس فن کو زوال آ گیا ہے لیکن پھر بھی قوالی کی محافل کا انعقاد ہوتا ہے۔ قوال سارے کے سارے داڑھی مونڈ ہوتے ہیں۔ اکثر بے نماز ہوتے ہیں اور بعض قوالی کرنے سے پہلے شراب پیتے ہیں۔ ہماری قوم کا بہت سا پیسہ قوالوں کی نذر ہو جاتا ہے۔ ایک مرتبہ ایک قوال نے گوجرانوالہ میں قوالی کی جس میں ''میں شرابی'' کے جملے کا تکرار تھا۔ اس کی اس قوالی کے دوران ایک آدمی نے شراب کی بوتل کھول کر کہا اے فلاں کون کہتا ہے شراب حرام ہے ایک بوتل گھر میں پی کر آیا ہوں اور ایک ترے سامنے پی رہا ہوں یہ کہہ کر وہ شراب کی بوتل پی گئے جو یہ کہے کہ کون کہتا ہے شراب کی بوتل حرام وہ شراب کی حرمت کا منکر ہے اور شراب کی حرمت کا انکار کفر ہے لہٰذا وہ ان الفاظ کے کہنے سے کافر ہو گیا۔ یہ ہے اثر قوالی کا پھر اکثر قوال خلاف شرع کلام پڑھتے ہیں ہمارے علماء نے مزامیر کے ساتھ قوال کو حرام لکھا ہے لیکن لوگ ہیں کہ فعل حرام کے دیوانے ہیں محافل قوالی میں اکثریت بے نماز لوگوں کی ہوتی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسی محافل میں اصلاح احوال کی کوئی بات نہیں ہوتی ان محفلوں میں کوئی جھوٹ چھوڑنے کی تلقین نہیں کرتا کم ناپنے کم تولنے سے منع نہیں کرتا بُرے کاموں سے احتراز اور نیکی کے کاموں کا حکم نہیں دیا جاتا۔ اس لئے بے عمل لوگ ان محفلوں میں زیادہ جاتے ہیں ان قوالوں کی پذیرائی چشتی بزرگوں کے عرائس پر زیادہ ہوتی ہے یا پھر چشتی سلسلے میں بیعت ہونے والے احباب کے گھروں پر قوالی کی محفل ہوتی ہے۔ میری قوم کے لوگوں پر یہ بات مخفی نہیں رہنی چاہیے کہ خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ روزانہ ایک قرآن ختم کرتے تھے۔

نماز تہجد کے پابند تھے۔ شریعت مطہرہ کے سخت پابند تھے وہ قوالی بغیر مزامیر کے سنتے تھے اگر ان کے نقش قدم پر چلنا ہے تو تم بھی ان جیسے نیک عمل کرو۔

خدا توفیق دے:

یہ وہ عوامل ہیں جن پر اہلسنت کا پیسہ بے دریغ خرچ ہوتا ہے اور مدارس دینیہ کے لئے خاطر خواہ پیسہ نہیں پہنچتا۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جتنا کام مدارس میں ہونا چاہیے اتنا نہیں ہوتا علماء کم پیدا ہوتے ہیں عوام اہلسنت کو کماحقہ علمی غذا نہیں ملتی عوام اہلسنت کو علم کے قریب کرنے کے لئے فقیر نے ایک حقیری کوشش کی ہے جس کا نام رکھا ہے۔

کنز العلوم:

اس کا انداز یہ ہے کہ پہلے علم کے فضائل پھر طلباء اور علماء کے فضائل پھر انبیاء کا علم پھر صحابہ کرام پھر ائمہ اہلبیت پھر ائمہ مجتہدین پھر علمائے حافظ الحدیث پھر مجدد دین پھر اولیاء کرام کا علم اور آخر میں امام الانبیاء کے علم غیب کے بارے میں احادیث اور ان کی شرح تحریر کی گئی ہے۔ امید واثق ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر لوگوں کے علم میں جلا پیدا ہوگی۔ عوام اہلسنت کے دلوں میں علم کا شوق پیدا ہو گا اور طلباء کے علم میں اضافہ۔ مجھے عوام الناس سے قوی امید ہے کہ اس کتاب کو پڑھ کر فقیر کے حق میں دعا کریں گے کہ خدا تعالیٰ مجھے دین کی خدمت کی مزید توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

احقر العباد فی الاقطار الجھانی
محمد صدیق ملتانی

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم کلی

خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ کلی طور پر عطا فرمایا ہے۔ تفصیل ملاحظہ ہو خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

كُلُّ صَغِيْرٍ وَّكَبِيْرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝

ترجمہ: ہر چھوٹی اور بڑی چیز لوح محفوظ میں لکھی ہوئی ہے۔

وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۝

ترجمہ: ہر خشک و تر لوح محفوظ میں ہے۔

لَا اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۝

ترجمہ: ذرے سے چھوٹی اور بڑی کوئی ایسی چیز نہیں جو لوح محفوظ میں نہ ہو۔

وَكُلَّ شَيْءٍ اَحْصَيْنٰهُ فِيْ اِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝

ترجمہ: اور ہم نے ہر شے کو لوح محفوظ میں محفوظ کر رکھا ہے۔

وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۝

ترجمہ: زمین و آسمان کا کوئی غیب ایسا نہیں جو لوح محفوظ میں نہ ہو۔

ان آیات سے پتہ چلا کہ لوح محفوظ میں ہر شے کا علم موجود ہے اور اب سنئے لوح محفوظ کا تفصیلی علم قرآن میں موجود ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ ۝

ترجمہ: اور قرآن ایسا نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی اور بنا لے بلکہ یہ پہلی کتابوں کی تصدیق ہے اور تمام جہانوں کے پالنے والے کی طرف سے لوح محفوظ

کی تفصیل ہے۔

جب ہر چیز کا علم لوح محفوظ میں ہے اور لوح محفوظ کا علم تفصیلی قرآن میں تو نتیجہ یہ نکلا کہ قرآن میں ہر چیز کا علم موجود ہے چنانچہ فرماتا ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍO

ترجمہ: اور ہم نے تجھ پر قرآن اتارا جو کل شے کا بیان ہے۔

وَكُلِّ شَيْءٍ فَصَّلْنَاهُ تَفْصِيلًاO

ترجمہ: ہم نے کل شے کی تفصیل بیان کر دی۔

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍO

ترجمہ: ہم نے اس کتاب میں کوئی شے اٹھا نہ رکھی۔

مَا كَانَ حَدِيثًا يُفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ كُلِّ شَيْءٍO

ترجمہ: یہ قرآن کوئی گڑھی ہوئی بات نہیں بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق اور کل شے کی تفصیل ہے۔

چنانچہ ایک دن ابوبکر بن مجاہد نے کہا۔

مَامِنْ شَيْءٍ فِي الْعَالَمِ اِلَّا هُوَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِO

ترجمہ: تمام عالم میں کوئی چیز ایسی نہیں جس کا ذکر قرآن میں نہ ہو۔

ان کی یہ بات سن کر لوگوں نے دریافت کیا اچھا بتاؤ قرآن میں ''سرائے'' کا ذکر کہاں ہے۔ انہوں نے کہا قرآن میں ارشاد خداوندی ہے۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِيْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْO

ترجمہ: ان گھروں میں داخل ہونے میں تم پر کوئی گناہ نہیں جن میں تمہاری (مستقل) سکونت نہیں اور ان میں تمہارا سامان ہے۔

کسی عالم نے امام الانبیاء کی 63 سالہ زندگی قرآن سے ثابت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ سورہ منافقون قرآن کی 63ویں سورت ہے جس کے آخر میں ہے۔

وَلَنْ يُؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَاo

ترجمہ: اور ہرگز اللہ کسی جان کو مہلت نہ دے گا جب اس کا وقت آ گیا۔

اس سے پتہ چلا کہ 63ویں سورت کے آخر میں موت کی خبر اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر 63 سال کی ہو جائے گی تو پھر آپ کا وصال ہو جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

لَوْضَاعَ لِیْ عِقَالُ بَعِيْرٍ لَوَجَدْتُهٗ فِیْ كِتَابِ اللّٰهِo

ترجمہ: اگر میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے تو میں اسے قرآن سے تلاش کر لوں گا۔

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

مَامِنْ شَیْءٍ اِلَّا يُمْكِنُ اِسْتِخْرَاجُهٗ مِنَ الْقُرْآنِ لِمَنْ فَهِمَهُ اللّٰهُo

ترجمہ: جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن سمجھنے کی صلاحیت دی ہے وہ قرآن سے ہر چیز نکال سکتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن سمجھنے کی صلاحیت دی ہے وہ قرآن سے ہر چیز نکال سکتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک یہودی نے پوچھا کہ تمہاری اور میری داڑھی کا ذکر قرآن میں کہاں ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی داڑھی گھنی تھی اور اس یہودی کے چہرے پر کہیں کہیں بال تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تیری اور میری داڑھی کا ذکر قرآن کی اس آیت میں ہے۔

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۝

ترجمہ: پاکیزہ زمین سے خوب سبزہ نکلتا ہے اور ناکارہ زمین سے نہیں نکلتا مگر تھوڑا۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَيَقْذِفُوْنَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيْدٍ ۝

ترجمہ: اور وہ دور جگہ سے غیب پھینک مارتے ہیں۔

اس میں ٹیلیفون، ٹیلی ویژن، ریڈیو وغیرہ کی طرف اشارہ ہے۔ جو دور دراز ملکوں کی خبریں ہم تک پہنچاتے ہیں۔

وَالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

ترجمہ: اور گھوڑے اور خچر اور گدھے کہ ان پر تم سوار ہو اور زینت کے لئے اور وہ (سواریاں) پیدا کرے گا جس کی تمہیں خبر نہیں۔

اس آیت میں وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ کا جملہ اشارہ کرتا ہے کہ اور سواریاں بھی معرض وجود میں آئیں گی لہٰذا ٹرک، بس، کار، موٹر رکشہ، سائیکل، موٹر سائیکل، ریل گاڑی، ہیلی کاپٹر، ہوائی جہاز غرضیکہ آج تک جتنی بھی سواریاں معرض وجود میں آئی ہیں وہ اسی جملے سے ثابت ہیں۔ خدا فرماتا ہے۔

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ ۝

ترجمہ: تم فرماؤ کہ وہ قادر ہے کہ تم پر عذاب بھیجے تمہارے اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے۔

یہ آیت اشارہ کرتی ہے کہ آئندہ زمانے میں لڑاکا طیاروں کے ذریعے سے اوپر سے بمباری ہوگی۔ جو عذاب کی صورت ہوگی اور پاؤں کے نیچے سے

عذاب ان بارودی سرنگوں کی طرف اشارہ ہے جو زمین میں بچھائی جاتی ہیں جب دشمن ان پر سے گزرتا ہے تو وہ پھٹ جاتی ہیں اور دشمن ہلاک ہو جاتا ہے بہر حال یہ آیت طیاروں کی ایجاد بمباری کی خبر اور بارودی سرنگوں کی خبر دے رہی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ تینوں چیزیں قرآن سے ثابت ہیں اگر ذرا مزید غور و تدبر سے کام لیں تو موجودہ زمانے کی ایجادات آبدوز اور میزائل بھی اسی آیت سے ثابت ہیں کیونکہ میزائل اوپر سے عذاب کا سبب اور آبدوز نیچے سے موجب ہلاکت ہیں۔

خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ ٥ اور جب وحشی جانور جمع کیے جائیں۔ مختلف قسم کے جانور چڑیا گھروں میں جمع کیے جاتے ہیں لہٰذا یہ آیت قرآن میں چڑیا گھر کا واضح بیان ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔

وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ ٥ اور قسم ہے سلگائے ہوئے سمندر کی۔ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ ٥ اور جب سمندر سلگائے جائیں۔

اب ظاہر ہے کہ سمندروں میں تو پانی ہوتا ہے اور اسے آگ نہیں لگتی بلکہ پانی سے تو لگی ہوئی آگ بھی بجھ جاتی ہے تو پھر وہ کون سے سمندر ہیں جن کو سلگائے ہوئے کہا گیا۔ بنظر غائر مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ سمندروں میں پٹرول اور گیس کے ذخائر ہیں جو ساری دنیا میں کام آتے ہیں ریل گاڑیاں بحری جہاز، ہوائی جہاز بڑے بڑے کارخانے پٹرول اور گیس سے چلتے ہیں۔ پس پٹرول اور گیس کا ثبوت ان آیات سے ثابت ہوا نیز یہ دونوں چیزیں قرآن کی اس آیت سے بھی ثابت ہیں۔

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ٥

ترجمہ: اور جب زمین تھرتھرا دی جائے گی جیسا اس کا تھرتھرانا ٹھہرا اور زمین اپنے بوجھ باہر پھینک دے گی۔

جب زمین کو آلات کے ذریعے کھودا گیا اور اس میں پٹرول اور گیس
کے کنویں تلاش کیے گئے تو زمین نے لاکھوں ٹن پٹرول اور گیس باہر نکال دیا۔

خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ٥ اور جب ستارے
ماند پڑ جائیں۔

جب بجلی کی روشن ہوتی ہے تو ستاروں کی روشنی گویا ماند پڑ جاتی یا بجلی کی روشنی کی تیزی کے سامنے ان کی روشنی بالکل ختم ہو جاتی ہے تو یہ آیت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ لوگ ستاروں کی روشنی سے بے نیاز ہو جائیں گے بجلی کی ایجاد سے قبل لوگ اندھیری راتوں میں ستاروں کی مدد سے راہ پہچانتے تھے جب بجلی ایجاد ہوگئی تو ستاروں کی روشنی ماند پڑ گئی لوگوں کو ان کی رہنمائی کی ضرورت نہ رہی بہر حال بجلی کی ایجاد اس آیت سے ثابت ہے۔

بعض لوگ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ میں کلام کرتے ہوئے یہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ کل شئے سے مراد بعض چیزیں ہیں اور دلیل میں ہدہد کا قول وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ پیش کر کے کہا کرتے ہیں کہ بلقیس کو ہر چیز کہاں دی گئی تھی۔ بہت سی ایسی چیزیں ہیں جن کا اس وقت وجود بھی نہیں تھا بعد میں ایجاد ہوئیں لہٰذا ثابت ہوا کہ کل شے سے مراد بعض چیزیں ہیں ایسے لوگوں پر سخت افسوس ہے جو تدبر سے کام نہیں لیتے اور آیات قرآن کا مفہوم غلط سمجھ کر خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔

ان کو غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ قول ہدہد کا نقل کیا ہے خود اس نے یہ خبر نہیں دی چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہدہد نے آ کر حضرت سلیمان علیہ السلام کو خبر دی۔

اِنِّیْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ

عَظِيمٌO

ترجمہ: میں نے ایک عورت کو پایا کہ وہ لوگوں پر حکمرانی کرتی ہے اور اس کو ہر چیز میں سے ملا ہے اور اس کا عرش (تخت) عظیم ہے۔

کسی ایک پرندے کا اپنی سمجھ اور استعداد کے مطابق کل شئی کہنا اور کجا اللہ تعالیٰ کا کل شئی فرمانا کیا برابر ہے۔

چہ نسبت خاک رابعالم پاک

ہدہد کے کل اور خدا تعالیٰ کے کل میں اتنا فرق ہے جتنا ہدہد کے عرش عظیم اور خدا تعالیٰ کے عرش عظیم میں ہے جس کو ہدہد نے عرش عظیم کہا وہ اسی گز لمبا پچاس گز چوڑا اور تیس گز اونچا تھا اور جس کو خدا تعالیٰ نے عرش عظیم کہا ہے اس کی عظمت کا حال یہ ہے کہ:

(۱) آفتاب زمین سے ڈیڑھ سو گنا بڑا ہے اور آسمان میں کتنی ذرا سی جگہ پر موجود ہے۔ پس آسمان کتنا بڑا ہے پھر پہلے سے دوسرا، دوسرے سے تیسرا اس سے چوتھا اس سے پانچواں اس سے چھٹا اس سے ساتواں بڑا ہے اور ساتوں آسمان کرسی کے سامنے ایسے ہیں جیسے بڑی ڈھال میں سات درہم ڈال دیئے جائیں۔ پھر کرسی عرش کے سامنے ایسی ہی چھوٹی ہے اس سے اندازہ لگا لو کہ عرش کتنا بڑا ہوگا۔

(۲) مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے بیضاوی شریف کے حاشیے میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ قندیلیں پیدا فرمائی ہیں اور انہیں اپنے عرش کے ساتھ معلق فرمایا سارے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے حتیٰ کہ جنت و دوزخ صرف ایک قندیل میں ہے اور باقی میں جو کچھ ہے وہ صرف اللہ جانتا ہے۔ اندازہ کرو کہ جب ایک قندیل اتنی عظیم ہے تو باقی قنادیل کتنی بڑی ہوں گی اور جس عرش کے

ساتھ یہ لٹک رہی ہیں وہ کتنا عظیم ہوگا۔

(۳) حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ عرش الٰہی پر تین سو ساٹھ برج ہیں جو سرخ یاقوت سبز زمرد اور سفید یاقوت سے بنے ہیں اور ہر برج دنیا سے ستر ہزار گنا بڑا ہے۔

اور یہ بھی یاد رہے دنیا ساتویں آسمان سے لے کر ساتویں زمین تک ہے اب اندازہ کرلو کہ عرش کتنا بڑا ہوگا۔

(۴) علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ چار فرشتوں نے اللہ کا عرش اُٹھا رکھا ہے اور ایک فرشتے کا کندھے سے لے کر گردن تک کا فاصلہ سات سو سال کی راہ ہے اور دونوں طرفوں کا فاصلہ چودہ سو سال کی راہ ہوگئی۔ اسی حساب سے گردن کا بھی فاصلہ ہوگا اندازہ کرو کہ چاروں فرشتوں کا باہمی فاصلہ ان گردنوں سمیت کتنا ہوگا اور جس عرش کو انہوں نے اُٹھا رکھا ہے وہ کتنا عظیم ہوگا۔

(۵) حضرت وھب فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا کیا عرش کی ستر ہزار ٹانگیں ہیں اور ہر ٹانگ زمین و آسمان کی گولائی کی مانند ہے اندازہ کرو عرش کتنا بڑا ہے۔

اب تک کی بحث کا حاصل یہ ہوا کہ قرآن میں ہر چیز کا علم ہے اور اب سنئے کہ قرآن کا علم سینہ مصطفےٰ میں ہے خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ○

ترجمہ: رحمٰن نے (اپنے محبوب کو) قرآن سکھایا پیدا کیا انسان کو اور سکھایا۔

اس کو بیان اس قرآنی عبارت میں تین امور بیان ہوئے۔ تعلیم القرآن، تخلیق انسان اور تعلیم بیان۔

تعلیم قرآن:

اگر شاگرد کے علم میں کچھ کمی رہے تو اس کی صرف چار ہی وجوہات ہو سکتی ہیں۔

(۱) شاگرد نااہل اور کند ذہن ہے۔ استاد سے پورا فیض نہ لے سکا۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نے اتنی عقل دی کہ اگر عقل کے سو حصے ہوں تو ننانویں حصے عقل آپ کو دی گئی اور بعض نے یہ لکھا کہ ساری دنیا کی ریت ایک جگہ اکٹھی کر دی جائے اور اس میں سے ایک ذرہ الگ کر دیا جائے تو ایک ذرے کے برابر تمام انسانوں کی عقل ہے اور باقی جو ساری ریت کا ڈھیر ہے اس کے برابر ہمارے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عقل ہے۔ آپ جو چیز ایک مرتبہ سن لیں وہ بھولتی نہیں اس سے اندازہ لگائیں کہ آپ کتنے کامل العقل اور کامل الحفظ ہیں۔

(۲) استاذ کامل نہ ہو اور مکمل سکھا نہ سکے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سکھانے والا خدا ہے جس کے بارے میں زمین کے کسی گوشے میں یہ تصور بھی نہیں کیا جا سکتا کہ سکھانے والا کامل نہیں۔

(۳) استاد یا تو بخیل ہے یا اس شاگرد سے زیادہ کوئی اور محبوب ہے بخل کی نسبت خدا کی طرف جائز ہی نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زیادہ کوئی خدا کا محبوب بھی نہیں۔

(۴) جو کتاب پڑھائی جائے وہ ناقص ہے قرآن کے بارے یہ تصور سرے سے ہے ہی غلط قرآن وہ کامل کتاب ہے جس میں تمام علوم جمع کر دیئے گئے ہیں۔ جب ان میں سے کوئی بات نہیں تو ماننا پڑے گا کہ

سکھانے والا ہر نقص سے پاک سیکھنے والا کامل جو کتاب سکھائی گئی وہ کامل لہٰذا علم مصطفےٰ میں کمی کیسے رہ سکتی ہے۔

تعلیم بیان:

تفسیر صادی کے مطابق اس سے مراد علم مَا کَانَ وَمَا یَکُوْنُ وَمَا ھُوَ کَائِنٌ وہ علم جو ہو چکا اور جو ہو رہا ہے اور جو ہو گا۔ تفسیر خازن و معالم کے مطابق علم مَا کَانَ وَمَایَکُوْنُ جو ہو چکا اور جو ہو گا۔ ان تفاسیر سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زمانہ ماضی زمانہ حال اور زمانہ استقبال تینوں زمانوں سے متعلق علوم غیبیہ عطا فرمائے جن کا ثبوت احادیث میں موجود اب فقیر حقیر پر تقصیر۔

(احقر العباد فی الاقطار الجھانی محمد صدیق ملتانی)

''الاخبار الغیب'' کے نام سے وہ احادیث پیش کرتا ہے جن میں تینوں زمانوں کی خبریں ہوں گی ملاحظہ ہوں۔ از بخاری شریف۔

حدیث نمبر 1.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ یا مکہ کے باغات میں سے کسی باغ میں تشریف لے گئے تو دو آدمیوں کی آواز سنی جن پر ان کی قبروں میں عذاب کیا جاتا تھا۔ پھر نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ان دونوں پر عذاب کیا جاتا ہے اور کسی بُری بات میں عذاب نہیں کیا جا رہا پھر آپ نے فرمایا ہاں ان میں سے ایک تو اپنے پیشاب سے نہ بچتا تھا اور دوسرا چغلی کھایا کرتا تھا۔ پھر آپ نے ایک شاخ منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کئے اور ان دونوں میں سے ہر ایک کی قبر پر ایک ٹکڑا رکھ دیا تو آپ سے

عرض کیا گیا۔ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ آپ نے کیوں کیا۔ آپ نے فرمایا امید ہے کہ جب تک یہ خشک نہ ہو جائیں ان دونوں پر عذاب کم رہے۔

(نسائی شریف، جلد 1، ص 12۔ بخاری شریف، جلد 1، ص 51۔ ترمذی جلد 1، ص 11۔ مسند ابی یعلیٰ، جلد 4، ص 43۔ سنن کبریٰ، جلد 1، ص 104۔ ابن حبان، جلد 2، ص 96)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) عذاب قبر برحق ہے یہی اہلسنت وجماعت کا مسلک ہے۔

(۲) اس سے ثابت ہوا کہ قبر کے پاس تلاوت قرآن جائز ہے اور اس کا فائدہ صاحب قبر کو ہوتا ہے کیونکہ جب تر شاخ کی تسبیح سے صاحب قبر کو فائدہ پہنچتا ہے کہ اس کے عذاب میں کمی ہو جاتی ہے تو بندہ مومن کی تلاوت کا فائدہ صاحب قبر کو کیوں نہ ہوگا۔ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو آدمی کسی قبرستان سے گزرے اور گیارہ مرتبہ قل شریف پڑھ کر اس کا ثواب اہل قبور کو بخشے تو تمام اہل قبور کی تعداد کے برابر اس آدمی کو ثواب ہوگا اور ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر آدمی قبرستان میں جا کر سورہ یٰسین پڑھ کر اس کا ثواب تمام اہل قبور کو بخشے تو اس دن تمام اہل قبور کے عذاب میں تخفیف ہوگی اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جس نے اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کی قبر کی زیارت کی اور اس کے یا ان کے پاس سورہ یٰسین پڑھی تو خدا تعالیٰ اس پڑھنے والے کو بخش دیتا ہے۔

(۳) اس واقعہ میں ایک لطیف اشارہ پایا جاتا ہے اور وہ یہ کہ اس وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے ہر دو معذب انسانوں کی آوازوں کو سن کر صحابہ سے فرمایا کہ ان کو عذاب ہو رہا ہے پھر اسباب اور عذاب کا اظہار فرما کر گویا اس امر کی طرف اشارہ فرما دیا کہ اے میرے صحابہ جس طرح آج میں تمہارے ساتھ رہ کر اہل برزخ کے حالات سے بے خبر نہیں ہوں اسی طرح عالم برزخ میں جا کر تمہارے حالات سے بھی بے خبر نہ رہوں گا اور جس طرح عالم دنیا میں رہ کر عالم برزخ والوں کی مشکلات کو دور کر سکتا ہوں اسی طرح عالم برزخ میں رہ کر تمہاری مشکلات کو بھی حل کر دیا کروں گا۔

(۴) اس سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نگاہ کے سامنے کوئی چیز حجاب نہیں ہو سکتی آپ نے منوں مٹی کے نیچے ان اہل قبور کو عذاب میں معذب دیکھا۔

سر عرش پر ہے تری گزر دل فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پر عیاں نہیں

(۵) خدا تعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو علم غیب عطا فرمایا ہے ان دونوں اہل قبور کو ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا اور یہ ایسی بات ہے جس کا ادراک حواس خمسہ سے نہیں ہو سکتا اور نہ ہی عقل سے اس پر کوئی دلیل قائم ہو سکتی ہے لہٰذا یہ خبر ایسی ہے جس تعلق علم غیب سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو عطا فرمایا ہے۔

حدیث نمبر 2.

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر (میدانِ جنگ سے) آنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی شہادت کی خبر دی اور فرمایا

اس وقت زید نے جھنڈا لیا اور شہید کر دیئے گئے۔ پھر جعفر نے جھنڈا لیا اور وہ شہید کر دیئے گئے پھر عبداللہ بن رواحہ نے جھنڈا لیا اور وہ شہید کر دیئے گئے اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ یہاں تک کہ اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار (خالد بن ولید) نے جھنڈا لیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح سے ہمکنار فرمایا۔

(طبرانی کبیر، جلد 2، ص 105۔ بخاری شریف، جلد 3، ص 217)

حدیث نمبر 3.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا بیمار تھا تو ابوطلحہ رضی اللہ عنہ (گھر سے کسی کام کے لئے باہر) نکلے تو لڑکا فوت ہو گیا۔ پھر جب ابوطلحہ رضی اللہ عنہ واپس ہوئے تو فرمایا میرے لڑکے کا کیا حال ہے۔ ام سلیم نے عرض کیا پہلے سے آرام ہے پھر ام سلیم نے کھانا چنا تو ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کھانا تناول فرمایا پھر ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت ام سلیم سے ہمبستری کی پھر جب فارغ ہوئے تو ام سلیم سے کہا مجھے لڑکا دکھاؤ انہوں نے عرض کی وہ تو فوت ہو چکا ہے۔ پھر وہ صبح کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے تو لڑکے کی فوتیدگی کی اطلاع دی تو آپ نے فرمایا کیا تم نے رات کو جماع کیا ہے۔ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جی ہاں تو آپ نے دعا فرمائی یا اللہ ان دونوں کے لئے برکت دے چنانچہ ام سلیم کے ہاں لڑکا پیدا ہوا۔

(بخاری شریف، جلد 1، ص 226۔ مسلم شریف، جلد 2، ص 209۔
مسند امام احمد، جلد 3، ص 105)

حدیث نمبر 4.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ آدمی کو اس بات کی کچھ پرواہ نہ ہوگی کہ حلال (طریقہ) سے (مال) حاصل کیا ہے یا حرام طریقہ ہے۔

چنانچہ آجکل دیکھ لیجئے کہ لوگ کس طرح سودی کاروبار کرتے ہیں رشوت دیتے اور لیتے ہیں کم تولتے ہیں کم ناپتے ہیں اشیاء میں ملاوٹ کر کے فروخت کرتے ہیں جھوٹی قسمیں کھا کر ناقص مال کو عمدہ ظاہر کر کے بیچتے ہیں چوری ڈاکہ زنی جیب تراشی دھوکہ دہی جھوٹی گواہی غرضیکہ ہر جائز اور ناجائز طریقے سے روپے حاصل کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور اس بات کی پرواہ بالکل نہیں کی جاتی کہ یہ مال حرام طریقے سے حاصل کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر 5.

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس حال میں دیکھا کہ امام حسن رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک جانب تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کبھی مجمع کو دیکھتے اور کبھی امام حسن رضی اللہ عنہ کو دیکھتے اور فرماتے میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں کے درمیان صلح کرا دے گا۔

(طبرانی کبیر، جلد 3، ص 33۔ مسند امام احمد، جلد 4، ص 172۔
المستدرک، جلد 3، ص 177۔ بخاری شریف، جلد 2، ص 114)

حدیث نمبر 6.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ام رُبیع بنت براء

اور یہ حارث بن سراقہ کی ماں ہیں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر حارث جنت میں ہے تو صبر سے کام لیتی ہوں اور اگر ایسی بات نہیں تو میں خوب روؤں گی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اے ام حارث تیرا بیٹا تو جنت الفردوس میں ہے۔ (مسند ابی یعلیٰ، جلد 6، ص 220۔ بخاری شریف، جلد 2، ص 139۔ مسند امام احمد، جلد 3، ص 124)

حدیث نمبر 7.

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی اور پھر آپس میں بیٹھ کر لوگ پوچھیں گے کہ تم میں کوئی ایسا شخص ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہا ہو لوگ کہیں گے ہاں ہے پس ان لوگوں کے لئے (یعنی صحابہ کی برکت سے) فتح ہو گی پھر لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ وہ جہاد کریں گے اور آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کریں گے کہ تم میں کوئی صحابی کا دیکھنے والا ہے لوگ کہیں گے ہاں ہے پس انہیں فتح سے ہمکنار کیا جائے گا پھر لوگوں پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ لوگوں کی ایک جماعت جہاد کرے گی اور آپس میں دریافت کرے گی کہ کیا تم میں کوئی تبع تابعی ہے لوگ کہیں گے ہاں ہے پس ان کے لئے اس کی برکت سے فتح ہو گی۔

(بخاری شریف، جلد 2، ص 152)

حدیث نمبر 8.

حضرت سہل بن سعد ساعدی سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مشرکوں میں مقابلہ ہوا اور دونوں فریق نے باہم جنگ کی پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے لشکر میں اور وہ اپنے لشکر میں لوٹ کر گئے اور رسول

خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں ایک شخص تھا جو کافروں کا کوئی بھاگتا ہوا آدمی بھی نہ چھوڑتا تھا اس کے تعاقب میں جاتا اور اپنی تلوار سے اس کا کام تمام کر دیتا تھا تو سہل نے کہا آج ہماری طرف سے کوئی شخص ایسا نہیں لڑا جیسا فلاں شخص لڑا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آگاہ رہو وہ اہل دوزخ میں سے ہے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے کہا کہ میں اس کے ساتھ رہوں گا چنانچہ وہ اس کے ساتھ رہا جہاں کہیں وہ کھڑا ہوتا وہیں یہ بھی کھڑا ہوتا اور جب وہ دوڑتا یہ بھی اس کے ساتھ دوڑتا۔ سہل کہتے ہیں پھر وہ شخص سخت زخمی ہوگیا تو اس نے مرنے میں جلدی کی اور اس نے اپنی تلوار کا قبضہ زمین پر رکھا اور اس کی نوک اپنے دونوں پستانوں کے درمیان رکھی پھر تلوار پر جھک پڑا اور اپنے آپ کو قتل کر ڈالا پس وہ شخص رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا ہوا اس نے عرض کی جس کی نسبت آپ نے ابھی فرمایا تھا کہ وہ اہل دوزخ میں سے ہے اور لوگوں نے اس کو سخت (مجاہد) سمجھا تھا میں نے کہا تھا کہ میں تمہیں اطمینان کرا کے دیتا ہوں چنانچہ میں اس کی نگرانی میں نکلا بالآخر وہ شخص سخت زخمی ہوا پھر اس نے مرنے میں جلدی کی اور اپنی تلوار کا قبضہ زمین پر رکھ کر اس کی نوک اپنے دونوں پستانوں کے درمیان رکھ لی بعد اس کے اپنی تلوار پر جھک پڑا اور اپنے آپ کو قتل کر ڈالا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک آدمی اہل جنت کے سے کام کرتا ہے حالانکہ وہ دوزخی ہوتا ہے اور ایک آدمی اہل دوزخ کے سے کام کرتا ہے حالانکہ وہ جنتی ہوتا ہے۔

(الترغیب والترہیب، جلد 3، ص 302۔ ابن حبان، جلد 7، ص 25۔
بخاری شریف، جلد 2، ص 152)

حدیث نمبر 9.

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ السلام نے ہم میں ایک جگہ قیام فرمایا پس ہمیں ابتداء پیدائش کی خبر دے دی یہاں تک کہ جنتی لوگ اپنی منزلوں میں اور دوزخی لوگ اپنی منزلوں میں پہنچ گئے جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جو بھول گیا وہ بھول گیا۔

(بخاری شریف، جلد 2، ص 207)

اس کی شرح میں علامہ بدر الدین عینی نے لکھا ہے کہ اس حدیث میں دلالت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک ہی مجلس میں ساری مخلوقات کے سارے حالات کی از ابتداء تا انتہا خبر دے دی۔

حدیث نمبر 10.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مجھے صدقہ رمضان کی حفاظت کا حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیا تو ایک آنے والا میرے پاس آیا اور وہ غلہ میں سے مٹھی بھر بھر کے لینے لگا میں نے اس کو پکڑ لیا اور کہا واللہ میں تجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے چلوں گا۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو کیونکہ میں محتاج ہوں اور مجھ پر میری اولاد اور متعلقین کا بڑا بوجھ ہے اور مجھے سخت ضرورت ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اسے چھوڑ دیا پھر صبح ہوئی تو نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تمہارے قیدی نے آج رات کو کیا کیا میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نے سخت ضرورت بیان کی اور بال بچوں کا ذکر کیا تو میں نے اس پر ترس کھا کر اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا آگاہ رہو اس نے تم سے جھوٹ بولا

ہے اور وہ پھر آئے گا تو میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمانے سے کہ وہ پھر آئے گا یقین کر لیا کہ وہ پھر آئے گا چنانچہ میں اس کا منتظر رہا (اور وہ پھر آیا) اور غلہ سے مٹھیاں بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا میں تجھے ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے چلوں گا وہ کہنے لگا مجھے چھوڑ دو میں محتاج ہوں مجھ پر میرے بال بچوں کا بوجھ ہے اب میں نہ آؤں گا میں نے اس پر ترس کھایا اور اسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تمہارے قیدی نے کیا کیا میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نے سخت ضرورت بیان کی اور بال بچوں کا ذکر کیا لہٰذا میں نے اس پر رحم کھا کر اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا ہوشیار رہو اس نے تم سے جھوٹ بولا ہے اور وہ پھر آئے گا میں پھر سہ بارہ اس کا منتظر رہا۔ (وہ اپنے وقت پر آیا) اور غلہ میں سے مٹھیاں بھرنے لگا میں نے اسے پکڑ لیا اور کہا میں تجھے ضرور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے چلوں گا اور یہ تیسری مرتبہ ہے کہ تو کہتا ہے کہ میں اب نہ آؤں گا اور پھر آتا ہے اس نے کہا مجھے چھوڑ دو میں تمہیں چند کلمے ایسے تعلیم کروں گا جن سے اللہ تعالیٰ تجھے فائدہ دے گا میں نے کہا کیا ہیں کہنے لگا جب تم اپنے بچھونے پر جانے لگو تو آیۃ الکرسی پڑھ لو یہاں تک کہ آیت ختم ہو جائے پس اللہ کی طرف سے ایک نگہبان تمہارے پاس رہے گا اور صبح تک شیطان تمہارے نزدیک نہ آئے گا۔ میں نے اس کو چھوڑ دیا پھر صبح ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ تمہارے قیدی نے گذشتہ شب کیا کہا میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس نے کہا میں تمہیں چند کلمات ایسے تعلیم کرتا ہوں کہ اللہ ان سے تمہیں نفع دے گا تو میں نے اسے چھوڑ دیا۔ آپ نے فرمایا وہ کلمات کیا ہیں میں نے عرض کی اس نے مجھ سے

کہا جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو تم آیۃ الکرسی شروع سے آخر تک پڑھ لیا کرو اور اس نے مجھ سے کہا صبح تک اللہ کی طرف سے ایک نگہبان تمہارے پاس رہے گا اور شیطان تمہارے پاس نہ آئے گا تو نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا خبردار اس مرتبہ اس نے تم سے سچ کہا ہے اور وہ بہت جھوٹا ہے۔ اے ابو ہریرہ تم جانتے ہو تین دن تم کس سے باتیں کرتے رہے میں نے عرض کیا نہیں آپ نے فرمایا وہ شیطان تھا۔

(صحیح ابن خزیمہ، جلد 4، ص 91۔ بخاری شریف، جلد 2، ص 43)

حدیث نمبر 11.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور علیہ السلام نے مرض وفات میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلایا اور کچھ آہستہ آہستہ فرمایا وہ رونے لگیں پھر دوبارہ بلایا اور کچھ آہستہ آہستہ فرمایا تو وہ ہنسنے لگیں میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا انہوں نے اول فرمایا تھا کہ اسی مرض میں میری روح قبض ہو گی یہ سن کر میں رونے لگی۔ دوسری مرتبہ فرمایا اے فاطمہ میرے بعد اور اہلبیت سے پہلے تیری روح قبض ہو گی یہ سن کر میں خوش ہوئی۔

(بخاری شریف، جلد 3، ص 92)

حدیث نمبر 12.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ چند روز سے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ثابت بن قیس کو نہ دیکھا تھا۔ (آپ اس کے بارے میں پوچھنے لگے) ایک آدمی (سعد بن معاذ) نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس کی خبر لاتا ہوں تو وہ اس کے گھر آیا دیکھا تو وہ سرنگوں بیٹھے

تھے۔اس نے پوچھا کیا حال ہے ثابت نے کہا بُرا حال ہے۔ثابت نے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آواز سے اپنی آواز زور سے نکالی تھی اس کے عمل ضائع ہو گئے اور دوزخیوں میں شمار کیا گیا اس لئے غمگین تھا۔سعد بن معاذ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آئے اور کہا ثابت نے تو ایسا ایسا کہا ہے موسیٰ بن انس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سعد کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دوبارہ ثابت کے پاس بڑی بشارت کے ساتھ بھیجا اور فرمایا اس سے کہہ دو۔

اِنَّكَ لَسْتَ مِنْ اَهْلِ النَّارِ وَلٰكِنَّكَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِo

ترجمہ: تو دوزخی نہیں بلکہ جنتی ہے۔

(مسند امام احمد، جلد 3، ص 137۔طبرانی کبیر، جلد 2، ص 66۔
بخاری شریف، جلد 3، ص 191)

حدیث نمبر 13.

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مجھے زبیر بن عوام اور ابو مرثد غنوی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھیجا اور ہم سوار تھے (اور فرمایا) کہ روضہ خاخ میں جاؤ وہاں ایک مشرکہ عورت ہے جو حاطب بن ابی بلتعہ کا خط کفار مکہ کے پاس لے جا رہی ہے وہ اس سے لے لو (حضرت علی) کہتے ہیں پھر ہم نے اس عورت کو جس جگہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا وہیں اونٹ پر سوار جاتے ہوئے پایا ہم نے کہا جو خط ترے پاس ہے وہ کہاں ہے اس نے کہا میرے پاس تو نہیں ہے ہم نے اس کے اونٹ کو بٹھا کر اس کے پلان وغیرہ میں تلاش کیا تو نہ پایا پھر میں نے کہا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھوٹ تو نہیں بولا ہو گا قسم ہے اس ذات کی جس کی قسم کھائی جاتی ہے یا تو خط نکال ورنہ تجھے ننگا کر

دوں گا۔ جب اس عورت نے ہماری سختی دیکھی تو اس نے جس چادر کا تہبند باندھ رکھا تھا اس کی گرہ میں سے وہ خط نکال کر دیا۔ اسے لے کر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے آپ نے حاطب سے فرمایا یہ تو نے کیا کیا اس نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اللہ اور رسول پر ایمان رکھتا ہوں اور اسلام سے مرتد نہیں ہوا ہوں (وجہ یہ ہے) کہ مکہ میں میرا کوئی قریبی عزیز نہیں جو میرے اہل وعیال اور مال کی حفاظت رکھے۔ اس واسطے مجھے خیال ہوا کہ ایسا خط لکھوں جس سے وہ میرے ہمدرد ہو جائیں اور آپ کے دوسرے اصحاب کے تو وہاں رشتہ دار ہیں جو ان کے اہل وعیال کا خیال رکھتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اس نے سچ کہا اسے کچھ مت کہو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اس نے اللہ، رسول اور مومنوں کی خیانت کی ہے۔ مجھے حکم دیجئے میں اس کی گردن مار دوں۔ آپ نے فرمایا اے عمر تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بدریوں سے خطاب فرمایا ہے کہ جو چاہو کرو تمہارے لئے جنت ضروری ہوگئی۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آنسو ٹپک پڑے اور کہا اللہ اور اس کا رسول ہی ہر بات کو خوب جانتے ہیں۔ (بخاری شریف، جلد 4، ص 91)

حدیث نمبر 14.

حضرت عبداللہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنِّیْ لَاَعْلَمُ اٰخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِنْهَا وَاٰخِرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا٥

ترجمہ: میں اس شخص کو جانتا ہوں جو سب کے بعد دوزخ سے نکلے گا اور سب کے بعد جنت میں داخل ہوگا۔

اور اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا جا جنت میں داخل ہو جا تب وہ جنت میں آئے گا اور خیال کرے گا کہ جنت بھری ہوئی ہے۔ اس وقت پھر لوٹے گا اور عرض کرے گا اے پروردگار میں نے تو اس کو بھرا ہوا پایا۔ اللہ فرمائے گا جا جنت میں داخل ہو جا پھر اس کو خیال ہو گا کہ جنت بھری ہوئی ہے اور پھر آ کر عرض کرے گا کہ اے پروردگار میں نے تو اسے بھرا ہوا ہی پایا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جا جنت میں داخل ہو جا دنیا سے دس حصے زیادہ ترے واسطے ہے یہ عرض کرے گا کہ اے پروردگار کیا تو مجھ سے ہنسی کرتا ہے تُو تو بادشاہ ہے (عبداللہ) کہتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا (یہ بیان کر کے) آپ ہنسے کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہوئے اور پھر فرمایا یہ شخص اہل جنت میں ادنیٰ مرتبہ کا ہے۔ (بخاری شریف، جلد 4، ص 139)

حدیث نمبر 15.

حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ حضور علیہ السلام نے دجال کے ساتھ جہاد کی تیاری کرنے والوں کا ذکر فرمایا اور ارشاد فرمایا۔

اِنِّی لَاَعْرِفُ اَسْمَاءَ هُمْ وَاَسْمَاءَ آبَائِهِمْ وَاَلْوَانَ خُيُوْلِهِمْ خَيْرُ فَوَارِسَ اَوْ مِنْ خَيْرِ فَوَارِسَ عَلٰى ظَهْرِ الْاَرْضِ يَوْمَئِذٍ۝

ترجمہ: میں ان کے نام ان کے آباء کے نام اور ان کے گھوڑوں کے رنگ جانتا ہوں وہ روئے زمین پر بہترین سوار ہیں۔ (مسلم شریف، جلد 2، ص 391)

علامہ ملا علی قاری نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے۔

فِيْهِ مَعَ كَوْنِهٖ مِنَ الْمُعْجِزَاتِ دَلَالَةٌ عَلٰى اَنَّ عِلْمَهٗ عَلَيْهِ السَّلَامُ مُحِيْطٌ بِالْكُلِّيَّاتِ وَالْجُزْئِيَّاتِ مِنَ الْكَائِنَاتِ وَغَيْرِهَا۝

ترجمہ: اس حدیث میں معجزہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس پر بھی دلالت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا علم کلی اور جزئی واقعات کو گھیرے ہوئے ہے۔

حدیث نمبر 16.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا۔

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَاتَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِي مَقَامِهٖ ذَالِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ حَفِظَ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ ○

(ابن حبان، جلد 8، ص 219۔ مسلم شریف، جلد 2، ص 390)

ترجمہ: ایک مقام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم میں قیام فرمایا اور قیامت تک کی کوئی چیز نہ چھوڑی مگر اس کو بیان فرما دیا جس نے اس کو یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے اس کو بھلا دیا اس نے بھلا دیا۔

حدیث نمبر 17.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک اعرابی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی مجھے ایسا عمل بتایئے جس کے کرنے سے بعد میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو فرض نماز ادا کرو زکوٰۃ ادا کرو۔ رمضان کے روزے رکھو اس نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ اختیار میں میری جان ہے میں اس عبادت پر نہ زیادتی کروں گا اور نہ کمی کروں گا جب وہ چلا گیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى هٰذَا○

(صحیح ابن خزیمہ، جلد 4، ص 12۔ ترمذی، جلد 1، ص 79۔
مسلم شریف، جلد 1، ص 31)

ترجمہ: جو کسی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہے وہ اس شخص کو دیکھ لے۔

حدیث نمبر 18.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے جبکہ کسی چیز کے گرنے کی آواز سنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جانتے ہو یہ کیا ہے ہم نے کہا اللہ اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

هٰذَا حَجَرٌ رُمِيَ بِهٖ فِي النَّارِ مُنْذُ سَبْعِيْنَ خَرِيْفًا فَهُوَ يَهْوِيْ فِي النَّارِ الْاٰنَ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى قَعْرِهَا۝

ترجمہ: یہ ایک پتھر ہے جو ستر سال ہوئے دوزخ میں پھینکا گیا تھا وہ دوزخ میں جا رہا تھا اب اس کی تہ تک پہنچا ہے۔ (مسلم شریف، جلد 2، ص 381)

حدیث نمبر 19.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی میں بھوکا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو اپنی ازواج مطہرات میں سے بعض کے پاس بھیجا انہوں نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میرے پاس سوائے پانی کے کوئی چیز نہیں پھر اس آدمی کو دوسری بیوی کے پاس بھیجا انہوں نے بھی یہی کہا حتیٰ کہ تمام ازواج نے یہی جواب دیا کہ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے ہمارے پاس سوائے پانی

کے کوئی چیز نہیں۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حاضرین) سے فرمایا اس رات کون اس آدمی کی مہمانی کرے گا ایک انصاری کھڑے ہوئے اور عرض کی میں (مہمانی کروں گا) پس وہ انصاری اس (مہمان) کو ساتھ لے کر گھر گیا اور اپنی بیوی سے کہا کیا تیرے پاس کوئی چیز ہے اس نے کہا سوائے بچوں کی خوراک کے کچھ نہیں اس نے کہا بچوں کو کسی چیز سے بہلا لینا اور جب ہمارا مہمان (گھر میں) داخل ہو جائے تو تُو چراغ بجھا دینا اور اس پر یہ ظاہر کرنا کہ ہم کھانا کھا رہے ہیں۔ پس جب وہ کھانے میں مصروف ہوئے وہ عورت چراغ کی طرف کھڑی ہوئی یہاں تک کہ اس کو بجھا دیا۔ کہا وہ بیٹھے اور مہمان نے کھانا کھایا پھر جب صبح ہوئی تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

قَدْ عَجَبَ اللّٰهُ مِنْ صَنِيْعِكُمَا بِضَيْفِكُمَا اللَّيْلَةَ ○

ترجمہ: جو کچھ تم دونوں نے رات اپنے مہمان کے ساتھ کیا اللہ نے اس پر تعجب کیا۔ (الترغیب الترغیب، جلد3، ص368۔ مسلم شریف، جلد2، ص183)

حدیث نمبر 20.

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِيَ الْاَرْضَ فَرَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا ○

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے زمین کو میرے لیے لپیٹ لیا میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھا۔ (مسلم شریف، جلد2، ص390)

حدیث نمبر 21.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لَاتَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی تَخْرُجُ نَارٌ مِنْ اَرْضِ الْحِجَازِ تُضِیٌّ اَعْنَاقَ الْاِبِلِ بِبُصْرٰیO

ترجمہ: قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ حجاز کی زمین سے ایک ایسی آگ نہ نکلے گی جو بصریٰ میں اونٹوں کی گردنیں روشن کردے گی۔

(مسلم شریف، جلد2، ص393)

اس حدیث کی کچھ تشریح بیان کی جاتی ہے۔

علامہ بدرالدین عینی، علامہ نورالدین علی بن احمد، امام جلال الدین سیوطی اور شیخ محقق نے اپنی اپنی کتابوں میں اس آگ پر سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ ان حضرات نے لکھا ہے کہ حدیث کے مطابق یہ آگ 5 جمادی الآخر 654ھ جمعہ کے دن دوپہر سے پہلے حجاز مقدس مدینہ منورہ کی شرقی جانب نصف روز کی مسافت پر زمین سے بادل کی طرح گرجتی ہوئی نکلی اس آگ کی لمبائی 12 میل چوڑائی 4 میل اور گہرائی آدمی کے ڈیڑھ قد کے برابر بادل کی گرج اور دریا کے جوش میں رواں دواں تھی۔ یوں دکھائی دیتی تھی کہ ایک بہت بڑا شہر ہے جس کی شہر پناہ دیوار نے ہر طرف سے احاطہ کیا ہوا ہے اور اس میں بڑے بڑے برج اور مینار ہیں اس آگ کے شرارے بڑے مکانوں کے برابر تھے۔ پتھروں اور پہاڑوں کو سکے کی طرح پگھلا رہی تھی اور جھاگ نکل رہی تھی۔ یوں معلوم ہوتا تھا کہ اس سے سیاہ اور سرخ نہریں نکل رہی ہیں پتھر پگھل کر سرخ ہو جاتے اور یہ

نہایت ہی تعجب خیز چیز ہے کہ وہ آگ ہماری دنیاوی آگ کے بالکل برعکس تھی کہ وہ پتھروں کو تو خوب جلا رہی تھی مگر درخت اور خشک و تر لکڑی اس سے بالکل نہیں جلتی تھی۔

حدیث نمبر 22.

حضرت عبدالرحمن بن عائش سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

رَأَیْتُ رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ قَالَ فِیْمَا یَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْاَعْلٰی قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ قَالَ فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَھَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ○

ترجمہ: میں نے اپنے پروردگار کو اچھی صورت میں دیکھا خدا تعالیٰ نے مجھ سے پوچھا ملائکہ مقربین کس بات میں جھگڑا کرتے ہیں۔ میں نے عرض کیا یا اللہ تو ہی خوب جانتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنا ید قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا جس کی سردی میں نے اپنے سینے میں محسوس کی اور مجھے آسمانوں اور زمین کی تمام چیزوں کا علم حاصل ہو گیا۔ (مشکوٰۃ باب المساجد)

حدیث نمبر 23.

حضرت حذیفہ سے مروی ہے کہ:

مَاتَرَکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ مِنْ قَائِدِ فِتْنَۃٍ اِلٰی اَنْ تَنْقَضِیَ الدُّنْیَا یَبْلُغُ مَنْ مَّعَہٗ ثَلٰثَ مِائَۃٍ فَصَاعِدًا اِلَّا قَدْ سَمَّاہُ لَنَا بِاِسْمِہٖ وَاِسْمِ قَبِیْلَتِہٖ○

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی ایسے شخص کا ذکر نہیں چھوڑا . . .

آج سے قیامت کے دن تک فتنہ کا باعث ہوگا جس کے ساتھیوں کی تعداد تین سو یا تین سو سے زیادہ ہوگی مگر یہ کہ اس کے باپ اور اس کے قبیلہ تک کا نام بتا دیا۔
(ابوداؤد، جلد2، ص231۔ مشکوۃ کتاب الفتن)

حدیث نمبر24.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک بھیڑیا آیا اور چرواہے کے ریوڑ میں سے ایک بکری اٹھا کر لے گیا چرواہے نے اس کا تعاقب کیا اور بکری کو اس سے چھین لیا بھیڑیا ایک ٹیلے پر چڑھ گیا اور وہاں اپنی وضع پر بیٹھ گیا اور کہا میں نے رزق کا ارادہ کیا تھا جو مجھ کو خدا نے دیا تھا میں نے اس پر قبضہ کیا تھا لیکن تو نے اس کو مجھ سے چھین لیا۔

فَقَالَ الرَّجُلُ تَاللّٰہِ اِنْ رَأَیْتُ کَالْیَوْمِ ذِئْبٌ یَتَکَلَّمُ فَقَالَ الذِّئْبُ اَعْجَبُ مِنْ ھٰذَا اَجُلٌ فِی النَّخَلَاتِ بَیْنَ الْحَرَّتَیْنِ یُخْبِرُکُمْ بِمَا مَضٰی وَمَا ھُوَ کَائِنٌ بَعْدَکُمْ ٥

ترجمہ: اس آدمی نے کہا خدا کی قسم ایسی عجیب بات میں نے کبھی نہیں دیکھی جو آج کے دن دیکھی ہے بھیڑیا بولتا ہے بھیڑیے نے کہا اس سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ ایک شخص جو درختوں میں ہے وہ کھجور کے درخت جو دو سنگلستانوں کے درمیان واقع ہیں گزری ہوئی باتوں کی خبریں دیتا ہے اور جو واقعات تمہارے بعد ہونے والے ہیں ان کو بتاتا ہے۔
(مسند امام احمد، جلد3، ص88۔ مشکوۃ باب المعجزات)

حدیث نمبر25.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نَعَی النَّجَاشِیَّ فِی الْیَوْمِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ خَرَجَ اِلَی الْمُصَلّٰی فَصَفَّ بِھِمْ وَکَبَّرَ اَرْبَعًا۝

ترجمہ: بے شک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (حبشہ کے بادشاہ) نجاشی کے مرنے کی خبر اسی روز دی جس روز فوت ہوئے آپ عید گاہ تشریف لے گئے اور لوگوں کی صفیں بندھوائیں اور چار تکبیریں کہیں۔

(زرقانی، جلد 7، ص 206۔ بخاری، جلد 1، ص 217)

حدیث نمبر 26.

جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ حضرت رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا مشرکین کے ساتھ مل کر میدان بدر کی طرف نکلے تو اس وقت ان کے پاس بیس اوقیہ سونا تھا۔ آپ نے چلتے وقت اپنی بیوی ام فضل کو وہ سونا دیا اور کہا اگر میں جنگ میں مارا گیا تو اس سے اولاد کی تربیت کر لینا۔ غزوہ بدر میں آپ مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے جب آپ سے آپ کے بیس اوقیہ فدیے کی رقم کا مطالبہ کیا گیا تو آپ نے کہا کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں قریش سے مانگتا پھروں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ سونا کہاں ہے جو تم نے مکہ سے نکلتے وقت ام فضل کو دیا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے سوچا اس کا علم تو مجھے اور میری بیوی کے سوا کسی کو نہیں آپ کو کیسے پتہ چلا۔ فَقَالَ اَخْبَرَنِیْ رَبِّیْ فرمایا میرے رب نے مجھے خبر دی ہے۔ (زرقانی، جلد 7، ص 208)

یہ سن کر حضرت عباس پہ رعشہ ہوا طاری
کہ پیغمبر تو رکھتا ہے دلوں کی بھی خبرداری

حدیث نمبر 27.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ منیٰ کی مسجد خیف میں بیٹھا تھا کہ ایک انصاری اور ایک ثقفی آدمی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے اور دونوں نے سلام کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جواب دیا پھر انہوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم آپ سے کچھ پوچھنے آئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں خود تمہیں بتا دوں کہ تم کیا دریافت کرنا چاہتے ہو اور اگر چاہو تو میں ایسا نہ کروں۔ انہوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ ارشاد فرمائیں اس پر ثقفی نے انصاری سے کہا آپ پہلے پوچھ لیں اس پر انصار نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے خبر دیں کہ میں کیا پوچھنا چاہتا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ تو پوچھنا چاہتا ہے کہ جب تو اپنے گھر سے بیت اللہ کے ارادے سے نکلا تو ترے لئے اس میں کیا ثواب ہے اور طواف کے بعد دو رکعتیں پڑھنے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے اور شام تک عرفہ میں ٹھہرنے اور قربانی کرنے رمی جمار اور بعد میں رمی جمار کرنے اور قربانی کرنے اور سر منڈانے میں تیرے لئے کیا ثواب ہے۔ اس انصاری نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا میں انہیں باتوں کے دریافت کرنے کے لئے آپ کے پاس آیا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تو بیت اللہ کے ارادے سے گھر سے نکلا تو اونٹنی کے ہر قدم کے بدلے ترے لئے یہ ثواب ہے کہ ہر قدم پر ایک نیکی ملتی ہے اور ہر قدم پر ایک گناہ معاف اور جنت میں ایک درجہ بلند ہو جاتا ہے اور طواف کے بعد دو رکعتوں کا

پڑھنا ایسا ہے جیسے بنی اسرائیل سے ایک غلام آزاد کر دیا اور صفا مروہ کا طواف ایسا ہے جیسے ستر غلام آزاد کر دیئے اور میدان عرفات میں شام تک ٹھہرنے کا ثواب یہ ہے کہ خدا کی رحمت پہلے آسمان پر جلوہ گر ہوتی ہے اور اللہ فرماتا ہے میرے یہ بندے پریشان حال بکھرے بالوں والے دور دراز سے میری رحمت اور میری بخشش کے حصول کی امید پر آئے ہیں۔ اگر ان کے گناہ ریت کے ذروں کی تعداد کے برابر یا سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں تب بھی میں نے ان کے تمام گناہوں کو معاف کر دیا۔ اے میرے بندو تم اس حال میں لوٹ جاؤ کہ تمہاری مغفرت ہوگئی اور جس کی تم نے شفاعت کی اس کی بخشش بھی ہوگئی اور رمی جمار کا ثواب یہ ہے کہ ہر کنکری کے بدلے ایک ہلاکت میں ڈالنے والا کبیرہ گناہ معاف ہو جاتا ہے اور تیری قربانی تیرے رب کے نزدیک بھلائی ہے۔ سر منڈانے کا اجر یہ ہے کہ ہر بال کے بدلے ایک نیکی ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا ہے۔ انصاری نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اگر گناہ اتنے نہ ہوں تو فرمایا تیری نیکیوں میں ذخیرہ کر دیا جاتا ہے اور بیت اللہ کے طواف کا ثواب یہ ہے کہ ترے گناہ معاف ہو جاتے ہیں اور ایک فرشتہ آ کر تیرے دونوں کندھوں کے درمیان بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ تیرے پہلے گناہ معاف ہو گئے اب از سر نو عمل کر۔

بعد ازاں ثقفی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے بھی خبر دیجئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تو نماز سے متعلق کچھ باتیں پوچھنے کے لئے آیا ہے پھر فرمایا جب تو اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو تیری پلکوں سے تیرے چہرے کے گناہ پانی کے قطرات کے ساتھ گر جاتے ہیں اور جب تو ہاتھ دھوتا ہے تو تیرے ناخنوں سے پانی کے قطرات کے ساتھ تیرے ہاتھوں کے گناہ گر جاتے ہیں اور جب تو سر کا مسح کرتا ہے تو تیرے سر سے گناہ ختم ہو جاتے ہیں اور جب تو

پاؤں دھوتا ہے تو پاؤں کے گناہ ناخنوں سے گرنے والے پانی کے قطرات کے ساتھ ختم ہو جاتے ہیں۔
(صحیح ابن حبان ، جلد 3 ، ص 181 ۔ مصنف عبدالرزاق ، جلد 5، ص 16-16۔ الترغیب والترہیب ، جلد 2، ص 170۔ مجمع الزوائد، جلد 3، ص 274)

حدیث نمبر 28.

حضرت ام سلمہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک وقت آئے گا کہ امہات المومنین میں سے بعض خلیفہ وقت کے مقابلے میں نکلے گی۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جب یہ سنا تو تعجب سے مسکرائیں کہ ایک عورت خلیفہ کے مقابلے میں نکلے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے حمیرا خیال کر کہیں وہ تو ہی نہ ہو پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف توجہ فرمائی اور ارشاد فرمایا اگر یہ تیرے مقابلے میں نکلے تو اس کے ساتھ نرمی کرنا۔

چنانچہ تاریخ کا مطالعہ کرنے والوں پر یہ بات مخفی نہیں کہ جنگ جمل میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابلے میں نکلی آپ کے اونٹ کی کونچیں کاٹ ڈالی گئیں اور پھر آپ کے ساتھ ایسا سلوک کیا گیا جیسے محترم المقام ماں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ آپ کو بحفاظت تمام مدینہ پہنچا دیا گیا۔ (زرقانی، جلد 7، ص 216)

حدیث نمبر 29.

عبداللہ بن عمرو فرماتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے ایک قبر کے قریب سے گزرے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے فرمایا یہ قوم ثمود کے ایک آدمی کی قبر ہے۔ جس کا نام ابورغال تھا جب خدا تعالیٰ نے اس کی قوم کو اس کی بداعمالیوں کی بنا پر ہلاک کر دیا تو یہ اس لئے بچ گیا کہ یہ حرم کعبہ میں تھا لیکن جب اس مقام پر پہنچا تو مر گیا اور اس کے ساتھ سونے کی ایک چھڑی دفن کر دی گئی صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم نے وہ چھڑی نکال لی۔

(ابوداؤد، جلد 2، ص 84۔ سنن کبریٰ، جلد 4، ص 156۔ صحیح ابن حبان، جلد 8، ص 27۔ کنزالعمال، جلد 12، ص 80۔ طبرانی اوسط، جلد 3، ص 377۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 11، ص 454)

حدیث نمبر 30.

حضرت ولید بن جمیع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری دادی ام ورقہ بنت عبداللہ نے فرمایا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کو ملنے آئے اور ان کو شہیدہ کے نام سے پکارتے تھے اور انہوں نے قرآن جمع کیا اور جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غزوہ بدر کے لئے نکلے تو انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے اجازت دیں کہ میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں میں آپ کے زخمیوں کی مرہم پٹی اور بیماروں کی تیارداری کروں گی ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ مجھے مرتبہ بشہادت دے دے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خدا تعالیٰ تجھے مرتبہ شہادت دے گا اس لئے ان کا نام شہیدہ ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اپنے اہل خانہ کی امامت کی اجازت رکھی تھی۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورۂ خلافت میں ان کو ان کے ایک غلام اور ایک کنیز نے قتل کر دیا اور بھاگ گئے پھر پکڑ لئے گئے ان کو مدینہ میں لا کر تختۂ دار پر لٹکا دیا گیا۔ یہ دونوں سب سے پہلے مدینہ میں پھانسی دیئے گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا اور آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے چلو ہم شہیدہ کی ملاقات کو چلیں۔

(سنن کبریٰ، ص130۔ مسند امام احمد، جلد6، ص405)

حدیث نمبر 31.

حضرت عمران بن حصین سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ظہر کی امامت کرائی جب سلام پھیرا تو فرمایا تم میں سے کس نے سورہ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى پڑھی ہے ایک آدمی نے کہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے علم ہو گیا کہ تم میں سے کسی نے میرے ساتھ قرأت کی ہے۔ (مسند امام احمد، جلد4، ص431)

حدیث نمبر 32.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہ ایک عورت کے قریب سے گزرے اس نے ان کے لئے ایک بکری ذبح کی اور کھانا تیار کیا جب واپسی ہوئی تو اس عورت نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے آپ کے لئے کھایا تیار کیا ہے آیئے کھانا تناول فرمائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام تشریف لائے اور صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے شروع نہ کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک لقمہ لیا لیکن چبا نہ سکے اس پر آپ نے فرمایا یہ بکری مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کی گئی ہے۔ اس عورت نے کہا یا نبی اللہ ہم آل معاذ سے اور آل معاذ ہم سے ناراض نہیں ہوتے ہم ان کے جانور اور وہ ہمارے جانور پکڑ کر ذبح کر لیتے ہیں۔ (المستدرک، جلد4، ص234۔ دار قطنی، جلد4، ص286)

حدیث نمبر 33.

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایک آدمی نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کاتب وحی تھا اور اس نے سورہ بقرہ اور آل عمران پڑھی ہوئی تھی اور وہ ہم میں صاحب قدر و منزلت تصور کیا جاتا تھا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے غفوراً رحیماً لکھواتے وہ عفواً غفوراً لکھ دیتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے لکھو علیماً حکیماً وہ سمیعاً بصیراً لکھ دیتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے وہ لکھو جو میں چاہتا ہوں ۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ اسلام سے برگشتہ ہوگیا اور مشرکوں سے جاملا اور کہنے لگا میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں تم سب سے زیادہ جانتا ہوں اگر میں چاہتا تو وحی اپنی مرضی سے لکھ دیتا پس وہ مر گیا جب اس کی موت کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملی تو آپ نے فرمایا۔ اِنَّ الْاَرْضَ لَنْ تَقْبَلَہٗ o زمین اسے قبول نہ کرے گی۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں اس زمین کی طرف گیا جہاں وہ مرا تھا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد میرے علم میں تھا میں نے اس کی لاش کو باہر پڑا دیکھا میں نے لوگوں سے پوچھا ایسا کیوں ہے انہوں نے کہا اس کو زمین نے قبول نہیں کیا۔ (صحیح ابن حبان، جلد 2، ص 62)

حدیث نمبر 34.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لَا تَقُوْمُ السَّاعَةُ حَتّٰی یَتَطَاوَلَ النَّاسُ الْبُنْیَانَ o

(شعب الایمان، جلد 7، ص 389)

ترجمہ: قیامت قائم نہ ہوگی جب تک لوگ اونچی اونچی عمارتیں نہ بنائیں۔

اس وقت دنیا کے تقریباً ہر ملک میں اونچی اونچی عمارات بن چکی ہیں دنیا کی سب سے بلند عمارت امریکہ کے شہر شکاگو میں تعمیر ہوئی ہے جس کا نام سیرز ٹاور ہے۔ نیویارک میں ٹریڈ سنٹر کی عمارت بہت بلند ہے۔ سیرز ٹاور ایک سو بارہ منزلہ عمارت ہے فقیر جب امریکہ کے تبلیغی دورے پر شکاگو پہنچا تو وہاں کے میرے میزبان لئیق احمد بیگ نے مجھے اس عمارت کی سیر کرائی میں ان کے ساتھ ایک سو سات منزل تک گیا۔ ٹریڈ سنٹر ایک سو آٹھ منزلہ ہے یہ فلک بوس عمارات ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔

حدیث نمبر 35.

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہم پر ہماری امت پیش کی گئی۔ اپنی اپنی صورتوں میں مٹی میں جس طرح کہ حضرت آدم علیہ السلام پر پیش ہوئی تھی۔ مجھے بتا دیا گیا کہ کون مجھ پر ایمان لائے گا اور کون میرا انکار کرے گا یہ خبر منافقین کو پہنچی تو وہ ہنس کر کہنے لگے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیال کرتے ہیں کہ ان کو لوگوں کی پیدائش سے پہلے ہی مومن و کافر کی خبر ہوگئی ہے۔ ہم تو ان کے ساتھ ہیں ہمیں وہ پہچانتے نہیں۔ یہ خبر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پہنچی تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور خدا کی حمد و ثنا بیان فرمائی پھر ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہے جو میرے علم میں زبان طعن دراز کرتے ہیں۔ اب سے قیامت تک کسی چیز کے بارے میں جو بھی تم مجھ سے پوچھو گے میں تمہیں خبر دوں گا۔

(تفسیر خازن، جلد 1، ص 382)

معلوم ہوا کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کا انکار کرنا

منافقوں کا طریقہ ہے اور قیامت تک کے سارے واقعات آپ کے علم میں ہیں۔

حدیث نمبر 36.

قباث بن اشیم سے روایت ہے کہ میں بدر کی لڑائی میں مشرکین کے ساتھ تھا میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے صحابہ کی قلت اور اپنے ساتھ لوگوں اور گھوڑوں کی کثرت دیکھتا تھا۔ میں نے شکست کے بعد لوگوں کے ساتھ راہ فرار اختیار کی میں نے دیکھا کہ مشرکین ہر طرف منہ اُٹھائے دوڑتے جا رہے ہیں میں نے اپنے دل میں کہا:

مَارَاَیْتُ مِثْلَ ھٰذَا الْاَمْرِ فَرَّ مِنْہُ اِلَّا النِّسَاءُ ۝

ترجمہ: میں نے کبھی ایسا واقعہ نہیں دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ڈر کر ہر آدمی دوڑنے لگے سوائے عورتوں کے۔

غزوہ خندق کے بعد میں نے سوچا مدینہ چل کر دیکھتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کہتے ہیں اور میرے دل میں اسلام کی محبت پیدا ہو چکی تھی۔ میں مدینہ آیا اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں دریافت کیا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ صحابہ کے ساتھ مسجد کے سایہ میں تشریف فرما ہیں۔ میں وہاں پہنچا اور اس مجمع میں سے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہ پہچانا میں نے سلام کیا تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے قباث بن اشیم یوم بدر تو ہی تھا جس نے کہا تھا۔

مَارَاَیْتُ مِثْلَ ھٰذَا الْاَمْرِ فَرَّ مِنْہُ اِلَّا النِّسَاءُ ۝

میں نے کہا۔ اَشْھَدُ اَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ۝ یہ بات تو میں نے صرف دل میں کہی تھی کسی نے مجھ سے نہ سنی اگر آپ خدا کے نبی نہ ہوتے تو خدا آپ کو اس

کی اطلاع نہ کرتا۔ لائیے میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کروں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ پر اسلام پیش کیا اور میں مسلمان ہو گیا۔ (العمال، جلد 12، ص 375۔ طبرانی کبیر، جلد 19، ص 35۔ طبرانی اوسط، جلد 2، ص 472)

حدیث نمبر 38.

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں خندق کھودنے کا حکم دیا خندق کے مقام پر ایک ایسا سخت پتھر آیا جس پر کدال نے کوئی اثر نہ کیا ہم نے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور اس پتھر کو دیکھ کر اپنے کپڑے ایک طرف رکھ دیئے اور کدال ہاتھ میں لی اور بسم اللہ پڑھ کر ایک کاری ضرب لگائی وہ پتھر تہائی حصہ ٹوٹ گیا۔ آپ نے فرمایا اللہ اکبر مجھے ملک شام کی کنجیاں دی گئیں اور میں اس وقت اس کے سرخ محل دیکھ رہا ہوں پھر دوسری ضرب لگائی تو دوسری تہائی ٹوٹ گئی فرمایا اللہ اکبر مجھے ایران کی کنجیاں دی گئیں اور میں مدائن کے سفید محل دیکھ رہا ہوں پھر تیسری ضرب لگائی اور پھر فرمایا بسم اللہ پتھر کا بقیہ حصہ ٹوٹ گیا اور پھر فرمایا اللہ اکبر مجھے یمن کی کنجیاں دی گئیں اور اس وقت میں اس جگہ سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔ بعد میں تینوں ملک فتح ہو گئے اور اسلامی سلطنت کا حصہ بن گئے۔

(کنز العمال، جلد 10، ص 413۔ نسائی شریف، جلد 2، ص 63۔ مسند ابی یعلیٰ)

حدیث نمبر 39.

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیبر پر غالب ہوئے تو اہل خیبر سے اس بات پر صلح ہو گئی کہ وہ اپنی جانوں اور

اپنے اہل وعیال کو لے کر نکل جائیں ان کے ساتھ سونا چاندی نہ ہو کنانہ اور ربیع آپ کے پاس لائے گئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے پوچھا تمہارے وہ برتن کہاں ہیں جو تم اہل مکہ کو عاریۃ دیا کرتے تھے۔ دونوں نے کہا ہم لوگ بھاگے ہیں ایک زمین ذلت دیتی تھی دوسری زمین عزت دیتی تھی ہم نے سب کچھ خرچ کر ڈالا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں سے فرمایا اگر تم مجھ سے کسی چیز کو چھپاؤ گے اور مجھ کو اس پر اطلاع ہوگئی تو تمہارے خون اور اولاد مجھ پر حلال ہوگی۔ انہوں نے کہا بہتر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک انصاری کو بلایا اور فرمایا کہ فلاں زمین کی طرف جاؤ جہاں سرد پانی ہے پھر کھجور کے درخت کے پاس جانا تمہیں ایک درخت دائیں یا بائیں نظر آئے گا پھر ایک اونچے درخت کو دیکھو گے اس میں جو کچھ ہو وہ میرے پاس لے آؤ وہ انصاری گئے اور یہودیوں کے برتن اور مال لے کر آپ کے پاس آئے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو قتل کرا دیا اور ان کی اولاد کو غلام بنا لیا۔

(طبقات ابن سعد، جلد 1، ص 112۔ خصائص کبریٰ، جلد 1، ص 680۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 5، ص 293۔ طبرانی کبیر، جلد 11، ص 303)

حدیث نمبر 1.

حضرت سفیان بن زبیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ شام فتح ہوگا اور ایک قوم اپنے اہل وعیال کو مدینہ سے لے کر نکل جائے گی حالانکہ اگر وہ جان لیں تو مدینہ ان کے لئے بہتر ہے۔ پھر یمن فتح ہوگا پس ایک قوم مدینہ سے اپنے اہل وعیال لے کر نکل جائے گی یعنی یمن کی طرف چلی جائے گی حالانکہ اگر وہ جان لیتے تو مدینہ ان کے لئے بہتر ہے۔ پھر عراق فتح

ہو گا پس ایک قوم مدینہ سے اپنے اہل و عیال لے کر (عراق کی طرف) نکل جائے گی حالانکہ اگر وہ جان لیتے تو مدینہ ان کے لئے بہتر ہے۔

(مسلم شریف، جلد 1، ص 445)

حدیث نمبر 2.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا میں رات کو اپنی ستر عورتوں سے ہمبستر ہوں گا ان میں سے ہر عورت کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہو گا جو اللہ کے راستے میں لڑائی کرے گا۔ آپ سے کہا گیا آپ انشاء اللہ کہیں آپ نے نہ کہا (بھول گئے) آپ ہر زوجہ سے ہمبستر ہوئے لیکن کسی کے ہاں اولاد نہ ہوئی صرف ایک عورت کے ہاں نامکمل بچہ پیدا ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اگر حضرت سلیمان علیہ السلام انشاء اللہ کہہ لیتے تو وہ حانث نہ ہوتے اور اپنی حاجت کو پا لیتے۔

(مسلم شریف، جلد 2، ص 49۔ نسائی شریف، جلد 2، ص 148)

حدیث نمبر 3.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میدان بدر میں فرمایا۔

هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ وَيَضَعُ يَدَهٗ عَلَى الْاَرْضِ هٰهُنَا وَهٰهُنَا قَالَ فَمَامَاتَ اَحَدُهُمْ عَنْ مَوْضِعِ يَدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ٥

(نسائی، جلد 1، ص 293۔ مسلم شریف، جلد 2، ص 102۔

ابوداؤد، جلد 2، ص 8۔ مسند امام احمد، جلد 3، ص 219۔ مسند ابی یعلی،

جلد 2، ص 130۔ مسند امام احمد، جلد 1، ص 26)

ترجمہ: یہ فلاں کے (مرکر) گرنے کی جگہ ہے اور آپ اپنا ہاتھ زمین پر ادھر اُدھر رکھتے تھے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کوئی (کافر) بھی آپ کے لگائے ہوئے نشان سے ہٹ کر نہ گرا۔

حدیث نمبر 4.

حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اہل خیبر سے جہاد کیا ہم نے خیبر کے پاس منہ اندھیرے نماز ادا کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہوئے اور حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سوار ہوئے اور میں حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پیچھے سوار تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر کی گلیوں میں سواری دوڑائی اور میرا گھٹنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ران سے مس کر رہا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ران سے چادر ہٹ گئی اور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ران کی سفیدی دیکھ رہا تھا جب آپ بستی میں داخل ہوئے تو آپ نے فرمایا اللہ اکبر خیبر ویران ہو گیا۔ ہم جب کسی قوم کے میدان میں اترتے ہیں تو وہ دن ان لوگوں کے لئے جنہیں عذاب کی وعید سنائی گئی ہے بہت بُرا ہوتا ہے۔ یہ جملہ آپ نے تین مرتبہ فرمایا۔ اس وقت یہودی کام کاج کے لئے (اپنے گھروں سے) نکل رہے تھے وہ کہنے لگے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) آ گئے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہم نے خیبر کو جنگ سے فتح کیا تھا۔ (مسلم شریف، جلد 2، ص 111)

حدیث نمبر 5.

حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ لوگ تو رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیر کے بارے میں سوال کرتے تھے اور میں آپ سے شر کے متعلق سوال کرتا تھا۔ اس خوف سے کہ کہیں میں اس شر میں مبتلا نہ ہو جاؤں۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم زمانہ جاہلیت میں شر میں تھے پھر اللہ تعالیٰ ہمارے پاس خیر لے آیا کیا اس خیر کے بعد پھر شر ہوگا۔ آپ نے فرمایا ہاں میں نے کہا کیا اس شر کے بعد پھر خیر ہوگی۔ آپ نے فرمایا ہاں لیکن اس خیر میں کچھ کدورت ہوگی میں نے عرض کیا وہ کدورت کیسی ہوگی۔ آپ نے فرمایا لوگ میری سنت پر نہیں چلیں گے اور میری ہدایت کے خلاف عمل کریں گے ان میں اچھی اور بُری دونوں باتیں ہوں گی۔ میں نے عرض کیا کیا اس خیر کے بعد بھی شر ہوگا۔ آپ نے فرمایا ہاں کچھ لوگ جہنم کے دروازوں پر کھڑے ہوں گے اور لوگوں کو بلائیں گے جو ان کی دعوت پر لبیک کہے گا وہ اس کو جہنم میں ڈال دیں گے۔ (مسلم شریف، جلد 2، ص 127)

حدیث نمبر 6.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بنو ہاشم کے کچھ لوگ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا کے پاس گئے۔ پھر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی آ گئے اور ان کو یہ ناگوار ہوا اسماء اس وقت ان کے نکاح میں تھی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے اس واقعہ کا ذکر کیا اور کہا میں نے سوا خیر کے کوئی بات نہیں دیکھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اسماء کو اس (بُرائی) سے بری رکھا ہے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا آج کے بعد کوئی شخص کسی ایسی عورت کے پاس نہ جائے جس کا خاوند اس وقت حاضر نہ ہو ہاں اگر اس کے ساتھ ایک یا دو آدمی اور

ہوں تو حرج نہیں۔ (مسلم شریف، جلد2،ص216)

حدیث نمبر 7.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے ایک انصاری نے بیان کیا کہ ایک رات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک ستارہ ٹوٹا اور اس کی روشنی پھیلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا زمانہ جاہلیت میں تم اس حادثہ کے متعلق کیا کہتے تھے۔ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول اس کے متعلق زیادہ جانتے ہیں۔ ہم یہ کہتے تھے کہ آج رات کوئی بڑا آدمی پیدا ہوا ہے اور کوئی بڑا آدمی فوت ہوگیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ نے فرمایا ستارہ اس وجہ سے نہیں ٹوٹتا کہ کوئی مرتا ہے یا پیدا ہوتا ہے لیکن ہمارا رب تعالیٰ جب کسی امر کا فیصلہ کرتا ہے تو حاملین عرش فرشتے سبحان اللہ کہتے ہیں۔ پھر جو ان کے قریب آسمان کے فرشتے ہیں سبحان اللہ کہتے ہیں حتیٰ کہ ان کی تسبیح آسمان دنیا تک پہنچتی ہے پھر حاملین عرش کے قریب والے حاملین عرش سے کہتے ہیں۔۔ تمہارے رب نے کیا فرمایا پھر وہ خبر دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا پھر آسمان کے بعض فرشتے بھی دوسروں کو بتاتے ہیں حتیٰ کہ آسمان دنیا تک یہ خبر پہنچتی ہے۔ پھر جن اس سنی ہوئی بات کو لے اُڑتے ہیں اوا سے (کاہنوں کے کانوں میں) میں پھونک دیتے ہیں پس اگر وہ اسی طرح خبر دیں تو سچی ہے لیکن وہ اس میں اپنی مرضی سے ملا دیتے ہیں۔

(مسلم شریف، جلد2،ص233۔ صحیح بن حبان، جلد7،ص645)

حدیث نمبر 8.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے حوض (کی لمبائی چوڑائی) ایک ماہ کی مسافت ہے اور اس کے سب کونے برابر ہیں اس کا پانی چاندی سے زیادہ سفید اور اس کی خوشبو مشک سے اچھی ہے اس کے کوزے آسمان کے ستاروں جتنے ہیں جو شخص اس کا پانی پی لے گا اس کو کبھی پیاس نہ لگے گی۔

(مسلم شریف، جلد 2، ص 251)

حدیث نمبر 9.

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باہر گئے اور اہل احد کی نماز جنازہ پڑھی پھر منبر پر پلٹ آئے اور فرمایا میں حوض پر تمہارا پیش رو ہوں گا اور میں تمہاری گواہی دوں گا بخدا بیشک میں اب بھی اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں۔

وَاِنِّیْ قَدْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ O

ترجمہ: بے شک مجھے روئے زمین کے خزانوں کی چابیاں دے دی گئیں۔

وَاِنِّیْ لَا اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنْ اَخَافُ عَلَیْکُمْ اَنْ تَتَنَافَسُوْا فِیْهَا O

ترجمہ: بے شک خدا کی قسم مجھے تمہارے متعلق یہ خدشہ نہیں ہے کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے لیکن مجھے تمہارے متعلق یہ خدشہ ہے کہ تم دنیا میں رغبت کرو گے۔ (مسلم شریف، جلد 2، ص 250)

حدیث نمبر 10.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سورج ڈھلنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آئے اور ان کو ظہر کی نماز پڑھائی جب آپ نے سلام پھیرا تو منبر پر کھڑے ہو کر قیامت کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ اس سے پہلے بہت بڑے بڑے امور ظاہر ہوں گے پھر فرمایا جو شخص ان کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہو وہ سوال کرے۔

فَوَاللّٰهِ لَاتَسْأَلُوْنَنِیْ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا اَخْبَرْتُکُمْ بِهٖ مَادُمْتُ فِیْ مَقَامِیْ هٰذَا ۝

ترجمہ: بخدا میں جب تک اس مقام پر کھڑا ہوں تم جس چیز کے متعلق بھی سوال کرو گے میں تم کو اس کی خبر دوں گا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے یہ سنا تو بہت رونا شروع کر دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بار بار یہ کہتے تھے کہ مجھ سے سوال کرو حضرت عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا باپ کون ہے آپ نے فرمایا۔ تمہارا باپ حذافہ ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بہت زیادہ کہا کہ مجھ سے سوال کرو تو حضرت عمر گھٹنوں کے بل ہو گئے اور عرض کیا:

رَضِیْنَا بِاللّٰهِ رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ رَسُوْلًا ۝

ترجمہ: ہم اللہ کو رب اسلام کو دین اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول مان کر راضی ہو گئے۔

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ کہا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی

جس کے قبضہ قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جان ہے مجھ پر ابھی جنت و دوزخ اس دیوار کی چوڑائی میں پیش کی گئی تھیں میں نے آج کی طرح خیر و شر نہیں دیکھی۔ (مسلم شریف، جلد 2، ص263)

حدیث نمبر 11.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِهْتَزَّ عَرْشُ الرَّحْمٰنِ لِمَوْتِ سَعْدِ بْنِ مَعَاذٍ ٥

(مسلم شریف، جلد 2، ص294)

ترجمہ: حضرت سعد بن معاذ کی موت کی وجہ سے عرش جنبش میں آ گیا۔

حدیث نمبر 12.

حضرت براء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک ریشمی حلہ ہدیہ کیا گیا آپ کے اصحاب اس کو چھوتے تھے اور اس کی نرمی پر تعجب کرتے تھے آپ نے فرمایا تم اس کی نرمی پر تعجب کرتے ہو۔

لَمَنَا دِيْلُ سَعْدِ بْنِ مَعَاذٍ فِي الْجَنَّةِ خَيْرٌ مِّنْهَا وَأَلْيَنُ ٥

(ترمذی، جلد 1، ص205۔ مسلم شریف، جلد 2، ص294)

ترجمہ: کہ جنت میں سعد بن معاذ کے رومال اس سے بھی زیادہ اچھے اور ملائم ہیں۔

حدیث نمبر 13.

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حضرت زبیر اور حضرت مقداد کو روانہ کیا کہ خاخ کے باغ میں جاؤ وہاں ایک مسافرہ ملے گی جس کے پاس ایک خط ہوگا تم اس سے وہ خط لے لینا

ہم لوگ روانہ ہو گئے ہم نے اپنے گھوڑوں کو دوڑایا پھر ہمیں ایک عورت ملی ہم نے اس سے کہا خط نکالو اس نے کہا میرے پاس کوئی خط نہیں ہے۔ ہم نے کہا خط نکالو ورنہ ہم تمہارے کپڑے اتار دیں گے۔ اس نے اپنے بالوں کے گچھے سے خط نکال کر دیا ہم وہ خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس لے گئے اس خط میں حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے بعض مشرکین کو خبر دی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعض منصوبوں سے مطلع کیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے حاطب یہ کیا معاملہ ہے۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے معاملے میں جلدی نہ کریں میں قریش کے ساتھ چسپاں تھا۔ سفیان نے کہا وہ ان کے حلیف تھے اور قریش سے نہ تھے۔ آپ کے ساتھ جو مہاجر ہیں ان کی رشتہ داریاں ہیں ان رشتہ داریوں کی بنا پر قریش ان کے اہل و عیال کی حفاظت کرتے ہیں۔ میں نے چاہا کہ ہر چند کہ میرا ان کے ساتھ کوئی نسبی تعلق نہیں تاہم میں ان کے ساتھ ایک احسان کرتا ہوں جس کی وجہ سے وہ میرے رشتہ داروں کی حفاظت کریں گے۔ میں نے یہ اقدام کسی کفر کی وجہ سے نہیں کیا نہ اپنے دین سے مرتد ہونے کی بنا پر کیا ہے اور نہ اسلام لانے کے بعد کفر پر راضی ہونے کی بنا پر کیا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس نے سچ کہا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے اجازت دیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔ آپ نے فرمایا یہ غزوہ بدر میں حاضر ہوا ہے اور تم کیا جانو کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر کے تمام حالات سے واقف ہے اور اس نے فرمایا۔

اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ ○

ترجمہ: تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔

(مسند امام احمد، جلد 1، ص 79۔ مسند ابی یعلیٰ، جلد 1، ص 316۔ ابو داؤد، جلد 2، ص 2۔ مسلم شریف، جلد 2، ص 302۔ ابن حبان، جلد 8، ص 146)

حدیث نمبر 14.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی زندگی کے آخر میں ہمیں رات نماز عشاء پڑھائی آپ سلام پھیر کر کھڑے ہو گئے اور آپ نے فرمایا تم نے اس رات پر غور کیا جو لوگ اب روئے زمین پر ہیں ایک سو سال بعد ان میں سے کوئی زندہ نہیں رہے گا۔

(مسلم شریف، جلد 2، ص 310)

حدیث نمبر 15.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

تُفْتَحُ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَ الْاِثْنَيْنِ وَيَوْمَ الْخَمِيْسِ فَيَغْفِرُ لِكُلِّ عَبْدٍ لَايُشْرِكُ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا رَجُلٌ كَانَتْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ اَخِيْهِ شَحْنَاءُ فَيُقَالُ اَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا اَنْظِرُوْا هٰذَيْنِ حَتّٰى يَصْطَلِحَا ٥

(مسلم شریف، جلد 2، ص 317)

ترجمہ: جنت کے دروازے پیر اور جمعرات کو کھولے جاتے ہیں جس نے اللہ کے ساتھ شرک نہ کیا ہو اس بندے کو بخش دیا جاتا ہے سوائے اس آدمی کے کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان عداوت ہو کہا جاتا ہے کہ ان دونوں کو مہلت دو کہ یہ دونوں صلح کر لیں ان دونوں کو مہلت دے دو کہ یہ صلح کر لیں۔

حدیث نمبر 16.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے رب کے ہاں جھگڑے یعنی مباحثہ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے آدم (علیہ السلام) اپ ہمارے باپ ہیں آپ نے ہمیں نامراد کیا اور جنت سے نکال دیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا تم موسیٰ ہو تمہیں اللہ نے اپنی ہمکلامی کے لئے منتخب کیا اور اپنے دست قدرت سے تمہارے لئے تورات لکھی کیا تم مجھے اس چیز پر ملامت کر رہے ہو جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پیدا کرنے سے چالیس سال پہلے میرے لئے مقدر کر دیا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ گئے۔

(مسلم شریف، جلد 2، ص 335۔ ترمذی، جلد 2، ص 35۔
ابو داؤد، جلد 2، ص 299۔ طبرانی کبیر، جلد 2، ص 160)

حدیث نمبر 17.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل ننگے نہاتے تھے اور ایک دوسرے کی شرمگاہ دیکھتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہائی میں غسل فرماتے تھے۔ بنی اسرائیل نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے ساتھ اس لئے غسل نہیں کرتے کہ ان کو فتق کی بیماری ہے ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام غسل فرما رہے تھے اور انہوں نے ایک پتھر پر کپڑے رکھے ہوئے تھے اچانک پتھر ان کے کپڑے لے بھاگا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس پتھر کے پیچھے بھاگے اور کہتے تھے اے پتھر میرے

کپڑے دے، اے پتھر میرے کپڑے دے حتیٰ کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شرمگاہ دیکھ لی پس وہ کہنے لگے بخدا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کوئی بیماری نہیں جب لوگ دیکھ چکے تو پتھر ٹھہر گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے کپڑے اٹھائے اور پتھر کو مارنا شروع کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مارنے سے پتھر پر چھ یا سات نشان پڑ گئے۔ (مسلم شریف، جلد 2، ص 266)

حدیث نمبر 18.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس ملک الموت آئے اور کہنے لگے اپنے رب کے پاس چلئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو تھپڑ مار کر ان کی آنکھ نکال دی ملک الموت اللہ کے پاس واپس گئے اور کہا تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیجا ہے جو موت کا ارادہ ہی نہیں رکھتا اور اس نے میری آنکھ نکال دی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی آنکھ لوٹا دی اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے کے پاس جاؤ اور کہو آپ حیات کا ارادہ رکھتے ہیں اگر آپ کا زندگی کا ارادہ ہے تو اپنا ہاتھ بیل کی پشت پر رکھئے جتنے بال آپ کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے اتنے سال آپ کی عمر بڑھا دی جائے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا پھر کیا ہوگا کہا پھر آپ کو موت آئے گی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا اے میرے رب ارض مقدس سے ایک پتھر پھینکنے کے فاصلے پر میری روح قبض کرنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بخدا اگر میں اس جگہ ہوتا تو میں تم کو کثیب احمر کے پاس راستہ کے ایک جانب ان کی قبر دکھاتا۔ (مسلم شریف، جلد 2، ص 267)

حدیث نمبر 19.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک سفر سے واپس ہوئے جب مدینہ کے قریب پہنچے تو بڑے زور سے آندھی چلی کہ سوار زمین میں دھنسنے کے قریب ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

بُعِثَتْ هٰذِهِ الرِّيْحُ لِمَوْتِ مُنَافِقٍ فَلَمَّا قَدِمَ الْمَدِيْنَةَ فَإِذَا مُنَافِقٌ عَظِيْمٌ مِنَ الْمُنَافِقِيْنَ قَدْمَاتَ○

ترجمہ: یہ آندھی کسی منافق کی موت کے لئے بھیجی گئی ہے جب آپ مدینہ منورہ پہنچے تو منافقوں میں سے ایک بہت بڑا منافق مر چکا تھا۔

(مسلم شریف، جلد 2، ص 370)

حدیث نمبر 20.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے کہ آپ نے ایک گڑگڑاہٹ کی آواز سنی آپ نے فرمایا تمہیں معلوم ہے یہ آواز کیسی ہے ہم نے کہا اللہ اور اس کے رسول کو خوب علم ہے آپ نے فرمایا یہ ایک پتھر ہے جس کو ستر سال پہلے جہنم میں پھینکا گیا تھا یہ اب تک اس میں گر رہا تھا اور اب اس کی گہرائی میں پہنچا ہے۔

(مسلم شریف، جلد 2، ص 381)

حدیث نمبر 21.

حضرت اسامہ بن زید بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ کے بعض قلعوں پر چڑھے پھر فرمایا کیا تم وہ دیکھ رہے ہو جو میں دیکھ رہا ہوں

میں فتنوں کے گرنے کی جگہ کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جس طرح تمہارے گھروں میں بارش کے قطروں کے گرنے کی جگہ ہوتی ہے۔

(مسلم شریف، جلد2،ص389)

حدیث نمبر22.

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ زَوٰی لِیَ الْاَرْضَ فَرَاَیْتُ مَشَارِقَھَا وَمَغَارِبَھَا○

ترجمہ: اللہ نے میرے لئے زمین کو لپیٹ لیا میں نے اس کے مشارق و مغارب دیکھ لئے۔ (ابوداؤد، جلد2،ص233۔ ترمذی شریف، جلد2،ص40۔ مسلم شریف، جلد2،ص390)

حدیث نمبر23.

حضرت عمرو بن اخطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی اور منبر پر رونق افروز ہوئے اور ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ ظہر آ گئی آپ نے منبر سے اتر کر ظہر کی نماز پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر آپ نے خطبہ دیا حتیٰ کہ عصر آ گئی پھر آپ نے اتر کر عصر پڑھائی پھر منبر پر چڑھ کر آپ نے ہمیں خطبہ دیا حتیٰ کہ سورج غروب ہو گیا۔

فَاَخْبَرَنَا بِمَا کَانَ وَبِمَا ھُوَ کَائِنٌ فَاَعْلَمُنَا اَحْفَظُنَا○

(مسلم شریف، جلد2،ص390۔ طبرانی کبیر، جلد17،ص128۔ مسند ابی یعلیٰ، جلد12،ص239۔ مسند امام احمد، جلد5،ص341)

ترجمہ: آپ نے ہمیں وہ تمام چیزیں بتا دیں جو ہو چکی تھیں اور ہونے والی تھیں

جو ہم میں زیادہ حافظ تھا وہ زیادہ عالم تھا۔

حدیث نمبر 24.

حضرت حذیفہ بیان کرتے ہیں۔

قَامَ فِینَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَاتَرَكَ شَیْئًا یَکُوْنُ فِی مَقَامِهٖ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ ٥

(مسلم شریف، جلد 2، ص 390۔ ابو داؤد، جلد 2، ص 231)

ترجمہ: ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے سامنے کھڑے ہوئے اور آپ نے اس وقت سے لے کر قیامت تک کی تمام چیزیں بیان فرما دیں۔

حدیث نمبر 25.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

اَخْبَرَنِی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بِمَا هُوَ کَائِنٌ اِلٰی اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ فَمَا مِنْهُ شَیْءٌ اِلَّا قَدْ سَاَلْتُهٗ ٥

ترجمہ: قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا اس کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے خبر دی اور ہر چیز کے متعلق میں نے سوال کیا۔ (مسلم شریف، جلد 2، ص 390)

حدیث نمبر 26.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے۔ بخدا میں اب سے لے کر قیامت تک ہونے والے فتنوں کو تمام لوگوں سے زیادہ جاننے والا ہوں اور میرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ یہی حال کہ آپ نے مجھے راز کی وہ باتیں بتائی جو میرے علاوہ کسی کو نہ بتائیں ایک دن آپ ایک مجلس میں فتنوں کے متعلق بیان فرما رہے تھے۔ اس مجلس میں میں بھی تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے فتنوں کو گنتے ہوئے فرمایا تین فتنے ایسے ہیں جو کسی چیز کو نہیں چھوڑیں گے ان میں بعض فتنے گرمیوں کی آندھیوں کی طرح ہیں بعض فتنے چھوٹے ہیں بعض بڑے ہیں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا میرے سوا اس مجلس کے تمام شرکاء اب فوت ہو چکے ہیں۔ (مسلم شریف، جلد2، ص390)

حدیث نمبر 27.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دن اور رات اس وقت ختم نہ ہوں گے جب تک لات اور عزیٰ کی عبادت نہ ہو میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی۔

هُوَالَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْكَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ○

ترجمہ: وہ ذات جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو تمام دینوں پر غالب کر دے خواہ مشرکین کو یہ ناگوار گزرے۔

تو میں یہ گمان کرتی تھی کہ دین مکمل ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا جو کچھ اللہ کی مشیت میں ہے وہ عنقریب واقع ہو گا پھر اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جس کی وجہ سے جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہو گا وہ فوت ہو جائے گا اور جس کے دل میں بالکل خیر نہ ہو گی باقی رہ جائے گا اور وہ لوگ اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔ (مسلم شریف، جلد2، ص394)

حدیث نمبر 28.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلی امتوں میں سے ایک شخص نے ننانوے قتل کیے پھر اس نے زمین والوں سے پوچھا کہ سب سے بڑا عالم کون ہے اسے ایک بڑے راہب کا پتہ بتایا گیا وہ شخص اس راہب کے پاس گیا اور یہ کہا اس نے ننانوے قتل کیے ہیں کیا اس کی توبہ ہوسکتی ہے اس نے کہا نہیں۔ اس شخص نے اس راہب کو بھی قتل کر کے پورے سو قتل کر دیئے پھر اس نے سوال کیا روئے زمین پر سب سے بڑا عالم کون ہے تو اس کو ایک عالم کا پتہ بتایا گیا اس شخص نے کہا اس نے سو قتل کیے ہیں کیا اس کی توبہ ہوسکتی ہے عالم نے کہا ہاں توبہ کی قبولیت میں کیا چیز حائل ہوسکتی ہے۔ جاؤ فلاں فلاں جگہ پر جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر رہے ہیں تم ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اپنی زمین کی طرف واپس نہ جاؤ کیونکہ وہ بُری جگہ ہے وہ شخص روانہ ہوا جب وہ آدھے راستے پر پہنچا تو اس کو موت نے آلیا اور اس کے متعلق رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اختلاف ہوگیا۔ رحمت کے فرشتوں نے کہا یہ شخص توبہ کرتا ہوا اور دل سے اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہوا آیا تھا اور عذاب کے فرشتوں نے کہا اس نے بالکل نیک عمل نہیں کیا پھر ان کے پاس آدمی کی صورت میں ایک فرشتہ آیا۔ انہوں نے اس کو اپنے درمیان حکم بنالیا اس نے کہا دونوں زمینوں کی پیمائش کرو وہ جس زمین کے قریب ہوگا اس کے مطابق اس کا حکم ہوگا جب انہوں نے پیمائش کی تو وہ اس زمین کے زیادہ قریب تھا جہاں اس نے جانے کا ارادہ کیا تھا پھر رحمت کے فرشتوں نے اس پر قبضہ کرلیا حسن نے بیان کیا کہ جب موت آئی تو اس نے اپنا سینہ پہلی جگہ سے دور کرلیا۔

(مجمع الزوائد، جلد10، ص211۔ تاریخ کبیر، جلد6، ص83۔ مسند امام احمد، جلد3، ص20۔ ابن ماجہ، ص188۔ مسلم شریف، جلد2، ص359)

حدیث نمبر 29.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت ام حرام بنت حرام رضی اللہ عنہا کے ہاں تشریف لے جاتے اور وہ آپ کو کھانا پیش کرتی تھیں۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں (حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضاعی خالہ ہونے کی بنا پر آپ کی محرم تھیں)۔ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے پاس گئے انہوں نے آپ کو کھانا پیش کیا اور آپ کے سر میں جوئیں دیکھنے لگیں (آپ کا سر جوؤں سے پاک تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سو گئے پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے کس چیز کے سبب تبسم فرمایا آپ نے فرمایا مجھے (خواب میں) میری امت کے کچھ مجاہدین دکھائے گئے جو اللہ کی راہ میں سمندر میں بادشاہوں کے تختوں کی مثل سواری پر سوار ہو کر جا رہے تھے۔ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اللہ سے دعا کیجئے کہ وہ مجھے بھی ان مجاہدوں میں شامل فرما دے۔ آپ نے ان کے لئے دعا کی اور پھر سو گئے۔ پھر آپ ہنستے ہوئے بیدار ہوئے میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کس چیز کے باعث ہنس رہے ہیں آپ نے فرمایا مجھے میری امت کے کچھ لوگ جہاد کرتے ہوئے دکھائے گئے جس طرح پہلے فرمایا تھا میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ مجھے ان میں شامل فرما دے آپ نے فرمایا تم پہلے گروہ میں ہو پھر حضرت امیر معاویہ کے زمانے میں حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا سمندر (کے

جہاد) میں سوار ہوئیں اور جب سمندر سے نکلیں تو سواری سے گر کر ہلاک ہوگئیں۔

(ابن حبان، جلد 7، ص 63۔ نسائی، جلد 2، ص 62۔
مسلم شریف، جلد 2، ص 141۔ ابن ماجہ، ص 199)

اس حدیث میں مندرجہ ذیل امور غیبیہ کی طرف اشارہ ہے۔

(۱) آپ کے بعد آپ کی امت باقی رہے گی۔

(۲) آپ کی امت کو عزت اور اقتدار حاصل ہوگا۔

(۳) آپ کی امت سمندر کے راستے سے جہاد کرے گی۔

(۴) حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا اس وقت تک زندہ رہیں گی۔

(۵) وہ مجاہدین کے پہلے گروہ میں شامل ہو کر شہید ہوں گی۔

حدیث نمبر 30.

حضرت سعید بن میسب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جا کر ملا انہوں نے کہا میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ وہ مجھے اور تجھے جنت کے بازار میں ملائے۔ سعید نے کہا کیا جنت میں بازار بھی ہے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتایا کہ جب جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو اعمال کے مطابق ان کو مکانات ملیں گے پھر ان کو جمعہ کے دن اجازت دی جائے گی اور وہ اپنے پروردگار کی زیارت کریں گے اس روز خدا تعالیٰ اپنے عرش کو نمایاں کرے گا اور جنتیوں کو اپنا دیدار کرانے کے لئے جنت کے ایک بڑے باغ میں ظاہر ہوگا۔ لوگوں کے لئے نور کے سبز موتیوں کے بند یاقوت کے منبر زبرجد کے منبر سونے اور چاندی کے منبر بچھائے جائیں گے سب سے کم درجے کے جنتی مشک و کافور کے ٹیلوں پر بٹھائے جائیں

گے اور یہ ٹیلوں پر بیٹھنے والے جنتی کرسیوں پر بیٹھنے والوں کو اپنے سے بہتر خیال نہ کریں گے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم اپنے پروردگار کو دیکھیں گے فرمایا ہاں کیا تم سورج اور چودھویں رات کے چاند کو دیکھنے میں شبہ رکھتے ہو۔ میں نے عرض کیا نہیں فرمایا اسی طرح تم اپنے پروردگار کو دیکھنے میں کوئی شک نہ کرو گے۔ دیدار الٰہی کی اس مجلس میں کوئی آدمی ایسا نہ رہے گا جس سے اللہ تعالیٰ گفتگو نہ کرے گا۔ یہاں تک کہ حاضرین میں سے ایک آدمی کو خدا مخاطب کر کے فرمائے گا اے فلاں کے بیٹے کیا تجھے وہ دن یاد ہے جس روز تو نے ایسا ایسا کیا تھا وہ عرض کرے گا اے پروردگار کیا تو نے میرے گناہوں کو معاف نہیں کر دیا۔ خدا تعالیٰ فرمائے گا ہاں میں نے بخش دیا اور تو میری بخشش سے ہی اس مقام تک پہنچا ہے۔ سب لوگ اس حال میں ہوں گے کہ ایک ابر آئے گا اور ان پر چھا جائے گا پھر یہ بادل ان پر ایسی خوشبو برسائے گا کہ اس جیسی خوشبو انہوں نے کبھی نہ پائی ہو گی پھر خدا تعالیٰ فرمائے گا اُٹھو اس چیز کی طرف جو میں نے تمہاری عظمت و بزرگی بڑھانے کے لئے تیاری کی ہے اور جو چیز تمہیں پسند آئے لے لو پھر ہم ایک بازار میں آئیں گے جس کو فرشتوں نے گھیر رکھا ہو گا اس بازار میں وہ چیزیں نظر آئیں گی جن کی مانند نہ آنکھ نے دیکھی ہوں گی نہ کانوں نے سنیں اور نہ کبھی دل میں ایسی چیزوں کا خیال پیدا ہو گا پھر اس بازار سے ہمیں وہ چیزیں دی جائیں گی جن کی ہم خواہش کریں گے حالانکہ اس بازار میں خرید و فروخت کا معاملہ نہ ہو گا اور اس بازار میں جنتی ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بلند مرتبہ شخص ایک معمولی درجے کے آدمی سے ملاقات کرے گا اور کمزور درجہ کا آدمی جنتیوں میں معمولی اور ذلیل خیال نہ کیا جائے گا

اور جو اعلیٰ قسم کا لباس پہنے گا اس کو پسند آئے گا اور اچھا معلوم ہو گا پھر جب دونوں شخصوں کی باتیں ختم ہوں گی تو بلند مرتبہ محسوس کرے گا کہ میرے مخاطب کا لباس مجھ سے بہتر ہے اور یہ اس لئے کہ جنت میں کسی کو غمگین ہونے کا موقع نہ دیا جائے گا پھر ہم اپنے مکانوں کی طرف واپس ہوں گے اور ہماری بیویاں ہم سے ملاقات کریں گی اور خوش آمدید کہیں گے پھر ظاہر کریں گی کہ تم اس حال میں آئے ہو کہ تمہارا حسن و جمال اس سے زیادہ ہے جب کہ تم ہم سے جدا ہوئے تھے ہم ان کے جواب میں کہیں گے کہ آج ہم نے اپنے رب کے ساتھ ہم نشینی کی ہے اور ہم اس شان کے ساتھ واپس آنے کے لائق ہیں جس شان سے آئے ہیں۔ (ابن ماجہ، ص322۔ ترمذی، جلد2، ص79)

اس حدیث میں مندرجہ ذیل امور غیبیہ ذکر ہوئے۔

(۱) جنت میں خدا تعالیٰ کا دیدار اہل جنت کو ایسے ہو گا کہ کوئی شک و شبہ نہ رہے گا۔

(۲) اہل جنت سونے چاندی یاقوت زبرجد اور موتی کے منبروں پر بیٹھ کر دیدار کریں گے۔

(۳) اہل جنت کے لئے ایک بازار سجایا جائے گا جس میں وہ چیزیں ہوں گی جو نہ کسی آنکھ نے دیکھی ہوں گی نہ کان نے سنی ہوں گی اور نہ کسی دل میں ان کا خیال آیا ہو گا۔

(۴) خدا تعالیٰ کا دیدار کرنے کے بعد اہل جنت کے حسن و جمال میں اضافہ ہو جائے گا۔

(۵) جنت میں ایک بادل خوشبو برسائے گا۔

(۶) خدا تعالیٰ ہر جنتی سے کلام فرمائے گا۔

حدیث نمبر 31.

حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنِّیْ لَاَعْرِفُ آخِرَ اَهْلِ النَّارِ خُرُوْجًا مِّنَ النَّارِ وَآخِرَ اَهْلِ الْجَنَّةِ دُخُوْلًا الْجَنَّةِO

ترجمہ: میں آخر میں جہنم سے نکلنے والے دوزخی کو اور آخر میں جنت میں داخل ہونے والے جنتی کو پہچانتا ہوں۔

اس آدمی کو (خدا کے حضور) لایا جائے گا خدا تعالیٰ (فرشتوں سے) فرمائے گا اس کے صغیرہ گناہوں کے بارے میں اس سے پوچھو اور کبیرہ گناہوں کو اس سے چھپاؤ اس سے کہا جائے گا تو نے یہ کیا تو نے یہ کیا پھر کہا جائے گا کہ ہر گناہ کے بدلے تجھے نیکی دی جاتی ہے وہ کہے گا یا اللہ میں نے تو بڑے بڑے کام (گناہ) کیے ہیں جو یہاں نظر نہیں آرہے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے اس مقام پر دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے یہاں تک کہ آپ کے دانت ظاہر ہو گئے۔ (ترمذی شریف، جلد2، ص83)

حدیث نمبر 32.

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ (قیامت کے دن) تمام مخلوق کے سامنے میری امت کے ایک آدمی کو نجات دے گا اس کے (گناہوں کے) ستر دفتر کھولے جائیں گے ہر دفتر حد نگاہ تک پھیلا ہو گا خدا فرمائے گا کیا تجھے ان (گناہوں) سے انکار ہے کیا میرے لکھنے والے فرشتوں

نے تجھ پر کوئی زیادتی تو نہیں کی۔ وہ عرض کرے گا یا رب نہیں۔ خدا فرمائے گا ہاں تمہاری ایک نیکی ہمارے پاس موجود ہے اور آج تجھ پر کوئی زیادتی نہ ہوگی پس ایک کاغذ نکالا جائے گا جس پر کلمہ شہادت اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ لکھا ہوگا۔ خدا فرمائے گا جاؤ وزن کرالو وہ بندہ عرض کرے گا یا اللہ ان دفتروں کے سامنے اس کاغذ کی کیا حقیقت ہے خدا فرمائے گا تجھ پر کوئی زیادتی نہ ہوگی پس وہ دفتر ایک پلڑے میں اور وہ کاغذ دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے گا دفتر ہلکے اور کاغذ بھاری ہو جائے گا وجہ یہ ہے کہ اسم اللہ سے کوئی چیز بھاری نہیں۔

(ترمذی شریف، جلد2، ص88)

حدیث نمبر 33.

حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے میرے بارے میں یہ کہا کہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا یہودی کی بیٹی ہے۔ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں اتنے میں رسول اللہصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے آپ نے حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے رونے کا سبب پوچھا؟ انہوں نے کہا کہ حضرت حفصہ نے میرے متعلق کہا ہے کہ میں یہودی کی بیٹی ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو ایک نبی (ہارون علیہ السلام) کی بیٹی ہے اور تیرا چچا (حضرت موسیٰ علیہ السلام) نبی ہے اور تیرا خاوند نبی ہے پھر وہ تجھ پر کس بات میں فخر کرتی ہے۔ ایک روایت میں ہے حضرت عائشہ وحفصہ رضی اللہ عنہما تجھ سے بہتر کیسے ہوسکتی ہیں۔ تیرا خاوند محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باپ ہارون علیہ السلام اور چچا موسیٰ علیہ السلام۔ (ترمذی شریف، جلد2، ص229)

حدیث نمبر 34.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف تشریف لائے اور آپ کے ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں۔ آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو یہ دونوں کتابیں کیسی ہیں۔ ہم نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کے بتائے بغیر ہم نہیں جانتے آپ نے فرمایا دائیں ہاتھ کی کتاب رب العالمین کی طرف سے ہے جس میں اہل جنت کے نام ان کے آباؤ اجداد اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں اور آخر میں میزان کر دیا گیا۔ اب اس میں کمی اور اضافہ نہ ہوگا اور بائیں ہاتھ کی کتاب بھی رب العالمین کی طرف سے ہے اس میں اہل دوزخ کے نام ان کے آباؤ اجداد اور ان کے قبیلوں کے نام ہیں اور آخر میں میزان کر دیا گیا ہے۔ اب اس میں کوئی کمی بیشی نہ ہوگی۔ (ترمذی، جلد2، ص36)

حدیث نمبر 35.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی پھر کھڑے ہو کر خطبہ ارشاد فرمایا۔

فَلَمْ يَدَعْ شَيْئًا يَكُوْنُ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا اَخْبَرَنَا بِهٖ حَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ ○ (ترمذی، جلد2، ص43)

ترجمہ: قیامت تک کی کوئی چیز نہ چھوڑی مگر اس کی خبر ہمیں دے دی جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا جو بھول گیا سو بھول گیا۔

حدیث نمبر 36.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لَيَأْتِيَنَّ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقَىٰ اَحَدٌ اِلَّا اٰكِلَ الرِّبَا فَاِنْ لَّمْ يَاْكُلْهُ اَصَابَهٗ مِنْ بُخَارِهٖo (ابوداؤد، جلد2، ص117۔ نسائی، جلد2، ص211)

ترجمہ: لوگوں پر ایک ایسا زمانہ ضرور آئے گا کہ ہر آدمی سود کھائے گا اگر سود نہ کھائے گا تو سود کا دھواں اسے ضرور پہنچے گا۔

حدیث نمبر 37.

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

(غزوہ خیبر سے لوٹتے وقت) کہ تم دوپہر سے لے کر رات تک سفر کرو گے اور کل صبح انشاء اللہ پانی پر پہنچو گے۔ لوگ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہوئے بغیر سفر کرتے رہے حتیٰ کہ آدھی رات ہو گئی اس وقت میں آپ کے پہلو میں تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اونگھ آنے لگی جب آپ اپنی سواری پر جھکے تو میں نے جگائے بغیر آپ کو سہارا دیا حتیٰ کہ آپ سیدھے ہو کر سواری پر بیٹھ گئے پھر چلتے رہے حتیٰ کہ رات ڈھل گئی پھر آپ سواری پر جھک گئے تو میں نے جگائے بغیر آپ کو سہارا دیا حتیٰ آپ سیدھے ہو کر سواری پر بیٹھ گئے۔ یہاں تک کہ اخیر شب کا عمل ہو گیا آپ پھر سواری پر پہلی دوبار سے زیادہ جھک گئے قریب تھا کہ آپ گر پڑتے میں نے آپ کو سہارا دیا آپ نے سر اقدس اُٹھا کر پوچھا تم کون ہو میں نے عرض کیا ابو قتادہ آپ نے پوچھا تم کب سے میرے ساتھ چل رہے

ہو۔ میں نے عرض کیا پوری رات اسی طرح آپ کے ساتھ چلتا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری اس طرح حفاظت کرے جس طرح تم اس کے نبی کی حفاظت کی ہے پھر فرمایا تم دیکھ رہے ہو کہ ہم لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہیں اور پوچھا کیا تمہیں کوئی آدمی نظر آ رہا ہے۔ میں نے عرض کیا ایک سوار ہے پھر میں نے کہا ایک اور سوار بھی ہے یہاں تک کہ ہم سات سوار جمع ہو گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم راستے سے ایک کنارے ہو گئے اور اپنا سر رکھ لیا اور فرمایا تم ہماری نماز (فجر) کا خیال رکھنا پھر سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے اس حال میں کہ آفتاب آپ کی پیٹھ پر آ چکا تھا پھر ہم لوگ بھی گھبرا کر اُٹھ پڑے آپ نے فرمایا چلو سوار ہو کر یہاں سے نکل چلو ہم چل پڑے جب سورج بلند ہو گیا تو آپ سواری سے اترے اور میرے پاس جو وضو کا برتن تھا منگوایا اس میں تھوڑا سا پانی تھا آپ نے عام اوقات کی بہ نسبت کم مرتبہ پانی ڈال کر اس برتن سے وضو کیا پھر آپ نے ابو قتادہ سے فرمایا اس برتن کی حفاظت کرنا عنقریب اس سے ایک عجیب خبر ظاہر ہو گی پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اذان کہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو رکعت نماز (سنت فجر) پڑھی اور صحابہ کو صبح کی نماز اسی طرح پڑھائی جس طرح پہلے پڑھایا کرتے تھے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہوئے اس حال میں کہ ہم میں سے ہر آدمی سرگوشی کر رہا تھا کہ آج جو نماز ہم سے قضا ہو گئی ہے۔ اس کا کیا کفارہ ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمہارے لئے میری زندگی میں نمونہ نہیں پھر فرمایا نیند میں کوئی تقصیر نہیں تقصیر اس صورت میں ہے جب کوئی آدمی (جاگتے میں) نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ دوسری نماز کا وقت آ جائے جس کسی کو یہ صورت پیش آئے وہ بیدار ہونے کے بعد نماز پڑھ لے اور دوسرے دن اپنے وقت پر نماز پڑھے پھر فرمایا

تمہارا کیا خیال ہے لوگوں نے کیا کیا ہوگا۔ پھر خود ہی فرمایا لوگوں نے صبح کے وقت اپنے نبی کو نہیں دیکھا ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے پیچھے ہیں وہ تمہیں چھوڑنے والے نہیں دوسروں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے آگے ہیں اگر لوگ ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم کی بات مان لیں تو بہتر تھا پھر ہم ان لوگوں کے پاس اس وقت پہنچے جب دن چڑھ چکا تھا اور ہر چیز گرم ہو گئی تھی۔ سب لوگ کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم تو پیاس سے ہلاک ہو گئے۔ آپ نے فرمایا تم ہلاک نہیں ہوگے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی کا برتن منگوایا اور اس برتن سے آپ نے پانی انڈیلنا شروع کیا اور حضرت ابوقتادہ لوگوں کو پانی پلانے لگے لوگوں نے جب دیکھا کہ پانی صرف ایک برتن میں ہے تو سب اس برتن پر ٹوٹ پڑے۔ آپ نے فرمایا اطمینان کے ساتھ پیو تم سب سیر ہو جاؤ گے پھر لوگ مطمئن ہو گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی انڈیلتے جاتے اور میں لوگوں کو پانی پلاتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے پھر میں نے پیا اور آخر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نوش فرمایا۔

(طبرانی کبیر، جلد 20، ص 57۔ مسلم شریف، جلد 1، ص 238)

اس حدیث میں مندرجہ ذیل باتیں علم غیب سے تعلق رکھتی ہیں۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے ہی بتا دیا کہ اس برتن سے عجیب خبر ظاہر ہوگی چنانچہ اس برتن کا پانی کثیر صحابہ کرام کے لئے کافی ہو گیا۔

(۲) جب صحابہ نے کہا اس برتن کا پانی تھوڑا ہے ہمیں کیسے کافی ہوگا آپ نے فرمایا تم سب اس پانی سے سیراب ہو جاؤ گے چنانچہ سب نے سیر ہو کر پی لیا۔

(۳) آپ نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہم اور عام لوگ کیا کہہ رہے ہیں۔

(۴) کسی کو پتہ نہ تھا کہ آگے پانی ہے یا نہیں لیکن آپ نے علم نبوت سے بتا دیا کہ دوپہر اور رات کے بعد تمہیں پانی مل جائے گا۔

حدیث نمبر 38.

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا ایک شخص آ کر نماز پڑھنے لگا اور نماز میں قرآن کی ایسی قرأت کی جو میرے لئے غیر مانوس تھی پھر دوسرا شخص آیا اس نے ایک اور طرح سے قرآن پڑھا جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے میں نے عرض کیا اس آدمی نے اس طرح قرآن پڑھا ہے جو میرے لئے غیر مانوس ہے اور دوسرا آدمی آیا تو اس نے اس کے علاوہ ایک اور قرأت میں پڑھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں کو پڑھنے کا حکم دیا۔ انہوں نے پڑھ کر سنایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان دونوں کو درست قرار دیا۔ جس سے میرے دل میں (رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایسی) تکذیب پیدا ہوئی جو زمانہ جاہلیت میں بھی نہ تھی۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے اس حال کو دیکھا تو میرے سینے پر ہاتھ مارا جس سے میں پسینہ پسینہ ہو گیا اور خوف الٰہی کی مجھ میں ایسی کیفیت پیدا ہو گئی گویا کہ میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا اے ابی پہلے مجھے یہ حکم دیا گیا کہ میں قرآن مجید ایک حرف (لغت) پر پڑھوں میں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کیا میری امت پر آسانی فرما پھر مجھے دو حرفوں پر پڑھنے کا حکم دیا گیا پھر میں نے

دوبارہ عرض کیا کہ میری امت پر آسانی کی جائے پھر مجھے تیسری بار سات حروف پر پڑھنے کا حکم ہوا اور فرمایا تم نے جتنی بار امت کے لئے آسانی کی دعا کی اتنی بار کے عوض تم ہم سے دعا مانگ لو میں نے عرض کیا اے اللہ میری امت کی مغفرت فرما اے اللہ میری امت کی مغفرت فرما۔

وَاَخَّرْتُ الثَّالِثَةَ لِيَوْمٍ يَرْغَبُ اِلَيَّ الْخَلْقُ كُلُّهُمْ حَتّٰى اِبْرَاهِيْمَ ○

ترجمہ: تیسری بار کی دعا میں نے اس دن کے لئے محفوظ کر لی جس دن ساری مخلوق حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام میری طرف متوجہ ہوں گے۔

(مسلم شریف، جلد 1، ص 273)

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی

جب حضرت ابی بن کعب کے دل میں تکذیب کا وسوسہ پیدا ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور نبوت سے اس وسوسہ تکذیب پر مطلع ہو گئے اور یہ بات علم غیب پر دلالت کرتی ہے اور آپ نے ان کے سینے پر ہاتھ مار کر تکذیب کی جگہ تصدیق پیدا فرما دی۔

حدیث نمبر 39.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ حضرت عیسیٰ بن مریم زمین پر نازل ہوں گے نکاح کریں گے اور ان کی اولاد ہو گی وہ 45 برس دنیا میں رہیں گے پھر وہ وفات پائیں گے اور میری قبر میں دفن ہوں گے میں اور عیسیٰ بن مریم ایک قبر سے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہم کے درمیان اٹھیں گے۔ (باب نزول عیسیٰ علیہ السلام، مشکوٰۃ)

اس حدیث میں مندرجہ ذیل امور غیبیہ کی طرف اشارہ ہے۔

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔

(۲) حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور ابھی تک ان پر موت طاری نہیں ہوئی۔

(۳) وہ زمین پر نازل ہو کر نکاح کریں گے اور صاحب اولاد ہوں گے۔

(۴) وہ دنیا میں 45 برس زندہ رہ کر وفات پائیں گے۔

(۵) ان کی قبر انور امام الانبیاء کی قبر کے ساتھ بنے گی۔

(۶) حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ قبر سے اُٹھیں گے ان دونوں نفوس قدسیہ کے اطراف میں صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہم ہوں گے۔

حدیث نمبر 40.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْهَا وَاِلٰی مَاهُوَ كَائِنٌ فِیْهَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ كَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی كَفِّیْ هٰذِهٖo

(مجمع الزوائد، جلد 8، ص 287)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے دنیا کو میرے سامنے رکھ دیا اور میں اس کی طرف اور جو کچھ اس میں ہونے والا ہے دیکھ رہا ہوں جیسا کہ میں اپنی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔

اب اس حدیث کے فوائد ملاحظہ ہوں۔

(۱) رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام دنیا اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو اس طرح دیکھ رہے ہیں جیسے کوئی آدمی اپنی ہتھیلی اپنے سامنے کر دے تو وہ آدمی اپنی ہتھیلی اور اس پر ہر چیز کو دیکھتا ہے حالانکہ دنیا ساتویں آسمان سے لے کر ساتویں زمین تک ہے اندازہ کیجئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ساتویں آسمان سے ساتویں زمین تک ہر چیز کو عیاں دیکھ رہے ہیں۔ اس سے آپ کی وسعت نظر کا پتہ چلتا ہے آپ کی نگاہ سے دنیا کی کوئی شے پوشیدہ نہیں جس طرح ہتھیلی کی ہر چیز نظر کے سامنے ہوتی ہے اسی طرح ساتویں آسمان سے ساتویں زمین تک ہر چیز آپ کے پیش نظر ہے۔

(۲) علم بلاغت کا یہ قاعدہ ہے کہ مقام جملہ فعلیہ کا ہو اور وہاں جملہ اسمیہ لایا جائے تو یہ دوام کا فائدہ دیتا ہے۔ اس جگہ حدیث میں مقام جملہ فعلیہ کا تھا لیکن جملہ اسمیہ لایا گیا جس کی خبر فعل مضارع ہے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اول حدیث میں فرمایا گیا (قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا) یہ جملہ فعلیہ ہے اس کا تقاضا یہ تھا کہ بعد میں یہ فرمایا جاتا (فَنَظَرْتُ اِلَیْهَا) لیکن اس کی جگہ فرمایا گیا (فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْهَا) یہ جملہ اسمیہ ہے جس کی خبر فعل مضارع ہے جس سے دوام کا فائدہ حاصل ہوا تو اس سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ ہمیشہ میں دنیا اور مافیھا کی طرف دیکھ رہا ہوں۔

(۳) سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حدیث شریف میں فرمایا (کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ هٰذِهٖ) اس معلوم ہوا کہ تمام کائنات قیامت تک آپ کے سامنے اس طرح ہے جیسے کہ کسی کے سامنے ہتھیلی جس ذات کے سامنے ساری کائنات ہتھیلی کی طرح ہو اس کو نہ تو کسی طرف

آنے جانے کی ضرورت ہے اور نہ متعدد ہونے کی ضرورت ہے بلکہ وہ ایک ہی جگہ تشریف فرما ہو کر سارے عالم کا مشاہدہ فرماتے ہیں پس آپ کے حاضر و ناظر ہونے کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ آپ اپنے مقام اعلیٰ و ارفع میں تشریف فرما ہو کر تمام عالم کو ہتھیلی کی طرح ملاحظہ فرما رہے ہیں۔

(۴) قرآن کریم میں خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ مَلَكُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُكِّلَ بِكُمْ یعنی ایک فرشتہ ملک الموت ہے جو ارواح کے قبض کرنے کے لئے سامنے اس طرح ہے جیسے ایک آدمی کے سامنے تھالی پڑی ہوئی ہو اس سے معلوم ہوتا کہ ملک الموت جو ایک وقت میں کئی ارواح مختلف جگہوں سے قبض کرتا ہے تو اس کو بھی متعدد ہونے کی ضرورت نہیں بلکہ ایک جگہ بیٹھے سب جگہ سے ارواح کو قبض کر لیتا ہے۔ غور فرمائیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علمی مرتبہ ملک الموت سے زیادہ ہے۔ اسی لئے حدیث میں فرق کی طرف بھی اشارہ ہے اور وہ یہ کہ تمام کائنات ساتویں آسمان سے لے کر ساتویں زمین تک قیامت تک آپ کے سامنے ہتھیلی کی طرح ہے اور ساری زمین ملک الموت کے سامنے تھالی کی طرح فرق صاف ظاہر ہے۔

حدیث نمبر 41.

حضرت عقبہ بن عامر بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب اولین و آخرین کو جمع فرمائے گا تو ان کے درمیان فیصلہ فرمائے گا اور جب رب کریم فیصلے سے فارغ ہو گا تو مومن کہیں گے خدا تعالیٰ نے بیشک

ہمارے درمیان فیصلہ فرما دیا اب دربار خداوندی میں ہماری سفارش کون کرے گا
ان میں سے بعض کہیں گے حضرت آدم علیہ السلام کے پاس چلو اللہ تعالیٰ نے ان
کو اپنے ید قدرت سے پیدا فرمایا ہے اور ان سے ہمکلام بھی ہوا۔ پس لوگ
حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے اور کہیں گے خدا نے ہمارے درمیان
فیصلہ فرما دیا اور فیصلے سے فارغ ہو گیا۔ اب آپ ہماری سفارش فرمائیں وہ کہیں
گے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ پھر مومن حضرت نوح علیہ السلام کے
پاس جائیں گے وہ ان کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے حضرت
ابراہیم علیہ السلام ان کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس اور وہ ان کو حضرت عیسیٰ
علیہ السلام کے پاس بھیجیں گے۔ جب تمام لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس
آئیں گے تو وہ کہیں گے میں تمہیں نبی امی عربی کے پاس بھیجتا ہوں۔ حضور صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں سب لوگ میرے پاس آئیں گے اور اللہ تعالیٰ مجھے
اجازت دے گا میں دربار خداوندی میں کھڑا ہوں گا۔ میری مجلس خوشبو سے بے حد
معطر ہو گی یہاں تک کہ میں خدا کی بارگاہ میں آ کر شفاعت کروں گا۔

وَيَجْعَلُ لِيْ نُوْرًا مِّنْ شَعْرِ رَأْسِيْ اِلٰى ظُفْرِ قَدَمِيْ ○

ترجمہ: اور مجھے سر کے بالوں سے لے کر قدموں کے ناخنوں تک نور بنا دیا
جائے گا۔

سر سے لے کر پاؤں تک تنویر ہی تنویر ہے
جیسے منہ سے بولتا قرآن کی وہ تفسیر ہے
سوچتی ہے دل میں دنیا مصطفیٰ کو دیکھ کر
وہ مصور کیسا ہو گا جس کی یہ تصویر ہے

پھر کفار کہیں گے مومنوں نے تو اپنا سفارشی پا لیا اب ہماری سفارش کون

کرے گا سوائے ابلیس کے اور کوئی نہیں۔ وہی ہے وہ اس کے پاس جائیں گے اور کہیں گے مومنوں نے اپنا سفارشی پالیا اب تو ہماری سفارش کر تو نے ہی ہمیں گمراہ کیا ابلیس کھڑا ہو گا اس کی مجلس نہایت بدبودار ہو گی پھر ابلیس اونچا کر کے جہنم میں ڈالا جائے گا اور شیطان کہے گا کہ فیصلہ ہو چکا کہ:

اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ○

ترجمہ: بے شک اللہ نے سچا وعدہ کیا اور اس کو پورا کیا اور میں نے وعدہ کیا تو خلاف کر دیا۔

(ابن عساکر، جلد 2، ص363۔ طبرانی کبیر، جلد 7، ص320۔ دارمی، جلد 2، ص224۔ مجمع الزوائد، جلد 10، ص376۔ طبرانی کبیر، جلد 17، ص320)

اس حدیث میں مندرجہ ذیل امور غیبیہ بیان کئے گئے۔

(۱) دنیا میں تمام مومنوں کا عقیدہ ہے کہ قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت فرمائیں گے لیکن قیامت کے دن لوگ بھول جائیں گے یہی وجہ ہے کہ وہ پہلے دوسرے انبیاء کے پاس جائیں گے۔

(۲) جب مومن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو آپ کی مجلس خوشبو سے معطر ہو جائے گی۔

(۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سرتاپا مکمل نور بنا دیا جائے گا۔

(۴) ابلیس کی مجلس انتہائی بدبودار ہوگی۔

حدیث نمبر 42.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا (قیامت دن) انبیاء کے لئے نور کے منبر رکھے جائیں

گے اور وہ ان پر تشریف فرما ہوں گے اور میرا منبر باقی رہ جائے گا میں اس پر تشریف فرما نہ ہوں گا بلکہ میں خدا کی بارگاہ میں کھڑا رہوں گا اس خوف سے کہ کہیں مجھے جنت میں نہ بھیج دیا جائے اور میرے امت میری بعد باقی نہ رہ جائے۔ میں خدا کی بارگاہ میں عرض کروں گا یا اللہ میری امت خدا تعالیٰ ارشاد فرمائے گا۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تو کیا چاہتا ہے کہ تیری امت کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے یا اللہ ان کا حساب جلد لے لیا جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو بلایا جائے گا اور ان کا حساب ہوگا ان کے بعض خدا کی رحمت سے جنت میں داخل ہوں گے اور بعض میری شفاعت سے داخل جنت ہوں گے میں ان کی شفاعت کرتا رہوں گا یہاں تک کہ مجھے جہنمی لوگوں کی فہرست دے دی جائے گی اور مجھے خازن جنت کہے گا کہ آپ نے خدا کے غضب کے لئے اپنی امت میں سے کچھ بھی باقی نہیں چھوڑا۔

(طبرانی اوسط، جلد 3، ص 446۔ مجمع الزوائد، جلد 10، ص 380۔
طبرانی کبیر، جلد 10، ص 317)

اس حدیث میں مندرجہ ذیل غیب کی باتیں ہیں۔

(۱) انبیاء علیہم السلام کے لئے قیامت کے دن نور کے منبر ہوں گے جن پر وہ تشریف فرما ہوں گے۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں منبر پر بیٹھنے کی بجائے خدا کی بارگاہ میں کھڑا رہوں گا۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا ایک گروہ خدا کی رحمت سے جنت میں جائے گا۔

(۴) خازن جنت ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہمکلام ہوگا۔

حدیث نمبر 43.

حضرت محمد بن سیرین بیان کرتے ہیں کہ کوفہ میں ایک آدمی نے کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید ہوئے ہیں پولیس کے آدمی اس کو پکڑ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس لے گئے اگر آپ نے منع نہ کیا ہوتا تو ہم اسے قتل کر دیتے۔ یہ کہتا ہے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو شہادت کی موت آئی ہے۔ اس آدمی نے کہا اے علی (رضی اللہ عنہ) آپ اس بات کی گواہی دیں گے اور آپ کو یاد ہو گا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور آپ سے سوال کیا انہوں نے مجھے اپنے عطیے سے نوازہ پھر ابوبکر کے پاس حاضر ہوا ان سے سوال کیا تو انہوں نے بھی مجھے کچھ دیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا انہوں نے بھی مجھے کچھ عطا فرمایا پھر میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے سوال کیا انہوں نے بھی مجھے عطا کیا پھر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی میرے لئے ان عطیات میں برکت کی دعا فرما دیں آپ نے فرمایا۔

كَيْفَ لَا يُبَارَكُ وَاَعْطَاكَ نَبِيٌّ وَ صِدِّيْقٌ وَ شَهِيْدَانِ○

ترجمہ: تجھے کیسے برکت نہ دی جائے گی تجھے نبی، صدیق اور دو شہیدوں نے عطا کیا ہے۔ (مجمع الزوائد، جلد 9، ص 90۔ مسند ابی یعلیٰ، جلد 3، ص 177)

اس حدیث میں علم غیب کی خبر یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاروق اعظم اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر دی چنانچہ بعد میں یہ دونوں بزرگ اپنے اپنے وقت میں شہادت کی موت سے ہمکنار ہوئے۔

حدیث نمبر 44.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خیبر کی طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ بھی بغیر فتح کئے واپس آ گئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ لَايَرْجِعُ حَتّٰى يَفْتَحَ اللّٰهُ عَلَيْهِ○

ترجمہ: کل میں جھنڈا اس آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے اور اللہ اور اس کا رسول اس سے محبت کرتے ہیں وہ فتح کئے بغیر نہ آئے گا۔

لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے آپ نے فرمایا علی کہاں ہے ان کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لعاب دہن ڈالا پھر آپ کو جھنڈا دیا اور آپ نے قلعہ فتح کر لیا۔

(مجمع الزوائد، جلد 9، ص 124۔ طبرانی کبیر، جلد 18، ص 237۔ مسند ابی یعلیٰ، جلد 1، ص 291)

حدیث نمبر 45.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا کہ کعبہ کو ایک حبشی گرائے گا وہ اس کے زیورات چھین لے گا اور اس کا غلاف اتار لے گا اور میں گویا اس کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ کدال سے کعبہ پر ضرب لگا رہا ہے۔ (مجمع الزوائد، جلد 3، ص 298)

حدیث نمبر 46.

عمیر بن وھب اسلام کے شدید ترین دشمنوں میں سے تھا مکہ کے زمانہ

قیام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کو ایذائیں پہنچائی تھیں بدر کے قیدیوں میں اس کا بیٹا وھب بن عمیر بھی تھا۔

ایک دن عمیر بن وھب اور صفوان بن امیہ حطیم میں بیٹھے ہوئے تھے۔ صفوان نے مقتولین بدر کا تذکرہ کر کے کہا اب زندگی کا مزہ نہیں رہا۔ عمیر نے کہا ہاں خدا کی قسم سرداران قریش کے قتل ہو جانے کے بعد حقیقت میں زندگی کا مزہ ہی جاتا رہا اگر میرے ذمے قرض اور بچوں کا فکر نہ ہوتا تو ابھی جا کر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کر آتا۔ صفوان بہت خوش ہوا اور کہا تیرا قرض اور اہل وعیال کی خبر گیری سب میرے ذمہ ہے اور اسی وقت صفوان نے تلوار صیقل کرائی اور زہر میں بجھا کر عمیر کو دی۔ عمیر مدینہ پہنچا اور مسجد نبوی کے دروازے پر اونٹ بٹھایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عمیر کو دیکھتے ہی سمجھ گئے کہ یہ کسی ناپاک ارادے سے آیا ہے اسی وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کی تلوار کو پکڑ لیا اور کھینچتے ہوئے آپ کے سامنے لا کھڑا کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اسے چھوڑ دو اور عمیر سے پوچھا کہ کیوں آئے ہو۔ عمیر نے کہا اپنے قیدی کو چھڑانے آیا ہوں آپ نے فرمایا سچ کہو کیا اسی لئے آئے ہو سچ بتلاؤ کہ تم نے اور صفوان نے حطیم میں بیٹھ کر کیا مشورہ کیا تھا۔ عمیر نے گھبرا کر کہا میں نے کیا مشورہ کیا تھا۔ آپ نے فرمایا تو نے میرے قتل کا ذمہ لیا تھا اس شرط پر کہ صفوان تیرے اہل وعیال کی خبر گیری کرے اور تیرا قرض ادا کرے عمیر نے کہا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اس واقعہ کا سوائے میرے اور صفوان کے کسی کو علم نہیں پس اللہ نے آپ کو اس کی خبر دی ہے پس میں

ایمان لایا اللہ اور اس کے رسول پر۔

(مجمع الزوائد، جلد 8، ص 284۔ طبرانی کبیر، جلد 17، ص 56)

حدیث نمبر 47.

حضرت سلمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قباث کے اسلام کا باعث یہ تھا کہ کچھ عرب لوگ قباث کے پاس آئے اور کہا کہ محمد بن عبدالمطلب ہمارے دین کے علاوہ ایک اور دین کی طرف بلاتا ہے۔ قباث کھڑا ہوا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا اے قباث بیٹھ جا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قباث سے فرمایا (تو نے کہا ہے) اگر قریش کی سب عورتیں نکل آئیں تو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور ان کے اصحاب کا منہ موڑ دیں گے۔ قباث نے کہا قسم ہے اس خدا کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ ان الفاظ سے نہ میری زبان نے حرکت کی اور نہ میرے ہونٹوں نے جنبش کی اور نہ یہ الفاظ کسی نے مجھ سے سنے صرف میرے دل میں خیال آیا تھا۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور آپ بیشک حق لے کر آئے ہیں۔ (مجمع الزوائد، جلد 8، ص 287)

حدیث نمبر 48.

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہوئے تو کسریٰ نے اپنے مادام نامی عامل کو جو یمن اور گردونواح کے علاقوں پر حاکم تھا کہلا بھیجا کہ مجھے یہ خبر پہنچی ہے کہ تمہاری طرف ایک آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اس سے کہہ دو کہ ایسے کام سے باز آ جائے ورنہ میں کسی

کو بھیج کر اسے اور اس کی قوم کو قتل کر دوں گا مادام کا فرستادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں یہ متذکرہ پیغام لے کر آیا۔ آپ نے پیغام سن کر فرمایا۔ اگر میں نے یہ دعویٰ اپنی طرف سے کیا ہوتا تو رک جاتا لیکن مجھے تو خدا تعالیٰ نے مبعوث فرمایا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے رب نے کسریٰ کو قتل کر دیا ہے اور آج کے بعد کوئی کسریٰ نہ ہوگا اور قیصر بھی قتل کر دیا گیا ہے اور آج کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا اس فرستادہ نے آپ کا یہ ارشاد اسی ساعت لکھ لیا دن اور مہینے کو بھی تحریر کر لیا پھر جب وہ فرستادہ مادام کے پاس واپس ہوا تو کسریٰ اور قیصر قتل ہو چکے تھے۔ (مجمع الزوائد، جلد 8، ص 287)

حدیث نمبر 49.

حضرت اوس بن خالد بیان کرتے ہیں کہ جب میں ابو محذورہ کے پاس جاتا وہ ایک آدمی کے بارے میں مجھ سے پوچھتے اور جب اس آدمی کے پاس جاتا وہ ابو محذورہ کے بارے میں مجھ سے پوچھتے میں نے ابو محذورہ سے پوچھا جب میں آپ کے پاس آتا ہوں آپ فلاں آدمی کے بارے میں پوچھتے ہیں اور جب میں اس آدمی کے پاس جاتا ہوں وہ آپ کے بارے میں پوچھتا ہے۔ وجہ کیا ہے انہوں نے کہا ایک مرتبہ میں ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور وہ آدمی تینوں ایک مکان میں تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو تم تینوں میں آخر میں فوت ہوگا وہ آگ میں ہے پہلے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا پھر ابو محذورہ فوت ہوئے اور آخر میں وہ آدمی مر گیا۔ (مجمع الزوائد، جلد 8، ص 290)

حدیث نمبر 50.

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا۔

یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ رَجُلٌ یَتَکَلَّمُ بَعْدَ الْمَوْتِ○

ترجمہ: میری امت میں ایک آدمی ہوگا جو موت کے بعد کلام کرے گا۔

(مجمع الزوائد، جلد 8، ص 291)

چنانچہ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ حضرت ربعی سے روایت ہے کہ ہم چار بھائی تھے اور میرا بھائی ربیع ہم سب سے زیادہ روزہ نماز کی کثرت کرنے والا تھا۔ اس کی وفات ہوگئی اس کے مرنے کے بعد ہم سب اس کے آس پاس بیٹھے تھے یکدم اس نے اپنے منہ سے کپڑا اٹھایا اور اسلام علیکم کہا ہم نے وعلیکم السلام کہا اور کہا کہ موت کے بعد کلام اس نے کہا ہاں موت کے بعد میں نے اپنے رب سے ایسے حال میں ملاقات کی کہ وہ غضب ناک نہ تھا۔ میرے رب نے اعلیٰ درجے کی نعمتوں اور ریشمی لباس کے عطیہ کے ساتھ میرا استقبال کیا۔ خبردار ہو جاؤ کہ بیشک ابو القاسم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ پر نماز پڑھنے کا انتظار فرما رہے ہیں تم میرا جنازہ جلدی لے کر چلو میرے لئے جانے میں دیر نہ کرو۔ پھر سکوت موت کے ساتھ خاموشی اختیار کی انہوں نے حدیث کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تک پہنچایا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا خبردار میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا فرماتے تھے۔

مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَتَکَلَّمُ بَعْدَ الْمَوْتِ○

ترجمہ: میری امت میں سے ایک آدمی موت کے بعد کلام کرے گا۔

ایک روایت میں یہ ہے کہ میں نے اپنے رب سے تمہیں خبر دینے اور بشارت دینے کی اجازت لی ہے اور مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف لے چلو کہ آپ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ تیری واپسی تک میں یہاں سے نہ

جاؤں گا۔ (دلائل النبوت، جلد 6، ص 6-454۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 3، ص 367)

ایک اور مقام پر امام بیہقی نے لکھا ہے کہ جنگ جمل میں ایک انصاری شہید ہو گئے۔ انہوں نے قتل ہونے کے بعد اس طرح کلام کیا۔

مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَبُوْبَكْرِ الصِّدِّيْقُ عُمَرُ الشَّهِيْدُ عُثْمَانُ الرَّحِيْمُ ثُمَّ سَكَتَ○

ترجمہ: حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے رسول ہیں حضرت عمر شہید ہیں حضرت عثمان رحیم ہیں پھر سکوت موت کے ساتھ خاموش ہو گئے۔

(دلائل النبوت، جلد 6، ص 58)

امام بیہقی نے ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ حضرت زید بن خارجہ انصاری، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کے دور میں خلافت میں وفات پا گئے۔ ان کو کپڑے سے ڈھانپ دیا گیا پھر لوگوں نے ان کے سینے سے آواز سنی پھر اس نے کلام کیا پھر اس نے کہا پہلی کتاب میں احمد احمد کمزور صدیق اکبر جو اپنی ذات میں قوی ہیں نے سچ فرمایا حضرت عمر بن خطاب پہلی کتاب میں قوی ہیں۔ انہوں نے سچ فرمایا عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے بھی ان کے طریقے پر سچ فرمایا چار گزر گئے دو باقی ہیں فتنے برپا ہو گئے طاقتور نے کمزور کو کھا لیا قیامت قائم ہو گئی اور تمہارے لشکر سے بہتری ظاہر ہو گی۔

(مجمع الزوائد، جلد 5، ص 179۔ دلائل النبوت، جلد 6، ص 55)

بہر حال وفات کے بعد کلام کرنا کئی بزرگوں سے ثابت ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث کے نتیجے سے ثابت ہوا کہ خدا نے آپ کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔

حدیث نمبر 51.

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ یہودی علماء میں سے ایک عالم آیا اور کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مُحَمَّدُ میں نے اسے اس طرح دھکا دیا کہ وہ گرنے کے قریب ہو گیا۔ اس نے کہا تم نے مجھے دھکا کیوں دیا ہے میں نے کہا تم نے یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کیوں نہیں کہا۔ اس نے کہا ہم اس نام سے پکارتے ہیں جو نام گھر والوں نے رکھا ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرا نام میرے گھر والوں نے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رکھا ہے۔ یہودی نے کہا میں آپ سے کچھ سوال پوچھنے کے لئے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا میرا جواب تجھے فائدہ دے گا۔ اس نے کہا میں کانوں سے سنوں گا یہودی کے ساتھ ایک چھڑی تھی جس کے ساتھ اس نے زمین کریدی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سوال کرو اس نے کہا جب زمین و آسمان بدل جائیں گے تو لوگ کہاں ہوں گے فرمایا وہ پلصراط کے پاس تاریکی میں ہوں گے۔ اس نے پوچھا سب سے پہلے پلصراط سے کون گزریں گے۔ فرمایا فقراء، مہاجرین۔ یہودی نے کہا جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو ان کی خوراک کیا ہو گی۔ فرمایا مچھلی کا جگر۔ اس نے پوچھا اس کے بعد ان کی غذا کیا ہو گی فرمایا ان کے لئے جنتی بیل ذبح کیا جائے گا وہ جنتی اس بیل کے پہلوؤں کا گوشت کھائیں گے اس نے پوچھا ان کا مشروب کیا ہو گا فرمایا سلسبیل چشمے کا پانی۔ اس نے کہا آپ نے سچ فرمایا پھر اس نے کہا اب میں آپ سے ایسا سوال پوچھنا چاہتا ہوں جس کا جواب اہل زمین سے صرف نبی یا ایک دو آدمی دے سکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا میرا بتانا تجھے نفع دے گا

اس نے کہا میں کان سے سنوں گا اس نے کہا میں لڑکے کے بارے میں سوال کرنے آیا ہوں آپ نے فرمایا مرد کا پانی سفید اور عورت کا زرد ہوتا ہے جب دونوں جمع ہوتے ہیں تو اگر مرد کی منی غالب آجائے تو لڑکا اور اگر عورت کی منی غالب آجائے تو لڑکی پیدا ہوتی ہے۔ بحکم الٰہی یہودی نے کہا آپ نے سچ فرمایا آپ نبی ہیں۔ یہودی چلا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کچھ یہودی نے پوچھا اس کی خبر مجھے اللہ تعالیٰ نے دی۔ (طبرانی کبیر، جلد 2، ص93)

اس حدیث میں مندرجہ ذیل امور غیبیہ بیان ہوئے۔

(۱) جب زمین و آسمان کا وجود ختم ہو جائے گا تو لوگ پلصراط کے پاس ہوں گے۔

(۲) اہل جنت کی خوراک پہلی مچھلی کا جگر دوسری خوراک بیل کا گوشت ہوگا۔

(۳) اہل جنت کا مشروب سلسبیل کا چشمہ ہوگا۔

(۴) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ وجہ بیان فرمائی جس کی بنا پر لڑکا اور لڑکی پیدا ہوتی ہے۔

(۵) اشارۃً یہ بات بھی معلوہوئی کہ یہودی جانتا تھا کہ نبی ہوتا ہی وہ ہے جو غیب کی بات بتادے اب اگر کوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی مان کر آپ کے علم غیب کا منکر ہو وہ یہودی سے بھی بدتر ہے۔

حدیث نمبر 52.

حضرت جریر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ سے باہر نکلے۔ ایک آدمی دکھائی دیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی سواری کو تیز کر دیا ہم نے بھی ایسا ہی کیا ایک جوان سے

ملاقات ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا تو کہاں سے آیا ہے اس نے کہا میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ملاقات کے ارادے سے آیا ہوں تاکہ ان کے ہاتھ پر بیعت اسلام کروں۔ آپ نے فرمایا میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوں میں رسول اللہ ہوں۔ اس نے آپ کو سلام کیا اور کہا مجھے اسلام کی تعلیم دیں۔ آپ نے فرمایا اس بات کی گواہی دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں اور اس بات کا اقرار کر کہ ہر وہ چیز جو رسول کو خدا کی طرف سے ملی برحق ہے۔ اس نے کہا میں نے اقرار کیا پھر فرمایا نماز ادا کرنا۔ اس نے کہا میں نے اس بات کا بھی اقرار کیا اور یہ کہ تو رمضان کے روزے رکھے گا اس نے کہا میں نے اقرار کیا اور یہ کہ تو حج کرے گا۔ اس نے کہا میں نے اقرار کیا پھر وہ واپس چلا گیا ہم نے دیکھا کہ اس کی اونٹنی کا پاؤں چوہوں کے بل میں آ گیا وہ لڑکھڑا گئی یہ جوان گرا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی اور فوت ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس کو میرے پاس لاؤ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو دیکھ کر اس سے منہ موڑ لیا اور فرمایا اس کو پانی کے پاس لے چلو پس ہم نے اسے غسل دیا کفن پہنایا حنوط لگایا آپ نے فرمایا اس کے لئے لحد والی قبر بناؤ اس لئے کہ لحد ہمارے لئے ہے اور شق ہمارے غیر کے لئے اور آپ اس کی قبر پر خاموشی سے بیٹھ گئے۔ پھر آپ نے فرمایا میں تمہیں اس شخص کی بات نہ بتاؤں یہ وہ ہے کہ عمل اس نے تھوڑا کیا لیکن اجر اس کو زیادہ ملا یہ ان لوگوں میں ہے جن کے بارے میں خدا نے فرمایا۔

اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ ۝

ترجمہ: یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ایمان میں ظلم کی آمیزش نہیں ہونے دی۔

اِنِّيْ اَعْرَضْتُ عَنْهُ وَمَلَكَانِ يَدُسَّانِ فِيْ فِيْهِ ثِمَارَ الْجَنَّةِ ۝

ترجمہ: میں نے اس سے منہ پھیرا اس لئے کہ دو فرشتے اس کے منہ میں جنتی پھل دے رہے تھے۔ (مجمع الزوائد، جلد 1، ص 41۔ طبرانی کبیر، جلد 2، ص 319۔ مسند امام احمد، جلد 4، ص 359)

حدیث نمبر 53.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا سب سے پہلے ہم چار ہستیاں جنت میں داخل ہوں گی میں تو حسن اور حسین رضی اللہ عنہم اور ہماری اولاد ہماری پشت پر ہوگی اور ہماری بیویاں ہمارے پیچھے ہوں گی اور ہمارے محب ہمارے دائیں بائیں ہوں گے۔

(طبرانی کبیر، جلد 3، ص 41۔ مجمع الزوائد، جلد 9، ص 174)

حدیث نمبر 54.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام جانوروں پر سوار ہوں گے اور حضرت صالح علیہ السلام اپنی اونٹنی پر اور میں اپنے براق پر اور امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہم جنتی اونٹنیوں پر سوار ہوں گے۔

(طبرانی کبیر، جلد 3، ص 43۔ مجمع الزوائد، جلد 10، ص 333۔
المستدرک، جلد 3، ص 152)

حدیث نمبر 55.

حضرت سفینہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خطبہ دیا کہ ہر نبی نے لوگوں کو دجال سے ڈرایا وہ بائیں آنکھ سے کانا ہوگا اور اس کی دائیں آنکھ میں ایک موٹا ناخن ہوگا اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان کافر

لکھا ہو گا اور اس کے ساتھ دو وادیاں ہوں گی ایک جنت اور ایک دوزخ اس کی جنت دوزخ ہو گی اور دوزخ جنت ہو گی اس کے ساتھ دو فرشتے ہوں گے جو نبیوں سے مشابہت رکھتے ہوں گے ایک دائیں طرف ہو گا ایک بائیں طرف اور وہ لوگوں کا فتنہ ہو گا وہ (دجال) کہے گا کیا میں تمہارا رب نہیں میں زندہ کرتا ہوں موت دیتا ہوں فرشتوں میں سے ایک کہے گا تو جھوٹا ہے اور اس آواز کو کوئی انسان نہ سنے گا مگر اس کا ساتھی اس کا ساتھی کہے گا تو نے سچ کہا ہے اور اس آواز کو انسان سن لیں گے اور گمان کریں گے کہ دجال نے سچ کہا ہے اور یہ ایک فتنہ ہے پھر وہ چلتے ہوئے مدینہ منورہ آئے گا اس کو اس میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے گی وہ کہے گا کہ یہ شہر اس شخص (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کا ہے پھر چل کر ملک شام آئے گا اور ''عقبہ رفیق'' کے قریب اللہ اس کو ہلاک کر دے گا۔

(طبرانی کبیر، جلد 7، ص 84۔ مسند امام احمد، جلد 5، ص 221۔ مجمع الزوائد، جلد 7۔ ص 340)

اس حدیث میں مندرجہ ذیل باتیں علم غیب سے تعلق رکھتی ہیں۔

(۱) دجال کانا ہو گا۔
(۲) اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''کافر'' لکھا ہو گا۔
(۳) اس کے ساتھ جنت و دوزخ ہو گی۔
(۴) اس کے دائیں بائیں دو فرشتے ہوں گے جو اس کی تکذیب کریں گے۔
(۵) دجال کا ساتھی فرشتوں کی آواز کو سن لے گا۔
(۶) دجال کو مدینہ میں داخلے کی اجازت نہ دی جائے گی۔
(۷) دجال ملک شام میں قتل کر دیا جائے گا۔

حدیث نمبر 56.

ایک مرتبہ صحابہ نے ایک بادل دیکھا اور انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم یہ امید رکھتے ہیں کہ یہ بادل ہم پر بارش برسائے گا۔ آپ نے فرمایا اس بادل کو حکم ہوا ہے کہ وہ وادی ''دبلیل'' میں بارش برسائے۔
(طبرانی، جلد 7، ص 117۔ مجمع الزوائد، جلد 2، ص 216)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نے بارش کا علم عطا فرمایا ہے۔

حدیث نمبر 57.

حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پہلے زمانے میں ایک بادشاہ کا ایک جادوگر تھا۔ جب وہ جادوگر بوڑھا ہو گیا تو اس نے بادشاہ سے کہا میں بوڑھا ہو گیا ہوں مجھے ایک لڑکا دے دو جس کو میں جادو کا علم سکھا دوں۔ بادشاہ نے اسے ایک لڑکا دے دیا وہ جادوگر اسے جادو سکھاتا تھا۔ بادشاہ اور جادوگر کے گھر کے درمیان ایک راہب رہتا تھا یہ لڑکا اس راہب کا کلام سنتا اور پسند کرتا۔ جب جادوگر کے پاس جاتا اس راہب کے پاس بیٹھ جاتا جب جادوگر کے پاس جاتا وہ اس کو مارتا کہ تو نے دیر کیوں کی ہے اور جب اپنے گھر جاتا تو گھر والے مارتے کہ تو نے دیر کیوں کی ہے۔ اس نے راہب سے اس کی شکایت کی اس نے کہا جب جادوگر مارنے لگے تو کہہ دو کہ مجھے گھر والوں نے روک لیا تھا اور گھر والے مارنے لگیں تو کہہ دو کہ مجھے جادوگر نے روک لیا تھا۔ اسی طرح یہ سلسلہ چلتا رہا ایک دن اس لڑکے نے دیکھا کہ ایک بہت بڑے جانور نے لوگوں کا راستہ روک رکھا ہے اس غلام نے کہا آج پتہ چلے

گا کہ جادوگر کا کام اچھا ہے یا راہب کا اس نے ایک پتھر اُٹھایا اور کہا اے اللہ اگر تجھ کو راہب کا کام جادوگر کے کام سے زیادہ پسند ہے تو اس جانور کو قتل کر دے تا کہ لوگ گزرنے لگیں۔ اس نے پتھر مار کر جانور کو قتل کر ڈالا اور لوگ گزرنے لگے۔ پھر اس نے راہب کے پاس جا کر اس کو خبر دی۔ راہب نے اس سے کہا اے بیٹے آج تم مجھ سے افضل ہو گئے ہو تمہارا مرتبہ وہاں تک پہنچ گیا ہے جس کو میں دیکھ رہا ہوں۔ عنقریب تم مصیبت میں گرفتار ہو گے جب تم مصیبت میں گرفتار ہو تو کسی کو میرا پتہ نہ بتانا۔ یہ لڑکا مادر زاد اندھے اور برص والے کو ٹھیک کر دیتا تھا اور لوگوں کی تمام بیماریوں کا علاج کر دیتا تھا۔ بادشاہ کا ایک درباری اندھا تھا اس نے یہ خبر سنی تو وہ اس کے پاس بہت سے ہدیے لے کر آیا اور کہا اگر تم نے مجھے شفا دے دی تو میں یہ سب چیزیں تمہیں دے دوں گا لڑکے نے کہا میں کسی کو شفا نہیں دیتا شفا تو اللہ دیتا ہے اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ تو میں اللہ سے دعا کروں گا اللہ تم کو شفا دے دے گا۔ وہ اللہ پر ایمان لے آیا اللہ نے اسے شفا دے دی۔ وہ بادشاہ کے پاس گیا اور پہلے کی طرح اس کے پاس بیٹھا بادشاہ نے اس سے پوچھا تمہاری بینائی کس نے لوٹائی اس نے کہا میرے رب نے۔ بادشاہ نے کہا کیا میرے علاوہ تیرا کوئی رب ہے اس نے کہا میرا اور تمہارا رب اللہ ہے۔ بادشاہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس وقت تک اس کو اذیت دیتا رہا جب تک کہ اس نے اس لڑکے کا پتہ نہ بتا دیا۔ پھر اس لڑکے کو لایا گیا بادشاہ نے اس سے کہا اے بیٹے تمہارا جادو یہاں تک پہنچ گیا ہے کہ تم مادر زاد اندھوں کو ٹھیک کرتے ہو۔ برص والوں کو تندرست کرتے ہو اور بہت کچھ کرتے ہو۔ اس لڑکے نے کہا میں کسی کو شفا نہیں دیتا شفا تو صرف اللہ دیتا ہے۔ بادشاہ نے اس کو گرفتار کر لیا اور اس کو اس وقت اذیت دیتا رہا جب اس نے راہب کا پتہ نہ بتا دیا۔ پھر راہب کو

لایا گیا اور اس سے کہا گیا کہ اپنے دین سے پھر جاؤ راہب نے انکار کیا۔ اس بادشاہ نے آرا منگوایا اور اس کے سر کے درمیان میں آرا رکھا اور اس کو چیر کر دو ٹکڑے کر دیئے۔ پھر اس درباری کو بلایا اور اس سے کہا تو اپنے دین سے پھر جا اس نے انکار کیا اس نے اس کے سر پر بھی آرا رکھا اور چیر کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ پھر اس لڑکے کو بلایا اور اس سے کہا اپنے دین سے پھر جاؤ اس لڑکے نے انکار کیا بادشاہ نے اس لڑکے کو چند اصحاب کے سپرد کیا اور کہا اس لڑکے کو فلاں فلاں پہاڑ پر لے جاؤ اس کو لے کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھو اگر یہ اپنے دین سے پلٹ جائے تو فبہا ورنہ اس کو اس چوٹی سے پھینک دو۔ وہ لوگ اس لڑکے کو لے گئے اور پہاڑ پر چڑھ گئے۔ اس لڑکے نے دعا کی یا اللہ تو جس طرح چاہے مجھے ان سے بچا لے اسی وقت ایک زلزلہ آیا اور وہ پہاڑ سے گر گئے وہ لڑکا بادشاہ کے پاس چلا گیا۔ بادشاہ نے پوچھا جو لوگ تمہارے ساتھ گئے تھے ان کا کیا ہوا اس نے کہا اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا۔ بادشاہ نے اس کو پھر اپنے چند اصحاب کے حوالے کیا اور کہا اس کو ایک کشتی میں سوار کرو جب کشتی سمندر کے وسط میں پہنچ جائے تو اگر یہ اپنے دین سے لوٹ آئے تو فبہا ورنہ اس کو سمندر میں پھینک دینا۔ وہ لوگ اس کو لے گئے اس نے دعا کی اے اللہ تو جس طرح چاہے مجھے ان سے بچا لے۔ وہ کشتی فوراً اُلٹ گئی وہ سب غرق ہو گئے اور وہ لڑکا بادشاہ کے پاس چلا گیا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا تمہارے ساتھ جو گئے تھے ان کا کیا ہوا اس نے کہا اللہ نے مجھے ان سے بچا لیا۔ پھر اس نے بادشاہ سے کہا تم اس وقت تک مجھے قتل نہیں کر سکتے جب تک کہ میرے کہنے کے مطابق عمل نہ کرو۔ بادشاہ نے کہا وہ کیا عمل ہے لڑکے نے کہا تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کرو اور مجھے ایک درخت پر سولی کے لئے لٹکاؤ پھر میرے ترکش سے ایک تیر نکالو اور ایک تیر کو کمان

کے چلے پر رکھ کر کہو اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے پھر مجھے تیر مارو جب تم نے ایسا کر لیا تو وہ تیر مجھے ہلاک کر دے گا۔ بادشاہ نے تمام لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا اور اس کو ایک درخت کے تنے میں لٹکایا پھر اس کے ترکش سے ایک تیر لیا پھر اس تیر کو کمان کے چلے میں رکھا پھر کہا اللہ کے نام سے جو اس لڑکے کا رب ہے تب وہ تیر اس لڑکے کی کنپٹی پر پیوست ہو گیا۔ اس لڑکے نے تیر کی جگہ کنپٹی پر اپنا ہاتھ رکھا اور مر گیا۔ تمام لوگوں نے کہا ہم اس لڑکے کے رب پر ایمان لائے یہ خبر بادشاہ کو پہنچی اور اس سے کہا گیا کہ تم نے دیکھا جس بات سے تم ڈرتے تھے اللہ نے وہی تمہارے ساتھ کر دیا تمام لوگ ایمان لے آئے۔ بادشاہ نے گلیوں کے دہانوں پر خندقیں کھودنے کا حکم دیا سو وہ خندقیں کھودی گئیں اور ان میں آگ لگائی گئی اور کہا جو اپنے دین سے نہ پھرے اس کو اس میں ڈال دو یا اس سے کہا گیا کہ آگ میں داخل ہو جا لوگ آگ کی خندقوں میں داخل ہو گئے۔ آخر میں ایک عورت آئی اس کے ساتھ ایک بچہ تھا وہ اس میں گرنے سے جھجکی اس کے بچے نے کہا اے ماں ثابت قدم رہو تم حق پر ہو۔

فاروق اعظم کے دور میں وہ لڑکا نکالا گیا اس کا ہاتھ اس کی کنپٹی پر تھا جیسے کہ قتل ہوتے وقت تھا۔

(طبرانی کبیر، جلد 8، ص 43۔ مسلم شریف، جلد 2، ص 415۔
مسند امام احمد، جلد 6، ص 17۔ کبرانی کبیر، جلد 8، ص 43)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ:

(۱) خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا کہ آپ نے فرمایا کہ اس لڑکے نے قتل کے وقت اپنا ہاتھ اپنی کنپٹی پر رکھ لیا اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں اسے نکالا گیا تو اس کا

ہاتھ ابھی تک کنپٹی پر تھا۔

(۲) مصائب پر صبر کا مظاہرہ کرنا اولیاء کرام کا طریقہ اور خدا کے برگزیدہ بندے تبلیغ اسلام کرتے ہوئے مصائب و آلام کا ڈٹ کر مقابلے کرتے ہیں۔

(۳) جو شخص اللہ کا ہو جائے اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔

(۴) دین حق پر چلنے والوں کی خدا مدد کرتا ہے جیسے لڑکے کے کہنے پر خدا نے اس کے دشمنوں کو تباہ کیا۔

(۵) اپنے دین و ایمان کی حفاظت کے لئے اور جب کوئی کسی کو دین سے روک رہا ہو تو اس موقع پر جھوٹ بولنا جائز ہے۔ اس جواز کی دلیل یہ ہے کہ اگر یہ فعل غلط ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا غلط ہونا بیان فرما دیتے۔

(۶) یہ بھی ثابت ہوا کہ اولیاء کرام کی کرامات برحق ہیں۔

حدیث نمبر 58.

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو آدمی آخر میں جنت میں داخل ہو گا وہ ایسا شخص ہو گا جو پلصراط پر لوٹ رہا ہو گا۔ پیٹ کے بل جیسے وہ لڑکا جس کو اس کا باپ مارتا ہو وہ اس سے بھاگتا ہو اس کے عمل اس کو بھاگنے سے عاجز کر دیں گے۔ وہ کہے گا اے میرے رب مجھے جنت میں پہنچا دے اور مجھے جہنم سے نجات دے۔ خدا تعالیٰ اس سے ارشاد فرمائے گا اگر میں تجھے دوزخ سے نجات دے کر جنت میں داخل کر دوں کیا تو میرے لئے اپنے گناہوں کا اعتراف کرے گا۔ بندہ کہے گا

ہاں میرے رب تیرے عزت وجلال کی قسم اگر تو مجھے آگ سے نجات دے دیگا تو میں اپنے گناہوں اور خطاؤں کا اعتراف کرلوں گا۔ پس وہ پلصراط پار کرلے گا پھر وہ بندہ اپنے دل میں کہے گا اگر میں اپنے گناہوں اور خطاؤں کا اعتراف کروں گا تو مجھے آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرمائے گا میرے بندے اپنے گناہوں اور خطاؤں کا اعتراف کرلے تاکہ میں تجھے بخش دوں اور تجھے جنت میں داخل کردوں بندہ کہے گا نہیں تیری عزت کی قسم میں نے ہرگز کوئی گناہ اور خطا نہیں کی خدا فرمائے گا میرے پاس تجھ پر گواہ موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی کھال کو بولنے کا حکم دے گا اس پر بندہ کہے گا الٰہی تیری عزت کی قسم میرے تو پوشیدہ گناہ بڑے بڑے ہیں۔ خدا فرمائے گا میں جانتا ہوں تو اعتراف کرلے میں بخش دوں گا اور تجھے جنت میں داخل کردوں گا۔ بندہ اپنے گناہوں کا اعتراف کرکے داخل جنت ہو جائے گا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے حتیٰ کہ آپ دانت ظاہر ہو گئے اور فرمایا جب ادنیٰ جنتی کی قدرومنزلت یہ ہے تو جو بلند پائے کا جنتی ہوگا اس کا کیا مقام ہوگا۔

(طبرانی کبیر، جلد8، ص158۔ مجمع الزوائد، جلد10، ص402)

حدیث نمبر59.

حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا لوگوں کا ایک گروہ اُٹھے گا۔ جنہوں نے افق کے کناروں کو بھرا ہوگا اور ان کا نور آفتاب کی طرح ہوگا۔ پس کہا جائے گا النبی الامی ہر نبی خود کو امی خیال کرے گا کہا جائے گا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اس کی امت پھر دوسرا گروہ کھڑا ہوگا اس نے بھی افق کے کناروں کو بھرا ہوگا۔

ان کا نور چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوگا۔ پس کہا جائے گا النبی الامی ہر نبی اپنے آپ کو امی تصور کرے گا کہا جائے گا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کی امت پھر ایک اور گروہ کھڑا ہوگا۔ اس نے بھی افق کے کناروں کو بھرا ہوگا ان کا نور آسمان میں ستارے کی مانند ہوگا پس کہا جائے گا النبی الامی ہر نبی اپنے آپ کو امی تصور کرے گا۔ پس کہا جائے گا محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور ان کی امت پھر اللہ تعالیٰ (اپنی شان کے لائق) دولپ بھرے گا پس کہے گا اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) یہ تیرے لئے اور یہ (دوسرا) میری طرف سے تیری خاطر ہے۔ پھر میزان قائم کیا جائے گا اور حساب لیا جائے گا۔

(طبرانی کبیر، جلد8، ص189۔ مجمع الزوائد، جلد10، ص409)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ:

(۱) یہ واقعہ تو قیامت کے دن ہوگا لیکن پیارے مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کو دنیا ہی میں بیان کر دیا جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔

(۲) حضور علیہ السلام کی امت کے تین گروہ حساب و کتاب سے قبل ہی بالترتیب مثل شمس و قمر اور کوکب داخل جنت ہوں گے۔

(۳) علاوہ ازیں خدا تعالیٰ اپنی شان کے لائق مزید دولپ بھر کر پیارے مصطفےٰ کی رضا کی خاطر بلاحساب و کتاب داخل جنت فرمائے گا۔

(۴) اس حدیث سے اشارۃً یہ بات بھی ظاہر ہوئی کہ امام الانبیاء کی امت خدا تعالیٰ کی محبوب ہے کہ کسی اور نبی کی امت کو یہ اعزاز اور شرف حاصل نہ ہوگا وہ آفتاب و مہتاب کی طرح روشن چہرے والے بن کر بلاحساب و کتاب داخل جنت ہوں۔

حدیث نمبر 60.

حضرت کیسان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

يَنْزِلُ عِيْسَى بِنْ مَرْيَمْ عِنْدَ الْمَنَارَةِ الْبَيْضَاءِ فِيْ دِمَشْقٍ٥

ترجمہ: حضرت عیسیٰ بن مریم دمشق میں سفید مینارہ کے پاس اُتریں گے۔

(طبرانی کبیر، جلد 19، ص196)

حدیث نمبر 61.

حضرت ابو مریم رضی اللہ عنہا بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے۔ ہم نے ایک منزل پر قیام کیا ہم ایسے سوئے کہ نماز فجر نہ پڑھ سکے حتیٰ کہ آفتاب طلوع ہوگیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کھڑے ہوئے اور بلال رضی اللہ عنہ کو اذان کا حکم دیا۔ آپ نے وضو کر کے دو رکعت ادا کی پھر بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت کہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی۔

ثُمَّ حَدَّثَنَا بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ٥

ترجمہ: پھر قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا بیان فرمایا۔

(طبرانی کبیرہ، جلد 19، ص274۔ نسائی، جلد 1، ص297)

حدیث نمبر 62.

حضرت مجمع بن جاریہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَقْتُلُ اِبْنُ مَرْيَمَ الدَّجَّالَ بِبَابِ لُدٍّ٥

ترجمہ: حضرت عیسیٰ بن مریم دجال کو باب لد کے قریب قتل کریں گے۔
(طبرانی کبیر، جلد19، ص443۔ مسند امام احمد، جلد3، ص420)

حدیث نمبر 63.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمایا جو شخص سب کے بعد جنت میں داخل ہوگا وہ گرتا پڑتا اور گھسٹتا ہوا جہنم سے اس حال میں نکلے گا کہ جہنم کی آگ اسے جلا رہی ہوگی جب جہنم سے نکل جائے گا تو پلٹ کر جہنم کی طرف دیکھے گا اور جہنم سے مخاطب ہو کر کہے گا بڑی برکت والی وہ ذات ہے جس نے مجھ کو تجھ سے نجات دی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ نعمت عطا فرمائی ہے کہ اولین و آخرین میں سے کسی کو بھی وہ نعمت عطا نہ کی ہوگی پھر اس کے لئے ایک درخت بلند کیا جائے گا۔ وہ شخص کہے گا اے میرے رب مجھے اس درخت کے قریب کر دے کہ میں اس کے سائے کو حاصل کروں اور اس کے پھلوں سے پانی پیوں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم اگر میں نے تیرا یہ سوال پورا کر دیا تو پھر تو کوئی اور سوال کرے گا وہ عرض کرے گا ہرگز نہیں اے میرے رب اور اللہ تعالیٰ اس سے سوال نہ کرنے کا معاہدہ کرے گا اور اللہ تعالیٰ اس کا عذر قبول کرے گا کیوں وہ ایسی ایسی نعمتیں دیکھے گا جن پر صبر کرنا اس کے لئے ممکن نہ ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس درخت کے قریب کر دے گا وہ اس کے سائے میں آرام کرے گا اور اس کے پھلوں کے پانی سے اپنی پیاس بجھائے گا۔ پھر اس کے لئے ایک اور درخت ظاہر کیا جائے گا جو پہلے درخت سے کہیں زیادہ خوبصورت ہوگا وہ شخص عرض کرے گا اے میرے رب مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کا سایہ حاصل کروں اور اس کا پانی پیوں

اور اس کے بعد اب میں کوئی اور سوال نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ تو مجھ سے کوئی اور سوال نہ کرے گا اور اگر اب میں نے تجھے اس درخت کے قریب پہنچا دیا تو پھر بھی تو مجھ سے اور سوال کرے گا۔ اللہ تعالیٰ پھر اس سے اس بات کا عہد لے گا کہ وہ کوئی اور سوال نہیں کرے گا تاہم اللہ تعالیٰ کے علم میں وہ معذور ہو گا کیونکہ وہ ایسی ایسی نعمتیں دیکھے گا جن کے بغیر صبر نہیں ہو سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس درخت کے قریب کر دے گا اور وہ اس کے سائے میں آرام کرے گا اور اس کا پانی پیئے گا پھر اس کو جنت کے دروازے پر ایک اور درخت دکھایا جائے گا جو پہلے دونوں درختوں سے زیادہ حسین ہو گا پھر وہ شخص کہے گا اے میرے رب مجھے اس درخت کے قریب کر دے تاکہ میں اس کے سائے میں آرام کروں اور پھر اس کا پانی پیوں اور اس کے بعد کوئی اور سوال نہیں کروں گا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم تو نے مجھ سے عہد نہیں کیا تھا کہ تو اس کے بعد کوئی اور سوال نہ کرے گا۔ وہ عرض کرے گا اے میرے رب اس کے بعد میں اور کوئی سوال نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ اس کو معذور قرار دے گا کیونکہ وہ ایسی ایسی نعمتیں دیکھے گا جن پر انسان کو صبر نہیں آ سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس درخت کے قریب کر دے گا جب وہ اس درخت کے قریب پہنچے گا تو اہل جنت کی آوازیں سنے گا وہ پھر عرض کرے گا اے میرے رب مجھے اس جنت میں داخل کر دے اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم تیرے سوالوں کو کیا چیز روک سکتی ہے کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ میں تجھے (جنت میں) دنیا اور اس جتنی اور جگہ دے دوں وہ شخص عرض کرے گا اے میرے رب کیا تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو رب العالمین ہے یہ حدیث سنا کر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہنسے پھر آپ نے حدیث سننے والوں سے کہا تم نے مجھ سے

پوچھا نہیں میں کیوں ہنسا۔ لوگوں نے کہا بتلایئے آپ کیوں ہنسے۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ حدیث سنا کر اس طرح ہنستے تھے۔ صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کیوں ہنسے فرمایا اللہ تعالیٰ کے ہنسنے کی وجہ سے۔ جب اس شخص نے یہ کہا کیا تو مجھ سے مذاق کرتا ہے حالانکہ تو رب العالمین ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں مذاق نہیں کرتا لیکن میں ہر چیز پر قادر ہوں۔ (مسند امام احمد، جلد 1، ص 391۔ مسلم شریف، جلد 1، ص 105۔ طبرانی کبیر، جلد 18، ص 77)

حدیث نمبر 64.

حضرت عدی بن حاتم بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کچھ لوگوں کے لئے جنت کا حکم دیا جائے گا جب وہ جنت کے قریب پہنچیں گے اور جنت کی خوشبو سونگھیں گے اور اس کے محلات کو دیکھیں گے اور جو کچھ اہل جنت کے لئے تیار کیا گیا وہ سب کچھ دیکھیں گے تو آواز آئے گی ان کو واپس لے آؤ ان نعمتوں میں ان کا حصہ نہیں ہے وہ ایسی حسرت کے ساتھ واپس لوٹیں گے کہ ان سے پہلے ایسی حسرت سے کوئی نہ واپس ہوا ہوگا وہ کہیں گے اے ہمارے رب اگر تو ہمیں جہنم میں داخل کر دیتا تو یہ اس سے بہتر تھا کہ تو نے ہمیں جنت میں اپنا ثواب اور اولیاء کے لئے جو کچھ جنت میں تیار کیا دکھا دیا۔ خدا تعالیٰ فرمائے گا میں نے تمہارے ساتھ یہ سلوک اس لئے کیا کہ تم خلوت میں میرے ساتھ جنگ کرتے تھے اور جب لوگوں سے ملتے تھے تو لوگوں کو دکھانے کے لئے بڑے فرمانبردار بنتے تھے حالانکہ تمہارے دلوں میں فرمانبرداری نام کا کوئی جذبہ نہ تھا۔ لوگوں سے ڈرتے تھے مجھ سے نہیں ڈرتے تھے لوگوں کی عزت

کرتے اور میری تعظیم نہ کرتے تھے۔ میں نے تمہارے لئے ثواب حرام کر دیا آج تم دردناک عذاب چکھو۔ (طبرانی کبیر، جلد 17، ص85)

حدیث نمبر 65.

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حطیم میں تشریف فرما تھے۔ میں قریب سے گزری آپ نے فرمایا اے ام فضل تو ایک لڑکے سے حاملہ ہے انہوں نے عرض کی یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ قریش نے قسم کھا رکھی ہے کہ ان کے ہاں اولاد پیدا نہ ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایسا ہی ہوگا جیسا کہ میں نے کہہ دیا ہے۔ جب وہ لڑکا پیدا ہو تو اسے میرے پاس لے آنا۔ جا اس کے ساتھ چلی جا تو دیکھے گی وہ لڑکا بڑا صاحب فراست ہوگا۔ حضرت ام فضل فرماتی ہیں کہ میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور ان کو اطلاع دی انہوں نے لباس پہنا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور وہ لمبے قد کے خوبصورت آدمی تھے۔ جب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا تو آپ ان کی طرف کھڑے ہوئے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا پھر ان کو اپنے دائیں طرف بٹھا لیا اور فرمایا یہ میرا چچا ہے جو چاہے اپنے چچا پر فخر کرے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی وجہ دریافت کی فرمایا میں کیوں نہ کہوں کہ آپ میرے چچا ہیں اور آپ میرے آباؤ اجداد کی نشانی ہیں اور چچا باپ (کے قائم مقام) ہوتا ہے۔

(طبرانی کبیر، جلد10، ص235۔ مجمع الزوائد، جلد9، ص285)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا تعالیٰ

نے علم مافی الارحام عطا فرمایا تھا۔ آپ کو پتہ تھا کہ ام فضل کے پیٹ میں لڑکا ہے چنانچہ بعد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے جو آگے چل کر بہت بڑے مفسر قرآن ہوئے اور اسلام میں بلند پایہ عالم دین ہوئے۔

حدیث نمبر 66.

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آدھی رات کے وقت جنت البقیع میں دعا کے لئے تشریف لے گئے اور آپ کے ساتھ حضرت ابورافع تھے۔ وہاں آپ نے جو چاہا دعا مانگی پھر آپ واپس تشریف لائے۔ ایک قبر سے آپ کا گزر ہوا اور فرمایا اُف اُف ابورافع نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے سوا آپ کے ساتھ کوئی نہیں میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں کیا آپ نے مجھ پر اُف کیا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نہیں میں اس صاحب قبر پر اُف کیا ہے۔ اس سے میرے بارے میں سوال ہوا ہے اور اس نے میری ذات میں شک کیا ہے۔ (طبرانی کبیر، جلد 1، ص 322)

حدیث نمبر 67.

حضرت ابوقیس نے کہا میں نے ابوزمعہ سے سنا اور یہ اصحاب شجرہ میں سے تھے جنہوں نے ایک درخت کے نیچے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بیعت کی تھی۔ یہ فسطاط کی مسجد کے صحن میں آ کر کھڑے ہو گئے اور ان کو یہ خبر ملی تھی کہ عبداللہ بن عمرو لوگوں پر سختی کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا لوگوں پر سختی نہ کرو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے 97 آدمی قتل کئے وہ ایک عالم کے پاس گیا اور کہا میں نے 97 آدمی قتل کئے ہیں۔ کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ اس نے کہا نہیں اس نے اس عالم

کو بھی قتل کر دیا پھر ایک دوسرے عالم کے پاس گیا اور کہا میں نے 98 آدمی قتل کئے ہیں کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ اس نے کہا نہیں اس نے اس عالم کو بھی قتل کر دیا پھر ایک تیسرے عالم کے پاس گیا اور کہا میں نے 99 آدمی قتل کئے ہیں ان میں سے دو عالم تھے کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے۔ اس عالم نے کہا تو نے بہت بُرا کام کیا اگر میں کہوں کہ خدا گناہوں کا بخشنے والا نہیں تو میں جھوٹا ہوں گا۔ جا اللہ سے توبہ کر اس نے کہا اب میں آپ کے ساتھ رہوں گا۔ آپ سے جدا نہ ہوں گا وہ اس شرط پر عالم کے ساتھ رہنے لگا کہ اس نے وعدہ کیا کہ میں آپ (عالم) کی کبھی نافرمانی نہ کروں گا۔ پس وہ اس عالم کی خدمت کرنے لگا ایک دن ایک آدمی مر گیا لوگوں نے اس کی بُرائی بیان کی جب وہ دفن کر دیا گیا تو یہ اس کی قبر پر بیٹھ کر بہت رویا پھر ایک اور آدمی مر گیا لوگوں نے اس کی تعریف کی جب وہ دفن کیا گیا تو یہ اس کی قبر پر بیٹھ کر بہت ہنسا اس کے ساتھیوں نے اس بات کو پسند نہ کیا لوگ جمع ہو کر اس عالم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ نے ایک قاتل کو پناہ دے رکھی ہے۔ آپ نے دیکھا کہ اس نے کیا کیا ہے اس کو بھی اس بات کا علم ہو گیا۔ وہ اس عالم کے پاس آ کر کہنے لگا کہ آپ مجھے کسی بات کا حکم دیں اس عالم نے کہا جاؤ تنور میں آگ جلاؤ۔ اس نے ایسا ہی کیا عالم نے کہا جاؤ اس چلتے تنور میں جا کر بیٹھ جاؤ وہ جا کر تنور میں بیٹھ گیا پھر راہب نے کہا میرا خیال ہے کہ وہ جلتے ہوئے تنور میں چلا گیا ہے۔ عالم نے جا کر دیکھا وہ تنور میں زندہ ہے اور اس کو پسینہ آ رہا ہے۔ عالم نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کو باہر نکالا اور کہا اب یہ لائق نہیں کہ تو میری خدمت کرے بلکہ میں تیری خدمت کروں گا۔ اب مجھے بتا کہ تو پہلی قبر پر کیوں رویا اور دوسری قبر کیوں ہنسا۔ اس نے کہا پہلے کے گناہوں کی وجہ سے مجھے اپنے گناہ یاد آ گئے جس وجہ سے میں رویا اور دوسرے کے نیک اعمال کا

صلہ جو اس کو قبر میں ملا اس وجہ سے میں ہنسا بعد میں وہ بنی اسرائیل کا ایک عظیم انسان بن گیا۔ (طبرانی کبیر، جلد 22، ص 311۔ کنز العمال۔ مجمع الزوائد، جلد 10، ص 213)

حدیث نمبر 68.

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دیہاتی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی میں گھوڑے کو پسند کرتا ہوں کیا جنت میں گھوڑا ہو گا۔ آپ نے فرمایا جب تو جنت میں داخل ہو گا تیرے پاس گھوڑا لایا جائے گا جو یاقوت کا ہو گا اس کے دو پر ہوں گے تو اس پر سوار کیا جائے گا جہاں تو چاہے گا وہ تجھے اُڑا کر لے جائے گا۔

(طبرانی کبیر، جلد 4، ص 180)

حدیث نمبر 69.

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک دن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں میں آنسو ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ کو کسی نے ناراض کر دیا کیا وجہ ہے آپ رو رہے ہیں فرمایا ابھی تھوڑی دیر ہوئی میرے پاس سے جبریل علیہ السلام اُٹھ کر گئے ہیں۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ بے شک حضرت حسین فرات کے کنارے قتل کئے جائیں گے۔ پھر جبریل علیہ السلام نے عرض کی کیا آپ قتل گاہ کی مٹی سونگھنا چاہتے ہیں میں نے کہا ہاں انہوں نے اپنا ہاتھ لمبا کیا اور مُٹھی بھر مٹی مجھے عطا کی (میں نے اس کو سونگھا) اور روئے بغیر رہ نہ سکا۔

(مسند امام احمد، جلد 1، ص 85۔ مسند ابی یعلیٰ، جلد 1، ص 298)

حدیث نمبر 70.

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ تَسْبِقُهٗ بَعْضُ اَعْضَائِهٖ اِلَى الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلٰى زَيْدِ بْنِ صُوْحَانَ○

ترجمہ: جو اس بات کو پسند کرتا ہے کہ کسی آدمی کو دیکھے جس کے اعضا کا بعض حصہ اس سے پہلے جنت میں پہنچ جائے وہ زید بن صوحان کو دیکھ لے۔

(مجمع الزوائد، جلد 9، ص 398۔ مسند ابی یعلیٰ، جلد 1، ص 393۔ تاریخ بغداد، جلد 7، ص 57۔ جلد 11، ص 205)

حدیث نمبر 71.

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا۔

طَلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ جَارَايَ فِي الْجَنَّةِ○

ترجمہ: حضرت طلحہ اور زبیر جنت میں ایک دوسرے کے ہمسائے ہیں۔

(ترمذی، جلد 2، ص 215۔ مسند ابی یعلیٰ، جلد 1، ص 395)

حدیث نمبر 72.

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لَا يَزَالُ اَمْرُ اُمَّتِيْ قَائِمًا بِالْقِسْطِ حَتّٰى يَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ يَّثْلِمُهٗ رَجُلٌ مِنْ بَنِيْ اُمَيَّةَ يُقَالُ لَهٗ يَزِيْدُ○

ترجمہ: میری امت میں حکومت انصاف کے ساتھ چلتی رہے گی جو سب سے پہلے اس کو بدلے گا وہ بنی امیہ کا ایک آدمی ہوگا جس کا نام یزید ہوگا۔

(مسند ابی یعلی، جلد2،ص176)

حدیث نمبر73.

حضرت ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن جہنم سے ایک گردن نکلے گی جو کہے گی تین قسم کے لوگ میرے ہیں سرکش جابر خدا کے ساتھ شریک ٹھہرانے والا اور جو کسی کو بلاوجہ قتل کر دے۔ (مجمع الزوائد، جلد10،ص392۔ مسند امام احمد، جلد3،ص40۔ مسند ابی یعلی، جلد2،ص375)

حدیث نمبر74.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں کمزور مہاجرین کے گروہ میں تھا لباس کی قلت کی وجہ ہم ایک دوسرے کی اوٹ لے کر پردہ کرتے تھے اور ہمارا قاری ہم پر قرآن کی تلاوت کر رہا تھا اور ہم اس سے خدا کی کتاب سن رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور آکر ہمارے قریب کھڑے ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری پر قاری خاموش ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم کیا کر رہے تھے۔ ہم نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قاری صاحب قرآن پڑھ رہے تھے اور ہم اللہ کی کتاب سن رہے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تمام تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے ہیں جن کے ساتھ مجھے صبر کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ پھر رسول خدا صلی اللہ

آلہ وسلم ہمارے درمیان بیٹھ گئے تاکہ آپ سب کے قریب رہیں اور ہاتھ سے اشارہ فرمایا کہ میری طرف گھوم جاؤ۔ لوگ اس طرح ہو گئے کہ سب کے چہرے آپ کی طرف ہو گئے اور آپ نے فرمایا اے درویش مہاجرین کی جماعت تمہیں قیامت کے دن دائمی نور کی بشارت ہو تم جنت میں مالداروں کی نسبت نصف دن جو کہ پانچ سو سال کے برابر ہوگا پہلے داخل ہو گے۔

(مسند امام احمد، جلد 3، ص 63۔ مسند ابی یعلیٰ، جلد 2، ص 382)

حدیث نمبر 75.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ:

مَنْ سَرَّهُ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى رَجُلٍ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ اِلَى الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ ٥ (مسند ابی یعلیٰ، جلد 3، ص 397۔ مجمع الزوائد، جلد 9، ص 187)

ترجمہ: جو کسی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہے وہ حسین ابن علی کو دیکھ لے۔

حدیث نمبر 76.

حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک روز آخری رات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ کے راستے میں قیام کیا اور بلال رضی اللہ عنہ کو یہ خدمت سپرد کی کہ وہ نماز (فجر) کے لئے جگا دے۔ بلال رضی اللہ عنہ بھی سو گئے اور دوسرے لوگ بھی اور اس وقت جاگے جب آفتاب طلوع ہو چکا تھا لوگ گھبرا گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو حکم دیا کہ فوراً سوار ہو جاؤ چنانچہ یہاں سے نکل کر ایک وادی میں پہنچے اور فرمایا کہ یہ ایک ایسا جنگل ہے جس پر شیطان مسلط ہے یہاں سے روانہ ہوئے اور جب اس جنگل سے باہر ہو

گئے تو آپ نے فرمایا یہاں اترو اور وضو کرو اور بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اذان کہے اور تکبیر کہے۔ پھر نماز پڑھائی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو اور جب نماز سے فارغ ہو کر واپس ہوئے تو لوگوں کو گھبرایا ہوا پایا اور فرمایا لوگو خدا نے ہماری روحیں قبض کر لیں تھیں اگر وہ چاہتا تو وہ ہماری روحوں کو دوسرے وقت میں واپس کر دیتا پس جب تم میں سے کوئی سو جائے اور نماز سے غافل ہو جائے یا نماز کو بھول جائے اور اس غفلت ونسیان سے گھبرا جائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس نماز کو اسی طرح پڑھ لے جس طرح اس کے وقت پر اس کو پڑھتا تھا۔ اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا بلال کھڑا ہوا نماز پڑھ رہا تھا۔ شیطان اس کے پاس آیا اور اس کو تکیہ لگانے پر آمادہ کیا پھر جب وہ سو گیا تو دیر تک اس کو تھپکتا رہا جس طرح بچوں کو تھپکتے ہیں یہاں تک کہ وہ غافل ہو کر سو گیا۔ اس کے بعد آپ نے بلال رضی اللہ عنہ کو طلب فرمایا بلال رضی اللہ عنہ نے وہی صورت بیان کی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بیان کی تھی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بلال رضی اللہ عنہ کا بیان سن کر کہا میں شہادت دیتا ہوں آپ خدا کے سچے رسول ہیں۔

(مشکوٰۃ باب الاذان)

اگر کسی کے ذہن میں یہ اعتراض پیدا ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ عَیْنَیَّ تَنَامَانِ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ ٥

ترجمہ: میری دونوں آنکھیں نیند کی حالت میں سوتی ہیں دل نہیں سوتا۔

دل پاک بیدار اور چشم خفتہ
نرالا تھا عالم میں سونا تمہارا

اگر دل جاگتا ہے تو آپ کو نماز فجر کے وقت بیدا ہو جانا چاہیے تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کی نماز فجر اس لئے قضا نہ ہوئی کہ دل غافل ہو گیا تھا بلکہ وہ فجر یوں قضا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت خاص میں انوار وتجلیات کے مشاہدہ میں آپ کے دل کو مستغرق کر دیا تھا تا کہ امت کو قضا نماز پڑھنے کا طریقہ معلوم ہو جائے۔

حدیث نمبر 77.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب خدا تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس کی پشت پر ہاتھ پھیرا پھر اس کی پشت سے وہ تمام جانیں نکل پڑی جن کو آدم کی اولاد میں خدا تعالیٰ قیامت تک پیدا کرنے والا تھا۔ پھر خدا نے ان میں سے ہر ایک کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور کی چمک رکھی اور پھر ان سب کو حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے کھڑا کیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی اے رب یہ کون ہیں خدا نے فرمایا یہ سب تیری اولاد ہیں۔ آدم علیہ السلام نے ان لوگوں میں سے ایک کی آنکھوں کے درمیان نور دیکھ کر حیران رہ گئے کیونکہ وہ نور غیر معمولی تھا اور خدا سے پوچھا اے رب یہ کون ہے۔ خدا نے فرمایا یہ داؤد ہے آدم علیہ السلام نے پوچھا اے رب اس کی عمر کتنی مقرر ہوئی ہے۔ خدا نے فرمایا ساٹھ برس۔ آدم علیہ السلام نے کہا اے رب اس کی عمر میں میری عمر سے چالیس سال زیادہ کر دے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب آدم علیہ السلام کی عمر میں چالیس سال باقی رہ گئے تو موت کا فرشتہ ان کے پاس آیا۔ آدم علیہ السلام نے کہا ابھی میری عمر میں چالیس سال باقی نہیں ہیں۔ موت کے فرشتے نے کہا کیا آپ نے

اپنی عمر سے چالیس سال اپنے بیٹے داؤد کو نہیں دیئے تھے۔ پس آدم علیہ السلام نے اس سے انکار کیا اور ان کی اولاد بھی انکار کرتی ہے۔ (ابن حبان، جلد 8، ص 14۔ سند ابی یعلیٰ، جلد 5، ص 100۔ باب الایمان القدر، مشکوٰۃ)

حدیث نمبر 78.

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنی نجار کے قبرستان میں اپنے خچر پر سوار تھے اور ہم بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اچانک آپ کی خچر بگڑی اور قریب تھا کہ آپ کو گرا دے ناگہاں وہاں پانچ چھ قبریں معلوم ہوئیں۔ آپ نے فرمایا ان قبروں کے اندر جو لوگ ہیں کوئی ان کو جانتا ہے ایک آدمی نے کہا میں جانتا ہوں آپ نے پوچھا وہ کس حال میں مرے تھے۔ اس شخص نے عرض کی شرک کی حالت میں آپ نے فرمایا یہ امت آزمائی جاتی ہے اپنی قبروں میں اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تم (مردوں کو) دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں ضرور اللہ سے دعا کرتا کہ وہ تم کو بھی قبر کے عذاب کو سنا دے جس طرح کہ میں سنتا ہوں۔ اس کے بعد آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اللہ سے دعا کرو کہ وہ آگ کے عذاب سے بچا لے۔

(باب اثبات عذاب القبر، مشکوٰۃ)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ:

(۱) عذاب قبر برحق ہے کہ آپ نے ان کی قبروں سے عذاب قبر کی آواز سنی۔

(۲) خدا تعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطا کیا کہ آپ نے قبروں کے اندر مدفون لوگوں کی برزخی زندگی کو جان لیا کہ ان کو عذاب ہو رہا ہے۔

(۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خچر پر سوار تھے وہ ان اہل قبور کے عذاب کو دیکھ کر ڈر گیا۔ جب اللہ کا رسول ایک خچر پر سوار ہو جائے تو اس کی نگاہ میں اتنی طاقت آجاتی ہے کہ وہ منوں مٹی کے اندر کے حالات دیکھ لیتی ہے اور اگر آپ ہجرت کی رات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر سوار ہو جائیں تو آپ کی نگاہ میں کتنی طاقت آئی ہوگی۔

(۴) خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو وہ نگاہ عطا فرمائی ہے کہ عرش سے دل فرش تک کوئی چیز آپ سے پوشیدہ نہیں۔

سر عرش پر ہے تری گزر دل فرش پر ہے تری نظر
ملکوت و ملک میں کوئی شے نہیں وہ جو تجھ پر عیاں نہیں

حدیث نمبر 79.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ سعد بن معاذ کے وفات پا جانے پر ہم نے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر نماز جنازہ پڑھ لی اور ان کو قبر میں اتار کر قبر کی مٹی برابر کر دی گئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تسبیح پڑھی ہم نے بھی دیر تک تسبیح پڑھی پھر آپ نے تکبیر کہی ہم نے بھی تکبیر کہی پھر آپ سے پوچھا گیا۔

لِمَ سَبَّحْتَ ثُمَّ كَبَّرْتَ قَالَ لَقَدْ تَضَايَقَ عَلَى هٰذَا الْعَبْدِ الصَّالِحِ قَبْرُهٗ حَتّٰى فَرَّجَهُ اللّٰهُ عَنْهُ۝

ترجمہ: آپ نے تسبیح پھر تکبیر کیوں کہی فرمایا اس نیک بندے پر قبر تنگ ہو گئی تھی پھر خدا نے ہماری تسبیح و تکبیر سے اس کو کشادہ کر دیا۔

(باب اثبات عذاب القبر، مشکوۃ، مسند امام احمد، جلد 3، ص 360)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ:

(۱) جب قبر پر ذکر الٰہی کرنا جائز ہے اور صاحب قبر کو فائدہ دیتا ہے تو قبر پر قرآن پڑھنا بھی صاحب قبر کے لئے باعث راحت ہوسکتا ہے۔

(۲) جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تسبیح وتکبیر کہی تو صاحب قبر کی قبر کشادہ ہوگئی لہٰذا وفات یافتہ کی قبر پر اذان دینے سے بھی یہی فائدہ ہوسکتا ہے کیونکہ اذان میں چھ مرتبہ تکبیر ہے اس لئے قبر پر اگر اس نیت سے اذان دی جائے کی اگر صاحب قبر پر اس کی قبر تنگ ہوگئی ہوگی تو اذان سے کشادہ ہوجائے گی جائز ہے۔

(۳) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اس نیک بندے کی قبر اس پر تنگ ہوگئی تھی اور ہماری تسبیح وتکبیر سے کشادہ ہوگئی ہے۔ یہ ایک ایسا امر ہے جس کا تعلق علم غیب سے ہے۔ پس معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔

حدیث نمبر 80.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

هٰذَا الَّذِیْ تَحَرَّكَ لَهُ الْعَرْشُ وَفُتِحَتْ لَهُ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَشَهِدَهٗ سَبْعُوْنَ اَلْفًا مِّنَ الْمَلَآئِكَةِ○ (باب اثبات عذاب القبر، مشکوٰۃ)

ترجمہ: (سعد بن معاذ) وہ شخص ہے جس کے لئے عرش نے حرکت کی اور کھولے گئے اس کے لئے آسمان کے دروازے اور ان کے جنازے پر ستر ہزار فرشتے ہوئے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی روح جب آسمانوں کی طرف گئی تو عرشِ الٰہی خوش سے جھومنے لگا آسمان کے دروازے کھل گئے۔

(۲) حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ وہ خوش قسمت صحابی ہیں جن کے جنازے پر ستر ہزار فرشتے نازل ہوئے ہیں اور یہ سب کچھ آپ کی عظمت، شرف اور مرتبے کے اظہار کے لئے ہوا۔

(۳) عرش کی جنبش آسمانی دروازوں کا کھلنا اور فرشتوں کا نزول وہ خبریں ہیں جن کا تعلق علم غیب سے ہے جس سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو علم غیب کی دولت بطور حظ وافر عطا فرمائی ہے۔

حدیث نمبر 81.

حضرت عمرہ بنت عبدالرحمٰن بیان کرتی ہیں کہ حضرت عائشہ کے سامنے جب اس کا ذکر ہوا کہ عبداللہ بن عمر یہ کہتے ہیں کہ میت پر زندہ آدمیوں کے رونے کے سبب عذاب کیا جائے گا تو انہوں نے فرمایا خدا ابن عمر کو بخشے انہوں نے جھوٹ نہیں بولا لیکن وہ بھول گئے یا بیان میں غلطی کی واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک یہودی عورت کی قبر کے پاس سے گزرے جس پر رویا جا رہا تھا آپ نے فرمایا۔

اِنَّھُمْ لَیَبْکُوْنَ عَلَیْھَا وَاِنَّھَا لَتُعَذَّبُ فِیْ قَبْرِھَا ٥

ترجمہ: یہ لوگ اس پر رو رہے ہیں اور اس پر عذاب کیا جا رہا ہے۔

(باب البکاء علی المیت مشکوٰۃ)

قبر میں کسی کی کیا حالت ہے اس کو ہر آدمی نہیں جان سکتا اور نہ ہی اس کا

ادراک حواس خمسہ سے ہو سکتا ہے لہٰذا اس کا تعلق علم غیب سے ہے۔ معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔

حدیث نمبر 82.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے یہ واقعہ بیان کیا کہ بدر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چند صحابی آئے اور باہم کہنا شروع کیا کہ فلاں آدمی شہید ہے اور فلاں شہید ہے یہاں تک کہ وہ یہ کہتے ہوئے ایک شخص کی نعش پر سے گزرے اور کہا فلاں شہید ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سن کر فرمایا ہرگز نہیں میں نے اس کو دوزخ میں دیکھا اس نے مال غنیمت سے ایک چادر چرائی تھی۔
(باب قسمۃ الغنائم والغلول فیھا مشکوٰۃ)

کسی کو دوزخ میں دیکھنا اور دوزخ میں جانے کا سبب جان لینا ایسا امر ہے جس کا تعلق علم غیب سے ہے اور یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کی ایک روشن اور صریح دلیل ہے۔

حدیث نمبر 83.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ دجال کی دونوں آنکھوں کے درمیان ک ف ر لکھا ہوگا اور اسے ہر ان پڑھ اور پڑھا ہوا پڑھ لے گا اور وہ تھوڑے لوگوں کے ساتھ نکلے گا اور کھانے کی اس کے ساتھ قلت ہوگی اور وہ سوائے مدینہ طیبہ کے عرب کے تمام شہروں میں داخل ہوگا۔ ایک آدمی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا وہ مدینہ کا ارادہ نہ کرے گا فرمایا ارادہ تو کرے گا لیکن فرشتے صف بستہ مدینہ

کی گلیوں اور دروازوں کی حفاظت کرتے ہوں گے۔

(مسند ابی یعلیٰ، جلد 5، ص 369)

حدیث نمبر 84.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اپنے کھجوروں کے باغ میں تھے جب اس نے آپ کی آمد کے بارے میں سنا تو حاضر خدمت ہوا اور عرض کی میں آپ سے کچھ ایسی چیزوں کے بارے میں سوال کرتا ہوں جن کو سوائے نبی کے کوئی نہیں جانتا اگر آپ نے بتا دیا تو آپ اللہ کے رسول ہیں اس نے آپ سے تین چیزوں کے بارے میں پوچھا۔

(۱) بچے کی مشابہت کے بارے میں سوال کیا۔

(۲) سب سے پہلے کس چیز کی وجہ سے لوگوں کا حشر ہوگا۔

(۳) اہل جنت سب سے پہلے کون سی چیز کھائیں گے۔

آپ نے فرمایا ان چیزوں کے بارے میں مجھے جبریل علیہ السلام ابھی بتا کر گئے ہیں۔ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ تو یہودیوں کا دشمن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب مرد کا مادہ منویہ عورت کے مادہ پر غالب آجائے تو بچہ مرد کی مشابہت پر پیدا ہوتا ہے اور اگر عورت کا مادہ مرد کے مادہ پر غالب آجائے تو بچہ عورت سے مشابہت رکھتا ہے اور سب سے پہلے جس وجہ سے لوگوں کا حشر ہوگا وہ ایک آگ ہوگی جو مشرق سے آئے گی اور لوگوں کو مغرب کی طرف لے جائے گی اور جنتی سب سے پہلے مچھلی کا جگر کھائیں گے۔

(مسند ابی یعلیٰ، جلد 6، ص 139۔ مسند امام احمد، جلد 3، ص 271)

حدیث نمبر 85.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دن ڈھلے تشریف لائے ظہر کی نماز ادا فرمائی جب سلام پھیرا تو منبر پر جلوہ گر ہو کر قیامت کا ذکر فرمایا اور اس سے پہلے بڑی بڑی نشانیاں ظاہر ہوں گی ان کا تذکرہ فرمایا اور فرمایا۔

مَنْ اَحَبَّ اَنْ یَّسْئَلَ عَنْ شَیْءٍ فَلْیَسْئَلْ عَنْہُ فَوَاللّٰہِ لَا تَسْئَلُوْنِیْ عَنْ شَیْءٍ اِلَّا حَدَّثْتُکُمْ بِہٖ مَادُمْتُ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَاo

ترجمہ: جو کسی چیز کے بارے میں مجھ سے پوچھنا چاہتا ہے پوچھ لے خدا کی قسم جب تک اس مقام پر ہوں تم جس چیز کے بارے میں بھی مجھ سے پوچھو گے میں تمہیں اس کی خبر دے دوں گا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہا میرے باپ کا ٹھکانہ کہاں ہے فرمایا دوزخ پھر عبداللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا میرا باپ کون ہے فرمایا تیرا باپ حذافہ ہے پھر آپ نے بار بار فرمایا پوچھ لو حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھٹنوں کے بل ہو کر عرض کرنے لگے ہم اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہو گئے۔

(ابن حبان، جلد 1، ص 159۔ مسند ابی یعلیٰ، جلد 6، ص 286)

حدیث نمبر 86.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں

ابوالقاسم کی جان ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور اس حال میں نازل ہوں گے انصاف کرنے والے امام عدل کرنے والے حاکم اور صلیب کو توڑ دیں گے اور خنزیر کو قتل کرنے والے ہوں گے ان پر مال پیش کیا جائے گا وہ قبول نہ کریں گے پھر:

لَئِنْ قَامَ عَلٰی قَبْرِیْ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ لَاُجِیْبَنَّہٗ○

ترجمہ: اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہو کر یا محمد کہیں گے تو میں ضرور جواب دوں گا۔

(مسند ابی یعلیٰ، جلد 11، ص 462۔ مجمع الزوائد، جلد 8، ص 5)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) حضرت عیسیٰ علیہ السلام ضرور نازل ہوں گے۔

(۲) آپ آسمان پر زندہ موجود ہیں۔

(۳) آپ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یا محمد کہہ کر پکاریں گے جو اس بات کی دلیل ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بعد وفات یا محمد یا رسول اللہ کہہ کر پکارنا جائز ہے اگر یہ شرک ہوتا تو اللہ کا نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ کو یا محمد کہہ کر نہ پکارتا اس لئے کہ اللہ کا نبی شرک مٹانے کے لئے آتا ہے پھیلانے کے لئے نہیں۔

(۴) حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام مجھے یا محمد کہہ کر پکاریں گے تو میں ضرور جواب دوں گا۔ یہ اس امر کی بین دلیل ہے کہ آپ اپنی قبر انور میں حیات حقیقی کے ساتھ زندہ ہیں۔

(۵) یہ تمام متذکرہ امور اس بات کا ثبوت ہیں کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو علوم غیبیہ عطا فرمائے ہیں کیونکہ یہ واقعات تو قرب قیامت رونما ہوں گے لیکن آپ نے پہلے بیان کر دیئے۔

حدیث نمبر 87.

ایک مرتبہ حضرت حفصہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہما حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کاش میرے ساتھ میرا کوئی صحابی ہوتا تا کہ ہم باتیں کرتے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ کو بلائیں کہ وہ آپ کے ساتھ باتیں کریں فرمایا نہیں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی کیا عمر کو بلائیں کہ وہ آپ سے باتیں کریں فرمایا نہیں بلکہ حضرت عثمان کو بلاؤ۔ حضرت عثمان تشریف لائے دونوں مستورات اُٹھ کر پردے میں چلی گئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے عثمان تو شہادت کی وفات پائے گا صبر کرنا خدا تجھے صبر دے۔ خدا تعالیٰ ایک قمیص تجھے پہنائے گا وہ اتارنا نہیں (اپنی خلافت کے) ساڑھے بارہ سال گزار کر تو خدا سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ تجھ سے راضی ہو گا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے لئے دعا مانگی اے اللہ اسے صبر دے پھر عثمان رضی اللہ عنہ نکل کر تشریف لے گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تجھے صبر دے تو عنقریب شہید ہو گا تو روزے کی حالت میں وفات پائے گا اور تو روزہ میرے پاس افطار کرے گا۔

(مسند ابی یعلیٰ، جلد 12، ص 474۔ مجمع الزوائد، جلد 9، ص 89)

اس حدیث میں مندرجہ ذیل امور غیبیہ بیان ہوئے۔

(۱) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خدا تعالیٰ خلافت کا لباس پہنائے گا۔

(۲) آپ کی خلافت کی مدت ساڑھے بارہ سال ہو گی۔

(۳) باغی آپ کا لباس خلافت اتارنا چاہیں گے۔

(۴) آپ کو خدا تعالیٰ شہادت کی وفات دے گا۔

(۵) شہادت کے بعد آپ خدا تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کریں گے کہ خدا تعالیٰ آپ سے راضی ہوگا۔

(۶) شہادت کے روز آپ نے روزہ رکھا ہوگا اور وہ روزہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں افطار کریں گے۔

حدیث نمبر 88.

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب کوئی آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کرتا اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منظور ہوتا تو ہاں میں جواب دیتے اور اگر منظور نہ ہوتا تو خاموش رہتے کسی چیز کے لئے نہ نہیں فرماتے تھے۔ ایک روز ایک اعرابی نے حاضر ہو کر سوال کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش رہے پھر سوال کیا سکوت فرمایا پھر سوال کیا اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جھڑکنے کے انداز میں فرمایا۔

سَلْ مَا شِئْتَ يَا أَعْرَابِيُّ ۝

ترجمہ: اے دیہاتی تیرا جو جی چاہے ہم سے مانگ لے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمیں اس اعرابی پر رشک آیا ہم نے اپنے دل میں کہا اب یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنت مانگے گا۔ اعرابی نے کہا تو کیا کہا کہ میں آپ سے سواری کا ایک اونٹ مانگتا ہوں۔ فرمایا عطا ہوا عرض کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زادِ راہ مانگتا ہوں فرمایا عطا ہوا ہمیں اس کے ان سوالوں پر تعجب ہوا۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کتنا فرق ہے اس اعرابی کی مانگ اور بنی اسرائیل کی ایک بڑھیا کے سوال میں پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کا ذکر فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کو دریا پار اترنے کا حکم

ہوا کنارے تک پہنچے خدا تعالیٰ سواریوں کے منہ پھیر دیئے کہ خود بخود پلٹ آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ یہ کیا حال ہے۔ ارشاد ہوا تم قبر یوسف کے پاس ہو ان کا جسم مبارک اپنے ساتھ لے جاؤ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو قبر کا پتہ نہ تھا۔ فرمایا اگر تم میں کوئی جانتا ہو تو بتادو لوگوں نے عرض کی شاید بنی اسرائیل کی پیرزن کو معلوم ہو اس کے پاس آدمی بھیجا کہ کیا تجھے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر معلوم ہے اس نے کہا ہاں فرمایا تو بتادو عرض کی۔

لَاوَاللّٰهِ حَتّٰى تُعْطِيَنِىْ مَا اَسْئَلُكَ ٥

ترجمہ: خدا کی قسم نہ بتاؤں گی یہاں تک کہ میں جو کچھ آپ سے مانگوں آپ مجھے عطا فرمادیں۔

فرمایا تیری عرض قبول ہوئی اس نے عرض کی۔

فَاِنِّىْ اَسْئَلُكَ اَنْ اَكُوْنَ مَعَكَ فِى الدَّرَجَةِ الَّتِىْ تَكُوْنُ فِيْهَا فِى الْجَنَّةِ ٥

ترجمہ: میں آپ سے یہ مانگتی ہوں میں جنت میں آپ کے ساتھ رہوں اس درجے میں جس میں آپ ہوں گے آپ نے فرمایا جنت مانگ لے پیرزن نے کہا خدا کی قسم میں نہ مانوں گی مگر یہی کہ آپ کے ساتھ رہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس سے یہی ردو بدل کرتے رہے اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی جو یہ مانگ رہی ہے اسے وہی عطا کردو اس میں تمہارا کچھ نقصان نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے جنت میں اپنی رفاقت عطا فرمادی اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کی قبر کا پتہ بتادیا حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام کا جسد لے کر دریا عبور فرما گئے۔

(طبرانی اوسط، جلد8، ص376۔ مسند ابی یعلیٰ، جلد13، ص236۔ مجمع الزوائد، جلد10، ص170۔ ابن حبان، جلد2، ص53)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ:

(۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعرابی سے فرمایا جو چاہو مانگ لو معلوم ہوا کہ سب کچھ عطا فرمانے کا اختیار ہے۔

(۲) آپ کا یہ ارشاد سن کر صحابہ خصوصاً حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو رشک پیدا ہوا کہ کاش یہ عام انعام کا ارشاد اکرام ہمیں نصیب ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اختیار عطا فرما چکے اب یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جنت مانگے گا۔ معلوم ہوا بحمد اللہ تعالیٰ صحابہ کرام کا یہ عقیدہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ خدا تعالیٰ کے تمام خزائن تک پہنچتا ہے۔ یہاں تک کہ خدا کی سب سے اعلیٰ نعمت یعنی جنت جسے چاہیں عطا فرمادیں اور یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ معلوم ہوا ہمارے عقائد وہی ہیں جو صحابہ کرام کا عقائد تھے۔

(۳) خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اعرابی کی مانگ پر تعجب کیا کہ ہم نے تو اختیار عام دے دیا تھا مگر یہ ہم سے دنیا مانگنے لگا اگر بنی اسرائیل کی پیرزن کی طرح ہم سے جنت کا اعلیٰ مقام مانگتا تو ہم عطا کر دیتے۔

(۴) بنی اسرائیل کی پیرزن نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خدائی کارخانے کا مختار جان کر جنت کا اعلیٰ مقام مانگا اگر یہ عقیدہ اچھا نہ ہوتا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام انکار فرمادیتے۔

(۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا واقعہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرما کر ہمارے عقیدہ دربارہ علم غیب کی تصدیق فرمادی کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو علم ماکان ومایکون عطا فرمایا ہے۔

حدیث نمبر 89.

جب مسجد نبوی کی تعمیر ہو رہی تھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسر سے فرمایا بے شک تو ثواب پر حریص ہے عرض کی ہاں فرمایا۔

اِنَّكَ مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَلَتَقْتُلُكَ الْفِئَةُ الْبَاغِيَةُ ٥

ترجمہ: بے شک تو جنتی ہے اور تجھے باغیوں کا ایک گروہ شہید کرے گا۔

(مجمع الزوائد، جلد 9، ص 297۔ مسند ابی یعلیٰ، جلد 13، ص 334۔ تاریخ کبیر، جلد 5، ص 283)

حدیث نمبر 90.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرا ہاتھ پکڑا اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے مٹی یعنی زمین ہفتہ کے دن پیدا فرمائی اور اس پر پہاڑ اتوار کے دن پیدا کیے۔ درخت پیر کے دن مکروہ چیزیں منگل کے روز اور نور بدھ کے دن جانور جمعرات اور حضرت آدم جمعہ کے دن بعد عصر ٥ (مسند ابی یعلیٰ، جلد 10، ص 513۔ تاریخ کبیر، جلد 1، ص 413۔ مسند امام احمد، جلد 2، ص 327)

حدیث نمبر 91.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دو آدمی جنگل میں جا رہے تھا۔ ایک عابد تھا اور دوسرا گنہگار تھا عابد کو پیاس لگی یہاں تک کہ گر گیا وہ بدکار آدمی جس کے پاس پانی کا برتن تھا اس عابد کو دیکھنے لگا اور وہ عابد (پیاس کی وجہ سے) بے ہوش تھا اس نے دل میں کہا میرے پاس پانی ہے اگر یہ عابد پیاسا مر گیا تو خدا کی طرف سے مجھے

کوئی اچھا صلہ نہیں ملے گا اور اگر میں اسے پانی پلا دوں تو پیاس کی وجہ سے میں مر جاؤں گا اس نے خدا پر توکل کیا اور اپنے ارادے میں پختگی پیدا کی اور اس عابد پر پانی چھڑک دیا اور باقی اس کو پلا دیا وہ عابد اُٹھ کر بیٹھ گیا پھر دونوں نے وہ جنگل طے کر لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دین یہ بدکار خدا کی بارگاہ میں حساب کے لئے کھڑا کیا جائے گا اور اس کے لئے جہنم کا حکم دیا جائے گا۔ فرشتے اسے لے جائیں گے۔ وہ (راستے میں) عابد کو دیکھے گا اور کہے گا اے فلاں کیا تو نے مجھے پہنچانا نہیں وہ (عابد) کہے گا تم کون ہو وہ کہے گا میں وہی ہوں جس نے آپ کو جنگل میں پانی پلایا تھا وہ کہے گا ہاں میں آپ کو پہچانتا ہوں وہ (عابد) فرشتوں سے کہے گا ٹھہر جاؤ وہ ٹھہر جائیں گے پھر خدا کی بارگاہ میں عابد کہے گا یا اللہ تو اس (بدکار) کی نیکی میرے ساتھ جانتا ہے۔ اس نے مجھے اپنے اوپر ترجیح دی یا اللہ یہ (بدکار) مجھے دیدے اللہ فرمائے گا لے جا پس وہ عابد اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے جنت میں داخل کر دے گا۔

(الترغیب والترہیب، جلد 2، ص 68۔ مسند ابی یعلی، جلد 7، ص 215۔ مجمع الزوائد، جلد 10، ص 382۔ کنز العمال، طبرانی اوسط، جلد 3، ص 429)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) پیاسے کو پانی پلانا بہت بڑے اجر و ثواب کا موجب ہے۔

(۲) اولیاء کرام قیامت کے دن باذن اللہ مقام شفاعت پر فائز ہوں گے ان کی شفاعت خدا کے ہاں مقبول ہو گی۔

(۳) یہ واقعہ حضور علیہ السلام سے پہلے زمانے کا ہے اور آپ نے اس کو بیان فرمایا جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو پہلے لوگوں کے حالات سے باخبر فرمایا اور آپ کو علم ماکان و مایکون عطا فرمایا۔

(۴) اولیاء کرام کی خدمت عبادت ہے کیونکہ جنت عبادت کے عوض ملتی ہے یا اللہ کے فضل سے اس بدکار کو جنت ایک ولی عابد کی خدمت سے ملی کہ اس نے اس کو پانی پلایا اور اس کے نتیجے میں آخر کار اس کو جنت میں داخلہ ملا لہٰذا کامل اولیاء کرام کی خدمت خلوص نیت سے کرنی چاہیے تا کہ خدا تعالیٰ راضی ہو کر خادم ولی کے گناہوں کو معاف فرما دے اور اس کو جنت میں داخل کر دے۔

حدیث نمبر 92.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں قیامت کے دن سب لوگوں سے پہلے جس کا فیصلہ ہوگا ایک آدمی ہوگا جو (کافروں) سے لڑتے ہوئے قتل ہوا ہوگا۔ خدا تعالیٰ اسے اپنی نعمتیں یاد دلائے گا اور اس سے پوچھے گا ان کے بدلے تو نے کیا عمل کیا ہے۔ وہ عرض کرے گا میں نے تیرے لئے جنگ کی یہاں تک کہ میں شہید ہو گیا اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو تو اس لئے لڑا تھا کہ لوگ تجھے بہادر کہیں پس وہ لوگوں نے تجھے کہہ دیا پھر اس کے لئے حکم ہوگا کہ اس کو چہرے کے بل گھسیٹا جائے یہاں تک کہ اس کو جہنم میں داخل کر دیا جائے گا۔ پھر ایک آدمی ہوگا جس نے علم پڑھا اور پڑھایا اور قرآن پڑھا پس اس کو نعمتیں یاد دلائی جائیں گی اور پوچھا جائے گا کہ تو نے ان کے بدلے کیا عمل کیا وہ کہے گا میں نے علم پڑھا اور پڑھایا قرآن کی تلاوت کی خدا فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے تو عالم کہلانے کے لئے یہ سب کچھ کیا اور قرآن پڑھا سو وہ تجھے کہہ دیا گیا۔ پھر اسے بھی چہرے کے بل گھسیٹ کر دوزخ میں داخل کر دیا جائے گا۔ پھر وہ آدمی پیش ہوگا جس کو خدا نے قسم قسم کا مال دیا ہوگا اسے نعمتیں یاد دلا کر پوچھا جائے گا تو

نے ان کے بدلے کیا عمل کیا وہ عرض کرے گا میں نے تیرے راستے میں مال خرچ کیا خدا فرمائے گا تو جھوٹا ہے تو نے تو اس لئے مال خرچ کیا کہ لوگ تجھے سخی کہیں سو وہ لوگوں نے کہہ دیا اس کے لئے بھی حکم ہو گا کہ اسے گھسیٹ کر دوزخ میں ڈال دو۔

(الترغیب والترہیب، جلد 1، ص 61۔ نسائی شریف، جلد 2، ص 57۔ مسلم شریف، جلد 2، ص 140)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) ریاء اور نمود و نمائش کی عبادت خدا کی بارگاہ میں مقبول نہیں عبادت وہی درجہ قبولیت کو پہنچتی ہے جس میں خلوص ہو۔

(۲) ان تینوں آدمیوں کے فیصلے کی متذکرہ صورت قیامت کے دن ظاہر ہو گی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ظاہری حیات میں یہ سارا واقعہ بیان فرما دیا۔ معلوم ہوا خدا تعالیٰ نے آپ کو علم ما کان وما یکون عطا فرما دیا۔

حدیث نمبر 93.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اَهْلُ الْجَنَّةِ عِشْرُوْنَ وَمِائَةُ صَفٍّ ثَمَانُوْنَ مِنْهَا مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاَرْبَعُوْنَ مِنْ سَائِرِ الْاُمَمِ ۝

ترجمہ: اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی اسی صفیں اس امت کی اور چالیس صفیں باقی ساری امتوں کی۔ (ترمذی شریف، جلد 2، ص 77)

حدیث نمبر 94.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آخری زمانے میں میری امت کے تین گروہ ہو جائیں گے ایک فرقہ خالصۃً اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے گا ایک فرقہ نمود ونمائش اور ریاء کے لئے عبادت کرے گا اور ایک فرقہ ایسا ہو گا جو اپنی عبادت کی وجہ سے لوگوں سے مال بٹوریں گے۔ جب قیامت کے دن ان سب کو جمع کرے گا تو مال کھانے والوں سے خدا فرمائے گا۔ تمہیں میری عزت وجلال کی قسم میری عبادت سے تمہاری کیا غرض تھی وہ کہیں گے ہم نے لوگوں سے مال کھانے کا ارادہ کیا تھا۔ اللہ فرمائے گا جو تم نے مال جمع کیا وہ تمہیں فائدہ نہ دے گا۔ جاؤ دوزخ میں چلے جاؤ۔ پھر ریاء سے عبادت کرنے والوں سے پوچھا جائے گا میری عبادت سے تمہاری غرض کیا تھی وہ کہیں گے نمود ونمائش خدا فرمائے گا تمہاری عبادت مجھ تک نہیں پہنچی جاؤ دوزخ میں چلے جاؤ پھر خدا تعالیٰ خلوص سے عبادت کرنے والوں سے فرمائے گا تمہاری غرض کیا تھی وہ عرض کریں گے یا اللہ تو بہتر جانتا ہے کہ ہماری غرض صرف تیری رضا تھی۔ اللہ فرمائے گا میرے بندے نے سچ کہا فرشتو ان کو جنت میں لے جاؤ۔ (الترغیب والترہیب، جلد 1، ص 73)

حدیث نمبر 95.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری طرف تشریف لائے اور فرمایا ابھی میرے گھر سے دوست جبریل علیہ السلام نکل کر گئے ہیں۔ انہوں نے کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اللہ تعالیٰ کے بندوں میں ایک

بندے نے ایک پانچ سو سال تک خدا کی عبادت ایک پہاڑ پر کی جو سمندر میں تھا اس کا طول و عرض تیس تیس ہاتھ تھا اور اس کے ارد گرد چاروں طرف سمندر بارہ بارہ ہزار میل تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ایک انگلی کے برابر میٹھے پانی کا چشمہ جاری فرمایا اور ایک انار کا درخت اُگایا جو ہر رات اس عابد کو ایک انار دیتا اور وہ دن کو عبادت کرتا۔ جب شام ہوتی تو وہ پانی اور انار لے لیتا اور اسے کھاتا پھر نماز کے لئے کھڑا ہو جاتا وفات کے وقت اس نے خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی کہ اسے سجدے کی حالت میں موت آئے اور قیامت تک زمین یا کوئی شے اس کے جسم میں تغیر و تبدل نہ کرے۔ یہاں تک کہ وہ قیامت کے روز سجدہ کی حالت میں اُٹھے۔ خدا نے فرمایا ایسا ہی ہوگا جبریل علیہ السلام نے کہا ہم آتے جاتے اس کو دیکھتے آتے ہیں ہم اللہ کے علم میں اس طرح دیکھتے ہیں کہ قیامت کے دن وہ خدا کی بارگاہ میں کھڑا کیا جائے گا اللہ تعالیٰ اس کے لئے فرمائے گا میرے بندے کو میری رحمت سے جنت میں داخل کر دو وہ عرض کرے گا نہیں بلکہ میرے عمل کی وجہ سے اللہ پھر فرمائے میرے بندے کو میری رحمت سے جنت میں داخل کر دو وہ عرض کرے گا بلکہ میرے عمل کی وجہ سے اللہ فرمائے گا کہ میری نعمتوں اور اس کی عبادت کا حساب کرو صرف ایک آنکھ کی نعمت پانچ سو سال کی عبادت پر حاوی ہو جائے گی اور جسم کی بقایا نعمتیں ابھی باقی بچیں گی۔ اللہ فرمائے گا میرے بندے کو جہنم کی طرف لے جایا جائے گا وہ پکارے گا اے رب مجھے اپنی رحمت سے جنت میں داخل کر دے۔ اللہ فرمائے گا اسے واپس لے آؤ اسے خدا کی بارگاہ میں لایا جائے گا اللہ فرمائے گا اے میرے بندے تو کچھ نہ تھا تو تجھے پیدا کس نے کیا وہ کہے گا اے رب تو نے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا پانچ سو سال تک عبادت کرنے کی طاقت کس نے دی وہ عرض کرے گا رب تُو نے پھر اللہ فرمائے

گا تجھ کو گہرے سمندر میں پہاڑ پر قیام پذیر کس نے کیا اور نمکین پانی سے تیرے لئے میٹھے پانی کا چشمہ کس نے جاری کیا اور ہر رات تیرے لئے انار کس نے پیدا کیا تو نے سجدے کی حالت میں موت کی تمنا کی وہ پوری کر دی گئی۔ وہ عرض کرے گا یااللہ بیشک یہ سب کچھ تو نے ہی کیا۔ اللہ فرمائے گا یہ میری رحمت تھی اور میں تمہیں اپنی رحمت سے جنت میں داخل کروں گا۔ اے فرشتو میرے بندے کو میری رحمت سے جنت میں داخل کر دو۔ اے میرے بندے تو میرا بڑا اچھا بندہ تھا اللہ تعالیٰ اسے جنت میں داخل کر دے گا۔ جبریل علیہ السلام نے عرض کی یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) تمام اشیاء کا قیام اللہ کی رحمت سے ہے۔

(الترغیب والترہیب، جلد 4، ص399۔ کنز العمال، جلد 14، ص495)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) انسان کو اپنی عبادت پر ناز نہیں کرنا چاہیے بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم پر بھروسہ رکھنا چاہیے۔

(۲) کُلُّ عَبْدٍ یُبْعَثُ عَلٰی مَامَاتَ عَلَیْہِo ہر آدمی جس حال میں مرے گا اسی حال میں اُٹھایا جائے گا۔

(۳) اللہ تعالیٰ کمال قدرت کا مالک ہے وہ اگر چاہے تو کھاری نمکین پانی سے میٹھا پانی جاری کر سکتا ہے۔

(۴) یہ واقعہ قیامت کے روز ہو گا لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دنیا میں بیان فرما دیا کیونکہ خدا تعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔

(۵) انسان خواہ کتنی ہی کثرت سے عبادت کرے خدا کی ایک نعمت کا بدلہ نہیں چکا سکتا لہٰذا انسان کو ہر وقت اس کی جملہ نعمتوں کا شکریہ ادا کرتے رہنا چاہیے۔

حدیث نمبر 96.

حضرت قرۃ بن یاس بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں اپنے بیٹے کو لے کر آیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے اس سے محبت ہے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جتنی مجھے اس سے محبت ہے خدا آپ سے اتنی محبت کرے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی نے کچھ عرصہ کے بعد اس لڑکے کو نہ دیکھا۔ فرمایا فلاں بن فلاں کا کیا ہوا لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کا انتقال ہو چکا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکے کے باپ سے فرمایا۔

اَلَا تُحِبُّ اَنْ لَا تَأْتِیَ بَابًا مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ اِلَّا وَجَدْتَهٗ یَنْتَظِرُكَ○

ترجمہ: کیا تو اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ تو جنت کے جس دروازے سے آئے تو اس کو اپنا منتظر پائے۔

ایک آدمی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بات اس کے ساتھ مخصوص ہے یا ہم سب کے لئے ہے فرمایا بلکہ تم سب کے لئے ہے۔

(الترغیب والترہیب، جلد3، ص79۔ مسند امام احمد، جلد3، ص436)

ملا علی قاری نے اس حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ اس حدیث میں یہ اشارہ کہ بطور خرق عادت اجساد مثالیہ متعدد ہوتے ہیں کیونکہ وہ بچہ (بیک وقت) جنت کے ہر دروازے پر موجود ہوگا جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے ایک بچے کو اللہ تعالیٰ یہ کمال عطا فرمائے گا تو پھر امام الانبیاء کو کیا کمال حاصل ہوگا نیز اس حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علم ما کان وما یکون کا ثبوت موجود ہے۔

حدیث نمبر 97.

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا تمام برائیوں کی ماں (شراب) سے بچ کر رہو تم سے پہلے (زمانہ میں) ایک آدمی تھا جو تنہا رہ کر خدا کی عبادت کرتا تھا ایک عورت اس کی طرف مائل ہوئی اور اس کی طرف ایک خادم کو بھیجا کہ ہم تجھے ایک گواہی کے لئے بلا رہے ہیں وہ آ گیا جب مکان میں داخل ہوا تو عورت نے اندر سے دروازہ بند کر دیا اس (عابد) نے دیکھا کہ ایک نہایت جمیلہ شکیلہ عورت بیٹھی ہوئی ہے اور اس کے پاس ایک غلام ہے اور ایک برتن میں شراب ہے۔ اس عورت نے کہا ہم نے تمہیں گواہی کے لئے نہیں بلایا بلکہ اس لئے بلایا ہے کہ اس لڑکے کو قتل کر دو یا مجھ پر واقع ہو جاؤ یا شراب کا پیالہ پی جاؤ۔ اگر انکار کرو گے تو میں شور مچا کر تمہاری رسوائی کروں گی جب اس نے دیکھا کہ فرار مشکل ہے تو اس نے کہا مجھے شراب کا پیالہ دے دو اس نے وہ شراب کا پیالہ پی لیا پھر کہا شراب اور دو متواتر پیتا رہا یہاں تک کہ اس عورت سے بدکاری کا ارتکاب کر لیا اور اس لڑکے کو بھی قتل کر دیا۔ شراب سے بچو کیونکہ خدا کی قسم شراب اور ایمان بیک وقت سینے میں نہیں رہتے ایک دوسرے کو نکال دیتا ہے۔

(الترغیب والترہیب، جلد 3، ص 258)

حدیث نمبر 98.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ لِكُلِّ نَبِيٍّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنْبَرًا مِنْ نُوْرٍ وَاِنِّيْ لَعَلٰى اَطْوَلِهَا

وَاَنْوَرِهَاO

ترجمہ: ہر نبی کے لئے قیامت کے دن نور کا منبر ہوگا اور میرا منبر سب سے زیادہ طویل اور نورانی ہوگا۔

ایک منادی ندا کرے گا امی نبی کہاں ہیں انبیاء علیہم السلام کہیں گے ہم میں سے ہر نبی امی ہے تمہیں کس کی طرف بھیجا گیا ہے۔ پھر وہ منادی دوبارہ پکارے گا نبی امی عربی (اس پر) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منبر سے اتر کر جنت کے دروازے پر آئیں گے اور اسے کھٹکھٹائیں گے (خازن جنت) کہے گا کون ہے کہا جائے گا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کہا جائے گا کیا وہ بلائے گئے ہیں آپ فرمائیں گے ہاں آپ کے لئے (دروازہ) کھولا جائے گا خدا تعالیٰ آپ کو اپنا دیدار کرائے گا اور آپ سے پہلے کسی کو دیدار نہ کرایا ہوگا۔ آپ اللہ کے لئے سجدہ ریز ہوں گے اور آپ ان الفاظ سے خدا کی حمد کریں گے جن سے پہلے کسی نے حمد نہ کی ہوگی اور نہ آپ کے بعد کوئی حمد کرے گا کہا جائے گا اے محمد اپنا سر اقدس اُٹھایئے کلام کرو سنا جائے گا شفاعت کرو قبول ہوگی اور سوال کرو عطا ہو گا آپ سے کہا جائے گا جس کے دل میں گندم کے دانے کے برابر ایمان ہے اسے دوزخ سے نکال لو پھر دوبارہ سجدہ میں گر کر خدا کی ایسی حمد وثنا کریں گے۔ اگلے پچھلے لوگوں میں سے کسی نے ایسی حمد وثنا نہ کی ہوگی آپ سے کہا جائے گا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر ایمان ہے اس کو دوزخ سے نکال لو آپ پھر سجدہ میں گر کر خدا کی ایسی تعریف کریں گے اولین وآخرین میں سے کسی نے وہ تعریف نہ کی ہوگی آپ سے کہا جائے گا سر اقدس اُٹھاؤ کلام کرو سنا جائے گا شفاعت کرو قبول ہوگی سوال کرو عطا ہوگا آپ فرمائیں گے اے میرے رب جس نے لا الہ الا اللہ پڑھا ہے (اس کی شفاعت کا حق دیا جائے) خدا فرمائے گا

یہ تیرے لئے نہیں یہ تو میرا کام ہے میں کلمہ پڑھنے والوں کو جزا دوں گا۔

(ابن حبان، جلد 8، ص 137)

یہ حدیث بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب کی بین دلیل ہے کہ یہ سب کچھ تو قیامت کے دن ہونا ہے اور اللہ کا نبی اس واقعہ کو دنیا ہی میں بیان فرما رہا ہے۔

حدیث نمبر 99.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

يَأْتِيْ هٰذَا الْحَجَرُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهٗ عَيْنَانِ يُبْصِرُ بِهِمَا وَلِسَانٌ يَنْطِقُ بِهٖ يَشْهَدُ لِمَنْ اِسْتَلَمَهٗ بِحَقٍّ○ (مسند امام احمد، جلد 1، ص 247۔ المستدرک، جلد 1، ص 457۔ کنز العمال، جلد 5، ص 177)

ترجمہ: قیامت کے دن حجر اسود اس حال میں آئے گا کہ اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے یہ دیکھے گا اور زبان ہوگی جس سے یہ کلام کرے گا اور جس نے حق کے ساتھ اس کو بوسہ دیا ہوگا اس کی گواہی دے گا۔

حدیث نمبر 100.

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز فجر ادا فرمائی۔ آپ نے فرمایا بنی فلاں کا کوئی آدمی یہاں موجود ہے یہ آپ نے دو مرتبہ فرمایا ایک شخص نے عرض کی میں موجود ہوں آپ نے فرمایا تمہارے قبیلے کا فلاں آدمی فوت ہو گیا ہے اس پر قرض تھا وہ جنت کے دروازے پر روک دیا گیا ہے۔ (مسند امام احمد، جلد 5، ص 13)

حدیث نمبر 101۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیویاں (مرض وفات میں) آپ کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں ان کی چال اور رفتار مخفی نہ تھی بالکل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مشابہ تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دیکھا تو فرمایا میری بیٹی مرحبا اس کے بعد ان کو بٹھایا پھر آہستہ آہستہ ان سے باتیں کیں فاطمہ رضی اللہ عنہا رونے لگیں اور زار زار رونے لگیں جب آپ نے ان کو بہت رنجیدہ پایا پھر آہستہ آہستہ ان سے باتیں کیں اور اب کی مرتبہ وہ ہنسنے لگیں پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے چلے گئے تو میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا تم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا باتیں کیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے راز کو ظاہر کرنا پسند نہیں کرتی پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی تو میں نے حضرت فاطمہ سے کہا میں تم کو اس حق کا واسطہ اور قسم دیتی ہوں جو تم پر میرا ہے۔ مجھ کو اس راز سے آگاہ کر دو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تم پر ظاہر کیا حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا اب اس راز کو ظاہر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلی بار مجھ سے فرمایا کہ جبریل علیہ السلام سال بھر میں مجھ سے ایک مرتبہ قرآن کا دور کیا کرتے تھے۔ اب کے مرتبہ سال میں دو مرتبہ دور کیا ہے میرا خیال یہ ہے کہ میری موت کا وقت قریب آ گیا ہے۔ بس اے فاطمہ تو خدا سے ڈرتی رہ اور صبر کو اختیار کر اس لیے کہ میں تیرا بہترین پیش رو

ہوں یہ سن کر میں رونے لگی پھر جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ کو زیادہ مضطرب پایا تو دوبارہ مجھ سے باتیں کیں اور اس مرتبہ یہ فرمایا کہ اے فاطمہ کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تجھے بہشت کی ساری عورتوں کا سردار بنا دیا جائے ایک روایت میں یہ ہے کہ پہلی مرتبہ آپ کے اہلبیت میں سب سے پہلے میں آپ سے جا کر ملوں گی تو میں خوش ہوگئی اور ہنسنے لگی۔

(باب مناقب اہلبیت مشکوٰۃ، ص282۔
مسند امام احمد، جلد2، ص290۔ مسلم شریف)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے اتنی محبت تھی کہ ان کا رنج آپ کے لئے ناقابل برداشت ہو جاتا اس لئے ان کو خوش کرنے کے لئے خوشخبری سنائی۔

(۲) آپ کو اپنی موت کا بھی علم تھا اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہ کی موت کا بھی علم تھا اس لئے آپ نے فرمایا کہ میں اس مرض میں وفات پا جاؤں گا اور اے فاطمہ تو میرے اہلبیت میں سب سے پہلے فوت ہو جائے گی۔

(۳) حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت میں تمام جنتی عورتوں کی سردار ہوں گی یہ خبر علم غیب سے متعلق ہے۔

(۴) قرآن کے حافظوں کا قرآنی دور کرنا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جبریل علیہ السلام کی سنت ہے۔

حدیث نمبر 102.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہودی حضور صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک مرد اور ایک عورت کو لائے جن دونوں نے زنا کیا تھا آپ نے ان سے پوچھا تمہاری کتاب (تورات) میں اس کا کیا حکم ہے۔ انہوں نے کہا ہم ان کا منہ کالا کر کے رسوا کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تم جھوٹے ہو تورات میں زنا کی سزا رجم ہے۔ اگر تم سچے ہو تو تورات لے آؤ اور اس کو پڑھو وہ تورات لے کر آئے اور اپنے ساتھ ابن صوریا جو کہ کانا تھا کو تورات پڑھنے کے لئے لائے۔ اس نے پڑھنا شروع کیا جب آیت رجم آئی تو اس نے اس پر اپنا ہاتھ رکھ لیا اس سے کہا گیا اپنا ہاتھ اُٹھاؤ اس نے اپنا ہاتھ اُٹھایا تو نیچے آیت رجم موجود تھی پھر یہودیوں نے تسلیم کیا کہ تورات میں آیت رجم موجود ہے۔
(مسند امام احمد، جلد 2، ص 5)

حدیث نمبر 103.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ پہلے لوگوں میں سے تین آدمی چلے جا رہے تھے ان کو بارش نے آلیا اور وہ پہاڑ کی ایک غار میں گھس گئے۔ پہاڑ سے ایک چٹان پھسلی اور ان لوگوں پر غار کا منہ بند کر دیا۔ تینوں میں سے ایک شخص نے کہا اپنے نیک اعمال پر نظر ڈالو جو خاص طور سے خدا کے لئے کئے ہوں ان کاموں کے وسیلہ سے خدا سے دعا مانگو ان میں سے ایک نے کہا میرے والدین بہت بوڑھے تھے لیکن میں اپنے اہل وعیال سے پہلے اپنے ماں باپ کو دودھ پلاتا تھا۔ ایک روز ایسا ہوا کہ درختوں کی تلاش مجھے دور لے گئی اور وقت پر گھر واپس نہ آسکا یہاں تک کہ شام ہوگئی اور وہ دونوں سو گئے میں نے حسب معمول دودھ دوہا (ان کے پاس آیا) تو دونوں کو سوتا پایا مجھے ان کا جگانا بُرا معلوم ہوا اور یہ بھی کہ

ان سے پہلے بچوں کو پلا دوں اور بچے میرے پاؤں کے پاس پڑے بھوک سے روتے رہے۔ میں دودھ لئے کھڑا رہا صبح تک یہی کیفیت رہی جب وہ بیدار ہوئے تو میں نے ان کو دودھ پلایا اے اللہ تو جانتا ہے کہ میں نے یہ کام صرف تیری رضا کے لئے کیا ہے تو ہم سے اس پتھر کی مصیبت کو دور کر دے جس میں ہم مبتلا ہیں پس اتنی مقدار سے یہ پتھر ہٹ گیا کہ اس سے یہ نکل نہ سکتے تھے۔ دوسرے نے کہا اے اللہ میرے چچا کی ایک بیٹی تھی میں اس سے غیر معمولی محبت کرتا تھا میں نے اس سے وصل کی خواہش کی اس نے انکار کر دیا یہاں تک کہ قحط کے سالوں میں سے اس پر ایک سال آیا وہ میرے پاس آئی میں نے اس کو اس شرط پر ایک سو بیس دینار دیئے کہ وہ میرے ساتھ خلوت کرے وہ اس پر راضی ہو گئی۔ جب میں نے اس پر قابو پا لیا اس نے کہا خدا سے ڈر اور ناجائز طور پر مہر کو نہ توڑ یہ سنتے ہی میں اُٹھ کھڑا ہوا حالانکہ مجھے اس سے انتہائی عشق تھا اور جو دینار میں نے دیئے وہ بھی واپس نہیں لئے اے اللہ اگر تیرے علم میں یہ فعل محض تیری رضا جوئی کے لئے ہے تو ہمیں اس مصیبت سے نجات دے پس پتھر ان سے اس قدر ہٹ گیا کہ وہ اس سے نکل نہ سکتے تھے تیسرے نے کہا الٰہی میں نے چند مزدور اجرت پر رکھے تھے اور ان کی مزدوری بھی ادا کر دی تھی مگر ایک آدمی کہ وہ اپنی اجرت چھوڑ کر چلا گیا میں اس کی مزدوری سے تجارت کرتا رہا یہاں تک کہ مال بہت زائد ہو گیا ایک مدت کے بعد وہ میرے پاس آیا اور بولا اے بندۂ خدا میری مزدوری ادا کر دو میں نے کہا جو کچھ تو دیکھ رہا ہے یہ سب تیری مزدوری ہے بیل گائے بکریاں اور غلام کہنے لگا اے بندۂ خدا میرے ساتھ مذاق نہ کر میں نے کہا میں تجھ سے مذاق نہیں کرتا تو وہ شخص تمام چیزیں لے کر چلا گیا اور کچھ باقی نہ چھوڑا الٰہی اگر میرا یہ فعل تیری رضا جوئی کے لئے ہے تو ہمیں اس پتھر کی مصیبت

سے نجات دے چنانچہ پتھر ایک طرف سرک گیا اور وہ وہاں سے نکل کر چلے گئے۔

(مسند امام احمد، جلد 2، ص 116۔ طبرانی اوسط، جلد 3، ص 160)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) مصیبت کے وقت اعمال صالحہ کا وسیلہ بنا کر خدا سے دعا کرنا مصیبت سے نجات کا سبب ہے۔

(۲) والدین کے ساتھ احسن سلوک کیا جائے خدا مصیبت کے وقت سنتا ہے اور دعا قبول فرما لیتا ہے۔

(۳) عورت کو اپنی عفت اور پاکدامنی کی حفاظت کرنی چاہیے۔

(۴) امانت حقدار کو پہنچا دو تو رضا الٰہی کا موجب ہے جیسے کہ آجر نے مزدور کی ساری مزدوری سے حاصل شدہ آمدنی مزدور کو دے دی۔

(۵) اعمال میں خلوص نیت شامل ہو تو وہ اللہ کی بارگاہ میں درجہ قبولیت کو پہنچتے ہیں۔

(۶) یہ واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے پہلے کا ہے آپ کا یہ واقعہ بیان کرنا آپ کے علم ماکان وما یکون کی دلیل ہے۔

حدیث نمبر 104.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قیامت کے دن کیا ہم اپنے رب کو دیکھیں گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا چودھویں رات کے چاند میں کبھی شک ہوا ہے عرض کی نہیں فرمایا کیا بغیر بادل کے کبھی آفتاب کو دیکھنے میں شبہ ہوا ہے عرض کی نہیں فرمایا اسی طرح تم خدا تعالیٰ کا دیدار کرو گے۔ اللہ تعالیٰ قیامت

کے دن تمام لوگوں کو جمع فرمائے گا اور کہا جائے گا جو آدمی جس کی عبادت کرتا تھا اس کے پیچھے چلا جائے جو سورج پرست تھے وہ سورج کے پیچھے جو چاند پرست تھے وہ چاند کے پیچھے اور جو بتوں کے پجاری تھے وہ بتوں کے پیچھے چلے جائیں گے اور یہ امت رہ جائے گی اس میں شفاعت کرنے والے بھی ہوں گے اور منافق بھی خدا تعالیٰ ایسی صورت میں ظاہر ہوگا جس کو یہ پہچانتے نہ ہوں گے پس وہ کہے گا میں تمہارا رب ہوں وہ کہیں گے تجھ سے اللہ کی پناہ ہم یہیں رہیں گے جب تک ہمارا خدا ہمیں اپنا دیدار نہ کرائے گا جب خدا ظاہر ہوگا ہم پہچان لیں گے پھر خدا تعالیٰ اس صورت میں ظاہر ہوگا جس کو یہ پہچانتے ہوں گے وہ کہے گا میں تمہارا رب ہوں وہ کہیں گے تو ہمارا رب ہے وہ رب کا دیدار کریں گے پھر جہنم کے اوپر پلصراط بچھایا جائے گا اور سب سے پہلے میں اور میری امت پلصراط کو پار کریں گے۔ (مسند امام احمد، جلد 2، ص 293)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ:

(۱) قیامت کے دن مومنوں کو خدا تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام انسانوں کی جنوں کی چوپایوں اور پرندوں کی آنکھوں کی بصارت ایک ہی شخص کی آنکھوں میں کر دی جائے پھر سورج کے سامنے جو ستر پردے ہیں ان میں سے ایک پردہ ہٹا دیا جائے تو ناممکن ہے کہ یہ شخص اس کی طرف دیکھ سکے باوجودیکہ سورج کا نور کرسی کے نور کا ستروان حصہ ہے اور کرسی کا نور عرش کے نور کا ستروان حصہ ہے اور عرش کا نور جو پردے خدا کے سامنے ہیں ان میں سے ایک پردے کے نور کا ستروان حصہ ہے۔ خیال کر لو کہ اللہ نے اپنے جنتی بندوں کی آنکھوں میں کس قدر نور دے رکھا ہوگا کہ وہ اپنے

رب تعالیٰ کا دید کھلم کھلا کریں گے۔

(۲) قیامت کے واقعہ کو دنیا میں بیان کر دینا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم غیب ہے۔

حدیث نمبر 105.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا انبیاء میں ایک نبی نے غزوہ کا ارادہ فرمایا اور نبی نے اپنی قوم سے فرمایا میرے ساتھ وہ آدمی نہ جائے جس نے شادی کی ہے لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی اور نہ وہ جائے جس نے مکان تعمیر کیا لیکن ابھی چھت نہیں ڈالی اور نہ وہ جائے جس نے بکری یا اونٹنیاں خریدی ہیں اور وہ ان کی اولاد کا منتظر ہے۔ انہوں نے جنگ کی اور عصر کے قریب اس بستی کے قریب پہنچے انہوں نے سورج سے کہا تو بھی حکم الٰہی کا پابند ہے اور میں بھی۔ یا اللہ اس سورج کو غروب ہونے سے روک دے پس سورج کو روک دیا گیا یہاں تک کہ خدا نے نبی کو فتح سے ہمکنار فرمایا انہوں نے مال غنیمت جمع کیا آگ آئی مال غنیمت کھانے کے لئے لیکن اس نے کھایا نہیں نبی نے فرمایا کہ تم میں سے کسی نے مال غنیمت میں خیانت کی ہے ہر قبیلہ میرے ہاتھ پر بیعت کرے۔ایک آدمی کا ہاتھ اس نبی کے ہاتھ کے ساتھ چپک گیا فرمایا خائن تم میں سے ہے تمہارا پورا قبیلہ میرے ہاتھ پر بیعت کرے اس قبیلے نے بیعت کی دو تین آدمیوں کا ہاتھ نبی کے ہاتھ کے ساتھ چپک گیا فرمایا تم خائن ہو انہوں نے گائے کے سر کے برابر سونا لا کر حاضر کر دیا اور اس مال میں رکھ دیا جو کھلے میدان میں رکھا تھا آگ آ گئی اور اس مال غنیمت کو کھا گئی ہم سے پہلے مال غنیمت کسی کے لئے حلال نہ تھا خدا تعالیٰ نے ہماری کمزوری اور عجز کو دیکھ کر اس مال کو ہمارے لئے پاک کر دیا۔

(مسلم شریف، جلد2، ص85۔ مصنف عبدالرزاق،

جلد5، ص241۔ مسند امام احمد، جلد2، ص318)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ:

(۱) اللہ کا نبی خدا کی بارگاہ میں صاحب وجاہت ہوتا ہے خدا تعالیٰ اس کی دعا قبول فرماتا ہے۔

(۲) پہلی امتوں کے لئے مال غنیمت حلال نہ تھا اس کی حلت صرف اس امت کا خاصہ ہے۔

(۳) مال غنیمت میں خیانت ناجائز ہے۔

(۴) ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے علم غیب عطا فرمایا کہ ہزاروں سال پہلے ہونے والا واقعہ آپ نے من وعن بیان فرما دیا۔

حدیث نمبر 106.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن دوزخ سے ایک گردن نکلے گی اس کی دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھے گی اور کان ہوں گے جن سے وہ سنے گی اور زبان ہو گی جس سے وہ کلام کرے گی وہ کہے گی مجھے تین آدمیوں پر مسلط کیا گیا ہے جابر دشمن، مشرک اور مصوروں پر۔ (مسند امام احمد، جلد 2، ص336)

حدیث نمبر 107.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بنی اسرائیل کے ایک آدمی نے بنی اسرائیل کے لوگوں میں سے ایک آدمی سے کہا مجھے ایک ہزار دینار ادھار دو اس نے کہا کوئی گواہ لاؤ اس

نے کہا اللہ گواہ کافی ہے کہا کوئی ضامن لاؤ اس نے کہا اللہ ضامن ہے اس نے کہا تم نے سچ کہا ہے پھر ایک وقت مقررہ کے لئے اس نے قرض مانگنے والے کو مطلوبہ رقم دے دی وہ لے کر دریا پار کر کے (اپنے گھر) چلا گیا اپنی حاجت پوری کی جب قرض کی ادائیگی کی مدت آئی واپس کرنے کے لئے دریا کے پاس آیا تا کہ کسی سواری پر سوار ہو کر جا کر قرض ادا کر دے لیکن اسے سواری نہ ملی اس نے ایک لکڑی لے کر اس میں سوراخ کر کے ہزار دینار اس میں داخل کر کے اس کا منہ بند کر کے اس کو دریا میں ڈال دیا اور ساتھ ایک خط بھی رکھ دیا اور یہ کہا کہ الٰہی تو جانتا ہے کہ میں نے فلاں آدمی سے ہزار دینار قرض لئے تھے اس نے ضامن مانگا تھا میں نے تیری ضمانت دی تھی وہ راضی ہو گیا تھا اس نے مجھ سے گواہ مانگا تھا میں نے تجھے گواہ بنایا تھا وہ راضی ہو گیا تھا میں نے بڑی کوشش کی کہ مجھے سواری مل جائے لیکن مجھے سواری نہیں ملی۔ اب میں یہ رقم تیرے سپرد کرتا ہوں وہ قرض خواہ دریا کے کنارے آیا کہ شاید مقروض میرا مال لے کر آئے اس نے دریا کے کنارے وہ لکڑی پڑی دیکھی اسے جلانے کے لئے اپنے گھر لے آیا جب اس لکڑی کو توڑا تو اس میں سے مطلوبہ رقم اور خط برآمد ہوا پھر مقروض ایک ہزار دینار لے کر آ گیا اور کہا میں نے بڑی کوشش کی کہ وقت مقررہ پر کوئی سواری مل جائے اور میں آپ تک رقم پہنچا دوں لیکن مجھے کوئی سواری نہ ملی ورنہ میں اس سے قبل آ جاتا۔ اس قرض خواہ نے کہا تم نے کوئی چیز مجھ تک بھیجی تھی مقروض نے کہا میں نے کہا ہے کہ مجھے کوئی سواری نہیں ملی اس قرض خواہ نے کہا تم نے لکڑی میں رکھ کر مجھے رقم بھیجی تھی خدا نے وہ مجھ تک پہنچا دی تھی وہ مقروض واپس چلا گیا۔

(مسند امام احمد، جلد 2، ص 348)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) اگر مقروض خلوص نیت سے قرض ادا کرنا چاہیے تو خدا تعالیٰ بھی مدد فرماتا ہے۔

(۲) وقت مقررہ پر قرض ادا کرنے کی پوری کوشش کرنی چاہیے ہاں اگر کوئی شرعی عذر در پیش ہو تو مواخذہ نہیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ جب مقروض ادا کرنے کے لئے قرض خواہ کے گھر کی طرف جاتا ہے تو ہر قدم پر جنت میں ایک درخت لگ جاتا ہے۔

(۳) جو لوگ اللہ تعالیٰ پر کامل بھروسہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی ان کی ضرور امداد کرتا ہے۔

(۴) یہ واقعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم غیب پر دلالت کرتا ہے کہ بنی اسرائیل میں رونما ہونے والے عجیب وغریب واقعہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیان فرمادیا۔

حدیث نمبر 108.

حضرت ابوسعید خدری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اے علی قیامت کے دن تیرے پاس جنتی لاٹھیوں میں سے ایک لاٹھی ہوگی جس سے تو منافقوں کو میرے حوض سے دور کردے گا۔

(طبرانی صغیر، جلد 2، ص 89)

اس حدیث سے ثابت ہے کہ:

(۱) حوض کوثر نبی کی ملک میں آچکا ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "میرا حوض" اور ایسا وہی کہہ سکتا ہے جو اس چیز کا مالک ہو۔

(۲) یہ ایک غیبی خبر ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو سنائی۔

(۳) حوض کوثر کا پانی منافقوں و کافروں کے نصیب میں نہیں ہے۔

(۴) حضرت علی رضی اللہ عنہ منافقوں کو حوض کوثر کے قریب نہ آنے دیں گے۔

حدیث نمبر 109.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بشارت سنائی وہ کہنے لگے یہ بشارت کیسی ہے میں نے کہا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا۔ قیامت کے دن بلال رضی اللہ عنہ اس حال میں آئے گا کہ وہ سونے کی اونٹنی پر سوار ہوگا جس کی نکیل موتی اور یاقوت کی ہوگی۔ اس کے ساتھ ایک جھنڈا ہوگا تمام مؤذن اس (بلال) کے پیچھے چلیں گے۔ وہ ان سب کو جنت میں داخل کردے گا حتیٰ کہ اس کو بھی جنت میں داخل کردے گا جس نے چالیس دن خدا کی رضا کے لئے اذان دی ہوگی۔ (طبرانی اوسط، جلد5، ص239)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) مؤذن خدا کی بارگاہ کے مقبول بندے ہیں وہ قیامت کے دن بڑی شان وشوکت سے جنت میں داخل ہوں گے۔

(۲) حضرت بلال رضی اللہ عنہ تمام مؤذنوں کے سردار ہیں کیونکہ انہوں نے سب سے پہلے اذان دی ہے۔

نوٹ:۔ اذان اور مؤذن کے بارے میں تفصیل درکار ہو تو فقیر کی کتاب ''ستر ہزار فرشتے'' کا مطالعہ کریں۔

(۳) یہ ایک غیبی خبر ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دی تھی جو اس بات کی دلیل ہے کہ خدا نے آپ کو

علم غیب عطا فرمایا ہے۔

حدیث نمبر 110.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد خیف میں ستر نبیوں نے نماز پڑھی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ان میں سے ہیں میں ان کو دیکھ رہا ہوں اور ان پر دو سفید چھوٹی چادریں ہیں اور وہ احرام کی حالت میں اونٹ پر ہیں۔ اونٹ کی مہار کھجور کے پتوں کی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دو زلفیں ہیں۔

(طبرانی اوسط، جلد 6، ص 193۔ مسند الفردوس، جلد 2، ص 23)

حدیث نمبر 111.

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا کہا جائے گا اے اہل محشر اپنی نگاہیں نیچی کر لو حضرت فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) (پلصراط سے) گزر رہی ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا گزر جائیں گی اور ان پر دو باریک نرم کپڑے ہوں گے۔ (طبرانی اوسط، جلد 3، ص 197)

حدیث نمبر 112.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو (بیماری سے) شفایاب کیا تو ان پر سونے کی ٹڈیوں کی بارش برسائی۔ حضرت ایوب علیہ السلام نے ان کو پکڑ کر اپنے کپڑے میں ڈالنا شروع کر دیا۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا اے

ایوب علیہ السلام کیا تو سیر نہیں ہوا عرض کی تیری رحمت سے کون سیر ہو سکتا ہے۔

(طبرانی اوسط، جلد 3، ص255)

حدیث نمبر113.

حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خبر دی کہ دو عورتیں حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس آئیں ان میں سے ایک کے بیٹے کو بھیڑیے نے کھا لیا تھا (اور دوسری کا بیٹا باقی تھا) اب دونوں زندہ بیٹے کے بارے میں جھگڑا کرتی تھیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بڑی کے حق میں فیصلہ کر دیا کہ یہ بیٹا اس کا ہے جب دونوں دربار نبوت سے باہر نکلیں تو حضرت سلیمان علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے پوچھا تم دونوں کے درمیان کیسے فیصلہ ہوا ان دونوں نے فیصلہ سے آگاہ کیا آپ نے فرمایا میرے پاس چھری لاؤ چھوٹی نے پوچھا وہ کیوں آپ نے فرمایا میں اس زندہ بچے کے دو حصے کر کے ایک ایک تم دونوں کو دے دوں گا۔ چھوٹی نے کہا (ایسا نہ کریں) بیٹا اس (بڑی) کو دے دیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فیصلہ فرمایا کہ لڑکا چھوٹی کا ہے اور (بڑی سے) فرمایا اگر بیٹا تیرا ہوتا تو تُو اس کے ٹکڑے ہونے پر راضی نہ ہوتی۔

(طبرانی اوسط، جلد3، ص373)

حدیث نمبر114.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے (ایک مرتبہ) جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اے فلاں کھڑے ہو جاؤ اور (مسجد سے) نکل جاؤ۔ تُو منافق ہے اے فلاں تم بھی نکل جاؤ تم منافق ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے نام لے لے کر ان کو

نکال دیا وہ رسوا ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس جمعہ مسجد میں موجود نہ تھے کسی حاجت کی وجہ سے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد کی طرف تشریف لائے تو وہ منافق مسجد سے نکل رہے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سمجھے کہ جمعہ کی نماز ہو چکی ہے اور لوگ مسجد سے نکل رہے ہیں۔ انہوں نے حیا کرتے ہوئے اپنا چہرہ چھپا لیا کہیں لوگ یہ نہ کہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ میں حاضر نہ تھے اور منافقوں نے اپنے چہرے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے چھپا لئے کہ شاید حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ہماری رسوائی کا علم ہو گیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں داخل ہوئے دیکھا کہ لوگ مسجد میں موجود ہیں آپ سے ایک آدمی نے کہا اے عمر (رضی اللہ عنہ) تمہیں بشارت ہو کہ آج خدا تعالیٰ نے منافقوں کو رسوا کر دیا۔

(طبرانی اوسط، جلد 1، ص442)

منافقوں کے بارے میں خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ۔ ان کے دلوں میں بیماری ہے یعنی ان کے قلبی نظریات اچھے نہیں دل کی چھپی ہوئی بات کو جان لینا ہر انسان کا کام نہیں لیکن خدا تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافق کے عقیدوں اور نظریات سے آگاہ فرما دیا تھا۔ خدا فرماتا ہے۔ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ ۝ اے محبوب تو منافقوں کو ان کے انداز کلام سے ضرور پہچان لے گا۔ اور دوسری جگہ فرمایا:

فَتَرَی الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۝ جن کے دلوں میں بیماری ہے تو ان کو دیکھتا ہے۔ اور جمعہ کے خطبہ کے دوران ان کا نام لے لے کر مسجد سے نکالنا اس بات کی دلیل ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لوگوں کے قلوب کی کیفیتوں سے آگاہ ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جانتے تھے کہ کون منافق ہے اور کون مخلص مومن ہے۔

حدیث نمبر 115.

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تو خلیفہ وحاکم بنایا جائے گا اور تو قتل کیا جائے گا اور سر سے لے کر داڑھی تک خون سے رنگین ہو جائے گا۔

(طبرانی اوسط، جلد 8، ص 156)

حدیث نمبر 116.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ (بنی اسرائیل میں) گہوارہ میں تین آدمیوں کے سوا کسی نے بات نہیں کی۔ اول عیسیٰ علیہ السلام اور ایک صاحب جریج اور جریج ایک عابد انسان تھا۔اس نے اپنا صومعہ بنایا ہوا تھا اور وہ اسی صومعہ میں رہتا تھا ایک دن اس کی ماں اس کے پاس آئی جبکہ وہ نماز پڑھ رہا تھا۔ اس کی ماں نے کہا اے جریج، جریج نے (دل میں) کہا اے پروردگار میری ماں اور میری نماز جریج نماز کی طرف متوجہ رہا اور اس کی ماں چلی گئی پھر اگلا روز ہوا تو اس کی ماں آئی تو وہ نماز میں تھا اس نے پکارا، اے جریج، جریج نے پھر کہا کہ اے رب میری ماں اور میری نماز چنانچہ پھر جریج نماز میں مشغول ہوا پھر اگلا روز ہوا تو اس کی ماں آئی اور وہ نماز میں تھا اس کی ماں نے کہا اے جریج پھر جریج نے کہا پروردگار میری ماں اور میری نماز پھر اپنی نماز میں مصروف رہا اس کی ماں نے کہا اے اللہ اس کو اس وقت تک موت نہ دے جب تک یہ زانیہ عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے بنی اسرائیل میں جریج اور اس کی عبادت کے تذکرے ہونے لگے اور ایک زانیہ عورت تھی جس کے حسن سے مثال دی جاتی تھی تو اس عورت نے کہا اگر تم چاہو تو میں

جریج کو فتنے میں مبتلا کر دوں۔ اس عورت نے جریج کو پھسلانا چاہا تو اس نے توجہ نہیں کی تو وہ ایک چرواہے کے پاس آئی جو اس صومعہ کے قریب رہتا تھا تو اس کو اپنے اوپر اختیار دیا اور اس سے زنا کیا تو حمل ٹھہر گیا جب بچہ جنا تو اس نے کہا کہ یہ جریج کا ہے۔ بنی اسرائیل اس کے پاس آئے اور اس کو وہاں سے اتار دیا اور اس کے صومعہ کو گرا دیا اور اسے مارنے لگے جریج نے کہا تم لوگوں کو کیا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا تو نے اس زانیہ سے زنا کیا ہے اور تیرے سے یہ لڑکا پیدا ہوا ہے جریج نے کہا بچہ کہاں ہے چنانچہ وہ اسے لے کر آئے جریج نے کہا مجھے مہلت دو کہ نماز پڑھ لوں نماز پڑھنے کے بعد جریج بچہ کے پاس آیا اس کو اپنی گود میں بٹھایا اور کہا اے بچے تیرا باپ کون ہے اس بچے نے کہا فلاں چرواہا پھر سب آدمی جریج کی طرف متوجہ ہوئے اور اس کو بوسہ دینے لگے اور کہا کہ اب ہم تیرا صومعہ سونے کا بنا دیتے ہیں جریج نے کہا نہیں بلکہ مٹی ہی کا بنا دو جیسا کہ پہلے تھا چنانچہ انہوں نے بنا دیا۔

اور تیسرا ایک بچہ تھا جو اپنی ماں کا دودھ پی رہا تھا اور اسی حالت میں ایک آدمی وہاں سے گزرا جو کہ ایک تیز رفتار اور عمدہ جانور پر سوار تھا اور اس کی پوشاک بھی عمدہ تھی تو اس کی ماں نے کہا اے اللہ میرے بیٹے کو اس شخص کی مانند کر دینا بچے نے پستان کو چھوڑ دیا اور اس آدمی کی طرف متوجہ ہوا۔ اس کو دیکھا پھر کہا اے اللہ مجھ کو اس جیسا نہ کر پھر آپ نے فرمایا ایک باندی کا گزر ہوا اور آدمی اس کو مار رہے تھے اور کہہ رہے تھے تو نے زنا کیا تو نے چوری کی اور وہ عورت کہہ رہی تھی۔ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ۔ اس بچہ کی ماں نے کہا اے اللہ میرے بچہ کو اس جیسا نہ کر بچہ نے دودھ پینا چھوڑ دیا اور اس کی طرف دیکھا پھر کہا اے اللہ مجھے اس عورت جیسا کر دے پھر اس وقت ماں اور بچے میں باتیں شروع

ہو گئیں۔ بچے کی ماں نے کہا ایک شخص اچھی شکل وصورت والا گزرا میں نے کہا اے اللہ میرے بچے کو اس جیسا کر دے تو نے اس پر کہا کہ اے اللہ مجھے اس جیسا نہ کر اور آدمی اس لونڈی کو لئے گزرا اور وہ اس لونڈی کو مار رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ تو نے زنا کیا چوری کی میں نے اس پر کہا اے اللہ میرے بیٹے کو اس جیسا نہ کر تو نے کہا اے اللہ مجھے اس عورت جیسا کر دے بچے۔ نے جواب دیا وہ پہلا شخص ظالم تھا اس لئے میں نے کہا مجھے اس جیسا نہ کر اور عورت، کو سبھی کہہ رہے تھے کہ اس نے زنا کیا اس نے چوری کی حالانکہ اس نے نہ زنا اور نہ ہی چوری کی تھی اس لئے میں نے کہا اے اللہ مجھے اس جیسا کر دے۔

(مسلم شریف، جلد 2، ص 313۔ طبرانی اوسط، جلد 8، ص 243)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور غیبیہ کا پتہ چلتا ہے۔

(۱) بنی اسرائیل میں ایک عابد تھا جس کا نام جریج تھا۔

(۲) اس نے اپنی ماں کی آواز پر ان کو جواب نہ دیا تو ماں نے بد دعا کی کہ یہ موت سے پہلے زانیہ کا چہرہ دیکھے۔

(۳) بنی اسرائیل میں ایک حسینہ جمیلہ زانیہ عورت تھی جس نے پہلے جریج کو ورغلایا لیکن وہ محفوظ رہا۔ پھر ایک چرواہے سے بدکاری کرائی جس سے حاملہ ہوئی اور بچہ پیدا ہوا۔

(۴) بچہ نے جریج کی پاکدامنی اس طرح ثابت کی کہ اس نے کہا میرا باپ ایک چرواہا ہے۔

(۵) جریج اللہ کا عابد زاہد بندہ اور ولی تھا جس کے ہاتھ پر یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ شیر خوار بچہ بولنے لگا۔

(۶) جو آدمی سواری پر گزرا وہ ظالم تھا اس کی سواری تیز رفتار اور عمدہ تھی۔

(۷) لونڈی پاکدامنہ تھی اور لوگ اس پر الزام لگا رہے تھے۔

حدیث نمبر 117.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف فرما تھے اور حضرت اسماء بنت عمیس نزدیک ہی تھیں کہ آپ نے سلام کا جواب دیا پھر فرمایا اے اسماء یہ جعفر بن ابی طالب جبریل اور میکائیل علیہما السلام کے ساتھ گزرے ہیں۔ انہوں نے ہمیں سلام کیا ہے میں نے ان کے سلام کا جواب دیا ہے اور اس (جعفر) نے مجھے خبر دی ہے کہ میں فلاں دن مشرکین سے لڑا اور میرے جسم کے سامنے والے حصے پر نیزوں اور تلواروں کے 73 زخم آئے میں نے اپنے دائیں ہاتھ میں جھنڈا لے لیا وہ ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ میں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا وہ بھی کاٹ دیا گیا۔ ان دونوں ہاتھوں کے عوض اللہ تعالیٰ نے مجھے دو پر عطا فرمائے جن سے میں جبریل و میکائیل علیہما السلام کی معیت میں اڑتا ہوں۔ جنت میں اور ان سے جہاں چاہتا ہوں اترتا ہوں اور جنت کے جو پھل چاہوں کھاتا ہوں۔ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے عرض کی حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو مبارک ہو اس پر جو اللہ تعالیٰ نے ان کو بھلائی عطا فرمائی ہے لیکن مجھے خوف ہے کہ لوگ میری تصدیق نہیں کریں گے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ منبر پر جلوہ افروز ہو کر لوگوں کو اس کی خبر دیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام منبر پر جلوہ فرما ہوئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان فرمائی پھر فرمایا۔ اے لوگو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ جبریل اور میکائیل علیہما السلام کی معیت میں اپنے ان دو پروں سے اڑتے ہوئے گزرے جو اللہ تعالیٰ نے ان ان کے دو ہاتھوں کے عوض عطا فرمائے ہیں اور جن سے وہ جنت میں اڑ

کر جہاں چاہتے ہیں چلے جاتے ہیں۔ اس نے مجھ کو سلام کیا اور اس نے مجھے خبر دی کہ اس کا مشرکین کے ساتھ کیسے مقابلہ ہوا پھر لوگوں پر ان کا مرتبہ واضح ہو گیا پھر حضرت جعفر رضی اللہ عنہ کو جعفر طیار فی الجنت کہا جانے لگا۔

(مسند الفردوس، جلد 1، ص 230۔ طبرانی اوسط، جلد 7، ص 473)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور غیبیہ کا پتہ چلا:

(۱) حضرت جعفر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے خدا تعالیٰ نے ان کے دونوں بازوؤں کے عوض جنت میں دو پر عطا فرمائے جن سے وہ جنت میں جبریل و میکائیل علیہما السلام کے ساتھ اڑتے ہیں۔

(۲) انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا اور آپ نے ان کے سلام کا جواب دیا۔

(۳) جنگ میں ان کے جسم کے اگلے حصے پر 73 زخم آئے۔

(۴) وہ جنت میں اپنی پسند کے جنتی پھل کھاتے ہیں۔

حدیث نمبر 118.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں موجود تھے سورج طلوع ہوا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

یَأْتِی اللّٰہَ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ قَوْمٌ نُوْرُھُمْ کَالشَّمْسِ o

ترجمہ: خدا کی بارگاہ میں کچھ لوگ ایسے آئیں گے کہ ان کا نور آفتاب کی مانند ہو گا۔

صحابہ نے عرض کی کیا وہ ہم ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمایا!

نہیں تمہارے لئے تو خیر کثیر ہے یہ وہ فقراء مہاجرین ہوں گے جو زمین کے مختلف علاقوں سے اٹھائیں جائیں گے۔ (طبرانی اوسط، جلد 9، ص 454)

حدیث نمبر 119.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

كُلُّ الذُّبَابِ فِي النَّارِ اِلَّا النَّحْلِ٥

ترجمہ: شہد کی مکھی کے سوا باقی مکھیاں دوزخی ہیں۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہد کی مکھی کو مارنے سے منع فرمایا ہے۔ (مصنف عبدالرزاق، جلد 5، ص 213)

حدیث نمبر 120.

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے معنی دریافت کئے۔ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا .... الخ۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کے معنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کئے تھے۔ آپ نے فرمایا شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے جسم میں ہیں اور ان کے لئے عرش کے نیچے قندیلیں لٹکائی گئی ہیں۔ وہ جنت میں سے جہاں سے ان کا جی چاہے میوہ کھاتے ہیں اور پھر قندیلوں میں چلے جاتے ہیں اور پروردگار ان کی طرف دیکھتا ہے اور فرماتا ہے تمہیں کس چیز کی خواہش ہے وہ عرض کرتے ہیں ہم کس چیز کی خواہش کریں جہاں سے ہمارا جی چاہتا ہے ہم جنتی میرے کھاتے ہیں خدا تعالیٰ تین مرتبہ اسی

طرح پوچھتا ہے جب وہ دیکھتے ہیں کہ بار بار ہم سے پوچھا جاتا ہے تو وہ عرض کرتے ہیں اے پروردگار ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہماری روحوں کو پھر ہمارے جسموں میں واپس کیا جائے تا کہ ہم پھر تیری راہ میں جہاد کریں اور دوبارہ شہید ہوں جب خدا تعالٰی دیکھتا ہے کہ ان کو کسی چیز کی حاجت نہیں تو ان کو چھوڑ دیتا ہے۔

(مصنف عبدالرزاق، جلد 5، ص 263۔ کتاب الجہاد مشکوٰۃ)

اس حدیث میں مندرجہ ذیل امور غیبیہ بیان ہوئے۔

(۱) شہیدوں کی روحیں سبز پرندوں کے اجسام میں رہتی ہیں۔

(۲) وہ عرش سے معلق قنادیل میں آرام کرتے ہیں۔

(۳) وہ جنت کے میوے کھاتی ہیں۔

(۴) وہ خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل کرتی ہیں۔

(۵) ان کی تمنا ہوتی ہے کہ ہم دوبارہ جسموں میں داخل ہو کر جہاد و قتال کریں۔

حدیث نمبر 121.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ قبیلہ اسلمی کا ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ مجھ سے زنا سرزد ہوا ہے۔ یہ بات اس نے چار مرتبہ کہی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر مرتبہ اس سے اعراض کرتے رہے وہ پانچویں مرتبہ آپ کے سامنے آیا آپ نے فرمایا کیا تو نے نکاح کیا ہے اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا تیری وہ چیز اس طرح غائب ہو گئی جس طرح سلائی سرمہ دانی میں غائب ہو جاتی ہے۔ اس نے کہا ہاں آپ نے فرمایا تو جانتا ہے کہ زنا کیا چیز ہے اس نے کہا ہاں میں نے وہ حرام کام کیا ہے جو آدمی اپنی بیوی سے حلال کام کرتا ہے۔ فرمایا اس بات سے

تیری کیا مراد ہے اس نے کہا میں چاہتا ہوں آپ مجھے پاک فرما دیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دو صحابہ کو یہ بات کرتے سنا اس آدمی کو دیکھو خدا نے اس کا پردہ رکھا لیکن اس نے پردہ رہنے نہ دیا یہاں تک کہ رجم کیا گیا کتے کی طرح۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاموش ہو گئے یہاں تک کہ ایک مردہ گدھے کے قریب سے گزرے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا فلاں فلاں کہاں ہیں ان دونوں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم حاضر ہیں۔ آپ نے فرمایا اس مردے گدھے کو کھاؤ عرض کی اس کو کون کھائے گا۔ فرمایا تم نے ابھی جو بات اپنے بھائی کے بارے میں اس کی توہین کرتے ہوئے کہی وہ اس گدھے کے گوشت کھانے سے اشد ہے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ اختیار میں میری جان ہے۔

اِنَّهُ الْاٰنَ لَفِیْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ يَتَغَمَّسُ فِيْهَا۝

ترجمہ: وہ اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔

(دار قطنی، جلد 3، ص196۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 7، ص322)

حدیث نمبر 122.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورج کو گہن لگنے پر نماز پڑھی۔ صحابہ نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ اختتام نماز پر صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم نے آپ کو دیکھا کہ آپ اپنی جگہ سے کسی چیز کو لے رہے تھے۔ پھر ہم نے دیکھا کہ آپ لیتے لیتے رُک گئے آپ نے فرمایا۔

اِنِّیْ رَأَیْتُ الْجَنَّۃَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْهَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُہٗ لَاَ کَلْتُمْ مِنْہُ مَا بَقِیَتِ الدُّنْیَا○

(مسلم شریف، جلد 1، ص 298۔ مصنف عبدالرزاق، جلد 3، ص 98)

میں نے جنت کو دیکھا میں اس سے ایک خوشہ توڑنے لگا اگر میں اس خوشہ کو توڑ لیتا تو تم رہتی دنیا تک اس کو کھاتے رہتے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) جب آپ دیکھنا چاہیں تو سات آسمان آپ کے سامنے حجاب نہیں بن سکتے جو نبی اتنی دور سے جنت کو دیکھ سکتا ہے وہ زمین پر پھیلے ہوئے اپنے غلاموں کو بھی دیکھ سکتا ہے۔

(۲) آپ زمین پر رہتے ہوئے جنت میں تصرف کر سکتے ہیں اور چونکہ غیر کی ملکیت میں تصرف کرنا جائز نہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو جنت کا مالک بنا دیا ہے جس طرح آپ چاہتے ہیں اس میں تصرف کرتے ہیں۔

(۳) جس جگہ اس وقت آپ آرام فرما ہیں وہ جگہ جنت کی کیاریوں میں سے ہے جب آپ زمین پر رہ کر جنت میں تصرف کر سکتے ہیں تو جنت میں رہ کر آپ زمین پر بھی تصرف کر سکتے ہیں۔

(۴) جنت کی نعمتوں کو فنا نہیں۔

حدیث نمبر 123.

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حذافہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے فرمایا میں تجھے ایک راز کی بات بتاتا ہوں کسی سے اس کا ذکر نہ

کرنا مجھے منع کر دیا گیا ہے کہ فلاں فلاں لوگ منافق ہیں ان کے مرنے پر میں ان کی نماز جنازہ نہ پڑھوں جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ بنے اور آپ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر ان کا ہاتھ پکڑ لیتے اگر وہ ساتھ چلتے تو جا کر اس کی نماز جنازہ پڑھ لیتے اور اگر حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ اپنا ہاتھ چھڑا لیتے تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس کی نماز جنازہ نہ پڑھتے۔ (مصنف عبدالرزاق، جلد 11، ص239)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) خدا تعالیٰ نے آپ کو منافقوں کا علم عطا فرما دیا تھا کہ فلاں فلاں آدمی منافق ہے۔

(۲) جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو منافقوں کی نماز جنازہ سے منع کر دیا گیا تو ہمیں بھی چاہیے کہ جن کے منافقوں جیسے عقیدے ہیں ان کی نماز جنازہ نہ پڑھا کریں اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی منافقوں کی نماز جنازہ نہ پڑھتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفاء کی سنت کو لازم پکڑو لہٰذا جس کے عقائد منافقوں سے ملتے جلتے ہیں مثلاً دیابنہ وغیر مقلدین ان کے مرنے پر ان نماز جنازہ نہ پڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی سنت پر عمل کیا جائے۔

حدیث نمبر 124.

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم

علیہ السلام کو بیت اللہ میں سکونت دی انہوں نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی یا اللہ تو ہر عمل کرنے والے کو اجر دیتا ہے۔ مجھے بھی اجر عطا فرما خدا تعالیٰ نے آپ پر وحی کی: ''اے آدم جب تو کعبہ کا طواف کرے گا تو میں تجھے بخش دوں گا''۔ عرض کی الٰہی اس میں اضافہ فرما خدا نے فرمایا تیری اولاد میں سے جو کعبہ کا طواف کرے گا اسے بھی بخش دوں گا۔ عرض کی الٰہی اس میں اضافہ فرما خدا نے فرمایا طواف کرنے والے جس کی بخشش کی دعا کریں گے اس کو بھی بخش دوں گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا پھر شیطان کھڑا ہوا ایک وردی میں اور عرض کی تو نے مجھے دار فنا میں بھیج دیا اور میرا ٹھکانہ دوزخ بنا دیا اور آدم علیہ السلام کو میرا دشمن بنا دیا تو نے اسے اپنی عطا سے نوازا ہے مجھے بھی کچھ عطا کر خدا۔ نے فرمایا میں نے تجھے یہ صفت دی کہ تو انسان کو دیکھ لے گا لیکن وہ تجھے نہ دیکھ سکے گا۔ اس نے عرض کی الٰہی اس میں اضافہ فرما۔ کہا میں نے انسان کا دل تیرا مسکن بنا دیا اس نے عرض کی الٰہی اس میں اضافہ فرما خدا نے فرمایا تو اس کے خون کے ساتھ گردش کرے گا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام کھڑے ہو گئے اور عرض کی اے میرے رب تو نے ابلیس کو عطا کیا تو مجھے بھی عطا فرما۔ خدا نے فرمایا تم نیکی کا ارادہ کرو گے تو صرف ارادے کی وجہ سے ایک نیکی مل جائے گی اور اگر وہ نیک کام کر لو گے تو ایک کے بدلے دس نیکیاں ملیں گی اور اگر کوئی آدمی بُرے کام کا ارادہ کرے گا اور وہ بُرا کام کرے گا نہیں تو ایک نیکی دوں گا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کی یا اللہ اس میں اضافہ کر خدا نے فرمایا ایک میرے لئے ایک میرے اور تیرے درمیان اور ایک اور تیرے لئے بطور اضافہ جو میرے لئے ہے وہ یہ ہے کہ میری عبادت میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کر اور جو تیرے اور میرے درمیان ہے وہ یہ کہ دعا تیری اجابت میری اور جو بطور اضافہ ہے وہ یہ ہے

کہ مجھ سے بخشش کی دعا مانگ میں تیری مغفرت کر دوں گا کیونکہ میں غفور ورحیم ہوں۔ (کنز العمال، جلد5،ص51)

حدیث نمبر125.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے اجازت دی گئی کہ میں یہ بات بیان کروں کہ جن فرشتوں نے اللہ کا عرش اُٹھایا ہوا ہے ان میں سے ایک فرشتہ اتنا بڑا ہے کہ اس کے کان کی لو سے لے کر کندھے تک کا فاصلہ سات سو سال کی راہ ہے۔ (کنز العمال، جلد6،ص136)

حدیث نمبر126.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے کہ اس کے جسم کا اوپر والا آدھا حصہ برف سے بنا ہوا ہے اور نچلا آدھا حصہ آگ سے بنا ہوا ہے۔ وہ بلند آواز سے پکارتا ہے پاک ہے وہ ذات جس نے آگ کی حرارت کو روکا ہوا ہے کہ وہ اس برف کو پگھلاتی نہیں اور اس برف کی ٹھنڈک کو روکا ہوا ہے کہ وہ آگ کو نہیں بجھاتی اے آگ اور برف کے درمیان الفت پیدا کرنے والے خدا تو اپنے مومن بندوں کے دلوں میں اپنی اطاعت کی محبت پیدا کر دے۔ (کنز العمال، جلد6،ص142)

حدیث نمبر127.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نو فرشتے سورج پر مؤکل ہیں وہ اس پہ برف مارتے ہیں اگر ایسا نہ ہو تو ہر چیز کو سورج جلا دیتا۔

(کنز العمال، جلد6،ص152)

حدیث نمبر 128.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بحر شامی سے کلام فرمایا اے سمندر کیا میں نے تجھے اچھی تخلیق کے ساتھ پیدا نہیں کیا اور تجھ میں پانی کی کثرت نہیں کر دی۔ اس نے عرض کی ہاں یا رب فرمایا اگر میں تجھ میں اپنے بندوں کو سفر کراؤں جو میری تہلیل تحمید تسبیح اور تکبیر کہیں تو تُو ان کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ عرض کی میں ان کو غرق کر دوں گا فرمایا میں تیرا خوف ارد گرد پھیلا دوں گا اور اپنے بندوں کو اپنے ید قدرت پر اٹھا لوں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ بحر ہند سے کلام فرمایا۔ اے بحر ہند کیا میں ے تجھے اچھی تخلیق میں پیدا فرما کر تجھ میں پانی کی کثرت نہیں کر دی اس نے کہا ہاں یا رب فرمایا اگر میں تجھ میں اپنے ایسے بندوں کو سفر کراؤں جو میری تہلیل تحمید تسبیح اور تکبیر کہیں تو تُو ان کے ساتھ کیا سلوک کرے گا۔ عرض کی میں بھی ان کے ساتھ تیری تہلیل تیری تسبیح اور تیری تکبیر بیان کروں گا اور میں ان کو اپنی پیٹھ اور پیٹ میں لے لوں گا۔ خدا تعالیٰ نے اس سمندر میں زیورات اور پاکیزہ شکار پیدا فرما دیا۔

(کنزالعمال، جلد 6، ص 159۔ تاریخ بغداد، جلد 10، ص 233)

حدیث نمبر 129.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم سے پہلے زمانے میں ایک مسلمان تھا جو صغائر و کبائر میں ملوث رہتا تھا جب وہ کھانا کھاتا تو بچا کھچا کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر ڈال دیتا تھا خدا کا ایک عابد بندہ آ کر وہاں سے روٹی کے ٹکڑے اور سبزی وغیرہ چن کر کھا لیتا اور کبھی کوئی ہڈی چوس لیتا کچھ عرصہ تک یہ سلسلہ چلتا رہا یہاں تک کہ اس بادشاہ کا انتقال ہو گیا اور خدا نے اس کے گناہوں

کی بنا پر اسے داخل جہنم کر دیا۔ عابد جنگل کی طرف نکل گیا اور وہاں پانی اور سبزی پر گزراوقات کرتا رہا پھر اللہ تعالیٰ نے اس عابد کو بھی وفات دی پھر اس سے پوچھا تیرے ساتھ کسی نے کوئی نیکی کی ہو جس کا تو نے بدلہ چکانا ہو اس نے کہا اے رب نہیں فرمایا تیری گزراوقات کس طرح ہوتی حالانکہ خدا جانتا ہے اس نے عرض کی یا اللہ ایک بادشاہ کے کوڑا کرکٹ کے ڈھیر پر جا کر روٹی سبزی کے بچے کھچے ٹکڑے کھا لیتا تھا اور کبھی ہڈی چوس لیتا تھا تو نے اس کو وفات دے دی تو میں جنگل کی طرف نکل گیا۔ سبزی پر گزارا ہوتا تھا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اس بادشاہ کو دوزخ سے نکالا گیا عابد نے کہا یا اللہ یہی وہ بادشاہ تھا جس کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر سے میں کھاتا تھا خدا نے فرمایا اس بادشاہ کا ہاتھ پکڑ کر اس کو جنت میں داخل کر دو اس نیکی کے باعث جو اس نے تم سے کی۔ (کنزالعمال، جلد6، ص369)

اس حدیث میں مندرجہ ذیل علم غیب سے متعلق باتیں ہیں۔

(۱) پرانے زمانے میں فلاں بادشاہ صغائر اور کبائر کا ارتکاب کرتا تھا۔

(۲) وہ اپنا بچا کھچا کھانا کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر ڈال دیتا تھا۔

(۳) ایک خدا کا عابد بندہ اس کھانے کو آ کر کھا لیتا تھا۔

(۴) بادشاہ اپنے گناہوں کی بنا پر داخل دوزخ ہو گیا۔

(۵) بعد میں عابد فوت ہوا اس کے ساتھ خدا نے کلام فرمایا۔

(۶) اس عابد کی برکت سے بادشاہ دوزخ سے آزاد ہو کر داخل جنت ہوا۔

حدیث نمبر 130.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خدا اپنے بندوں کی پردہ پوشی فرماتے ہوئے قیامت

کے دن لوگوں کو ان کی ماؤں کے نام سے پکارے گا اور جب لوگ پلصراط کو پار کرنے لگیں گے تو خدا تعالٰی ہر مومن مرد عورت اور منافق کو نور عطا فرمائے گا جب پلصراط پر چلیں گے تو خدا تعالٰی منافق مردوں اور عورتوں کا نور سلب کرے گا منافق کہیں گے اے مومنوں ہماری طرف دیکھو شاید تمہارے نور سے ہمیں بھی کچھ مل جائے اور مومن کہیں گے اے ہمارے رب ہمارا نور مکمل فرما اس مقام پر کوئی کسی کو یاد نہیں کرے گا۔ (کنزالعمال، جلد 14، ص642)

حدیث نمبر131.

حضرت شیبہ بن عثمان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فتح مکہ کے بعد ہوازن سے جنگ کرنے کے ارادے سے نکلے تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ انتقام کا بہترین موقع ہے شاید گڑ بڑ میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کو قتل کرنے میں کامیاب ہو جاؤں اور جنگ اُحد میں اپنے باپ اور چچا اور بنی اعمام کے قتل کا بدلہ لے سکوں اس وقت میرا خیال تھا اگر تمام عرب وعجم کے لوگ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے تابع ہو جائیں تو بھی میں ہرگز ان کے تابع نہ ہوں گا بلکہ ان سے میری عداوت اور بھی بڑھتی جائے گی۔

جب میدان جنگ میں خوب زور شور سے گڑ بڑ ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیادہ ہو گئے میں قتل کے ارادے سے آپ کے دائیں طرف بڑھا لیکن وہاں حضرت عباس کو سفید چاندی جیسی زرہ پہنے مستعد پایا میں نے سوچا کہ چاچا ہے اپنے بھتیجے کی پوری حمایت کرے گا میں بائیں جانب مائل ہوا وہاں دیکھا کہ ابوسفیان بن حارث رضی اللہ عنہ کھڑے ہیں سوچا یہ ان کے چچا زاد بھائی ہیں پوری حمایت کریں گے۔ میں کاوا کاٹ کر پیچھے کی طرف آیا اور آپ کے قریب

پہنچ گیا۔ تلوار سے وار کرنا چاہتا تھا کہ ایک آگ کا کوڑا دیکھا جو مجھ پر پڑنا چاہتا تھا۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں اور پیچھے کی طرف ہٹ گیا۔ اسی وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری طرف التفات فرمایا اور مجھے کہا شیبہ میرے پاس آؤ۔ میں قریب ہوا آپ نے تین مرتبہ میرے سینے پر ہاتھ رکھا جس سے میرے دل میں آپ کی اتنی محبت ہوگئی کہ اس سے زیادہ متصور نہیں ہو سکتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے جنگ کرنے کا حکم دیا میں نے آگے بڑھ کر تلوار چلانا شروع کی خدا کی قسم اس وقت میری یہ کیفیت تھی کہ اگر کوئی وار حضرت پر آئے تو میں اسے اپنے اوپر لے لوں۔ اگر اس وقت میرا باپ بھی میرے سامنے آتا تو اس پر بھی میں تلوار کا وار کر دیتا۔

ایک روایت میں ہے کہ میں نے دیکھا کہ آسمان سے ابلق رنگ کے گھوڑے اتر رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ تو کافروں کو نظر آتے ہیں پھر آپ نے تین مرتبہ میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا یا اللہ شیبہ کو ہدایت دے۔

اختتام جنگ پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے خیمہ میں تشریف لے گئے میں بھی وہاں حاضر ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے چہرے پر آثار مسرت نمایاں تھے۔ فرمایا شیبہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے وہ ارادہ فرمایا وہ تمہارے ارادے سے بہتر تھا پھر آپ نے میرے تمام خیالات بیان فرمائے جو میں نے کسی سے نہ کہے تھے۔ میں نے توحید و رسالت کی گواہی دی اور عرض کی میرے لئے مغفرت کی دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا خدا نے تجھے بخش دیا۔

(طبرانی کبیر، جلد 7، ص298۔ ابن کثیر، جلد 10، ص44-43)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا کی طرف علم غیب حاصل ہے کہ آپ نے شیبہ بن عثمان کے تمام خیالات بتا دیئے جو اس نے کسی کو نہ بتائے تھے نیز فرمایا کہ اے شیبہ تیرے ارادے سے اللہ تعالیٰ کا ارادہ بہتر تھا یعنی تیرا ارادہ میرے قتل کا تھا اور خدا کا ارادہ تیری ہدایت کا تھا نیز آپ نے فرمایا کہ خدا نے تیرے سارے گناہ معاف فرما کر تجھے بخش دیا ہے۔

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو نے جو ابلق گھوڑے دیکھے ہیں وہ تو کفر کی نشانی ہے کہ وہ کافر کو نظر آتے ہیں اس پر آپ اس کے کفر پر مطلع ہو گئے۔

(۳) آپ نے تین مرتبہ شیبہ کے سینے پر ہاتھ رکھا اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلی مرتبہ ہاتھ رکھ کر اس کا کفر دور کر دیا دوسری مرتبہ اس کا سینہ ایمان کا گنجینہ بنا دیا تیسری مرتبہ اپنی محبت سے اس کا سینہ معمور فرما دیا۔

حدیث نمبر 132.

حضرت خزیمہ بن حکیم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مندرجہ ذیل سوالات کیے۔

(۱) رات کو تاریکی اور دن کو روشنی کیوں ہوتی ہے؟

(۲) سردیوں میں زیر زمین پانی گرم کیوں ہوتا ہے اور گرمیوں میں ٹھنڈا کیوں ہوتا ہے؟

(۳) رعد اور برق کیا ہے؟

(۴) بچہ میں باپ کی کیا چیز ہوتی ہے اور ماں کی کیا چیز ہوتی ہے؟

(۵) ٹڈی کہاں سے نکلتی ہے؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سوالوں کے مندرجہ ذیل جوابات ارشاد فرمائے۔

جواب (۱):

آپ نے فرمایا رات کی تاریکی اور دن کی روشنی کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کی جگہ سے ایک چیز پیدا کی ہے جس کا باطن سیاہ اور ظاہر سفید روشن ہے۔ اس کو فرشتے پھیلا دیتے ہیں اس کی ایک طرف مشرق میں ایک طرف مغرب میں ہے۔ رات کے وقت فرشتے سیاہ طرف مغرب سے مشرق تک پھیلا دیتے ہیں اور دن کو اس کے سفید حصے کو مشرق سے مغرب تک پھیلا دیتے ہیں تو دنیا میں روشنی ہو جاتی ہے۔ تاریکی اور روشنی دونوں ایک دوسرے کے قائم مقام ہوتے ہیں یہ دونوں نیست و نابود نہیں ہوتے۔

جواب (۲):

پانی کی حقیقت اور اصلیت میں خنکی اور ٹھنڈک ہے سردیوں کی راتیں لمبی ہوتی ہیں۔ سورج زیادہ دیر تک زیر زمین رہتا ہے لہٰذا زیر زمین پانی گرم ہو کر نکلتا ہے اور گرمیوں کی راتیں چھوٹی ہوتی ہیں اس لئے آفتاب تھوڑی دیر زیر زمین رہتا ہے اور پانی اپنی اصلی حالت پر قائم رہتے ہوئے زمین سے ٹھنڈا نکلتا ہے۔

جواب (۳):

آپ نے فرمایا رعد ایک فرشتہ ہے اس کے ہاتھ میں کوڑا رہتا ہے وہ بادل کو چلانے کے لئے کوڑا اٹھاتا ہے تو بجلی چمکتی ہے اور جس وقت وہ ڈانٹ دیتا ہے تو کڑک ہوتی ہے اور جو کوڑا مارتا ہے تو بجلی گرتی ہے۔

جواب (۴):

رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بچہ میں باپ کی وجہ سے ہڈیاں رگیں اور پٹھے ہوتے ہیں اور ماں کی وجہ سے گوشت خون اور بال ہوتے ہیں۔

جواب (۵):

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ٹڈی سمندر میں ایک مچھلی کے ناک سے نکلتی ہے۔

(کنزالعمال، جلد 13، ص384۔ خصائص کبریٰ، جلد 1، ص710)

حدیث نمبر 133.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی باری میں ان کے مکان میں حضرت ماریہ رضی اللہ عنہا کو اپنی صحبت سے سرفراز فرمایا حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیمار پرسی کے لئے گئی ہوئی تھیں۔ جب آپ واپس ہوئیں تو آپ کو اصل حقیقت کا علم ہوا۔ آپ ناراض ہوئیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا میں ماریہ کو اپنے اوپر حرام کرتا ہوں۔ پھر فرمایا اے حفصہ (رضی اللہ عنہا) میں تمہیں ایک بشارت نہ دوں انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر فدا ہو جائیں۔ ارشاد فرمائیں آپ نے فرمایا میرے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے اور ان کے بعد تیرا باپ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوگا لیکن اس بات کو پوشیدہ رکھنا۔ (کنزالعمال، جلد 13، ص13)

حدیث نمبر 134.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ بعض لوگ لا الہ الا اللہ کہنے والے اپنے بُرے عملوں کے سبب جہنم میں جائیں گے۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوگا کہ یہودی نصرانی اور بت پرست لوگ ان مسلمانوں کو جہنم میں دیکھ کر کہیں گے۔ اے لوگو! تمہارا لا الہ الا اللہ کہنا تمہارے کچھ کام نہ آیا ہم بُت پرست اور تم خدا پرست آج برابر آگ میں جل رہے ہیں۔ بس برابر ہوگیا لا الہ الا اللہ کہنا اور بُت پرستی اور یکساں ہوگئی۔ خدا کی عبادت اور بتوں کی پرستش جب کفار یہ کلام کریں گے تو خدا کا دریائے رحمت جوش میں آجائے گا اور خدا تعالیٰ غضبناک ہو کر فرمائے گا آج کفار نے ہمیں بتوں کے برابر کردیا اور توحید اور شرک کو برابر کر دیا۔ اے جبریل جلدی جا کر دیکھو کہ گنہگار مسلمانوں کا جہنم میں کیا حال ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام عرض کریں گے الٰہی تو خوب جانتا ہے جو ان کا حال ہو رہا ہوگا آج کیا وجہ ہے کہ ان قیدیوں کی جانب نظر رحمت ہوئی ہے۔ جبریل آج بت پرستوں نے ہمیں بتوں کے برابر کردیا ہے ہمارے مسلمان بندوں کو جو لا الہ اللہ کہتے تھے۔ توحید کا طعنہ دیا ہے اور ان کو کہا ہے کہ تمہارا لا الہ الا اللہ کہنا کچھ کام نہ آیا۔ اے جبریل علیہ السلام یہ سن کر ہماری رحمت کا دریا جوش پر آیا ہے اور اب وہ وقت قریب آگیا ہے کہ گنہگار مسلمان بخشے جائیں گے۔ حضرت جبریل علیہ السلام یہ سن کر دوزخ کی طرف روانہ ہوجائیں گے۔ مالک جہنم آپ کو دیکھ کر اپنے آہنی منبر سے نیچے اترے گا اور کہے گا حضرت آج آپ اس طرف کیسے تشریف لائے ہیں۔ حضرت جبریل علیہ السلام فرمائیں گے اے مالک یہ بتا کہ گنہگاران امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جہنم میں کیا حال ہے۔ مالک جہنم

کہے گا ان کا حال تو بہت بُرا ہے بڑے تنگ مکان میں مقید ہیں۔ آگ نے ان
کے جسم جلا ڈالے ہڈیاں سوختہ کر دیں صرف ان کے دل اور زبان سالم ہیں کہ وہ
ایمان کی جگہ تھے باقی سب کچھ جل گیا۔ جبریل علیہ السلام فرمائیں گے جلدی
حجاب اُٹھا دے دروازہ کھول دے کہ میں بھی اپنے نبی کی امت کو دیکھ لوں مجھے
رب العزت نے فرمایا ہے کہ اپنی آنکھوں سے دیکھوں مالک جہنم کا دروازہ کھول
دے گا اور سر پوش اُٹھا دے گا۔ حضرت جبریل دوزخ میں جا کر دیکھیں گے کہ
لوگ بڑی بُری حالت میں ہیں جب دوزخی لوگ جبریل علیہ السلام کی صورت
دیکھیں گے تو مالک سے پوچھیں گے کہ اے مالک یہ کونسا فرشتہ ہے کہ ہم نے آج
تک ایسا خوبصورت فرشتہ نہیں دیکھا وہ کہیں گے یہ وہ فرشتہ ہے جو حضرت محمد صلی
اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی لے جاتا تھا۔ جبریل علیہ السلام کا نام سن کر جہنمی لوگ
شوروغل مچائیں گے پھر رو کر عرض کریں گے ۔ جبریل علیہ السلام ہمارا سلام
ہمارے نبی تک پہنچا دیں اور یہ بھی کہیں کہ ہم نہایت سخت عذاب میں مبتلا ہیں۔
آپ ہماری شفاعت کیجئے حضرت جبریل علیہ السلام گنہگاروں سے وعدہ فرمائیں
گے کہ میں ضرور تمہاری حالت زار کی خبر تمہارے شفیع نبی تک پہنچا دوں گا جب
وہاں سے رخصت ہو کر جبریل علیہ السلام اپنے مقام پر آئیں گے ۔ خدا فرمائے
گا اے جبریل علیہ السلام امت محمدیہ کا کیا حال ہے۔ عرض کریں گے الٰہی تو سب
کچھ جانتا ہے وہ نہایت سخت عذاب میں مبتلا ہیں اس ہمکلامی کی لذت میں محو ہو
کر جبریل علیہ السلام گنہگار امت کا وعدہ بھول جائیں گے۔ خدا فرمائے گا اے
جبریل علیہ السلام تم نے ان کے ساتھ کوئی وعدہ بھی کیا تھا۔ وہ عرض کریں گے
ہاں یارب میں نے ان سے وعدہ کیا تھا کہ میں ان کا سلام ان کے نبی تک
پہنچاؤں اور جو عذاب کی حالت ان پر گزر رہی ہے اس کی خبر نبی کو دوں خدا

فرمائے گا اے جبریل جلدی جا کر نبی کو خبردار کر دو حضرت جبریل علیہ السلام رو کر عرض کریں گے یا محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں آپ کی گنہگار امت کے پاس سے آیا ہوں جو جہنم کے عذاب میں مبتلا ہیں۔ انہوں نے بہت رو کر آپ کو سلام کہا ہے اور یہ کہا ہے کہ ہماری خبر لیجئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سنتے ہی فرمائیں گے۔ اے میری امت میں حاضر ہوں پھر عرش الٰہی کے نیچے سجدہ ریز ہو جائیں گے پھر خدا تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کریں گے۔ سات دن کی مدت تک سجدہ میں رہیں گے۔ پھر حکم ہو گا اے نبی سجدہ سے سر اُٹھاؤ، مانگو کیا مانگتے ہو جس کی شفاعت کرو گے قبول ہوگی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرض کریں گے یا رب امتی امتی ارشاد ہوگا جاؤ ساری عمر میں ایک دفعہ لا الہ الا اللہ جس نے کہا اور شرک نہیں کیا خواہ وہ کتنا ہی گنہگار کیوں نہ ہو اس کو جہنم سے نکال لو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اذن شفاعت حاصل کر کے اہل جنت کو اطلاع کر دیں گے۔ اے لوگو! آج محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شفاعت کا دروازہ کھلوایا ہے۔ اے اہل جنت تم میرے ساتھ چلو جس کو تم پہچان لو اس کو میرے ساتھ چل کر جہنم سے نکالو یہ سن کر بے شمار جنتی آپ کے ساتھ ہو جائیں گے اور آپ ان کو ساتھ لے کر دوزخ کی طرف شفاعت کے لئے تشریف لے جائیں گے۔ جس وقت یہ سب لوگ آپ کے ساتھ جہنم کے پاس پہنچیں گے مالک جہنم دیکھ کر گھبرائے گا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کھڑا ہو جائے گا آپ زار و قطار رو کر فرمائیں گے۔ اے مالک بتا میری امت کا کیا حال ہے تو نے ان کو کس کس طرح جلایا اور کیا کیا عذاب دیا مالک کہے گا وہ تو نہایت تکلیف میں ہیں۔ آپ فرمائیں گے جہنم کا دروازہ کھول دو مالک جہنم کا دروازہ کھول دے گا جس وقت دوزخی آپ کو دیکھیں گے۔ رو کر عرض کریں گے یَا مُحَمَّدُ اَحْرَقَتِ النَّارُ جُلُوْدَنَا وَاَکْبَادَنَا وَوُجُوْهَنَا۔

حضرت آگ نے ہمارے جسم ہمارے کلیجے اور ہمارے منہ جلا دیئے اور بڑے بڑے عذاب ہوتے رہے۔ آپ ملائکہ کو حکم دیں گے کہ ان کو باہر نکالو یہ سن فرشتے ان سب دوزخیوں کو جہنم سے نکالیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرمائیں گے یا اللہ یہ تو جل کر کوئلے کی طرح سیاہ بن چکے ان کو جنت میں جانے کے قابل بنا دے خدا تعالیٰ رضوان جنت کو حکم دے گا کہ نہر حیات کا رُخ جہنم کے دروازے کی طرف کر دو اور ان سوختہ جانوں کو حکم ہو گا۔ اس نہر میں غوطہ زن ہو جاؤ تھوڑی دیر کے بعد وہ چودھویں رات کے چاند بن کر نکلیں گے اور جنت میں داخل ہو جائیں گے اس وقت سارے بُت پرست تمنا کریں گے کاش ہم بھی مسلمان ہوتے۔

رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ○

ترجمہ: کافر تمنا کریں گے کاش ہم بھی مسلمان ہوتے۔

(طبرانی اوسط، جلد 8، ص 145۔ احسن، ص 90)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور غیبیہ بیان ہوئے۔

(۱) بت پرست گنہگار مسلمانوں کو توحید کا طعنہ دیں گے اس پر خدا کی رحمت کو جوش آ جائے گا۔

(۲) جبریل علیہ السلام ان گنہگاروں کا حال معلوم کرنے کے لئے مالک جہنم کے پاس جائیں گے ان کو جلتا ہوا دیکھیں گے۔

(۳) جبریل علیہ السلام کو دوزخی مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام سلام و پیغام دیں گے اور شفاعت کی التماس کریں گے۔

(۴) جبریل علیہ السلام کی اطلاع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شفاعت کے لئے عرش کے نیچے ایک ہفتہ کی مدت تک سجدہ ریز رہیں گے آخر آپ کو

اذن شفاعت ملے گا۔

(۵) آپ اہل جنت کو ساتھ لے کر ان دوزخیوں کو جہنم سے نکلوائیں گے۔

(۶) خدا نہر حیات کا رُخ ان کی طرف پھیر دے گا وہ اس میں غوطہ زن ہو جائیں گے اور چودھویں رات کے چاند کی طرح ہو کر تا ابد الآباد جنت میں داخل ہو جائیں گے اس پر کافروں کو حسرت ہو گی کہ کاش وہ بھی مسلمان ہوتے۔

حدیث نمبر 135.

غزوہ احزاب میں جب خندق کھودی جا رہی تھی تو راستے میں ایک چٹان آ گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو توڑنے کے لئے پہلی ضرب لگائی تو ایک روشنی ظاہر ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں میں نے اس روشنی میں کسریٰ کے محل دیکھ لئے جو کُتوں کے ناخنوں کی طرح تھے اور جبریل علیہ السلام نے مجھے خبر دی کہ میری امت ان پر غالب آئے گی یعنی میری امت کا قبضہ ہو جائے گا پھر میں نے دوسری ضرب لگائی پھر ایک روشنی نکلی جس کی بنا پر میں نے روم کے محلات دیکھ لئے گویا وہ کُتوں کے ناخن ہیں اور جبریل علیہ السلام نے خبر دی کہ میری امت کا ان پر قبضہ ہو جائے گا۔ پھر میں نے تیسری ضرب لگائی تو پھر ایک روشنی بجلی کی طرح چمکی اور میں نے صنعاء کے محل دیکھ لئے گویا وہ کُتوں کے ناخن میں اور جبریل علیہ السلام نے مجھے خبر دی کہ ان پر میری امت کا قبضہ ہو گا۔

حدیث نمبر 136.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَ سَبْعِیْنَ مِلَّةً وَتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلَاثٍ وَّ سَبْعِیْنَ مِلَّةً کُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا وَاحِدَةً قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ مَنْ هِیَ قَالَ مَااَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ o (کنزالعمال، جلد 1، ص 183)

ترجمہ: بنی اسرائیل کے بہتر فرقے ہوئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ایک کے سوا باقی سارے دوزخی ہوں گے صحابہ نے پوچھا یارسول اللہ وہ کونسا ہے فرمایا جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں۔

حدیث نمبر 137.

ایک صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں مشرکین مکہ کے ظلم وستم کی شکایت کی آپ نے فرمایا تم سے پہلے لوگوں کے لئے زمین میں گڑھا کھود کر ان کو اس میں کھڑا کر کے ان کے سر پر آرا رکھ کر سینے تک ان کو چیر دیا جاتا اور یہ ظلم ان کو دین سے برگشتہ نہ کرتا اور لوہے کی کنگھیوں سے ان کے جسم کا گوشت ہڈیوں سے الگ کر دیا جاتا اور یہ ظلم وستم ان کو ان کے دین سے برگشتہ نہ کرتا۔ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو مکمل کرے گا یہاں تک ایک سوار صنعا سے لے کر حضر موت تک چلا جائے گا اس کو اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا لیکن تم جلدی کرتے ہو۔ (کنزالعمال، جلد 1، ص 263)

حدیث نمبر 138.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قیامت کے دن اول مہاجرین کو خدا تعالیٰ مرتبہ شفاعت عطا فرمائے گا اور وہ اس حال میں آئیں گے کہ ان کے کندھوں پر انکا اسلحہ ہوگا۔ ان سے خازن جنت فرمائے گا کہ تم جنت کا دروازہ کھٹکھٹا رہے ہو کیا تمہارا حساب ہوگیا ہے۔ گھٹنوں کے بل ہو کر اپنے ہاتھ اٹھا کر

آسمان کی طرف خدا سے عرض کریں گے۔ ہمارا کیا حساب ہوگا کیا اس بات پر حساب ہوگا کہ ہم اپنے گھروں سے مال و دولت کو چھوڑا اہل و عیال اور اولاد کو چھوڑا۔ اللہ تعالیٰ ان کو سونے کے پر عطا فرمائے گا جو یاقوت و زبرجد سے مرصع ہوں گے۔ وہ ان سے اُڑ کر جنت میں پہنچ جائیں گے اور اپنے جنتی مکانوں کو دنیاوی مکانوں کی نسبت زیادہ اچھے طریقے سے پہچان لیں گے۔

(کنزالعمال، جلد 12، ص 21)

حدیث نمبر 139.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جنت البقیع سے قیامت کے روز ایسے ستر ہزار لوگ بغیر حساب داخل جنت ہوں گے جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے۔ (کنزالعمال، جلد 12، ص 262)

حدیث نمبر 140.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لوگ ایک آدمی کو لے کر آئے اور اس پر گواہی دی کہ اس نے ان کی اونٹنی چرائی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے متعلق (ہاتھ کاٹنے کا) حکم دیا وہ آدمی چلا گیا اور یہ کہتا جاتا تھا۔ اے اللہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتنا درود بھیج کہ درود ہی ختم ہو جائے اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتنی برکات نازل فرما کہ تیری برکات ختم ہو جائیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اتنا سلام بھیج کہ سلام ہی ختم ہو جائے۔ اس پر وہ ناقہ بول پڑی کہ یا محمد یہ آدمی میری چوری سے بری ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

اس آدمی کو میرے پاس واپس لاؤ مسجد نبوی سے ستر آدمی گئے اور اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں واپس لائے آپ نے اس سے پوچھا تو نے جاتے ہوئے کیا کلام کیا تھا۔ اس نے آپ کو بتایا جو اس نے پڑھا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہی وجہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ اتنے فرشتے ہیں کہ مدینہ کی گلیاں بھر گئی ہیں اور قریب تھا میرے اور تیرے درمیان حائل ہو جاتے پھر آپ نے اس سے فرمایا تو (قیامت دن) پلصراط کو اس حال میں پار کرے گا کہ تیرا چہرہ چودھویں رات کے چاند سے زیادہ روشن ہوگا۔

(کنزالعمال، جلد2، ص278)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل علم غیب کی باتوں کا پتہ چلا:

(۱) اس آدمی نے جاتے جی کلام کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہو گیا کہ اس نے کچھ کلام پڑھا یہی وجہ ہے کہ آپ نے اس سے پوچھا کہ تو نے جاتے ہوئے کیا پڑھا ہے۔

(۲) آپ نے دیکھا کہ مدینہ کی گلیاں فرشتوں سے بھر گئی ہیں۔

(۳) آپ نے فرمایا وہ آدمی چودھویں رات کے چاند سے روشن چہرے کے ساتھ پلصراط پار کرے گا۔

حدیث نمبر141.

حضور حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ سے کہا مجھ کو اجازت دیجئے کہ میں جا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز مغرب پڑھوں اور پھر آپ کی خدمت میں اپنی اور تمہاری مغفرت کی دعا کی درخواست کروں والدہ نے اجازت دی اور میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

مغرب کی نماز آپ کے ساتھ ادا کی پھر نوافل پڑھے۔ اس کے بعد عشاء کی نماز پڑھی جب آپ نماز سے فارغ ہو کر چلے تو میں بھی آپ کے ساتھ پیچھے پیچھے چلا آپ نے میرے قدموں کی آواز سن کر فرمایا کیا تو حذیفہ ہے۔ میں نے عرض کیا ہاں فرمایا: مَاحَاجَتُكَ غَفَرَ اللّٰهُ لَكَ وَلِاُمِّكَ ○ تجھے کیا حاجت ہے اللہ تجھے اور تیری ماں کو بخشے یہ ایک فرشتہ ہے جو اس رات سے پہلے کبھی زمین پر نازل نہیں ہوا۔ اس فرشتے نے اپنے پروردگار سے اجازت لے کر مجھے سلام کیا اور مجھے بشارت دے رہا ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جنت کی عورتوں کی سردار ہے اور حسن اور حسین رضی اللہ عنہم جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(باب فضائل اہلبیت مشکوٰۃ)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ:

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عطا سے حاجت روا ہیں۔ اس لئے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آپ کی بارگاہ میں یہ حاجت لے کر آئے تھے کہ اپنی اور اپنی والدہ کی مغفرت کی دعا کرائیں نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیری کیا حاجت ہے۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انسانوں کے دل کے رازوں سے واقف ہیں کہ بتائے بغیر آپ نے اس کے ارادے کو جان کر فرمایا خدا تیری اور تیری والدہ کی مغفرت فرمائے۔

(۳) آپ نے ایک ایسے فرشتے کو دیکھا جو پہلے کبھی نازل نہ ہوا تھا۔ یہ بھی آپ نے جان لیا کہ اس نے اللہ سے اجازت لی ہے اور مجھے سلام کیا ہے۔

(۴) اس فرشتے نے آپ کو بشارت دی کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تمام

جنتی عورتوں کی سردار ہیں اور امام حسن و امام حسین رضی اللہ عنہما نوجوانوں کے سردار ہیں۔

(۵) یہ تمام باتیں علوم غیبیہ سے متعلق ہیں جس سے پتہ چلا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔

حدیث نمبر 142.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَابَیْنَ قَبْرِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَۃٌ مِّنْ رِیَاضِ الْجَنَّۃِ ○

ترجمہ: میری قبر اور منبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے باغ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 11، ص 439)

حدیث نمبر 143.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ لِیْ حَوْضًا طُوْلُہٗ مَابَیْنَ الْکَعْبَۃِ اِلٰی بَیْتِ الْمَقْدِسِ اَبْیَضُ مِثْلُ اللَّبَنِ وَاٰنِیَتُہٗ مِثْلُ نُجُوْمِ السَّمَاءِ وَاِنِّیْ اَکْثَرُ الْاَنْبِیَاءِ تَبْعًا یَوْمَ الْقِیَامَۃِ○

(مصنف ابن ابی شیبہ، ص 453)

ترجمہ: بے شک میرے لئے حوض ہے جس کی لمبائی کعبہ سے بیت المقدس جتنی ہے۔ دودھ کی طرح سفید اس کے برتن ستاروں کی تعداد کے برابر اور قیامت کے دن سب نبیوں سے زیادہ میرے پیروکار ہوں گے۔

اس حدیث میں درج ذیل علم غیب سے متعلقہ باتیں ہیں۔

(۱) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا مجھے خدا نے حوض کوثر عطا فرمایا جس کی لمبائی کعبہ اور بیت المقدس کے درمیان فاصلہ کے برابر ہے۔

(۲) اس کا پانی دودھ کی مثل سفید ہے۔

(۳) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ستاروں کی تعداد کو جانتے ہیں تبھی تو فرمایا کہ حوض کوثر کے کنارے اتنے برتن جتنے کہ ستارے۔

(۴) قیامت کے دن حضور علیہ السلام کی امت تمام نبیوں کی امتوں سے زیادہ ہوگی۔

حدیث نمبر 144.

حضرت ابوموسیٰ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

تَكُوْنُ فِی آخِرِ الزَّمَانِ فِتَنٌ كَقِطَعِ اللَّيْلِ الْمُظْلِمِ يُصْبِحُ الرَّجُلُ مُؤْمِنًا وَيُمْسِي كَافِرًا وَيُمْسِي مُؤْمِنًا وَيُصْبِحُ كَافِرًا٥

(مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 11، ص19)

ترجمہ: آخری زمانے میں میری امت میں سیاہ رات کی طرح فتنے ہوں گے آدمی صبح کو مومن ہوگا اور شام کو کافر ہو جائے گا اور شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر ہو جائے گا۔

حدیث نمبر 145.

حضرت حسن رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنت اور اس کی نعمتوں کا تذکرہ فرمایا اور اس میں اونٹ کی مثل پرندے ہوں گے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم وہ تو بڑے نرم نازک ہوں گے۔ فرمایا جو ان کو کھائے گا وہ اللہ تعالیٰ کی خاص نعمت کھائے گا اور اے ابوبکر رضی اللہ عنہ خدا کی قسم مجھے یقین ہے کہ تو ضرور ان کے کھانے والوں میں سے ہوگا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 12، ص 8)

حدیث نمبر 146.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک انصاری کی بیوی کی طرف گیا۔ اس نے ہماری لئے ایک بکری ذبح کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک جنتی آدمی آئے گا چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تشریف لائے پھر فرمایا ایک جنتی آدمی آئے گا چنانچہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ تشریف لائے پھر فرمایا ایک جنتی آدمی آئے گا اور فرمایا اے اللہ اگر تو چاہے تو اس کو علی رضی اللہ عنہ کردے چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 12، ص 15)

حدیث نمبر 147.

حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ ایک چاندنی رات میں جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر مبارک میری گود میں تھا میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا کسی کی اتنی نیکیاں ہیں جتنے آسمان پر ستارے ہیں۔ آپ نے فرمایا ہاں عمر کی نیکیاں اتنی ہیں پھر میں نے پوچھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کی نیکیوں کا کیا حال ہے۔ آپ نے فرمایا عمر رضی اللہ عنہ کی ساری عمر کی نیکیاں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔

(باب مناقب ابوبکر وعمر مشکوٰۃ)

اس حدیث پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کو تمام ستاروں کی تعداد کا علم تھا حالانکہ ستارے ساتوں آسمانوں پر ہیں کیونکہ آپ نے یہ نہیں فرمایا کہ ٹھہرو جبریل علیہ السلام کو آنے دو ان سے پوچھ کر بتائیں گے اور نہ ہی یہ فرمایا کہ میں ذرا تمام آسمان کے ستاروں کو جمع کر لوں دوسری بات یہ کہ آپ اپنی امت کے ہر آدمی کی نیکیوں سے واقف ہیں حالانکہ نیکیاں کرنے والے پوری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں بعض پہاڑوں پر بعض میدانوں میں بعض خلوت میں بعض جلوت میں اور بعض رات کی تاریکیوں میں نیکیاں کرتے ہیں پھر یہ بھی جانتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نیکیاں سب سے زیادہ ہیں اور ان کی ایک ایک نیکی اتنی عظیم ہے کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی تمام عمر کی سب نیکیاں اس ایک نیکی کے برابر ہیں۔

حدیث نمبر 148.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک روز جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور میرا ہاتھ پکڑ لیا اور مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس سے میری امت جنت میں داخل ہو گی۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کاش میں بھی آپ کے ساتھ ہوتا تا کہ میں بھی اس دروازے کو دیکھ لیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ میری امت میں سب سے پہلا شخص تُو ہو گا جو جنت میں داخل ہو گا۔ (باب مناقب ابی بکر، مشکوٰۃ)

حدیث نمبر 149.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ مدینہ

کے باغوں کی طرف گئے ہم ایک باغ کے قریب سے گزرے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ باغ کیسا اچھا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے علی (رضی اللہ عنہ) تیرے لئے جنت میں اس سے عمدہ باغ ہے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سات باغوں کے قریب سے گزرے ہر باغ کے قریب پہنچ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ عرض کرتے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ باغ کتنا عمدہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے تیرے لئے جنت میں اس سے بہتر باغ ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 12، ص 75)

حدیث نمبر 150.

حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو درخت سے کوئی چیز اُتارنے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کو دبلی پتلی پنڈلیوں کو دیکھ لیا اوز وہ ہنسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیوں ہنستے ہو عبداللہ کی پنڈلیاں (قیامت کے دن) میزان میں اُحد پہاڑ سے زیادہ وزنی ہوں گی۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 12، ص 114)

حدیث نمبر 151.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت اور دوزخ میں جھگڑا ہوا جہنم نے کہا سارے تکبر کرنے والے مال و دولت والے اور بڑے بڑے سردار میرے ہیں جنت نے کہا مجھ میں کمزور اور مسکین لوگ داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا تو

میری رحمت ہے میں تجھ میں جس کو چاہوں داخل کروں اور دوزخ سے فرمایا تو میرا عذاب ہے میں جس کو چاہوں تجھ سے عذاب دوں اور تم دونوں کو بھر دوں گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 13، ص 159)

حدیث نمبر 152.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جہنم ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو اس کی آگ سفید ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو سرخ ہو گئی پھر ایک ہزار سال تک جلایا گیا تو وہ سیاہ ہو گئی اب وہ سیاہ رات کی طرح ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 13، ص 167)

حدیث نمبر 153.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ قبر میں کافر پر ننانویں سانپ مسلط کئے جائیں گے وہ قیامت تک اس کو ڈستے رہیں گے اور اگر ایک سانپ زمین پر پھونک مار دے تو زمین سے سبزہ پیدا نہ ہو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 13، ص 175)

حدیث نمبر 155.

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا خیال ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی۔ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں آپ کے پہلو میں دفن کی جاؤں فرمایا تجھے یہاں جگہ کیسے مل سکتی ہے یہاں تو میری قبر ابوبکر، عمر رضی اللہ عنہما اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی قبر کی جگہ ہے۔ (کنز العمال، جلد 14، ص 620)

حدیث نمبر 156.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا (قیامت کے دن) سب سے پہلے بندہ کی نماز کا حساب ہوگا اگر تو مکمل ہوئی تو ٹھیک ورنہ خدا تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا اس کی نماز کو نفلوں سے مکمل کردو۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 2، ص 405)

حدیث نمبر 157.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ احرام کی حالت میں موجود تھا۔ اس کی اونٹنی نے اس کو گرا دیا اور وہ فوت ہوگیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور اس کو اس کے کپڑوں میں کفن دو لیکن اس کا سر نہ ڈھانپنا اور اس کو خوشبو لگانا اس لئے کہ:

فَإِنَّهُ يُبْعَثُ مُلَبِّيًا ٥ یہ قیامت کے دن لبیک کہتا ہوا اُٹھے گا۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 4، ص 352)

حدیث نمبر 158.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ (قیامت کے دن) جو نمازی ہوگا اسے جنت کے باب الصلوٰۃ سے پکارا جائے گا جو مجاہد ہوگا اسے باب الجہاد سے پکارا جائے گا اور جو صدقہ دینے والا ہوگا اسے باب الصدقہ سے پکارا جائے گا اور جو روزے دار ہوں گے ان کو باب الریان سے جنت میں داخلے کے لئے بلایا جائے گا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ آپ

پر قربان ہو جائیں۔ اس بات کی ضرورت تو نہیں کہ کسی کو تمام دروازوں سے پکارا جائے لیکن کیا کوئی ایسا ہے کہ جس کو جنت کے تمام دروازوں سے پکارا جائے گا آپ نے فرمایا ہاں اور یقین ہے کہ وہ تم ہوں گے۔

(ترمذی شریف، جلد 2، ص 208)

حضرت نمبر 159.

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو لوگ جنت کے اعلیٰ درجات پر فائز ہوں گے ان کو نچلے درجوں والے اس طرح دیکھیں گے۔ جس طرح تم افق آسمان پر طلوع ہونے والے ستارے کو دیکھتے ہو اور صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم انہیں لوگوں میں سے ہوں گے۔ (ترمذی شریف، جلد 2، ص 206)

حدیث نمبر 160.

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کے بارے میں فرمایا۔

هٰذَانِ سَیِّدَا کُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ اِلَّا النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ یَا عَلِیُّ لَا تُخْبِرْهُمَا ۝ (ترمذی شریف، جلد 2، ص 207)

ترجمہ: یہ دونوں جنت میں ادھیڑ عمر والوں کے سردار ہوں گے جو پہلے ہونے ہیں اور آخر میں ہوئے ہیں سوائے نبیوں اور رسولوں کے۔

حدیث نمبر 161.

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔

لَقَدْ تَرَکْنَا مُحَمَّدٌ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَا یُحَرِّكُ طَائِرٌ

جَنَاحَيْهِ فِي السَّمَا اِلَّا ذَكَرْنَا مِنْهُ عِلْمًاo (مسند امام احمد، جلد 5، ص 153)

ترجمہ: بیشک ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس حال میں چھوڑا کہ کوئی پرندہ اپنے بازوؤں سے آسمان میں نہیں اڑتا جس کے بارے میں آپ نے ہم سے ذکر نہ کیا ہو۔

حدیث نمبر 162.

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

بَشِّرِ الْمَشَّائِيْنَ فِي الظُّلَمَ اِلَى الْمَسَاجِدِ بِالنُّوْرِ التَّامِ يَوْمَ الْقِيَامَةِo

ترجمہ: ان لوگوں کو خوشخبری سنا دو جو اندھیرے میں مسجدوں کی طرف جاتے ہیں کہ قیامت کے دن ان کے لئے کامل روشنی ہوگی۔

(باب المساجد مشکوٰۃ، جلد 1، ص 90۔ ابوداؤد، ص 56، ابن ماجہ)

حدیث نمبر 163.

حضرت ام الفضل رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِنِّیْ رَاَیْتُ حُلْمًا مُنْكَرًا اللَّيْلَةِo میں نے آج رات بہت برا خواب دیکھا ہے۔ آپ نے پوچھا کیا دیکھا انہوں نے کہا وہ بہت سخت ناگوار خواب ہے آپ نے فرمایا وہ کیا ہے انہوں نے کہا میں نے دیکھا۔

كَاَنَّ قِطْعَةً مِّنْ جَسَدِكَ قُطِعَتْ وَوُضِعَتْ فِيْ حِجْرِيْ o

کہ آپ کے جسم مبارک سے ایک ٹکڑا کاٹا گیا اور وہ میری گود میں رکھ دیا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

رَأَیْتِ خَیْرًا تَلِدُ فَاطِمَةُ اِنْشَاءَ اللّٰہُ غُلَامًا یَکُوْنُ فِیْ حِجْرِكِ ۝

تو نے اچھا دیکھا ہے انشاء اللہ فاطمہ کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا جو تیری گود میں رکھا جائے گا چنانچہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں حضرت حسین رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے۔ (مناقب اہلبیت مشکوٰۃ)

حدیث نمبر 164.

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اَلرُّکْنُ وَالْمَقَامُ یَاقُوْتَتَانِ مِنْ یَاقُوْتِ الْجَنَّةِ طَمَسَ اللّٰہُ نُوْرَھُمَا وَلَوْلَا ذَالِكَ لَاَ ضَاءَ تَا مَابَیْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ ۝

(صحیح ابن خزیمہ، جلد 4، ص 219)

حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے یاقوت میں سے دو یاقوت ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے نور کو مٹا دیا اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ دونوں مشرق اور مغرب کے درمیانی حصے کو روشن کر دیتے۔

حدیث نمبر 165.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت البقیع میں تشریف لے گئے اور فرمایا:

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِیْنَ اِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ ۝

سلامتی ہو تم پر اے مومنوں کی جماعت اور ہم بھی انشاء اللہ تمہارے پاس آنے والے ہیں اور ہم اپنے بھائیوں کو دیکھنے والے ہیں۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا ہم آپ کے بھائی نہیں آپ نے فرمایا تم میرے

صحابی ہو اور میرے بھائی وہ ہیں جو ابھی دنیا میں نہیں آئے صحابہ نے عرض کی:

كَيْفَ تَعْرِفُ مَنْ لَمْ يَأْتِ بَعْدُ مِنْ أُمَّتِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ○

ترجمہ: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ قیامت کے دن ان امتیوں کو کیسے پہچانیں گے جواب تک دنیا میں نہیں آئے۔

آپ نے فرمایا مجھے بتاؤ کہ اگر ایک آدمی کے پاس سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں کے گھوڑے ہوں اور وہ نہایت سیاہ گھوڑوں میں ملے ہوں تو کیا وہ اپنے گھوڑوں کی شناخت نہ کرلے گا صحابہ نے عرض کی ہاں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ نے فرمایا وہ (قیامت کے دن) وضو کے اثر سے سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں کے ساتھ آئیں گے اور میں حوض کوثر پر ان کا پیش رو ہوں گا۔ (صحیح ابن خزیمہ، جلد 1، ص 7۔ کتاب الطہارت مشکوٰۃ)

حدیث نمبر 166.

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن سب سے پہلے مجھے سجدہ کی اجازت ہوگی اور مجھے ہی سب سے پہلے سجدہ سے سر اُٹھانے کی اجازت ہوگی۔ پس میں اپنے آگے مخلوق کا انبوہ کثیر دیکھوں گا اور اس میں سے اپنی امت کو پہچان لوں گا۔ پھر اسی قسم کا ان کو اپنے پیچھے دیکھوں گا اور دوسری امتوں میں سے اپنی امت کو پہچان لوں گا پس ایک آدمی نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

كَيْفَ تَعْرِفُ أُمَّتَكَ مِنْ بَيْنِ الْأُمَمِ فِيمَا بَيْنَ نُوْحٍ إِلٰى أُمَّتِكَ○

ترجمہ: حضرت نوح علیہ السلام کی امت سے لے کر آپ کی امت تک لوگوں میں سے آپ اپنی امت کو کیسے پہچان لیں گے۔

آپ نے فرمایا میری امت کے لوگ وضو کے اثر سے روشن پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں والے ہوں گے اور سوائے اس کے اور کوئی امت ایسی نہ ہوگی اور ان کو اس طرح پہچان لوں گا کہ ان کا نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ہوگا اور اس طرح بھی پہچان لوں گا کہ ان کی (چھوٹی) اولاد ان کے آگے دوڑتی ہو گی۔ (کتاب الطہارت، مشکوٰۃ)

ان دونوں احادیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) بندہ مومن کو سردیوں گرمیوں میں وضو مکمل کرنا چاہیے تاکہ قیامت کے دن امتیازی شان پیدا ہو سکے۔

(۲) قیامت کے دن مومن نمازی کی یہ نشانی ہوگی کہ اس کا چہرہ اور ہاتھ پاؤں چمکتے ہوں گے۔

(۳) مومنوں کا نامہ اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں ہوگا۔

(۴) مومنوں کی خورد سال اولاد ان کے آگے آگے قیامت کے دن دوڑ رہی ہوگی۔

(۵) قیامت کے دن سب سے پہلے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام رب تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہوں گے اور سب سے پہلے آپ ہی سجدے سے سر اُٹھائیں گے۔

(۶) آپ تمام امتوں میں سے اپنی امت کو آثار وضو سے پہچان لیں گے۔

(۷) ہر انسان نے اس دنیا کو چھوڑ کر جانا ہے جیسے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات یافتہ اہل قبور سے فرمایا ہم بھی تمہارے پاس آنے والے ہیں۔

اعتراض

وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ ۝

الجواب

یہ جملہ شرطیہ ہے۔ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ شرط ہے اور لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ جزائے اول ہے اور مَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ جزائے ثانی ہے۔

اس جملے کا مفہوم یہ ہے کہ اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خیر کثیر حاصل ہے اور آپ کو برائی نے چھوا تک نہیں تو پھر یہ بات خود بخود ثابت ہو جائے گی کہ آپ خدا کی عطا سے علم غیب جانتے ہیں۔

جزائے اول ہے لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ کو خیر کثیر حاصل ہے یا نہیں۔ ہم اہلسنت کا مسلک یہ ہے کہ آپ کو خیر کثیر حاصل ہے۔ خدا فرماتا ہے اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ بے شک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا کر دیا۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ اور وہ (نبی) ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے اور اس سے قبل وہ کھلی گمراہی میں تھے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو معلم حکمت بنایا ہے اور جس کو حکمت دی گئی اس کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔

وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝

ترجمہ: جو حکمت دیا گیا وہ خیر کثیر دیا گیا۔

ثابت ہوا کہ آپ کو خیر کثیر حاصل ہے۔

نیز خدا فرماتا ہے۔ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ .... ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ○

اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو یہ تمہارے لئے خیر ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر ذکر کی طرف دوڑنے والا کون ہو سکتا ہے۔

حدیث میں ہے۔ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ فِيْ كُلِّ اَحْيَانِهٖ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے تھے جب آپ ہر وقت خدا کا ذکر کرتے تھے تو خیر کثیر حاصل ہونا ضروری ہے۔

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے۔

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جَاهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرَاتُ○

ترجمہ: لیکن رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کیا ان کے لئے خیرات ہیں۔ خیرات خیر کی جمع ہے اب اس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ آپ کو خیر کثیر حاصل ہوا۔

دوسری جزا ہے۔ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اور مجھے سوء نہ چھوتی خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ○ شیطان سو یعنی بُرائی اور بے حیا باتوں کا حکم دیتا ہے۔

اگر زندگی میں کبھی بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سوء نے چھوا ہوتا تو اس کا مطلب یہ ہے شیطان کا آپ پر تسلط ہو گیا اور اس نے آپ کو سوء کا حکم دیا ہے اور یہ بات قرآن کے خلاف ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ○

بے شک میرے بندوں پر تیرا کوئی تسلط نہیں۔ ایک اور مقام پر ہے۔

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْءَO تا کہ ہم یوسف سے بُرائی دور کر دیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ سوء نے حضرت یوسف علیہ السلام کو چھوا تک نہیں جب حضرت یوسف علیہ السلام کو سوء نے مس نہیں کیا تو پھر امام الانبیاء کو سوء کیسے مس کر سکتی ہے۔

اس ساری بحث کا حاصل یہ ہوا کہ آپ کو خیر کثیر بھی حاصل ہے اور آپ کو سوء نے مس بھی نہیں کیا جب خیر کثیر بھی حاصل ہے اور سوء نے مس بھی نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔

دوسرا جواب اس آیت کا یہ ہے کہ كُنْتُ اَعْلَمُ اور لَاسْتَكْثَرْتُ اور مَامَسَّنِیْ یہ سب صیغے ماضی کے ہیں جو زمانہ گذشتہ پر دلالت کرتے ہیں۔ آیہ شریفہ کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ اگر میں زمانہ گذشتہ میں غیب جانتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اور مجھ کو بُرائی نہ چھوتی لیکن اس آیت میں اس امر پر دلالت ہرگز نہیں کہ میں اب بھی غیب نہیں جانتا یا آئندہ بھی مجھے غیب کا علم حاصل نہ ہوگا۔ پس آیت میں اگر نفی وانکار ہے تو زمانہ ماضی کا ہے۔

❀❀❀

باب انبیاء

حضرت آدم علیہ السلام کا علم:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا۔ اور اللہ نے آدم علیہ السلام کو تمام چیزوں کے نام سکھائے۔ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے عبدالعزیز دباغ مصری نے لکھا کہ عرش الٰہی سے لے کر تحت الثریٰ تک تمام چیزوں کے نام آپ کو بتا دیئے گئے۔ جنت و دوزخ زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے اندر ہے جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے اور زمین کی تمام اشیاء مثلاً جنگلات میدان وادیاں سمندر دریا درخت ہر ناطق و صامت مخلوق کے نام ان کی اصل ان کا فائدہ اور ان کی کیفیت ان کی شکل و صورت پھر یہ کہ جنت کس چیز سے بنائی گئی کن کے لئے بنائی اور اس کے ساکنیں حوریں غلمان فرشتے اسی طرح سے متعلقہ تمام معلومات تمام ملائکہ کے بارے میں علم کہ یہ کس چیز سے پیدا ہوئے ہیں ان کے مراتب فرش سے لے کر عرش تک تمام ملائکہ کے نام ان کے کام زیر زمین مخلوق کے نام غرضیکہ آپ کو تمام مخلوقات کے ناموں کا علم دیا گیا۔

(الابریز، ص 451)

تمام اجناس کے نام یہ گندم ہے یہ باجرہ، جوار، چاول، مکئی وغیرہ تمام سبزیوں کے نام شلجم، بھنڈی، کدو، بینگن، ٹماٹر، دھنیہ، مولی، گاجر، آلو، ساگ وغیرہ تمام درندوں کے نام شیر، بھیڑیا، چیتا وغیرہ تمام جانوروں کے نام بھینس، گائے، بکری، اونٹ، دنبہ، گھوڑا، گدھا، خچر وغیرہ تمام سواریوں کے نام ہوائی جہاز، بحری جہاز، ہیلی کاپٹر، موٹر کار، سائیکل وغیرہ تمام حشرات الارض کے نام سانپ، بچھو، کھنکھجھورہ، کیڑے مکوڑے وغیرہ تمام پھلوں کے نام آم، سیب، لوکاٹ، سنگترہ، مالٹا، کیلا، انار وغیرہ پانی کو کس کس زبان میں کیا کہا جائے گا

زبانوں کے نام فارسی، اردو، انگریزی، فرانسیسی، پشتو، کوہستانی، ہندی، گجراتی وغیرہ غرضیکہ ہر وہ چیز جس کا کوئی نہ کوئی نام ہوتا تھا اس کا آپ کو علم دیا گیا سات لاکھ زبانوں کا علم آپ کو دیا گیا۔

حضرت نوح علیہ السلام کا علم:

جب حضرت نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو سال احکام الٰہیہ کی تبلیغ کی تو اس کے نتیجے میں صرف اسی مرد و زن مسلمان ہوئے جب آپ نے دیکھا کہ میرا وعظ و نصیحت ان پر کچھ اثر نہیں کرتا تو آپ نے خدا کی بارگاہ میں عرض کی:

وَقَالَ نُوحٌ رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكَافِرِينَ دَيَّارًا ○ إِنَّكَ إِن تَذَرْهُمْ يُضِلُّوا عِبَادَكَ وَلَا يَلِدُوا إِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ○

ترجمہ: حضرت نوح علیہ السلام نے کہا اے میرے پروردگار تو روئے زمین پر کسی کافر کو آباد نہ چھوڑ اگر تو انہیں چھوڑ دے گا تو یقیناً یہ تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان کی اولاد بھی فاسق و فاجر اور کافر ہو گی۔

حضرت نوح علیہ السلام آئندہ کے حالات کی خبر دے رہے ہیں کہ یہ کافر خود تو گمراہ ہیں ہی لیکن دوسروں کو بھی گمراہ کر دیں گے اور ان کی اولاد بھی کافر ہی رہے گی وہ بھی ایمان قبول نہ کریں گے بلکہ فسق و فجور میں مبتلا رہیں گے۔ اس لئے اے مولانا ان کو ہلاک کر دے ان میں سے کوئی بھی زمین پر زندہ نظر نہ آئے گویا آپ خدا کی تعلیم سے زمانہ استقبال کے حالات جانتے ہیں۔

حضرت صالح علیہ السلام کا علم:

جب حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کو احکامات الٰہیہ کی تبلیغ فرمائی اور کہا خدا کو ایک مانو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ انہوں نے کہا اے صالح

(علیہ السلام) اگر تُو خدا کا پیغمبر ہے تو کوئی معجزہ دکھا۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا
کیا چاہتے ہو انہوں نے کہا فلاں چٹان سے ایک اونٹنی پیدا ہو جو دودھ بھی دیتی ہو
اور دس ماہ کی حاملہ بھی ہو حضرت صالح علیہ السلام نے اس چٹان کے پاس
کھڑے ہو کر خدا سے دعا مانگی چٹان کو یک بیک حرکت ہوئی وہ پھٹ پڑی اور
ایک اونٹنی اس کے اندر سے نکلی جو حاملہ تھی۔ یہ معجزہ دیکھ کر کچھ لوگ ایمان لے
آئے بعد میں اس کا بچہ پیدا ہوا اور وہ ایک عرصہ تک اس قوم میں رہی ایک چشمے
سے ایک دن وہ پانی پیتی تھی اور ایک دن ناغہ کرتی تھی تا کہ دوسرے دن لوگ اور
ان کے جانور پانی پی سکیں اور وہ لوگ اس کا دودھ پیتے تھے کچھ عرصہ کے بعد قوم
ثمود میں سرکشی پیدا ہوئی اور انہوں نے ناقہ کو قتل کرنے کا پروگرام بنا لیا چنانچہ قدار
بن سالف نے کچھ غنڈوں کو ساتھ ملا کر اونٹنی کو قتل کر دیا۔ جب حضرت صالح علیہ
السلام کو اطلاع ہوئی تو آپ اونٹنی کے پاس آ کر بہت روئے اور ان کفار سے
فرمایا:۔

فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِیْ دَارِکُمْ ثَلٰثَةَ اَیَّامٍ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَیْرُ مَكْذُوْبٍ○

ترجمہ: فرمایا تم اپنے گھروں میں تین دن تک رہ سہ لو یہ وعدہ جھوٹا نہیں۔

اس آیت کے تحت مفسرین نے لکھا ہے کہ آپ نے ان کافروں سے
فرمایا کہ پہلے دن تمہارے چہرے پیلے پڑ جائیں گے۔ دوسرے دن سرخ
تیسرے دن کالے ایسا ہی ہوا معلوم ہوا کہ خدا نے آپ کو آئندہ کے حالات کا علم
غیب عطا فرمایا۔ کل کا علم بھی آپ کو عطا ہوا کہ آپ نے فرمایا کل تمہارے چہرے
زرد ہو جائیں گے ایسا ہی ہوا نیز آپ کو اپنی قوم کی موت کا وقت معلوم تھا کہ تین
دن کے بعد مرے گی اور اس میں یہ بھی اشارہ موجود ہے کہ آپ کو یہ بھی علم تھا کہ
یہ قوم اسی جگہ مرے گی۔ یہ وہ باتیں ہیں جن کا تعلق علوم خمسہ سے ہے۔ معلوم ہوا

کہ خدا تعالیٰ اپنے برگزیدہ نبیوں کو علوم خمسہ بھی عطا فرماتا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا علم:

خدا تعالیٰ نے فرمایا۔

فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَّرَآءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ ○

ترجمہ: ہم نے سارہ کو اسحاق اور اس کے بعد یعقوب کی بشارت دی۔

بعد میں جب حضرت سارہ حضرت اسحاق علیہ السلام سے حاملہ ہوئیں تو آپ کو بھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی علم تھا کہ حضرت سارہ کے پیٹ میں لڑکا ہے اور یہ بات علوم خمسہ سے متعلق ہے۔ معلوم ہوا اللہ کا نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام علم مافی الارحام جانتے تھے مگر تعلیم الٰہی سے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت حاجرہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اس مقام پر چھوڑا جہاں آب زم زم کا چشمہ ہے تو پہاڑ کی اوٹ میں ہو کر آپ نے دعا مانگی خدا فرماتا ہے۔

رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ○

ترجمہ: اے ہمارے رب میں نے اپنی اولاد میں سے بعض کو غیر زرعی وادی میں بسایا تیرے حرمت والے گھر کے پاس۔

اس آیت میں من تبعیضیہ ہے معلوم ہوا کہ آپ کو علم تھا کہ آئندہ میرے ہاں اور اولاد بھی پیدا ہو گی نیز آپ کو یہ بھی علم تھا کہ یہاں بیت اللہ شریف تعمیر ہو گا کیونکہ جب آپ نے دعا مانگی تو اس وقت بیت اللہ کا نام ونشان نہ تھا۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَكَذٰلِكَ نُرِیْ اِبْرَاهِيْمَ مَلَكُوْتَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ○

ترجمہ: اور ہم نے ابراہیم کو زمین و آسمان کی سلطنت دکھا دی۔

اس آیت کے تحت علامہ علاؤ الدین نے تفسیر خازن میں لکھا ہے۔

اُقِيْمَ عَلٰى صَخْرَةٍ وَكُشِفَ لَهٗ عَنِ السَّمٰوٰتِ حَتّٰى رَاَى الْعَرْشَ وَالْكُرْسِيَّ وَمَا فِى السَّمَاءِ وَكُشِفَ لَهٗ عَنِ الْاَرْضِ حَتّٰى نَظَرَ اِلٰى اَسْفَلِ الْاَرَضِيْنَ رَاٰى وَمَا فِيْهَا مِنَ الْعَجَائِبِ○

ترجمہ: آپ کو ایک پتھر پر کھڑا کیا گیا اور آپ کے لئے حجاب دور کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ آپ نے عرش و کرسی اور جو کچھ آسمان میں ہے سب کچھ دیکھ لیا اور زیر زمین آپ کے لئے مکشوف ہو گئی حتیٰ کہ آپ نے ساتویں زمین اور اس کے عجائبات کو دیکھ لیا۔

مقام غور ہے کہ فرش زمین پر رہ کر عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک ساری مخلوقات کو دیکھ لیا یہ ہے مقام خلیل۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا علم:

ارشاد خداوندی ہے۔

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا○

ترجمہ: اے میرے بیٹے اپنا خواب اپنے بھائیوں سے نہ کہنا وہ تیرے ساتھ کوئی چال چلیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو علم تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی آپ کے خلاف ہلاک کرنے کی تدبیر کریں گے چنانچہ انہوں نے آپ کو کنویں میں گرایا اور آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ باوجود خفیہ تدبیر کے وہ آپ کو ہلاک

نہ کر سکیں گے کیونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب سچا ہے اور ایک وقت آئے گا کہ یہی بھائی آپ کو تعظیمی سجدہ کریں گے۔

خدا فرماتا ہے۔

وَكَذَٰلِكَ يَجْتَبِيكَ○

ترجمہ: خدا تعالیٰ تجھے نبوت کے لئے چن لے گا۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے سر اقدس پر تاج نبوت سجایا۔

وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ○

ترجمہ: اور تجھے باتوں کا انجام یعنی خوابوں کی تعبیر کا علم سکھائے گا۔

وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ○

ترجمہ: اور اپنی نعمت تجھ پر مکمل کرے گا یعنی سلطنت سے نوازے گا۔

معلوم ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو خدا نے یہ علم عطا فرمایا تھا کہ یوسف علیہ السلام خوابوں کی تعبیر کا ماہر ہو گا اور فرماں روا سلطان ہو گا اس کی وفات سے پہلے یہ سب کچھ ضرور ہو کر رہے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ گمشدگی کے زمانے میں حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام سے بے خبر نہ تھے اور نہ ان کی موت کا یقین کر چکے تھے کیونکہ خود انہوں نے یہ تعبیر دی تھی کہ اے یوسف علیہ السلام خدا تعالیٰ تمہیں نبوت اور سلطنت عطا فرمائے گا تو حضرت یوسف علیہ السلام نبوت خوابوں کی تعبیر کا علم اور سلطنت حاصل کئے بغیر کیسے وفات پا سکتے تھے۔

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَىٰ بُرْهَانَ رَبِّهِ○

ترجمہ:۔ اور بے شک عورت نے اس کا ارادہ کر لیا اور وہ بھی عورت کا ارادہ کرتا

اگر اپنے رب کی دلیل نہ دیکھ لیتا۔

جب زلیخا آپ کو ستویں کمرے میں لے گئی تو آپ سے بُرائی کا ارادہ کیا اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام سامنے کھڑے کہہ رہے ہیں نبی کے بیٹے ہو نبوت کی سفید چادر کو داغدار نہ کر دینا اس سے پتہ چلا کہ:

(۱) حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے ہر حال سے باخبر ہیں۔

(۲) آپ نے دور سے بند کوٹھڑی میں دیکھ لیا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔

(۳) آپ نے کنعان ملک شام میں رہتے ہوئے مصر میں حضرت یوسف علیہ السلام کی مدد فرمائی۔

(۴) آپ کنعان میں رہتے ہوئے مصر میں بھی موجود ہو گئے آن واحد میں دو مقامات پر موجود ہو گئے۔

امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا:

اَنَّہٗ تَمَثَّلَ لَہٗ یَعْقُوْبُ فَرَاٰہُ عَاضًا عَلٰی اَصَابِعَہٗ وَیَقُوْلُ اَتَعْمَلُ عَمَلَ الْفُجَّاءِ وَاَنْتَ مَکْتُوْبٌ فِیْ زُمْرَۃِ الْاَنْبِیَاءِo

ترجمہ: حضرت یوسف علیہ السلام نے حضرت یعقوب علیہ السلام کو اس حال میں دیکھا کہ انہوں نے اپنی انگلی منہ میں دبائی ہوئی ہے اور کہہ رہے ہیں کیا تو فاجروں جیسا کام کرے گا حالانکہ تو گروہ انبیاء میں لکھا ہوا ہے۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے حیلہ سے حضرت بنیامین کو روک لیا تو حضرت یہودا بھی مصر میں رک گئے باقی سب بھائی کنعان واپس آ گئے۔ انہوں

نے آ کر حضرت یعقوب علیہ السلام کو سارا واقعہ بیان کیا اس پر آپ نے فرمایا:

عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّاْتِیَنِیْ بِهِمْ جَمِیْعًا۝

ترجمہ: قریب ہے کہ اللہ ان سب کو مجھ سے لا ملائے۔

یہاں بہم جمع کی ضمیر استعمال ہوئی ہے جو کم از کم تین کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ معلوم ہوا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم تھا کہ مصر میں میرے تین لڑکے ہیں۔ یہودا بنیامین اور تیسرے حضرت یوسف علیہ السلام۔ نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کو علم تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہیں اور مصر میں ہیں۔

جب حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے ان سے کہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام آپ کے فراق میں رو رو کر نابینا ہو گئے ہیں تو آپ نے فرمایا میرا یہ کرتہ لے جاؤ اور میرے باپ کی آنکھوں پر ڈال دینا خدا تعالیٰ ان کی آنکھوں کو بینائی عطا فرما دے گا جب کرتہ مصر سے چلا تو کنعان میں حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا۔

اِنِّیْ لَاَجِدُ رِیْحَ یُوْسُفَ لَوْلَا اَنْ تُفَنِّدُوْنَ۝

ترجمہ: بے شک میں یوسف علیہ السلام کی خوشبو محسوس کرتا ہوں اگر تم یہ نہ کہو کہ سٹھیا گیا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے کرتہ کے پہنچنے سے پہلے ہی غیب کی خبر دے دی کہ حضرت یوسف علیہ السلام زندہ ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا علم:

جب حضرت یوسف علیہ السلام قید کر دیئے گئے تو آپ کے ساتھ دو

نوجوان اور بھی قید تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا:

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهِ إِلَّا نَبَّأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي ؕ

ترجمہ: فرمایا جو کھانا تمہیں ملا کرتا ہے وہ تمہارے پاس نہ آنے پائے گا کہ میں اس کی تعبیر اس کے آنے سے پہلے تمہیں بتا دوں گا۔ یہ ان علموں میں سے جو میرے رب نے مجھے سکھائے ہیں۔

اس آیت میں حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے علم غیب کو بیان فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے علم غیب عطا فرمایا ہے کہ میں تمہیں تمہارے کھانے کے متعلق تمام باتیں بتا سکتا ہوں کہ تم کب کھاؤ گے اس کھانے کا اثر کیا ہو گا اور کھانا کہاں سے آئے گا صحت کے لئے مفید ہو گا یا نقصان دہ۔ امام فخر الدین رازی نے لکھا ہے کہ عزیز مصر جس کو مروانا چاہتا تھا۔ ان کے کھانے میں زہر ملا دیا کرتا تھا اور ان کو وہ کھانا کھلا دیتا تھا وہ زہر کے اثر سے مر جاتا تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ میں تمہیں بتا دوں گا کہ تمہارے کھانے میں زہر ملا ہوا ہے کہ نہیں۔ ذَٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِي رَبِّي کے جملہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ علم غیب حضرت یوسف علیہ السلام کے علوم غیبیہ کا بعض حصہ ہے۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأَبًا فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُوهُ فِي سُنْبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تَأْكُلُونَ ۝ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا تُحْصِنُونَ ۝ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ ۝

ترجمہ: کہا تم کھیتی کرو گے سات سال لگاتار سو جو کاٹو اس کو چھوڑ دو اس کی بالی

میں مگر تھوڑا سا جو تم کھاؤ پھر آئیں گے اس کے بعد سات برس سختی کے کھا جائیں گے جو رکھا تم نے ان کے واسطے مگر تھوڑا سا جو روک رکھو گے بیچ کے واسطے پھر آئے گا اس کے بعد ایک برس اس میں مینہ برسے گا لوگوں پر اور اس میں رس نچوڑیں گے۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے عزیز مصر کے خواب کے متعلق تین چیزیں بیان فرمائیں تعبیر تدبیر اور تبشیر آپ کے کلام کا حاصل یہ ہے کہ سات موٹی گائیں اور ہری بالیاں سات برس ہیں جن میں متواتر خوشحالی رہے گی پیداوار زیادہ ہوگی حیوانات اور نباتات کی خوب افزائش ہوگی اس کے بعد سات سال قحط ہوگا جس میں سارا پچھلا اندوختہ ختم ہو جائے گا صرف تخم ریزی کے لئے تھوڑا سا باقی بچے گا یہ سات دبلی گائیں اور خشک بالیاں ہیں پھر آپ نے تدبیر بھی بیان فرما دی کہ اول سات برس پیداوار کو حفاظت سے رکھو کفایت شعاری سے کام لو جس قدر غلے کی ضرورت ہو بالیوں سے الگ کر لو باقی رہنے دو تا کہ خراب نہ ہو اس تعبیر و تدبیر کے بعد انہیں بشارت دی کہ قحط کے سات سال کے بعد خوب بارش برسے گی جس سے پیداوار خوب ہوگی پھل میوے نباتات افراط سے پیدا ہوں گے اور لوگ پھلوں کا رس نکال کر پئیں گے۔

ان آیات سے معلوم ہوا کہ:

(۱) حضرت یوسف علیہ السلام نے آنے والے پندرہ سال کے حالات کی خبر دے دی کہ ان آنے والے پندرہ سالوں میں قوم کو کن کن نشیب و فراز سے گزرنا پڑے گا جیسا کہ آپ نے بیان فرمایا ویسا ہی ہوا یہ ہے آپ کے علم غیب کا کمال۔

(۲) آپ نے چودہ سال بعد ہونے والی بارش کی خبر دی۔ معلوم ہوا کہ خدا

نے آپ کو یہ علم دیا تھا کہ بارش کب ہو گی۔

(۳) آپ نے ماہر زراعت کی طرح غلے کی حفاظت کا طریقہ بیان فرمایا جس سے غلہ ضائع ہونے سے محفوظ رہا۔ معلوم ہوا خدا نے آپ کو یہ تمام علوم سکھائے تھے کتنا وسیع علم اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔

امام غزالی فرماتے ہیں سات سال قحط کے زمانے میں لوگوں نے پہلے سال حضرت یوسف علیہ السلام سے سونے چاندی کے بدلے غلہ خریدا۔ دوسرے سال مکانات اور زمین کے بدلے تیسرے سال گھر کے سامان کے بدلے چوتھے سال زیورات اور کپڑوں کے بدلے پانچویں سال اپنی اولاد کے بدلے چھٹے سال اپنی جانوں کے بدلے۔ پس سب مصر والے آپ کے غلام بن گئے اس وقت وحی آئی اے یوسف (علیہ السلام)! جو لوگ تجھے غلام کہتے تھے ان سب کو ہم نے تیرا غلام بنا دیا ہے۔ ساتویں سال غلام ہو جانے کے سبب حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کو اپنے ہاں سے کھلایا۔

حضرت زکریا علیہ السلام کا علم:

جب حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم کے پاس بغیر موسم کے پھل دیکھے تو خیال آیا جو اللہ حضرت مریم کو بغیر موسم کے پھل دے سکتا ہے وہ مجھے بھی بڑھاپے میں اولاد دے سکتا ہے۔ آپ نے وہاں کھڑے ہو کر دعا مانگی اے اللہ مجھے پاکیزہ لڑکا عطا فرما۔ خدا تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا۔ خدا فرماتا ہے۔

فَنَادَتْهُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَهُوَ قَآئِمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ○

ترجمہ: تو فرشتوں نے اسے آواز دی اور وہ کھڑا نماز پڑھ رہا تھا۔ محراب میں بے شک اللہ تجھے بشارت دیتا ہے۔ یحییٰ کی جو اللہ کی طرف سے ایک کلمہ کی

تصدیق کرے گا اور سردار ہو گا عورتوں سے بچنے والا اور نبی ہو گا ہمارے خاصوں میں سے۔

اس آیت سے پتہ چلا کہ:

(۱) فرشتوں کو خدا نے علم غیب عطا فرمایا کہ حضرت زکریا علیہ السلام کے ہاں لڑکا ہو گا جوان صفات کا حامل ہو گا۔

(۲) جب حضرت زکریا علیہ السلام کی بیوی حاملہ ہوئیں تو حضرت کو علم تھا کہ میری بیوی کے حمل میں لڑکا ہے۔

(۳) حضرت زکریا علیہ السلام جانتے تھے کہ حضرت مریم کے ہاں کلمۃ اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوں گے یہ بھی علم غیب ہے۔

(۴) حضرت زکریا علیہ السلام جانتے تھے کہ میرا لڑکا یحییٰ ساری عمر شادی نہ کرے گا۔

(۵) حضرت زکریا علیہ السلام کو علم تھا کہ خدا تعالیٰ میرے لڑکے کو تاج نبوت سے سرفراز فرمائے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا علم:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ ۝

ترجمہ: اور تمہیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے ہو اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔

اہل علم حضرات جانتے ہیں کہ تاکلون اور تدخرون مضارع کے صیغے ہیں اور مضارع میں زمانہ حال اور استقبال دونوں زمانے پائے جاتے ہیں تو آپ کے اس ارشاد کا مطلب یہ ہوا کہ میں زمین سے ہر پیدا ہونے والے دانے کو جانتا

ہوں کہ وہ کب پیدا ہو گا کب پودا بنے گا پودے کو کب سٹہ لگے گا کب پکے گا کب گندم کی کٹائی ہو گی کب گندم کو بھوسے سے الگ کیا جائے گا گندم کس منڈی میں آئے گی کون خریدے گا کس گھر میں آئے گی کتنا آٹا پسے گا کتنا گوندھا جائے گا کتنا پکایا جائے گا کتنا کھایا جائے گا اور کتنا بچایا جائے گا۔ میں یہ سب علم جانتا ہوں ۔اسی طرح زمین سے پیدا ہونے والے ہر درخت کو جانتا ہوں کہ وہ کب پیدا ہو گا کب جوان ہو گا کب پھل لگے کب پھول پکے گا کب درخت سے توڑا جائے گا کس منڈی میں آئے گا کون خریدے گا کون کھائے گا کتنا کھائے گا کتنا بچائے گا میں یہ سارا علم جانتا ہوں۔ جب روح اللہ کے علم کا یہ کمال ہے تو حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کا کیا کمال ہو گا۔

جب حضرت مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو لے کر قوم کے پاس آئیں تو قوم نے پوچھا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔

اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا۝

ترجمہ: میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور اس نے مجھے نبی بنا دیا۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ:

(۱) یہ کلام استقبالیہ علم غیب پر دلالت کرتا ہے کہ تم میرے بڑے ہونے پر مجھے خدا کا بیٹا کہہ کر پکارو گے۔ اسی لئے میں ابھی سے کہے دیتا ہوں کہ میں خدا کا بیٹا نہیں بلکہ خدا کا بندہ ہوں اور جو خدا کا بندہ ہو گا وہ خدا یا خدا کا بیٹا نہیں ہوسکتا اور جو خدا ہو گا وہ خدا کا بندہ نہیں ہوسکتا۔

(۲) آپ کو اللہ کی کتاب انجیل بلوغت کے بعد عطا ہوئی لیکن آپ نے عالم شیر خوارگی میں ہی اس کی اطلاع دے دی۔

(۳) آپ پیدائش کے ساتھ ہی جانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا ہے۔

حضرت خضر علیہ السلام:

جب حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر علیہ السلام کے ساتھ چلے تو آپ نے دیکھا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے کشتی کا ایک تختہ توڑ ڈالا جس پر آپ نے اعتراض کیا بعد میں آپ نے دیکھا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے ایک لڑکے کو قتل کر دیا اس پر بھی آپ نے اعتراض کیا بعد ازاں ایک گاؤں میں پہنچے اور وہاں کے باشندوں سے کھانا مانگا انہوں نے کھانا دینے سے انکار کر دیا۔ اسی گاؤں میں ایک شکستہ سی دیوار تھی جو گرنے کے قریب تھی حضرت خضر علیہ السلام نے اسے بطور کرامت ہاتھ کے اشارے سے سیدھا کر دیا۔ اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اگر آپ چاہتے تو اس پر مزدوری لے لیتے۔ اب حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ اب آپ میرے ساتھ نہیں رہ سکتے اور میں اب تمہیں اپنے تینوں کاموں کی حکمت بتاتا ہوں۔

اَمَّا السَّفِیْنَةُ فَکَانَتْ لِمَسَاکِیْنَ یَعْمَلُوْنَ فِی الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ اَعِیْبَهَا وَکَانَ وَرَآءَهُمْ مَّلِكٌ یَّاْخُذُ کُلَّ سَفِیْنَةٍ غَصْبًا۝

ترجمہ: وہ جو کشتی تھی وہ کچھ محتاجوں کی تھی کہ دریا میں کام کرتے تھے تو میں نے چاہا کہ اسے عیب دار کر دوں اور ان کے پیچھے ایک بادشاہ تھا کہ یہ ثابت کشتی زبردستی چھین لیتا تھا۔

اس آیت میں حضرت خضر علیہ السلام کے علم غیب کی خبر دی گئی ہے کہ وہ جانتے تھے کہ اگر ان کی کشتی کو عیب دار نہ کیا گیا تو وہ ظالم بادشاہ ان کی اس کشتی کو

چھین لے گا اور ان کا کاروبار بند ہو جائے گا اور ان کی معاشی حالت کمزور ہو جائے گی۔

وَاَمَّا الْغُلَامُ فَكَانَ اَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَا اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّكُفْرًاo فَاَرَدْنَا اَنْ يُّبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكٰوةً وَّاَقْرَبَ رُحْمًاo

ترجمہ: اور وہ جو لڑکا تھا اس کے ماں باپ مسلمان تھے تو ہمیں ڈر ہوا کہ وہ ان کو سرکشی اور کفر پر چڑھا دے تو ہم نے چاہا کہ ان دونوں کا رب اس سے بہتر ستھرا اور اس سے زیادہ نیک قریب میں عطا کرے تفسیر جمل میں ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر علیہ السلام سے فرمایا کہ تم نے ستھری جان کو قتل کر دیا تو یہ انہیں گراں گزرا اور انہوں نے اس لڑکے کا کندھا توڑ کر اس کا گوشت چیرا تو اس کے اندر لکھا ہوا تھا کافر ہے کبھی اللہ پر ایمان نہ لائے گا۔

امام فخر الدین رازی نے لکھا کہ خدا تعالیٰ نے ان کو ایک لڑکی عطا کی جس کی شادی ایک نبی سے ہوئی اور اس کے بطن سے ایک نبی پیدا ہوئے جن کے ہاتھ پر خدا تعالیٰ نے ایک عظیم امت کو ہدایت دی۔ (تفسیر کبیر، ج5، ص508)

اور علامہ علاؤ الدین نے تفسیر خازن کے اندر لکھا ہے کہ ان کی اس بیٹی کی اولاد میں ستر پیغمبر پیدا ہوئے۔ (تفسیر خازن، ج4، ص183)

اس سے بھی حضرت خضر علیہ السلام کے علم غیب کا پتہ چلتا ہے کہ ان کا علم تھا کہ یہ لڑکا کافر ہی رہے گا کبھی بھی خدا تعالیٰ پر ایمان نہ لائے گا اور اس کے کندھے کے اندر گوشت پر کافر لکھا ہوا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ اس کافر لڑکے کی جگہ ان کو ایسی اولاد دے گا جس سے بہت سے لوگ صراط مستقیم پر چلنے لگیں گے۔

وَاَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلٰمَيْنِ يَتِيْمَيْنِ فِى الْمَدِيْنَةِ وَكَانَ تَحْتَهٗ كَنْزٌ

لَّهُمَا وَكَانَ اَبُوْهُمَا صَالِحًا فَاَرَادَ رَبُّكَ اَنْ يَّبْلُغَآ اَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنْزَهُمَا ۝

ترجمہ: رہی وہ دیوار وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی اور اس کے نیچے ان کا خزانہ تھا اور ان کا باپ نیک آدمی تھا۔ تو آپ کے رب نے چاہا کہ وہ دونوں اپنی جوانی کو پہنچے اور اپنا خزانہ نکالیں۔

امام فخر الدین رازی اور علامہ علاؤ الدین نے لکھا ہے کہ اس دیوار کے نیچے ایک سونے کی تختی تھی جس پر عبارت لکھی ہوئی تھی۔

تعجب ہے اس پر جو موت کا یقین رکھتا ہے اور پھر بھی خوش ہوتا ہے۔ تعجب ہے اس پر جو تقدیر پر یقین رکھتا ہے اور پھر بھی ناراض ہوتا ہے۔ تعجب ہے اس پر جو رزق پر یقین رکھتا ہے پھر بھی غافل رہتا ہے۔ تعجب ہے اس پر جو دنیا کے زوال اور اہل دنیا کے الٹ پلٹ ہونے کا یقین رکھتا ہے پھر بھی مطمئن ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

(تفسیر خازن، جلد 4، ص 184، تفسیر کبیر، ص 508)

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت خضر علیہ السلام نے گذشتہ اور آئندہ زمانے سے متعلقہ غیب کی خبریں بتائیں کہ اس دیوار کے نیچے خزانہ ہے جس کے وارث دو یتیم ہیں جن کا باپ نیکو کار تھا اور یہ دونوں بچے جب جوان ہوں گے تو اس خزانے کو دیوار کے نیچے سے نکال لیں گے۔

❁❁❁

باب الصحابہ

چند مشاہیر صحابہ کرام کے علم کی جھلکیاں

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا علم:

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو خطبہ ارشاد فرمایا کہ:

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی خَيَّرَ عَبْدًا بَيْنَ الدُّنْيَا وَبَيْنَ مَا عِنْدَ اللّٰهِ فَاخْتَارَ ذٰلِكَ الْعَبْدُ مَا عِنْدَ اللّٰهِ۝

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو دنیا اور آخرت میں اختیار دیا ہے اس بندے نے اس چیز کو پسند کیا ہے جو اللہ کے ہاں ہے۔

اس پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رونے لگے اور آپ نے فرمایا ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں صحابہ کرام نے تعجب کیا کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کیا ہو گیا ہے آپ کیوں رونے لگے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو ایک بندے کا ذکر کیا ہے جس کو خدا نے دنیا اور آخرت میں اختیار دیا ہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا تو پھر تمام کو پتہ چلا کہ جس بندے کو اختیار دیا گیا تھا وہ خود آپ کی ذات بابرکات تھی اور صرف صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اس اشارے کو سمجھ سکے اور کوئی صحابی آپ کے اس ارشاد کا مطلب نہ سمجھ سکا اور آپ تمام صحابہ سے زیادہ عالم تھے۔ (تاریخ الخلفاء، ص 38)

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) غابہ کے مال سے بیس وسق کھجوریں لے لینا۔ کیوں کہ مجھے تمام لوگوں سے تمہارا امیر ہونا زیادہ پسند ہے اور تمام لوگوں سے

تمہارا نادار ہونا زیادہ ناپسند ہے۔ وفات کے قریب فرمایا اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) اگر تم وہ میں وسق کھجوریں درختوں سے اتروالیتی تو وہ تمہاری ہوتیں اور اب تو وہ وارثوں میں تقسیم ہوں گی اور وارث تمہارے دو بھائی اور دو بہنیں ہیں اب ان کو کتاب اللہ کے مطابق تقسیم کر لینا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کی میری تو ایک ہی بہن ہے۔ حضرت اسماء دوسری کون ہے آپ نے فرمایا میری بیوی بنت خارجہ کے پیٹ میں لڑکی ہے جب وہ پیدا ہو تو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چنانچہ بعد میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی لڑکی ام کلثوم پیدا ہوئی۔

(طبقات ابن سعد، تاریخ الخلفاء، ص 57)

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا علم:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر نہاوند کی طرف بھیجا اور اس پر ساریہ کو سپہ سالار مقرر کیا۔ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ یکایک آپ نے بلند آواز سے فرمایا اے ساریہ پہاڑ کی طرف یعنی اپنی پشت میں پہاڑ کو لے کر اس واقعہ کے چند روز بعد لشکر سے ایک قاصد آیا اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یا امیر المومنین ہمارے دشمن نے ہم پر حملہ کیا اور ہمیں شکست ہونے والی تھی کہ ناگہاں ہم نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا کہ اے، ساریہ پہاڑ کی جانب چنانچہ ہم نے پہاڑ کو اپنی پشت کی جانب لے لیا اور پھر خدا تعالیٰ نے دشمن کو شکست دے دی۔ (مشکوٰۃ باب الکرامات)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے مدینہ طیبہ میں رہ کر سولہ سو میل کے فاصلے

سے جنگ کا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

(۲) فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ بزرگوں کو دور سے پکارنا جائز ہے۔

(۳) نیز آپ کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ خدا کے برگزیدہ بندے دور کی آواز سن لیتے ہیں۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا علم:

ایک آدمی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اس نے ایک اجنبی عورت پر نظر ڈالی جب آپ نے اس کو دیکھا تو فرمایا تم میرے پاس اس حال میں آتے ہو کہ تمہاری آنکھوں میں زنا کے آثار موجود ہیں۔ اس آدمی نے کہا کیا رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی وحی آتی ہے آپ نے کہا نہیں بلکہ یہ حق بات اور سچی فراست ہے۔ (ازالۃ الخفاء، جلد 2، ص 445)

حارث بن مالک کا علم:

ایک مرتبہ حضرت حارث بن مالک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے آپ نے دریافت فرمایا اے حارث آج تم نے کس حال میں صبح کی ہے۔ عرض کی میں نے سچا مومن ہونے کی حیثیت سے صبح کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے حارث غور کرو کیا کہہ رہے ہو۔ یاد رکھو ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے تیرے ایمان کی کیا حقیقت ہے۔ عرض کی میں نے اپنی جان کو دنیا سے الگ کر لیا ہے اور دنیا سے منہ موڑ لیا ہے۔ اب میری نظر میں دنیا کا پتھر سونا چاندی کنکر کوڑا سب یکساں ہیں اور جب میں دنیا ومافیہا سے آزاد ہو چکا ہوں تو درجہ انتہا تک پہنچ گیا ہوں۔ شب بیداری کرتا ہوں اور دن کو بھوکا

پیاسا رہتا ہوں یہاں تک کہ:

كَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى عَرْشِ بَارِزًا وَّكَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى اَهْلِ الْجَنَّةِ يَتَزَاوَرُوْنَ فِيْهَا وَكَاَنِّىْ اَنْظُرُ اِلٰى اَهْلِ النَّارِ يَتَضَارَعُوْنَ فِيْهَاo

ترجمہ: میں بلاحجاب عرش الٰہی دیکھ رہا ہوں میں اہل جنت کو باہمی زیارت کرتے دیکھتا ہوں۔ اہل جہنم کو دیکھتا ہوں کہ وہ تڑپ رہے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ منزل عرفان حاصل ہوگئی اب اس منصب کی حفاظت کر۔ (کتاب الاصابہ، جلد 1، ص289)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا علم:

حضرت عبداللہ بن عباس کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد میں نے ایک انصاری سے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تو وصال ہوگیا ہے ابھی تک صحابہ کرام کی ایک بڑی جماعت موجود ہے آؤ ان سے پوچھ پوچھ کر مسائل یاد کریں۔ اس انصاری نے کہا کیا ان صحابہ کی جماعت کے ہوتے ہوئے بھی کوئی تم سے مسئلہ پوچھے گا۔ صحابہ کی بہت بڑی جماعت موجود ہے۔ غرض اس انصاری نے تو ہمت نہ کی میں مسائل کے پیچھے پڑ گیا اور جس صاحب کے متعلق بھی مجھے علم ہوتا کہ فلاں حدیث انہوں نے سنی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے پاس جاتا تحقیق کرتا مجھے مسائل کا بہت بڑا ذخیرہ انصار سے ملا۔ بعض لوگوں کے پاس جاتا اور معلوم ہوتا کہ وہ سوئے ہوئے ہیں تو اپنی چادر ان کی چوکھٹ پر رکھ کر انتظار میں بیٹھ جاتا گو ہوا سے منہ اور بدن پر مٹی بھی پڑتی رہتی مگر میں وہیں بیٹھا رہتا جب وہ اُٹھ جاتے تو جس بات کو ان سے معلوم کرنا ہوتا وہ دریافت کرتا۔ وہ حضرات کہتے بھی کہ تم نے حضور صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے چچازاد بھائی ہو کر کیوں تکلیف کی مجھے بلا لیتے مگر میں کہتا کہ میں علم حاصل کرنے والا ہوں اس لئے میں ہی حاضر ہونے کا زیادہ مستحق تھا۔ بعض حضرات پوچھتے کہ تم کب سے بیٹھے ہو میں کہتا بہت دیر سے وہ کہتے تم نے بُرا کیا مجھے اطلاع کر دیتے میں کہتا میرا دل نہ چاہا کہ تم میری وجہ سے اپنی ضروریات سے فارغ ہونے سے پہلے آؤ حتیٰ کہ ایک وقت میں یہ نوبت بھی آئی کہ لوگ علم حاصل کرنے کے واسطے میرے پاس جمع ہونے لگے تب اس انصاری صاحب کو بھی قلق ہوا کہنے لگے کہ یہ لڑکا ہم سے زیادہ ہوشیار تھا۔

(دارمی شریف، جلد 1، ص103)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) طلب علم میں بچپن ہی سے مصروف ہو جانا چاہیے۔

(۲) جس استاد سے علم حاصل کرنا مقصود ہو اس کا ادب و احترام نہایت ضروری ہے۔

(۳) طلب علم میں جو تکالیف آئیں ان کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا چاہیے۔

(۴) کسی فن میں انتہائی محنت اور کوشش انسان کو بام عروج تک پہنچا دیتی ہے کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی کے لئے دن رات محنت کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس نے حصول علم میں لیل و نہار ایک کر دیئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ حبرالامت بن گئے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ان کو لڑکپن میں علماء کے ساتھ بٹھاتے تھے۔ ان کو بدری صحابہ کے ساتھ جگہ ملتی خود فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ان سے بعض سوالات پوچھتے تھے۔ تفسیر قرآن حدیث

دانی فقہی مسائل عربی اشعار غرضیکہ علم کے تمام شعبوں پر ان کو مکمل دسترس حاصل تھی۔ ان کے دروازے پر مسائل پوچھنے والوں کا جمگھٹا لگا رہتا تھا بلکہ جس گلی میں آپ کا مکان تھا بعض اوقات وہ گلی مسائل پوچھنے والوں سے بھر جایا کرتی تھی اور آپ تمام تشنگان علم کی پیاس بجھاتے اور سب کو تسلی بخش جواب دے کر رخصت کرتے کثرت علم کی بنا پر آپ کو ایک امتیازی حیثیت حاصل ہو گئی تھی۔

طاؤس نامی ایک شخص نماز عصر کے بعد دو رکعت نفل بھی پڑھا کرتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ان کو منع کیا۔ طاؤس نے کہا ممانعت تو اس لئے تھی کہ اس نفل کو سنت نہ سمجھ لیا جائے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عصر اور مغرب کے درمیان ہر نماز سے منع کیا ہے۔ مجھے نہیں معلوم ان نفلوں پر تجھے عذاب دیا جائے یا ثواب ملے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ۝

ترجمہ: کسی مومن مرد اور عورت کو لائق نہیں کہ جب خدا اور اس کے رسول کی طرف کوئی فیصلہ ہو جائے تو اس معاملہ میں کوئی اپنا اختیار باقی رکھیں۔

(جامع بیان العلم وفضلہ، ص253)

حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس ایک آدمی آیا جس نے ان سے سوال کیا خدا تعالیٰ کہ اس قول کے کیا معنی ہیں۔

اِنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۝

ابن عمر نے اسی سائل سے کہا پہلے تم عبداللہ بن عباس کے پاس جا کر اس کے بارے میں دریافت کر آؤ۔ اس شخص نے حضرت عبداللہ بن عباس کے

پاس جا کر وہی سوال کیا۔ تو انہوں نے کہا آسمان بستہ تھا اور وہاں سے برسات نہ ہوتی تھی اور زمین بھی بستہ تھی اس یں سبزہ پیدا نہ ہوتا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے آسمان کو بارش کے ساتھ اور زمین کو روئیدگی کے ساتھ کشادہ فرما دیا۔ یہ جواب سن کر وہ شخص حضرت عبداللہ بن عمر کے پاس واپس آیا اور ان کو عبداللہ بن عباس کا جواب سنایا۔ عبداللہ بن عمر نے یہ سن کر فرمایا میں کہا کرتا تھا کہ مجھے عبداللہ بن عباس کی تفسیر قرآن پر جرأت کر بیٹھنے پر تعجب ہوتا ہے مگر اب مجھ کو یہ معلوم ہو گیا کہ بیشک ان کو من جانب اللہ ایک علم دیا گیا۔ (الاتقان، جلد 2، ص 597)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی ایک جماعت میں بیٹھ کر باہم لیلۃ القدر کا ذکر چھیڑا اور ایک شخص نے جو بھی اسے معلوم تھا بیان کیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے ابن عباس تم کیوں چُپ ہو اور کچھ نہیں کہتے تم اپنی کم سنی کا خیال نہ کرو اور جو کہنا ہو ضرور کہو میں نے یہ اشارہ پا کر کہا۔ امیر المومنین اللہ تعالیٰ طاق ہے اور وہ طاق عدد کو پسند کرتا ہے۔ اس نے دنیا کے سات دن پیدا فرمائے انسانی خلقت سات (ادوار میں) کی ہے ہماری روزیوں کو سات (تغیرات) سے پیدا فرمایا۔ ہمارے سروں پر سات آسمان پیدا کئے۔ ہمارے پیروں تلے زمین کے سات طبقات پیدا کئے سات ہی مثانی (آیات) عطا کی ہیں اپنی کتاب میں سات قرابت مندوں سے نکاح کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ اپنی کتاب ہی میں میراث کو سات وارثوں پر تقسیم فرمایا ہے ہم لوگ سجدہ کرنے کی حالت میں اپنے بدن کے سات ہی حصوں کو زمین پر ٹکاتے ہیں۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کعبہ کا طواف کرنے میں سات چکر لگائے، صفا و مروہ کے درمیان سات بار دوڑے شیطانوں کو بھی سات سات کنکریاں ماریں لہٰذا میرا خیال ہے کہ لیلۃ القدر

رمضان کی آخری سات راتوں میں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر متعجب ہوئے اور انہوں نے کہا اس بارے میں بجز اس کم سن لڑکے کے جس کو ابھی جوانی میں قدم رکھنا بھی نصیب نہیں ہوا اور کسی نے میری موافقت نہیں کی پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ سے مخاطب ہو کر فرمایا کیوں صاحبو اس مطلب کو میرے سامنے اس طرح کون ادا کرے گا جس طرح کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ادا کیا ہے۔

(حلیۃ الاولیاء، جلد 1، ص 317۔ الاتقان، جلد 2، ص 599)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے طریق پر کچھ مزید باتیں بیان کی جاتی ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں، سمندر سات ہیں انسانی جسم سات چیزوں سے بنا ہے نماز میں سات فرض ہیں جہنم کے سات دروازے سات ہی درکات ہیں۔ انسانی چہرے میں سات سوراخ ہیں، اصحاب کہف کی تعداد بھی سات ہے، قرآن میں حم سے شروع ہونے والی سورتیں بھی سات ہیں، حضرت یوسف علیہ السلام کی قید کے سال بھی سات ہیں، حضرت ایوب علیہ السلام کی بیماری کے سال بھی سات ہیں، عزیز مصر نے خواب میں سات گائیں موٹی اور سات گائیں دبلی دیکھیں۔ اس کے زمانے میں قحط بھی سات سال پڑا اور ارزانی بھی سات سال ہوئی، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا نکاح سات سال کی عمر میں ہوا، وحی کی اقسام بھی سات ہیں، کلمہ طیبہ کے کلمات بھی سات ہیں لہٰذا رمضان کے آخری عشرے کی ساتویں رات لیلۃ القدر ہے۔

حضرت صالح فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ایسی (علمی) مجلس دیکھی کہ اگر تمام قریشی اس پر فخر کریں تو ان کو یہ فخر زیب دیتا ہے۔ میں نے لوگوں کا اتنا بڑا اجتماع دیکھا کہ راستہ تنگ ہو گیا۔ اس

بھیڑ میں آنا جانا مشکل تھا وہ فرماتے ہیں۔ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور لوگوں کا آپ کے دروازے پر جمع ہونا بیان کیا۔ انہوں نے فرمایا میرے لئے وضو کا پانی لاؤ پس انہوں نے وضو کیا اور تشریف فرما ہوئے پھر فرمایا جاؤ باہر جا کر کہو کہ جو قرآن اور ان کے حروف کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہے۔ وہ مکان کے اندر آجائے۔ وہ فرماتے ہیں میں نے باہر جا کر اعلان کر دیا لوگ اندر داخل ہوئے حتیٰ کے گھر اور کمرہ بھر گیا۔ انہوں نے جو کچھ آپ سے پوچھا آپ نے جواب دیا پھر آپ نے فرمایا تمہارے اور بھائی ہیں کچھ پوچھنے کے لئے آئے ہیں۔ وہ اُٹھ کر نکل گئے پھر آپ نے حضرت صالح سے فرمایا باہر جا کر کہو جو لوگ تفسیر قرآن کے بارے میں دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ وہ اندر داخل ہو جائیں پھر اتنے لوگ آئے کہ کمرہ اور گھر بھر گیا پھر آپ نے ان کے سوالوں کے جوابات تسلی بخش دیئے اور فرمایا تمہارے اور بھائی بھی کچھ پوچھنا چاہتے ہیں وہ نکل گئے پھر صالح سے فرمایا جاؤ باہر جا کر اعلان کر دو جو سائل حلال وحرام اور فقہ کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتے ہیں وہ آجائیں چنانچہ پھر اتنے لوگ آگئے کہ کمرہ اور گھر بھر گیا۔ آپ نے ان کو تسلی بخش جوابات دے کر فرمایا تمہارے اور بھائی بھی کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ وہ نکل گئے پھر آپ نے صالح سے فرمایا جو لوگ فرائض کے بارے میں سوال کرنا چاہیں۔ ان کو بلا لو پھر لوگ آئے اور کمرہ اور گھر بھر گیا آپ نے ان کو بھی حسب منشاء جوابات دیئے اور ان کو رخصت کر کے صالح سے فرمایا جو عربیت شعر کے بارے میں سوالات کرنا چاہیں ان کو بلا لو وہ لوگ آئے، آپ نے ان کو بھی جوابات سے سرفراز فرمایا۔ (حلیۃ الاولیاء، جلد 1، ص 320)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن

مجید میں دس پرندوں کا نام لیا ہے۔

(۱)	سورہ بقرہ میں مچھر کا	(۲)	سورہ مائدہ میں کوے کا
(۳)	سورہ اعراف میں مکڑی کا	(۴)	سورہ النحل میں شہد کی مکھی کا
(۵)	سورہ طٰہٰ میں سلویٰ کا	(۶)	سورہ النمل میں چیونٹی کا
(۷)	سورہ النمل میں ہدہد کا	(۸)	سورہ الحج میں مکھی کا
(۹)	سورہ القارعہ میں پتنگے کا	(۱۰)	سورہ الفیل میں ابابیل کا

(حیوۃ الحیوان، جلد 1، ص599)

ایک دفعہ ایک نصرانی بادشاہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس چند سوالات لکھ کر ارسال کیے کہ ان کے جوابات درکار ہیں سوالات یہ ہیں۔

(۱) ایک ماں کے شکم سے دو بچے پیدا ہوئے اور دونوں ایک ہی وقت ایک ہی دن میں پیدا ہوئے پھر ایک ہی روز دونوں کا انتقال ہوا۔ ایک کی عمر سو سال بڑی دوسرے کی عمر سو سال چھوٹی ہے یہ دونوں کون تھے اور ایسا کیونکر ہو سکتا ہے؟

(۲) وہ کونسی زمین ہے جہاں ابتدائے پیدائش سے قیامت تک صرف ایک مرتبہ سورج نکلا نہ پہلے کبھی نکلا اور نہ آئندہ کبھی نکلے گا؟

(۳) وہ کونسی قبر ہے جس کا مدفون بھی زندہ ہے اور قبر بھی زندہ ہے اور قبر اپنے مدفون کو سیر کراتی رہی پھر مدفون قبر سے باہر آیا اور زندہ رہ کر فوت ہوا؟

(۴) وہ کونسا قیدی ہے جس کو قید خانے میں سانس لینے کی اجازت نہیں اور وہ بغیر سانس لیئے زندہ ہے۔

حضرت عمر نے حضرت عبداللہ بن عباس کو بلایا اور فرمایا ان سوالوں کے جواب لکھ دو حضرت عبداللہ بن عباس نے ان سوالوں کا جواب تحریر فرمایا۔

جواب:

(۱) وہ دو بھائی جو ایک دن پیدا ہوئے ایک ہی دن دونوں کی وفات ہوئی پھر ایک سو برس عمر میں چھوٹا دوسرا سو برس بڑا یہ دونوں بھائی حضرت عزیز اور حضرت عزیر ہیں۔ دونوں ایک دن ایک ماں سے پیدا ہوئے اور دونوں کی وفات کا دن بھی ایک ہے لیکن درمیان میں خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ دکھانے کے لئے حضرت عزیر پر ایک سو سال تک موت طاری رکھی۔ سو سال کے بعد زندہ ہو کر اپنے گھر گئے پھر کچھ دن اور زندہ رہے پھر دونوں بھائی ایک ہی روز فوت ہوئے۔ اس لئے حضرت عزیر کی عمر سو سال چھوٹی اور عزیز کی عمر سو سال بڑی ہو گئی۔

(۲) وہ زمین جس پر ساری عمر میں ایک مرتبہ سورج نکلا تھا اور پھر نہ نکلا نہ نکلے گا وہ زمین دریائے قلزم کی تہ ہے جہاں فرعون غرق ہوا نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کے ساتھ پار اتر گئے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزے سے دریا خشک ہو گیا اور دریا کی تہ کو آفتاب نے بحکم خدا بہت جلد خشک کر دیا۔ حضرت موسیٰ بمعہ بنی اسرائیل دریا پار کر گئے اور فرعون غرق ہو گیا۔ اس زمین پر ساری عمر میں سورج صرف ایک مرتبہ نکلا ہے اور آئندہ کبھی نہ نکلے گا۔

(۳) وہ قبر جس کا مدفون اور قبر دونوں زندہ ہیں اور قبر اپنے مدفون کو سیر کراتی رہی وہ حضرت یونس کی مچھلی ہے۔ قبر بھی زندہ مدفون بھی زندہ اور مچھلی آپ کو سمندر کی سیر کراتی رہی پھر آپ مچھلی کے پیٹ سے باہر آ کر زندہ رہے پھر وفات پائی۔

(۴) جو قیدی قید خانے میں سانس نہیں لیتا اور بغیر سانس لئے وہ زندہ رہتا ہے وہ بچہ ہے جو ماں کے شکم میں قید ہے اور خدا نے اس کے سانس لینے کا ذکر نہیں کیا اور نہ وہ سانس لیتا ہے اور پھر زندہ رہتا ہے۔

یہ جوابات لکھوا کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نصرانی بادشاہ کے پاس بھیج دیئے وہ نصرانی یہ جوابات دیکھ کر بولا کہ شاید ابھی مسلمانوں میں کوئی نبی زندہ ہے کیونکہ یہ جوابات سوائے نبی کے کوئی نہیں بتا سکتا۔ (احسن، ص 262)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ سے سعید بن جبیر نے سوال کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کن آزمائشوں میں ڈالے گئے آپ نے فرمایا اب تو دن ڈوبنے کو ہے۔ واقعات زیادہ ہیں پھر سہی۔ چنانچہ میں نے دوسری صبح پھر سوال کیا تو آپ نے فرمایا سنو! فرعون کے دربار میں ایک دن اس بات کا ذکر چھڑا کہ خدا کا وعدہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے یہ تھا کہ ان کی اولاد میں انبیاء اور بادشاہ ہوں گے چنانچہ بنو اسرائیل اس کے آج تک منتظر ہیں اور انہیں یقین ہے کہ مصر کی سلطنت پھر ان میں جائے گی۔ پہلے تو ان کا خیال تھا کہ یہ وعدہ حضرت یوسف علیہ السلام کی بابت تھا۔ لیکن ان کی وفات تک جبکہ یہ وعدہ پورا نہیں ہوا تو وہ اب عقیدہ رکھتے ہیں کہ خدا ان میں اپنے ایک پیغمبر کو بھیجے گا جن کے ہاتھوں انہیں سلطنت بھی ملے گی اور ان کی قومی و مذہبی ترقی ہوگی۔ یہ باتیں کر کے انہوں نے مجلس مشاورت قائم کی کہ اب کیا کیا جائے جس سے آئندہ کے اس خطرے سے محفوظ رہ سکیں۔ آخر اس جلسے میں یہ قرارداد منظور ہوئی کہ پولیس کا ایک محکمہ قائم کیا جائے۔ جو شہر کا گشت لگاتا رہے اور بنی اسرائیل میں نرینہ اولاد ہو اسے اسی وقت سرکار میں پیش کیا جائے اور ذبح کر دی جائے لیکن جب ایک مدت گزر گئی تو انہیں خیال پیدا ہوا کہ اس طرح تو بنی اسرائیل بالکل فنا ہو جائیں گے اور جو ذلیل خدمتیں ان سے لی جاتی ہیں۔ جو بیگاریں ان سے

وصول ہو رہی ہیں سب موقوف ہو جائیں گی۔ اس لئے اب تجویز ہوا کہ ایک سال
ان کے بچوں کو چھوڑ دیا جائے اور ایک سال ان کے لڑکے قتل کر دیئے جائیں اس
طرح موجودہ بنی اسرائیلیوں کی تعداد بھی نہ بڑھے گی اور نہ اتنی کم ہو جائے گی کہ
ہمیں اپنی خدمت گزاری کے لئے بھی نہ مل سکیں۔ جتنے بڈھے دو سال میں مریں
گے اتنے بچے ایک سال میں پیدا ہو جائیں گے جس سال قتل موقوف تھا اس سال
تو حضرت ہارون علیہ السلام پیدا ہوئے اور جس سال قتلِ عام بچوں کا جاری تھا۔
اس برس حضرت موسیٰ علیہ السلام تولد ہوئے، آپ کی والدہ کی اس وقت کی
گھبراہٹ اور پریشانی کا کیا پوچھنا؟ بے اندازہ تھی۔ ایک فتنہ تو یہ تھا چنانچہ یہ خطرہ
اس وقت دفع ہو گیا جبکہ خدا کی وحی ان کے پاس آئی کہ ڈر خوف نہ کر ہم اسے
تیری طرف پھر لوٹائیں گے اور اسے اپنا رسول بنائیں گے۔ چنانچہ بحکمِ خدا آپ نے
اپنے بچے کو صندوق میں بند کر کے دریا میں بہا دیا۔ جب صندوق نظروں سے
اوجھل ہو گیا تو شیطان نے دل میں وسوسے ڈالنے شروع کئے کہ افسوس اس سے تو
یہی بہتر تھا کہ میرے سامنے ہی اسے ذبح کر دیا جاتا۔ تو میں اسے خود ہی کفناتی
دفناتی تو سہی لیکن اب تو میں نے آپ اسے مچھلیوں کا شکار بنایا یہ صندوق یونہی
بہتا ہوا خاص فرعونی گھاٹ سے جا لگا۔ وہاں اس وقت محل کی لونڈیاں موجود تھیں۔
انہوں نے اس صندوق کو اٹھا لیا اور ارادہ کیا کہ کھول کر دیکھیں۔ لیکن پھر ڈر گئیں
کہ ایسا نہ ہو کوئی چوری چڑھے۔ یونہی مقفل صندوق ملکۂ فرعون کے پاس پہنچا
دیا۔ وہ بادشاہ بیگم کے سامنے کھولا گیا تو اس میں سے چاند جیسی صورت کا ایک
چھوٹا سا معصوم بچہ نکلا۔ جسے دیکھتے ہی فرعون کی بیوی صاحبہ کا دل محبت کے جوش
سے اچھلنے لگا۔ ادھر ام موسیٰ کی حالت غیر ہو گئی۔ سوائے اپنے اس پیارے بچے
کے خیال کے دل میں اور کوئی تصور ہی نہ تھا ادھر ان قصائیوں کو جو حکومت کی
طرف سے بچوں کے قتل کے محکمے کے ملازم تھے۔ معلوم ہوا تو وہ اپنی چھریاں تیز

کئے ہوئے بڑھے اور ملکہ سے تقاضا کیا کہ بچہ انہیں سونپ دیں تا کہ وہ اسے ذبح کر ڈالیں۔ اے ابنِ جبیر یہ دوسرا فتنہ تھا۔ آخر ملکہ نے جواب دیا کہ ٹھہرو میں خود بادشاہ سے ملتی ہوں اور اس بچے کو طلب کرتی ہوں۔ اگر وہ مجھے دے دیں تو خیر ورنہ تمہیں اختیار ہے۔ چنانچہ آپ آئیں اور بادشاہ سے کہا کہ یہ بچہ تو میری اور آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک ثابت ہوگا۔ اس خبیث نے کہا بس تم ہی اس سے اپنی آنکھیں ٹھنڈی رکھو میری ٹھنڈک وہ کیوں ہونے لگا۔ مجھے اس کی کوئی ضرورت نہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہ حلف بیان فرماتے ہیں کہ اگر وہ بھی کہہ دیتا کہ ہاں بیشک وہ میری آنکھوں کی بھی ٹھنڈک ہے تو خدا تعالیٰ اسے بھی ضرور راہ راست دکھا دیتا جیسا کہ اس کی بیوی صاحبہ مشرف بہ ہدایت ہوئیں۔ لیکن اس نے خود اس سے محروم رہنا چاہا خدا نے بھی اسے محروم کر دیا۔ الغرض فرعون کو جوں توں راضی رضامند کر کے اس بچے کے پالنے کی اجازت لے کر آپ آئیں۔ اب محل کی جتنی دایہ تھیں سب کو جمع کیا۔ ایک ایک کی گود میں بچہ دیا گیا لیکن خدا تعالیٰ نے سب کا دودھ آپ پر حرام کر دیا۔ آپ نے کسی کا دودھ منہ میں لیا ہی نہیں۔ اس سے ملکہ گھبرائیں کہ یہ تو بہت ہی بُرا ہوا یہ پیارا بچہ یونہی ہلاک ہو جائے گا۔ آخر سوچ کر حکم دیا کہ انہیں باہر لے جاؤ اِدھر اُدھر تلاش کرو اور اگر کسی کا دودھ یہ معصوم قبول کرے تو اسے بہ منت سونپ دو۔ باہر بازاروں میں میلہ سا لگ گیا۔ ہر شخص اس سعادت سے مالا مال ہونا چاہتا تھا۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کسی کا دودھ نہ پیا۔ آپ کی والدہ نے اپنی بڑی صاحبزادی آپ کی بہن کو باہر بھیج رکھا تھا کہ وہ دیکھیں کیا ہوتا ہے وہ اس مجمع میں موجود تھیں۔ اور تمام واقعات دیکھ سن رہی تھیں جب یہ لوگ عاجز آ گئے تو آپ نے فرمایا اگر تم کہو تو میں ایک گھرانہ ایسا بتلاؤں جو اس کی نگہبانی کرے اور ہو بھی اس کا خیر خواہ۔ یہ کہنا تھا کہ لوگوں کو شک ہوا کہ ضرور یہ لڑکی اس بچے کو جانتی ہے اور اس کے گھر کو

بھی پہچانتی ہے۔ اے ابن جبیر یہ تھا تیسرا فتنہ لیکن خدا نے لڑکی کو سمجھ دے دی اور اس نے جھٹ سے کہا کہ بھلا تم اتنا نہیں سمجھتے کون بدنصیب ایسا ہو گا جو اس بچے کی خیر خواہی یا پرورش میں کمی کرے جو بچہ ہماری ملکہ کا پیارا ہو۔ کون نہ چاہے گا کہ یہ ہمارے ہاں پلے تا کہ انعام و اکرام سے اس کا گھر بھر جائے۔ یہ سن کر سب کی سمجھ میں آ گیا اسے چھوڑ دیا اور کہا بتا تو کونسی دایہ اس کے لئے تجویز کرتی ہے؟ اس نے کہا میں ابھی لائی۔ دوڑی ہوئی گئیں اور والدہ کو یہ خوشخبری سنائی والدہ صاحبہ بہمہ شوق و امید آئیں۔ اپنے پیارے بچے کو گود میں لیا اپنا دودھ منہ میں دیا، بچے نے پیٹ بھر کر پیا۔ اسی وقت شاہی محلات میں یہ خوشخبری پہنچائی گئی ملکہ کا حکم ہوا کہ فوراً اس دایہ کو اور بچے کو میرے پاس لاؤ۔ جب ماں بیٹا پہنچے تو اپنے سامنے دودھ پلوایا اور یہ دیکھ کر کہ بچہ اچھی طرح دودھ پیتا ہے بہت ہی خوش ہوئیں اور فرمانے لگیں کہ دائی اماں مجھے اس بچے سے وہ محبت ہے جو دنیا کی کسی اور چیز سے نہیں۔ تم یہیں محل میں رہو اور اس بچہ کی پرورش کرو۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ صاحبہ کے سامنے خدا کا وعدہ تھا۔ انہیں یقین کامل تھا، اس لئے آپ ذرا رکیں اور فرمایا کہ یہ تو ناممکن ہے کہ میں اپنے گھر کو اور اپنے بچوں کو چھوڑ کر یہاں رہوں۔ اگر آپ چاہتی ہیں تو یہ بچہ میرے سپرد کر دیں، میں اسے اپنے گھر لے جاتی ہوں ان کی پرورش میں کوئی کوتاہی نہ کروں گی۔ ملکہ صاحبہ نے مجبوراً اس بات کو بھی مان لیا اور آپ اُسی دن خوشی خوشی اپنے بچے کو لئے ہوئے گھر آ گئیں۔ اس بچے کی وجہ سے اس محلے کے بنی اسرائیل بھی فرعونی مظالم سے رہائی پا گئے جب زمانہ گزر گیا تو بادشاہ کی بیگم نے حکم بھیجا کہ کسی دن میرے بچے کو میرے پاس لاؤ۔ ایک دن مقرر ہو گیا تمام ارکان سلطنت اور درباریوں کو حکم ہوا کہ آج میرا بچہ میرے پاس آئے گا تم سب قدم قدم پر اس کا استقبال کرو اور دھوم دھام سے نذریں دیتے ہوئے اسے میرے محل سرائے تک لاؤ۔ چنانچہ جب

سواری روانہ ہوئی وہاں سے لے کر محل سرائے سلطانی تک برابر تحفے تحائف نذریں اور ہدیئے پیشکش ہوتے رہے اور بڑے ہی عزت واکرام کے ساتھ آپ یہاں پہنچے، تو خود بیگم نے بھی خوشی خوشی بہت بڑی رقم پیش کی اور بڑی شادی منائی گئی۔ پھر کہنے لگی کہ میں تو اسے بادشاہ کے پاس لے جاؤں گی وہ بھی اسے انعام واکرام دیں گے۔ لے گئیں اور بادشاہ کی گود میں لٹا دیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کی ڈاڑھی پکڑ کر زور سے گھسیٹی۔ فرعون کھٹک گیا اور اس کے درباریوں نے کہنا شروع کیا کہ کیا عجب یہی وہ لڑکا ہو۔ آپ اسے فوراً قتل کرا دیجئے۔ اے ابن جبیر یہ تھا چوتھا فتنہ ملکہ بیتاب ہو کر بول اُٹھیں۔ اے بادشاہ کیا ارادہ کر رہے ہو؟ آپ اسے مجھے دے چکے ہیں، میں اسے اپنا بیٹا بنا چکی ہوں۔ بادشاہ نے کہا یہ سب ٹھیک ہے لیکن دیکھو تو اس نے تو آتے ہی ڈاڑھی پکڑ کر مجھے نیچا کر دیا گویا یہی میرا گرانے والا اور مجھے تاخت و تاراج کرنے والا ہے۔ بیگم صاحبہ نے فرمایا بادشاہ بچوں کو ان چیزوں کی کیا تمیز؟ سنو میں ایک فیصلہ کن بات بتلاؤں اس کے سامنے دو انگارے آگ کے سرخ رکھ دو اور دو موتی آبدار چمکتے ہوئے رکھ دو پھر دیکھو یہ کیا اُٹھاتا ہے؟ اگر موتی اُٹھالے تو سمجھنا کہ اس میں عقل ہے اور اگر آگ کے انگارے تھام لے تو سمجھ لینا کہ عقل نہیں۔ جب عقل و تمیز نہیں تو اس کی ڈاڑھی پکڑ لینے پر اتنے لمبے خیالات کر کے اس کی جان کے دشمن بن جانا کونسی دانائی کی بات ہے؟ چنانچہ یہی کیا گیا دونوں چیزیں آپ کی پاس رکھی گئیں۔ آپ نے دہکتے ہوئے انگارے اُٹھالئے اسی وقت وہ چھین لئے کہ ایسا نہ ہو ہاتھ جل جائیں۔ اب فرعون کا غصہ ٹھنڈا ہوا اور بدلہ ہوا رُخ ٹھیک ہو گیا۔ حق تو یہ ہے کہ خدا کو جو کام کرنا منظور ہوتا ہے اس کے قدرتی اسباب مہیا ہو ہی جاتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دربار فرعون میں فرعون کے خاص محل میں فرعون کی بیوی کی گود میں ہی پرورش ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ آپ اچھی عمر کو پہنچ

گئے اور بالغ ہو گئے۔ اب تو فرعونیوں کے جو مظالم اسرائیلیوں پر ہو رہے تھے ان میں بھی کمی ہو گئی تھی سب امن و امان سے تھے۔ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کہیں جا رہے تھے کہ راستے میں ایک فرعونی اور ایک اسرائیلی کی لڑائی ہو رہی تھی۔ اسرائیلی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فریاد کی۔ آپ کو سخت غصہ آیا اس لئے کہ اس وقت وہ فرعونی اس بنی اسرائیلی کو دبوچے ہوئے تھا۔ آپ نے اسے ایک مُکا مارا۔ خدا کی شان مُکا لگتے ہی وہ مر گیا۔ یہ تو لوگوں کو عموماً معلوم تھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اسرائیلیوں کی طرفداری کرتے ہیں۔ لیکن لوگ اس کی وجہ اب تک یہی سمجھتے تھے کہ چونکہ آپ نے انہی میں دودھ پیا ہے۔ اس لئے ان کے طرفدار ہیں۔ اصلی راز کا علم تو صرف آپ کی والدہ کو تھا اور ممکن ہے خدا تعالیٰ نے اپنے کلیم کو بھی معلوم کرا دیا ہو۔ اسے مردہ دیکھتے ہی موسیٰ علیہ السلام کانپ اٹھے کہ یہ شیطانی حرکت ہے وہ بہکانے والا اور کھلا دشمن ہے۔ پھر خدا تعالیٰ سے معافی مانگنے لگے کہ باری تعالیٰ میں نے اپنی جان پر ظلم کیا تو معاف فرما۔ پروردگار نے بھی آپ کی اس خطا سے درگزر فرما لیا۔ وہ تو غفور و رحیم ہے ہی چونکہ قتل کا معاملہ تھا۔ آپ پھر بھی خوفزدہ ہی رہے۔ تاک جھانک میں رہے کہ کہیں معاملہ کھل تو نہیں گیا۔ اِدھر فرعون کے پاس شکایت ہوئی کہ ایک قبطی کو کسی بنی اسرائیلی نے مار ڈالا ہے۔ فرعون نے حکم جاری کر دیا کہ واقعہ کی پوری تحقیق کرو۔ قاتل کی تلاش کر کے پکڑ لاؤ اور گواہ بھی پیش کرو اور جرم ثابت ہو جانیکی صورت میں اسے بھی قتل کر دو۔ پولیس نے ہر چند تفتیش کی لیکن قاتل کا کوئی سراغ نہ ملا۔ اتفاق کی بات کہ دوسرے ہی دن حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر کہیں جا رہے تھے۔ کہ دیکھا وہی بنی اسرائیلی شخص ایک دوسرے فرعونی سے جھگڑ رہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی وہ دہائی دینے لگا لیکن اس نے یہ محسوس کیا کہ شاید موسیٰ علیہ السلام اپنے کل کے فعل سے نادم ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اس کا یہ بار

بار کا جھگڑنا اور فریاد کرنا بُرا معلوم ہوا اور کہا تم تو بڑے لڑاکا ہو۔ یہ فرما کر اس فرعونی کو پکڑنا چاہا۔ لیکن اس اسرائیلی بزدل نے سمجھا کہ شاید آپ چونکہ مجھ پر ناراض ہیں مجھے ہی پکڑنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اس کا یہ صرف بزدلانہ خیال تھا۔ آپ تو اسی فرعونی کو پکڑنا چاہتے تھے اور اسے بچانا چاہتے تھے لیکن خوف و ہراس کی حالت میں بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا کہ موسیٰ جیسے کل تو نے ایک آدمی کو مار ڈالا تھا کیا آج مجھے مار ڈالنا چاہتا ہے؟ یہ سن کر وہ فرعونی اسے چھوڑ بھاگا دوڑا گیا اور سرکاری سپاہ کو اس واقعہ کی اطلاع کر دی۔ فرعون کو بھی قصہ معلوم ہوا اسی وقت جلادوں کو حکم دیا کہ موسیٰ کو پکڑ کر قتل کر دو۔ یہ لوگ شارع عام سے آپ کی جستجو میں چلے۔ ادھر ایک بنی اسرائیلی نے راستہ کاٹ کر نزدیک کے راستے سے آ کر موسیٰ علیہ السلام کو خبر کر دی۔ اے ابن جبیر یہ ہے پانچواں فتنہ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہ سنتے ہی مٹھیاں بند کر کے مصر سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ نہ کبھی پیدل چلے تھے نہ کبھی کسی مصیبت میں پھنسے تھے۔ شہزادوں کی طرح لاڈ چاؤ میں پلے تھے۔ یہ راستے کی خبر تھی نہ کبھی کسی سفر کا اتفاق پڑا تھا۔ رب پر بھروسہ کر کے یہ دعا کر کے کہ خدایا مجھے سیدھی راہ لے چلنا، چل کھڑے ہوئے یہاں تک کہ مدین کی حدود میں پہنچے۔ یہاں دیکھا کہ لوگ اپنے جانوروں کو پانی پلا رہے ہیں۔ وہیں دو لڑکیوں کو دیکھا کہ اپنے جانوروں کو روکے کھڑی ہیں پوچھا کہ تم ان کے ساتھ اپنے جانوروں کو پانی کیوں نہیں پلا لیتیں؟ الگ کھڑی ہوئی انہیں کیوں روک رہی ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ اس بھیڑ میں ہمارے بس کی بات نہیں کہ اپنے جانوروں کو پانی پلائیں۔ ہم تو جب یہ لوگ پانی پلا چکتے ہیں۔ ان کا بقیہ اپنے جانوروں کو پلا دیا کرتی ہیں۔ آپ فوراً آگے بڑھے اور ان کے جانوروں کو پانی پلا دیا۔ چونکہ بہت جلد پانی کھینچا۔ آپ بہت قوی آدمی تھے سب سے پہلے ان کے جانوروں کو سیر کر دیا یہ اپنی بکریاں لے کر اپنے

گھر روانہ ہوئیں اور آپ ایک درخت کے سائے تلے بیٹھ گئے اور خدا سے دعا کرنے لگے کہ پروردگار میں تیری تمام تر مہربانیوں کا محتاج ہوں یہ دونوں لڑکیاں جب اپنے والد کے پاس پہنچیں تو انہوں نے کہا آج کیا بات ہے کہ تم وقت سے پہلے ہی آ گئیں۔ اور بکریاں بھی خوب آسودہ اور شکم سیر معلوم ہوتی ہیں۔ تو ان بچیوں نے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ آپ نے حکم دیا کہ تم میں سے ایک ابھی چلی جائے اور انہیں میرے پاس بلا لائے وہ آئیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنے والد صاحب کے پاس لے گئیں۔ انہوں نے سرسری ملاقات کے بعد واقعہ پوچھا۔ تو آپ نے سارا قصہ کہہ سنایا۔ اس پر وہ فرمانے لگے اب کوئی ڈر کی بات نہیں۔ آپ ان ظالموں سے چھوٹ گئے ہم لوگ فرعون کی رعایا نہیں نہ ہم پر اس کا کوئی دباؤ ہے۔ اسی وقت ایک لڑکی نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جی انہوں نے ہمارا کام کر دیا ہے اور یہ ہیں بھی قوت والے اور امانتدار شخص۔ کیا اچھا ہو کہ آپ انہیں اپنے ہاں مقرر کر لیجئے کہ یہ اجرت پر ہماری بکریاں چرا لایا کریں۔ باپ کو غیرت اور غضب آ گیا اور پوچھا بیٹی تمہیں یہ کیسے معلوم ہو گیا کہ یہ قوی اور امین ہیں؟ بچی نے جواب کہ قوت تو اس وقت معلوم ہوئی جب انہوں نے ہماری بکریوں کے لئے پانی نکالا اتنے بڑے ڈول کو اکیلے ہی کھینچتے تھے اور بڑی پھرتی اور سبکی سے امانتداری یوں معلوم ہوئی کہ میری آواز سن کر انہوں نے نظر اونچی کی اور جب یہ معلوم ہو گیا کہ میں عورت ہوں پھر نیچی گردن کر کے میری باتیں سنتے رہے۔ واللہ آپ کا پورا پیغام پہنچانے تک انہوں نے نگاہ اونچی نہیں کی۔ پھر مجھ سے فرمایا کہ تم میرے پیچھے رہو۔ مجھے دور سے راستہ بتا دیا کرنا یہ بھی دلیل سے ان کی خدا ترسی اور امانتداری کی۔ باپ کی غیرت وحمیت بھی رہ گئی بچی کی طرف سے بھی دل صاف ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی محبت دل میں سما گئی۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمانے لگے میرا ارادہ ہے کہ اپنی ان دونوں لڑکیوں

میں سے ایک کا نکاح آپ کے ساتھ کردوں۔ اس شرط پر کہ آپ آٹھ سال تک میرے ہاں کا کام کاج کرتے رہیں۔ اور ہاں اگر دس سال تک کریں تو اور بھی اچھا ہے۔ انشاء اللہ آپ دیکھ لیں گے کہ میں بھلا آدمی ہوں۔ چنانچہ یہ معاملہ طے ہو گیا اور خدا کے پیغمبر نے بجائے آٹھ سال کے دس سال پورے کیے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پہلے مجھے یہ معلوم نہ تھا اور ایک نصرانی عالم مجھ سے پوچھ بیٹھا تھا۔ تو میں اسے کوئی جواب نہ دے سکا۔ پھر جب میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا اور آپ نے جواب دیا تو میں نے اس سے ذکر کیا۔ اس نے کہا تمہارے استاد بڑے عالم ہیں۔ میں نے کہا ہاں ہیں ہی۔ اب موسیٰ علیہ السلام اس مدت کو پورا کر کے اپنی اہلیہ صاحبہ کو لئے ہوئے یہاں سے چلے۔

ایک صحابی کا علم:

ایک اعرابی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ کی خدمت میں سلام عرض کرنے کے بعد اپنی حاجت کا سوال کرتے ہوئے کہا میں نے آپ کے جد امجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا:

اِذَا سَأَلْتُمْ حَاجَةً فَاسْأَلُوْهَا مِنْ اَحَدِ اَرْبَعَةٍ عَرَبِيٍّ شَرِيْفٍ اَوْ مَوْلًى كَرِيْمٍ اَوْ حَامِلِ الْقُرْاٰنِ اَوْ صَاحِبِ وَجْهٍ صَبِيْحٍ ۝

ترجمہ: جب تم سوال کرو تو ان چار میں سے کسی ایک کا انتخاب کرو یا تو شریف عربی یا کریم مولا یا حامل قرآن یا خوبصورت چہرے والا ہو۔

رہا عربی شریف تو عرب نے شرافت آپ کے جد امجد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پائی ہے رہا کریم تو کرم آپ کی سیرت ہے رہا حامل قرآن تو قرآن نے آپ کے گھر میں نزول فرمایا ہے رہا حسین چہرہ تو آپ کے نانا جان نے فرمایا ہے۔

اِذَا اَرَدْتُمْ اَنْ تَنْظُرُوْا اِلَيَّ فَانْظُرْ اِلَى الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ ۝

ترجمہ: جب تم مجھے دیکھنا چاہو تو امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کو دیکھ لیا کرو۔

امام حسین نے فرمایا تمہاری کیا حاجت ہے اعرابی نے اپنی ضرورت زمین پر تحریر کر دی۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اپنے والد گرامی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو یہ فرماتے سنا ہر شخص کی قیمت اسی قدر ہوتی ہے جس قدر اس کی اچھائی ہوتی ہے اور میں نے اپنے نانا جان سے سنا جس قدر معرفت ہو گی اسی قدر معروف ہو گا۔ میں تم سے تین سوال پوچھتا ہوں اگر تم نے تین میں سے ایک سوال کا جواب دیا تو میں تجھے اس تھیلی کا تیسرا حصہ رقم دے دوں گا اگر تم نے دو سوالوں کے جوابات دیئے تو تجھے رقم کا دو تہائی حصہ مل جائے گا اور اگر تم نے تینوں سوالوں کا جواب درست دیا تو پوری رقم مل جائے گی اور یہ رقم عراق سے آنے والی ایک تھیلی میں تھی سائل نے کہا آپ سوال کریں خدا کی توفیق سے جواب دوں گا۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کونسا عمل اچھا ہے اس نے کہا خدا کے ساتھ ایمان لانا آپ نے فرمایا بندہ ہلاکت سے کیسے نجات پاتا ہے۔ اس نے کہا خدا کے ساتھ مضبوط ہونے سے آپ نے فرمایا انسان کی زینت کیا ہے اس نے کہا ایسا علم جس کے ساتھ حلم ہو آپ نے پوچھا جس کے پاس یہ نہ ہو اس نے کہا پھر اس کے پاس مال ہو جس کے ساتھ کرم ہو آپ نے فرمایا جس کے پاس یہ نہ ہو اس نے کہا پھر ایسا فقر ہو جس کے ساتھ صبر ہو آپ نے فرمایا جس کے پاس یہ بھی نہ ہو اعرابی نے کہا پھر آسمان سے بجلی گرے اور اسے جلا دے امام حسین رضی اللہ عنہ یہ سن کر مسکرا دیئے اور رقم کی تھیلی اس کے حوالے کر دی۔ (تفسیر کبیر، جلد 1، ص 272)

❀❀❀

باب الاولیاء

چند مشاہیر اولیاء کرام کے ظاہری اور باطنی علوم کی جھلکیاں

کامل ولی کا علم:

حضرت علی الخواص رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا۔

لَایَکْمُلُ الرَّجُلُ عِنْدَنَا حَتّٰی یَعْلَمَ حَرَکَاتِ مُرِیْدِہٖ فِیْ اِنْتِقَالِہٖ فِیْ الْاَصْلَابِ وَھُوَ نُطْفَۃٌ مِّنْ یَوْمِ اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ اِلٰی اِسْتِقْرَارِہٖ فِی الْجَنَّۃِ اَوْفِی النَّارِo (الکبریت الاحمر، ص165)

ترجمہ: ہمارے نزدیک کوئی شخص مرد کامل نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے مرید کی تمام حرکات کو نہ جانتا ہو جو یوم الست بربکم سے لے کر جنت یا دوزخ میں پہنچنے تک ہیں یعنی ہر مرید کے انقلابات نسبی اور انقلابات صلبی ازل سے ابد تک نہ جانتا ہو۔

حضرت شیخ تاج العارفین ابوالوفا نے فرمایا۔

لَایَکُوْنَ الشَّیْخُ شَیْخًا یَعْرِفَ مِنْ کَافٍ اِلٰی قَافٍ فَقِیْلَ لَہٗ مَا کَافٌ وَمَا قَافٌ فَقَالَ یُطْلِعَہُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ عَلٰی جَمِیْعِ مَّا فِی الْکَوْنَیْنِ مِنْ اِبْتِدَاءِ خَلْقِہٖ بِکُنْ اِلٰی مَقَامِ وَقِفُوْھُمْ اِنَّھُمْ مَسْئُوْلُوْنَo (بہجۃ الاسرار، ص143)

ترجمہ: کوئی شیخ شیخ (کامل) نہیں ہوسکتا جب تک کاف سے قاف تک نہ جانے پوچھا گیا کاف سے قاف تک کا کیا مطلب ہے فرمایا اللہ تعالیٰ اسے ابتداء خلق سے لے کر قیامت تک کی تمام چیزوں کی اطلاع دے دیتا ہے۔

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ کا علم:

حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے کچھ سوالات دریافت کئے گئے

آپ نے ان کے معقول جوابات دیئے۔ ذیل میں سوال و جواب ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: اللہ کے نزدیک سب سے محبوب کلمہ کونسا ہے؟

جواب: خدا کا پسندیدہ کلمہ ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔

سوال: وہ کونسی چیز ہے جس کا کچھ حصہ حلال ہو اور کچھ حرام۔

جواب: یہ حضرت طالوت کی نہر تھی جس کے بارے میں قرآن نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ مُبْتَلِیْكُمْ بِنَهَرٍ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ فَلَیْسَ مِنِّیْ وَمَنْ لَّمْ یَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّیْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِیَدِهٖ ۝

سوال: وہ کونسا جانور ہے جو خود تو مر گیا مگر ایک مردے کو زندہ کر گیا۔

جواب: وہ بنی اسرائیل کی گائے ہے جس کے بارے میں خدا نے فرمایا۔

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ یُحْیِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

سوال: وہ کون لوگ ہیں جنہوں نے حق کی گواہی دی حالانکہ وہ جھوٹ بولنے والے ہیں۔

جواب: یہ منافق ہیں خدا فرماتا ہے۔ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝

سوال: وہ کونسی جگہ ہے جس کا قبلہ نہ ہو؟

جواب: وہ جگہ جس کا کوئی قبلہ نہیں وہ بیت اللہ کی پشت ہے یعنی اگر کوئی مسلمان بیت اللہ کو پشت کر کے نماز پڑھے گا تو اس کی نماز نہ ہوگی۔

سوال: وہ کونسا عمل ہے کہ اگر اس کو کرو تو جائز نہیں اور نہ کرو تو بھی جائز نہیں؟

جواب: وہ نماز ہے جس کو نشہ کی حالت میں ادا کیا جائے تو ناجائز ہے اور نماز

چھوڑ دی جائے تو ناجائز۔

سوال: وہ کونسے دو شکار ہیں جن کو ایک آدمی نے شکار کیا مگر ایک اس کے لئے حلال ہو دوسرا حرام ہو؟

جواب: محرم نے ایک شکار خشکی سے کیا اور ایک سمندر سے خشکی والا شکار اس کے لئے حرام اور سمندر والا شکار اس کے لئے حلال اور درست۔

سوال: وہ کونسی ماں ہے جس کی کوئی اولاد نہیں؟

جواب: وہ مکہ معظمہ کا شہر ہے جس کو ام القریٰ (بستیوں کی ماں) کہا گیا ہے۔

سوال: وہ کونسا پانی ہے جو نہ آسمان سے برسا نہ زمین سے نکلا؟

جواب: یہ وہ پانی ہے جو حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی انگلیوں سے نکلا۔

سوال: وہ کونسی پانچ چیزیں ہیں نہ باپ کی پشت سے نہ ماں کے رحم سے لیکن زمین پر چلتی رہی ہیں؟

جواب: یہ پانچ چیزیں یہ ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت حوا سلام اللہ علیہا، حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ، حضرت اسماعیل علیہ السلام کے فدیے میں ذبح ہونے والا دنبہ اور حضرت موسیٰ علیہ اسلام کا عصا۔

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں تصوف آٹھ خصلتوں پر مبنی ہے یعنی آٹھ پیغمبروں کی اقتداء کرنے سے صوفی بنتا ہے۔

(۱) سخاوت: یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے حاصل کرے اور ان کی سخاوت وہ تھی کہ انہوں نے خدا کی رضا کے لئے اپنے فرزند کو فدا کر دیا۔

(۲) رضا: یہ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے حاصل کرے انہوں نے خدا کی رضا حاصل کرنے کے لئے اپنی جان کی پرواہ نہ کی۔

(۳) صبر: یہ حضرت ایوب علیہ السلام سے حاصل کرے کہ انہوں نے کئی سال بیماری کی سختیوں پر صبر کا مظاہرہ کیا۔

(۴) اشارہ: یہ حضرت زکریا علیہ السلام سے حاصل کرے کہ خدا نے ان سے فرمایا تم تین دن تک کلام نہ کر سکو گے مگر اشارے سے۔ صوفی کو بھی اس اشارہ کی اقتداء کرنی چاہیے۔

(۵) غربت: اس چیز میں حضرت یحییٰ علیہ السلام کی اقتداء کرے کہ وہ اپنے وطن میں اپنے آپ کو مسافر سمجھتے تھے اور عزیز و اقارب میں رہ کر سب سے بیگانہ تھے۔

(۶) سیاحت: اس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اقتداء ہو کہ آپ اپنے سفر میں اس قدر مجرد تھے کہ سوائے ایک پیالہ اور ایک کنگھی کے ہمراہ کچھ نہ رکھتے تھے حتیٰ کہ جب ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ دونوں ہاتھوں سے پانی پی رہا ہے تو اپنا پیالہ بھی پھینک دیا اور جب دیکھا کہ ایک آدمی اپنی انگلیوں سے اپنے بالوں میں خلال کر رہا ہے تو کنگھی بھی پھینک دی۔

(۷) لبس صوف: اس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اقتداء کرے کہ وہ ہمیشہ پشمینہ کا لباس پہنتے تھے۔

(۸) فقر: اس میں سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء کرے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کے پاس خزانوں کی کنجیاں بھیج کر خزانوں سے نعمتیں استعمال کرنے کی اجازت دی لیکن آپ نے فرمایا الٰہی میں تو یہ چاہتا ہوں کہ ایک روز کھاؤں اور ایک روز بھوکا رہوں اور یہ اصول معاملہ تصوف میں سخت لیکن بہترین خصلت ہے۔ (کشف المحجوب، ص 132)

حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ کا علم:

حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ کے زمانے میں پیر بھائیوں نے حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ سے فرمایا کہ آپ وعظ کریں تا کہ ہمارے دل سکون اور راحت حاصل کریں آپ نے صاف انکار فرما دیا اور فرمایا جب تک میرے شیخ حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ جلوہ آراء مسند ہیں میں کوئی بات کہنے کا مجاز نہیں یہاں تک کہ ایک رات خواب میں استراحت میں تھے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں جنید لوگوں کو کچھ سنایا کرو اس لئے کہ تیرے بیان سے اللہ تعالیٰ ایک عالم کو نجات دے گا جب بیدار ہوئے تو دل میں خیال پیدا ہوا کہ میں اپنے مرشد سے اتنا بلند ہو گیا ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے حکم دعوت فرمایا ہے۔ جب صبح ہوئی حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ عیہ نے ایک مرید بھیجا اور حکم دیا کہ جنید نماز سے فارغ ہوں تو ان سے کہنا کہ میرے مریدوں کی درخواست تم نے رد کر دی اور انہیں کچھ نہ سنایا اشیاخ بغداد نے سفارش کی تم نے اسے بھی رد کر دیا میں نے پیغام بھیجا پھر بھی وعظ کے لئے آمادہ نہ ہوئے اب تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمہیں حکم دیا ہے لہٰذا اس حکم کی تعمیل کرو۔ حضرت جنید رحمتہ اللہ علیہ نے یہ حکم سنتے ہوئے جواب میں کہلا بھیجا کہ حضور میرے دماغ میں جو افضلیت کا جو سودا سمایا تھا وہ جاتا رہا اور میں نے اچھی طرح سمجھ لیا کہ میرے پیر و مرشد میرے تمام حالات سے بخوبی واقف ہیں اور آپ کا درجہ ہر حال میں مجھ سے بلند ہے آپ یقیناً میرے اسرار سے واقف ہیں اور میں آپ کے منصب جلیل سے بے خبر ہوں اور اپنی اس غلطی سے استغفار کرتا ہوں جو میں نے اس

خواب کے بعد اپنے متعلق سوچا تھا پھر آپ نے حضرت سری سقطی رحمتہ اللہ علیہ سے عرض کیا آپ کو میرے خواب کا علم کیسے ہوا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ انہوں نے فرمایا میں نے خواب میں خدا تعالیٰ کا دیدار کیا مجھے باری تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوا کہ میں نے اپنے حبیب کو جنید کے پاس بھیجا کہ اسے حکم دو تا کہ وہ وعظ کہے تا کہ اہل بغداد کی مراد بر آئے۔

(کشف المحجوب، ص268)

حضرت اُویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ کا علم:

حضرت ھرم بن حیان نے حضرت اُویس قرنی رحمتہ اللہ علیہ کی زیارت و ملاقات کا قصد کیا اور اس مقصد کے حصول کے لئے قرن پہنچے مگر ناامید واپس آئے پھر مکہ معظمہ آگئے تو خبر ملی کہ اُویس اب کوفہ میں رہتے ہیں آپ شوق زیارت لیے ہوئے کوفہ آئے مگر زیارت نصیب نہ ہوئی۔ امید زیارت میں ایک مدت تک کوفہ میں قیام پذیر رہے۔ آخر کار بصرہ آنے کا ارادہ کیا روانہ ہوئے تو راستے میں دیکھا کہ لب فرات حضرت اُویس طہارت فرما رہے ہیں۔ اور آپ کے جسم پر خرقہ ہے۔ پہچان لیا وضو کرنے کے بعد اویس نے اپنے بالوں میں شانہ کیا اور بالوں کو سنوارا چلنے لگے تو ھرم بن حیان سامنے آگئے اور سلام کیا حضرت اویس رحمتہ اللہ علیہ نے سلام کا جواب اس طرح دیا۔ وعلیکم السلام یا ھرم بن حیان، ھرم متعجب ہو کر کہنے لگے آپ نے مجھے کس طرح پہچان لیا آپ نے فرمایا عَرَفَتْ رُوْحِیْ رُوْحَكَ میری جان نے تیری جان کو پہچان لیا تھوڑی دیر بیٹھے پھر مجھے رخصت فرما لیا۔

(ابن عساکر، جلد3، ص169۔ کشف المحجوب، ص200)

سید احمد بن رفاعی رحمتہ اللہ علیہ کا علم:

عارف باللہ یعقوب خادم حضرت سید احمد بن رفاعی فرماتے ہیں کہ میں نے سید احمد بن رفاعی رحمتہ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا میں تین سو ایسی امتوں کی صحبت میں رہا ہوں جو کھانے پینے اور نکاح کرنے سے متصف تھے۔ ہمارے نزدیک کوئی مرد کامل نہیں ہو سکتا جب تک کہ اتنی امتوں کی صحبت میں نہ رہے اور ان کے کلام ان کی صفات اور ان کے نام ان کے رزق ان کی زندگی اور موت کو نہ جانے۔ یعقوب خادم نے عرض کی یہ تعجب کی بات ہے آپ نے فرمایا تری زیادتی علم کے لئے کہتا ہوں جب بھی کسی مادہ کے رحم میں نطفہ جاتا ہے تو ولی کامل اسے دیکھ لیتا ہے اور جان لیتا ہے یعقوب نے عرض کی یا سیدی یہ تو رب تعالیٰ کی صفات میں سے ہے۔آپ نے فرمایا استغفراللہ جب اللہ اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے اپنی ساری مملکت میں تصرف کا مجاز بنا دیتا ہے اور علوم غیبیہ میں سے جس پر چاہتا ہے مطلع فرما دیتا ہے۔ یعقوب نے عرض کی حضور اس کی دلیل کیا ہے آپ نے فرمایا اس کی دلیل یہ حدیث ہے کہ جب بندہ نوافل کے ذریعے میرا تقرب حاصل کر لیتا ہے تو میں اس سے محبت کرتا ہوں اور جب وہ میرا محبوب بن جاتا ہے۔

كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِىْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِىْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِىْ يَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِىْ يَمْشِىْ بِهَا وَلَئِنْ سَاَلَنِىْ لَاُعْطِيَنَّهٗ ۝

ترجمہ: میں اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے

سوال کرتا ہے تو میں عطا کرتا ہوں۔

شیخ مکارم رحمتہ اللہ علیہ کا علم:

حضرت ابو المجد کہتے ہیں کہ ایک دن میں شیخ مکارم رحمتہ اللہ علیہ کے مکان پر نہر خالص میں موجود تھا میرے دل میں خیال آیا کاش میں شیخ کی کوئی کرامت دیکھتا تب شیخ نے مجھے دیکھا اور مسکرائے اور فرمایا کہ عنقریب ہمارے پاس پانچ آدمی آئیں گے ایک تو عجمی جس کا رنگ سرخ و سفید ہوگا اس کے دائیں رخسار پر ایک داغ ہے اور اس کی عمر نو ماہ باقی ہے اس کو جنگل میں شیر چیر پھاڑے گا اور وہیں سے خدا اس کو اُٹھائے گا دوسرا عراقی ہے سفید سرخ اور اس کی دونوں آنکھوں میں نقصان ہے پاؤں لنگڑا ہے ہمارے پاس ایک ماہ ٹھہرے گا اور پھر مر جائے گا تیسرا شخص مصری ہے جو گندمی رنگ کا ہے اس کے بائیں ہاتھ کی چھ انگلیاں ہیں اس کی بائیں ران پر ایک نیزے کا زخم ہے جو تیس سال قبل اس کو لگا تھا وہ بیس سال بعد ہندوستان میں تاجر رہ کر فوت ہوگا چوتھا شامی ہے گندمی رنگ کا ہے اس کی انگلیاں سخت ہیں حریم کی زمین میں تمہارے گھر کے دروازے پر سات سال تین ماہ سات دن کے بعد فوت ہوگا پانچواں یمنی ہے سفید رنگ کا نصرانی ہے اس کے کپڑے کے نیچے زنار ہے اپنے وطن سے تین سال سے نکلا ہوا ہے کسی کو اس نے خبر نہیں دی وہ مسلمانوں کا امتحان لینے نکلا ہے کہ کوئی اس کا حال بتلائے۔ عجمی بھنا ہوا گوشت چاہتا ہے عراقی چاولوں کے ساتھ مرغابی چاہتا ہے مصری شہد اور گھی چاہتا ہے شامی شام کے سیب چاہتا ہے یمنی تلے ہوئے انڈے چاہتا ہے اور ایک کو کسی دوسرے کی خواہش کا علم نہیں اور عنقریب ہمارے پاس ان کی مرغوب غذائیں اور رزق آئے گا۔

ابو المجد کہتے ہیں کہ تھوڑی دیر گزری تو پانچ اشخاص آئے وہ بالکل ایسے تھے جیسا کہ شیخ نے فرمایا تھا ان کے حالات میں ذرہ بھر کوئی کمی نہ تھی میں نے مصری سے اس کی ران کے زخم کے بارے میں پوچھا تو اسے میرے سوال پر تعجب ہوا اور کہنے لگا یہ زخم مجھے تیس سال قبل لگا تھا پھر ایک شخص آیا جس کے پاس ان کی خواہش کے مطابق کھانے تھے ان سے آپ نے فرمایا تم اپنی مرضی کے کھانے کھاؤ وہ بے ہوش ہو گئے جب ان کو ہوش آیا تو یمنی نے عرض کی اے میرے سردار جو شخص مخلوق کے اسرار پر مطلع ہو اس کی کیا تعریف ہے آپ نے فرمایا پہلے یہ جان لو کہ تم نصرانی ہو اور تمہارے کپڑے کے نیچے زنار ہے تب وہ چلا اُٹھا اور شیخ کی طرف کھڑا ہوا اور اسلام لے آیا آپ نے اس سے فرمایا برخوردار جو مشائخ تجھے دیکھتے تھے وہ تیرا حال پہچانتے تھے لیکن وہ جانتے تھے کہ تیرا اسلام میرے ہاتھ پر مقدر ہے اس لئے انہوں نے تجھ سے کلام نہیں کیا۔

راوی کہتا ہے اسی طرح ان کے مرنے کا حال ہوا جیسے کہ شیخ نے فرمایا تھا اسی وقت اور اسی جگہ جس کو شیخ نے متعین کیا تھا نہ آگے نہ پیچھے عراقی ایک ماہ شیخ کے حجرے کے قریب فوت ہوا میں نے بھی اس کی نماز جنازہ پڑھی اور شامی ہمارے پاس حریم میں میرے گھر کے دروازے پر گرا اور فوت ہوا مجھے کسی نے پکارا میں باہر نکلا تو دیکھا کہ وہ ہمارا دوست شامی ہے اس کی موت اور اس وقت جب میں شیخ کے نزدیک اس سے ملا تھا سات سال تین ماہ سات دن کا عرصہ ہوا تھا۔ (بہجۃ الاسرار، ص200)

غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا علم:

(۱) وَعِزَّۃِ رَبِّیْ اَنَّ السُّعَدَاءَ وَالْاَشْقِیَاءَ لَمَعْرُوْضُوْنَ عَلَیَّ عَیْنِیْ فِی اللَّوْحِ

الْمَحْفُوْظِ اَنَا غَائِصٌ فِیْ بِحَارِ عِلْمِ اللّٰہِo (بہجۃ الاسرار، ص22)

ترجمہ: مجھے رب العزت کی قسم بیشک نیک اور بد بخت مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں میری آنکھ لوح محفوظ دیکھتی ہے میں علم الٰہی کے سمندروں میں غوطہ زن رہتا ہوں

(۲) لَوْلَا لِجَامُ الشَّرِیْعَۃِ عَلٰی لِسَانِیْ لَاَخْبَرْتُکُمْ بِمَا تَاْکُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِیْ بُیُوْتِکُمْ اَنْتُمْ بَیْنَ یَدَیَّ کَالْقَوَارِیْرِ یُرٰی مَافِیْ بَوَاطِنِکُمْ وَظَوَاہِرِکُمْo (بہجۃ الاسرار، ص24)

ترجمہ: اگر میری زبان پر شریعت کی لگام نہ ہو تو میں تمہیں بتا دوں جو تم گھروں میں کھاتے ہو اور بچا کر رکھتے ہو تم میرے سامنے ایسے ہو جیسے شیشے کی بوتلیں جن کے ظاہر اور باطن کو دیکھا جا سکتا ہے۔

(۳) قَالَ قَدْ فُتِحَ لِقَلْبِیْ الْاٰنَ سَبْعُوْنَ بَابًا مِّنَ الْعِلْمِ اللَّدُنِّیْ سَعَۃُ کُلِّ بَابٍ مِّنْھَا کَسَعَۃِ بَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِo (بہجۃ الاسرار، ص25)

ترجمہ: آپ نے فرمایا اب میرے دل میں علم لدنی کے ستر دروازے کھول دیئے گئے ہیں ہر دروازے کی وسعت زمین و آسمان کے درمیانی فاصلے کے برابر ہے۔

اگر کسی کے دل میں یہ اعتراض پیدا ہو کہ جب ایک دروازہ کی وسعت زمین و آسمان کے درمیانی فاصلے کے برابر ہے تو ستر دروازوں کی وسعت کے لئے کتنا بڑا دل چاہیے حالانکہ دل تو چھوٹا سا ہوتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اگر عرش اور جو کچھ اس کے اندر ہے یعنی سارے آسمان و زمین بمع ان تمام مخلوقات کے جو آسمانوں پر اور جو زمینوں میں ہے اس کا دس کروڑ گنا عارف کے دل کے گوشوں میں سے ایک گوشہ کے اندر رکھ دیا جائے تو اسے اس کی عظمت

ذرہ بھر محسوس نہ ہو اور وہ ان تمام کی وسعت اور مقدار کو ذرہ بھر اہمیت نہ دے گا اور اس حادث کی وجہ سے مومن کے دل میں تنگی کیسے محسوس ہو سکتی ہے جس میں قدیم ذات واجب الوجود اللہ رب العزت کی گنجائش موجود ہے۔

(فتوحات مکیہ، جلد 4، ص 8)

نیز حدیث قدسی ہے۔

لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ٥

ترجمہ: میری گنجائش نہ زمین میں ہے اور نہ آسمان میں میری گنجائش بندہ مومن کا دل ہے۔

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

جب اللہ تعالیٰ غیر محدود ہے تو جس دل میں اس کی گنجائش ہے وہ دل بھی محدود نہیں رہے گا۔

غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی نگاہ لوح محفوظ کو دیکھتی ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ لوح محفوظ میں کیا اور کتنے علوم ہیں۔

سید عبدالعزیز دباغ مصری نے فرمایا لوح محفوظ کا تین مختلف جہتوں کی طرف رُخ ہے۔ ایک رُخ اس کا دنیا کی طرف ہے اس میں دنیا اور اہل دنیا کے حالات درج ہیں۔ دوسرا رُخ اس کا جنت کی طرف ہے اس میں جنت اور اہل جنت کے حالات وکیفیات درج ہیں اور تیسرا رُخ اس کا جہنم کی طرف ہے جس میں دوزخ اور اہل دوزخ کے حالات تحریر ہیں۔ (تبریز، ص 251)

اس عبارت سے پتہ چلا کہ حضور غوث الاعظم رحمتہ اللہ علیہ دنیا اور اہل دنیا جنت اور اہل جنت دوزخ اور اہل دوزخ کے تمام حالات سے آگاہ ہیں۔

خرپوتی میں لکھا ہوا ہے کہ لوح محفوظ کے تین سو ساٹھ دندانے ہیں اور ہر دندانے پر تین سو ساٹھ قسم کے علوم ہیں جن کی تفصیل لوح محفوظ میں موجود ہے اور اسی کتاب میں ہے کہ لوح محفوظ پر ایک لاکھ انتیس ہزار چھ سو علوم موجود ہیں۔

(خرپوتی، ص219)

اور جب غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی نظر لوحِ محفوظ پر ہے تو یہ تمام علوم آپ کی نگاہ میں ہیں۔ اندازہ لگا لیجئے کہ آپ کو خدا تعالیٰ نے کتنا علم عطا فرمایا ہے نیز لوح محفوظ میں زمین و آسمان کا سارا علم لکھا ہے۔ اللہ بھولنے سے پاک ہے اس نے اولیاء کے لئے لکھا ہے۔ (ابن کثیر، جلد 17، ص75)

آپ کے صاحبزادے شیخ سید عبدالرزاق بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ بلادِ عجم سے ایک فتویٰ آپ کے پاس آیا اس سے پیشتر یہ فتویٰ علمائے عراق پر پیش ہو چکا تھا مگر کسی نے بھی اس کا جواب تسلی بخش نہ دیا۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ اکابر علمائے شریعت مندرجہ ذیل مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے طلاق ثلاثہ کے ساتھ اس بات کی قسم کھائی کہ وہ ایک ایسی عبادت کرے گا جس میں وہ یہ عبادت کرتے وقت تمام لوگوں سے منفرد ہوگا۔ بینوا و توجروا۔

جب حضور سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کے پاس یہ فتویٰ پہنچا آپ نے اسے پڑھ کر فوراً لکھ دیا کہ یہ شخص مکہ معظمہ جا کر خانہ کعبہ کو خالی کرا لے اور سات دفعہ طواف کر کے اپنی قسم اتارے چنانچہ یہ جواب سن کر اسی روز فتویٰ پوچھنے والا مکہ روانہ ہو گیا۔ (قلائد الجواہر، م ص69)

شیخ ابو النجیب سہروردی بیان کرتے ہیں کہ 523ھ کا واقعہ ہے کہ میں بغداد میں شیخ حماد کی خدمت میں موجود تھا اس وقت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے ایک طویل اور عجیب و غریب تقریر کی اس پر شیخ حماد نے فرمایا عبدالقادر تم

عجیب وغریب تقریر کرتے ہو تمہیں اس بات کا خوف نہیں کہ خدا تعالیٰ تمہاری کسی بات پر تم سے مواخذہ کرنے لگے تو شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنا ہاتھ ان کے سینے پر رکھ دیا اور کہا آپ نور قلب سے ملاحظہ فرمایئے کہ میری ہتھیلی میں کیا لکھا ہے پھر تھوڑی دیر کے بعد آپ نے اپنا ہاتھ اُٹھا لیا شیخ حماد نے فرمایا کہ میں نے ان کی ہتھیلی میں لکھا دیکھا کہ انہوں نے اپنے پروردگار سے ستر دفعہ عہد لیا کہ وہ ان سے مواخذہ نہیں کرے گا پھر شیخ موصوف نے کہا کہ اب کوئی مضائقہ نہیں یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے عطا کردے۔ (قلائد الجواہر، ص88)

حضرت شیخ حماد اپنے زمانے کے ایک عظیم کامل ولی تھے انہوں نے جب حضور سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی تقریر دلپذیر سنی اور آپ کے علمی نکات اور اسرار و رموز ملاحظہ کیے تو ان کی حیرانی کی کوئی حد نہ رہی اور انہوں نے خیال کیا آپ کی ایسی باتوں پر خدا کی طرف سے مواخذہ ہو سکتا ہے اس لئے انہوں نے آپ کو تنبیہ کی کہ ایسی باتوں سے احتراز کریں کہیں ایسا نہ ہو کہ خدا تعالیٰ آپ سے مواخذہ کرے آپ نے ان کے سینے پر ہاتھ رکھا انہوں نے اپنے نور قلب سے دیکھا کہ ان کی ہتھیلی پر لکھا ہے کہ خدا ان سے ان کی کسی بات پر مواخذہ نہیں کرے گا کیونکہ وَلِسَانَهُ الَّذِيْ يَتَكَلَّمُ بِهٖ خدا کا ارشاد ہے اور حضور غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ یقیناً خدا تعالیٰ کے اس ارشاد کے مظہر اتم ہیں یعنی زبان آپ کی ہے اور اس پر کلام خدا کا جاری ہوتا ہے اس لئے مواخذہ کا اندیشہ باقی نہ رہا۔ حقیقت یہ ہے کہ خدائے لم یزل نے آپ کے سینے میں علم ظاہر اور باطن کے دریا جاری فرما دیئے تھے اور یہ وہ علوم تھے جن تک کسی اور کی رسائی نہ تھی۔

حضرت ابو الفرج الہامی بیان کرتے ہیں کہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ سے اکثر ایسی باتیں سنتا تھا جن کا وقوع مجھے بعید و ناممکن معلوم ہوتا

اس لئے میں ان باتوں کی تردید کرتا تھا مگر آپ سے ملنے کی تمنا اور شوق بھی تھا ایک مرتبہ مجھے محلہ باب الازج کسی ضرورت کی وجہ سے جانا پڑا جب وہاں سے واپس ہوا تو آپ کے مدرسے کے قریب سے میرا گزر ہوا اس وقت آپ کی مسجد میں نماز عصر کی تکبیر کہی جا رہی تھی اس وقت مجھے بھی نماز عصر پڑھنے کا خیال ہوا اس وقت مجھے خیال نہ رہا کہ میں بغیر وضو کے ہوں میں اسی حالت میں نماز میں شریک ہوگیا جب آپ نماز پڑھا کر دعا سے فارغ ہوئے تو آپ نے میری طرف توجہ کی اور فرمایا کہ اے میرے بیٹے اگر تم اپنا کام میرے پاس لے کر آتے تو میں تمہارا کام پورا کر دیتا تم پر نسیان بہت غالب ہے تم نے نماز بے وضو پڑھ لی ہے آپ کے اس ارشاد پر مجھے تعجب ہوا اور مجھ پر دہشت غالب آگئی کہ آپ کو میرا مخفی حال کیونکر معلوم ہوا میں نے اسی وقت آپ کی صحبت اختیار کی اور مجھے آپ سے از حد محبت ہوگئی اور میں نے آپ کے فیوض و برکات کی قدر شناسی کی۔

(قلائد الجواہر، ص148)

حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی فرماتے ہیں کہ میں عالم شباب میں علم کلام میں بہت مشغول رہتا تھا حتیٰ کہ میں نے اس فن کی بہت سی کتابیں زبانی یاد کر لیں تھیں میرے چچا مجھے اس سے منع کرتے بلکہ ناراض ہوتے تھے لیکن میرا مشغلہ اس سے روز بروز بڑھتا چلا گیا ایک دفعہ میرا چچا مجھے اپنے ساتھ حضور شیخ عبدالقادر رضی اللہ عنہ کے پاس لے گیا راستے میں مجھ سے کہا کہ ہم ایک ایسے شخص کے پاس جا رہے ہیں جس کا دل خدا کی باتوں کی خبر دیتا ہے تو جب ان کی بارگاہ میں پہنچو تو ذرا ادب و احترام کو ملحوظ خاطر رکھنا تا کہ ان کی برکات سے مستفید ہو سکو جب ہم آپ کی خدمت میں پہنچے اور بیٹھ گئے تو میرے چچا نے آپ سے عرض کیا کہ میرا یہ بھتیجا ہمیشہ علم کلام میں مشغول رہتا ہے۔ میں نے

اسے منع کیا ہے لیکن یہ باز نہیں آتا آپ نے یہ سن کر فرمایا اے عمر اس فن میں تو نے کون کون سی کتاب یاد کی ہے میں نے عرض کیا فلاں فلاں کتاب آپ نے میرے سینے پر اپنا ہاتھ پھیرا اور بعد میں ہاتھ اُٹھایا تو ان کتابوں میں کسی کتاب کا کوئی حرف بھی مجھے یاد نہ تھا اور میرے دل میں ان کتابوں کے تمام مسائل بھول گئے اور اس وقت اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں علم لدنی بھر دیا جب میں آپ کے آستانے سے واپس ہوا تو میری زبان پر علم وحکمت جاری تھا اور آپ نے فرمایا تم عراق کے اخیر مشاہیر سے ہو۔ (قلائد الجواہر، ص 147)

حضور سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت شہاب الدین عمر سہروردی کے سینے پر ہاتھ رکھا تو ان کا سینہ علم لدنی کا گنجینہ بن گیا اور علم وحکمت زبان پر جاری ہوا اس سے اندازہ لگایئے کہ خود غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کو خدا تعالیٰ نے کتنا عظیم علم دیا ہوا کا آپ علم لدنی کا وہ منبع اور مخزن تھے جس سے دوسرے خوش نصیب لوگ بھی مستفیض اور مستنیر ہوتے تھے۔

جب بغداد میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی شہرت ہوئی تو بغداد کے سو فقہاء اس طرح جمع ہوئے کہ ہر ایک ان میں سے مختلف فنون میں مسئلہ پوچھے اور ہر ایک کا سوال دوسروں سے جداگانہ ہو وہ سب مل کر آپ کی خدمت میں آئے جب مجلس قائم ہوئی تو شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ نے مراقبہ کیا آپ کے سینے سے نور کی ایک بجلی چمکی جس کو صرف اس آدمی نے دیکھا جس کو خدا نے دکھانا چاہا ان سو فقہاء کے سینوں پر اس بجلی کا گزر ہوا اور جس پر اس کا گزر ہوا وہ مبہوت وحیران رہ گیا اور بے قرار ہو گیا پھر سب کے سب ایک دم چلا اُٹھے اور انہوں نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور سر ننگے کر لئے اور پھر وہ آپ کی کرسی تک گئے اور اپنے سروں کو آپ کے قدموں پر رکھ دیا اور ایک دم مجلس میں

شور برپا ہو گیا اور میں نے خیال کیا کہ اس آواز سے بغداد گونج اُٹھا تب شیخ نے ہر ایک کو سینے سے لگایا یہاں تک کہ آخر تک پہنچے پھر آپ نے ہر ایک سے فرمایا تمہارا مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے یہاں تک کہ سب کے مسائل بیان کر دیئے۔ (بہجتہ الاسرار، ص96)

حضور سیدنا غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضرت آدم علیہ السلام تمام انسانوں کے سردار ہیں اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوق کے سردار ہیں۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ تمام فارس والوں کے سردار ہیں۔ حضرت صہیب رومی رضی اللہ عنہ تمام رومیوں کے سردار ہیں، حضرت بلال رضی اللہ عنہ تمام اہل حبشہ کے سردار ہیں۔ اسی طرح تمام بستیوں میں مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کو سروری حاصل ہے وادیوں میں وادیٔ بیت المقدس دنوں میں جمعۃ المبارک راتوں میں شب قدر کتابوں میں قرآن مجید سورتوں میں سورہ بقرہ شریف، سورہ بقرہ کی آیات میں آیۃ الکرسی پتھروں میں حجر اسود ہر کنویں سے چاہ زم زم تمام لاٹھیوں میں عصائے موسیٰ تمام مچھلیوں سے افضل حوت یونس تمام اونٹنیوں میں سے ناقہ صالح براق تمام گھوڑوں سے تمام انگوٹھیوں سے انگشتری سلیمان اور تمام مہینوں سے رمضان کا مہینہ افضل ہے۔ (غنیۃ الطالبین، ص359)

حضرت شیخ بقا بن بطو رحمتہ اللہ علیہ کا علم:

ایک مرتبہ تین فقہا آپ سے ملنے کے لئے آئے اور آپ کے پیچھے انہوں نے نماز عشاء ادا کی آپ نے اس قسم کی قرأت نہ کی جیسے کہ وہ فقہا چاہتے تھے ان کو شیخ کے بارے میں بدگمانی ہوئی کہ ان کی قرأت درست نہیں ہے۔ رات کو ایک گوشے میں پڑ کر سو رہے تینوں رات کو جنبی ہو گئے حجرہ کے دروازے پر

ایک نہر تھی اس کی طرف چلے اور اس میں نہانے کے لئے اُترے ایک بڑا شیر آیا اور ان کے کپڑوں کو پکڑ لیا وہ رات بھی سردی کی تھی انہوں نے اپنے مرنے کا یقین کر لیا پھر شیخ بقا اپنے حجرے سے نکلے تو شیر آ کر آپ کے پاؤں پر لوٹنے لگا۔ شیخ اس کو اپنی آستین سے مارنے لگے اور اس سے کہا تو ہمارے مہمانوں کے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے اگرچہ وہ ہم سے بدگمان ہیں پھر شیر چلا گیا اور فقہا پانی سے باہر نکل آئے اور آپ سے معافی مانگنے لگے آپ نے ان سے فرمایا تم نے اپنی زبانوں کی اصلاح کی ہے اور ہم نے اپنے دلوں کو درست کیا ہے۔

(بہجتہ الاسرار، ص160)

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) اولیاء کرام کے ساتھ بدگمانی کا نتیجہ اچھا نہیں ہوتا ہے۔

(۲) خدا کے برگزیدہ بندے دلوں کے احوال سے آگاہ ہوتے ہیں ان کو انسانوں کے دلی ارادوں کا علم ہوتا ہے۔

(۳) مَنْ کَانَ لِلّٰهِ کَانَ اللّٰهُ لَهٗ ؂ جو اللہ کا ہو جائے اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے اور جس کا اللہ تعالیٰ ہو جائے خدا کی ساری مخلوق اس کی ہو جاتی ہے شیخ سعد علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔

تو از حکم داورُ گردن پیچ
کہ گردن نہ پیچد زحکم تو ہیچ

حضرت تاج العارفین ابو الوفاء رحمتہ اللہ علیہ کا علم:

حضرت شیخ علی بن ہیتی فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ تاج العارفین کے زمانے میں دس اولیاء کرام پر غیب کے منازل وارد ہوئے ان کے اسرار میں میں

بھی شریک تھا اور ایک بات ان سب پر مشکل ہوگئی تب وہ جمع ہو کر حضرت تاج العارفین کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ ان سے اس بارے میں پوچھیں۔ انہوں نے آپ کو سوتا ہوا پایا اور سنا کہ ان کا ہر عضو تسبیح تہلیل اور تقدیس بیان کر رہا ہے۔ وہ ان کے پاس بیٹھ کر ان کے جاگنے کا انتظار کرنے لگے لیکن ان کے اعضا نے بولنا شروع کیا اور ان کی منازل سے ان کو آگاہ کیا اور جو امر ان پر مشکل ہوگیا تھا وہ ان پر کشف ہوگیا اور شیخ کے جاگنے سے پہلے وہ چلے گئے۔

(بہجتہ الاسرار، ص143)

حضرت تاج العارفین کے اعضاء انسانی نے آنے والے لوگوں سے کلام کیا اور ان کی مشکل حل فرمائی اور انسانی ہاتھوں پاؤں کا بولنا کوئی ناممکن نہیں۔ خدا فرماتا ہے: اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَیْدِیْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ○ قیامت کے دن ہم مجرموں کے منہ پر مہر خاموش ثبت کر دیں گے اور ان کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے۔ دوسری بات یہ بھی قابل غور ہے کہ جو خدا ولی کے اعضا کو علم دے سکتا ہے کہ ان اعضاء نے آنے والوں کی مشکل کو جان بھی لیا اور اس کا حل بھی پیش کر دیا اس خدا نے ولی کو کتنا علم عطا کیا ہوگا اس سے تاج العارفین کی وسعت علمی کی طرف عظیم اشارہ ہے۔

ایک دن تاج العارفین کرسی پر بیٹھ کر وعظ فرما رہے تھے اور شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ ان کی مجلس وعظ میں تشریف لے آئے آپ نے حاضرین سے فرمایا اس نوجوان کو میری مجلس سے نکال دو لوگوں نے آپ کو باہر نکال دیا تاج العارفین نے پھر وعظ شروع فرمایا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ پھر مجلس وعظ میں تشریف لے آئے تاج العارفین نے پھر حکم دیا کہ ان کو نکال دو لوگوں نے آپ کو نکال دیا پھر تاج العارفین نے وعظ شروع فرما دیا۔ شیخ عبدالقادر

جیلانی رحمتہ اللہ علیہ تیسری مرتبہ مجلس میں داخل ہو گئے تب تاج العارفین کرسی سے نیچے اُترے اور غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ سے معانقہ کیا اور آپ کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور کہا اے اہل بغداد ولی اللہ کے لئے کھڑے ہو جاؤ میں نے ان کو نکالنے کا حکم دیا تھا تو اہانت مقصود نہ تھی بلکہ مقصود یہ تھا کہ تم ان کو اچھی طرح پہچان لو پھر فرمایا آج وقت ہمارا ہے عنقریب تمہارا وقت آئے گا اور عراق تم کو دے دیں گے اور اے عبدالقادر۔

كُلُّ دِيكٍ يَصِيحُ وَيَسْكُتُ اِلَّا دِيكُكَ فَاِنَّهٗ يَصِيحُ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِO

ہر مرغ بولتا ہے اور خاموش ہو جاتا ہے مگر تیرا مرغ قیامت تک بولتا رہے گا۔ (بہجتہ الاسرار، ص144)

حضرت تاج العارفین رحمتہ اللہ علیہ نے دو باتوں کی طرف خاص اشارہ فرمایا۔

(۱) کہ اب ہمارا زمانہ ہے عنقریب بغداد میں آپ کی شہرت ہو جائے گی اور اہالیان بغداد آپ کی طرف رجوع کریں گے۔ اللہ آپ کو ولایت کاملہ کے مرتبے پر فائز فرمائے گا۔

(۲) آپ کی شہرت کا مرغ قیامت تک بولتا رہے گا ہر آنے والا دن آپ کی شہرت کو چار چاند لگا دے گا چنانچہ دیکھ لیجئے کون سا ملک ہے جہاں مسلمان نہیں اور جہاں مسلمان ہیں وہاں غوث اعظم رحمتہ اللہ علیہ کا ذکر خیر آپ کی گیارہویں شریف کا چرچا ہے۔ براعظم ایشیا، براعظم یورپ، براعظم افریقہ، براعظم شمالی امریکہ غرضیکہ دنیا کا کوئی کونہ ایسا نہیں جہاں حضور سیدنا غوث الثقلین کی محافل گیارہویں منعقد نہ ہوتی ہوں اور ان میں آپ کے حالات کمالات اور مناقب و کرامات کا ذکر نہ ہوتا ہو۔

اگرچہ مرغ سب کے بول کر خاموش ہوتے ہیں
مگر ہاں مرغ بولے گا ہمیشہ غوث اعظم کا

شیخ علی بن ادریس یعقوبی رحمتہ اللہ علیہ کا علم:

آپ نے ارشاد فرمایا۔

اَطْلَعَنِیْ رَبِّیْ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی عَلٰی اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَاَھْلِ النَّارِ وَاَھْلِ الْبَرْزَخِ وَاَھْلِ السَّمَاءِ وَاَھْلِ الْاَرْضِ وَکَانَ الْمَشَائِخُ فِیْ وَقْتِہٖ یَقُوْلُوْنَ اَلشَّیْخُ عَلِیُّ بْنُ اِدْرِیْسَ یَعْرِفُ اَلْسِنَۃَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ وَالْمَلَائِکَۃِ وَالطُّیُوْرِ وَالْوُحُوْشِ وَالْحِیْتَانِ وَکَانَ یُقَالُ لَہٗ اِنَّہٗ یَعْرِفُ مَلَائِکَۃَ کُلِّ سَمَاءٍ وَّمَقَامٍ وَّیَعْرِفُ تَسْبِیْحَھُمْ وَلُغَاتِھِمْ وَمَا یُوَحِّدُوْنَ اللّٰہَ تَعَالٰی بِہٖ○ (بہجۃ الاسرار، ص 227)

ترجمہ: میرے رب تعالیٰ نے مجھے اہل جنت اہل جہنم اہل برزخ اہل آسمان اہل زمین پر مطلع فرما دیا ہے اور ان کے زمانے کے بزرگان دین فرمایا کرتے تھے۔ شیخ علی بن ادریس انس و جن فرشتوں، پرندوں وحشی جانوروں مچھلیوں کی زبانوں کا علم جانتے تھے اور آپ کے بارے میں یہ بھی کہا جاتا تھا کہ وہ ہر آسمان و مقام کے فرشتوں کو جانتے تھے اور ان کی تسبیح ان کی زبان جانتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ فرشتے کس طرح اللہ تعالیٰ کی توحید بیان کرتے ہیں۔

ایک غوث کا علم:

عبداللہ بن علی نے کہا کہ میں تحصیل علم کے لئے بغداد آیا اور مدرسہ نظامیہ میں داخلہ لیا ابن سقا میرے ہم جماعت اور ہم سبق تھے ہم دونوں عبادت کرتے اور اہل اللہ کی زیارت کے لئے نکل جاتے۔ بغداد میں ایک شخص کے متعلق یہ شہرت تھی کہ وہ وقت کا غوث ہے اور جب چاہتا ہے ظاہر ہو جاتا ہے اور

جب چاہتا ہے غائب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ ابن سقاء صاحب سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ اور میں اس شخص کو ملنے گئے راستے میں ابن سقاء نے کہا کہ آج میں اس سے ایک ایسا علمی مسئلہ پوچھوں گا جس کا وہ جواب نہ دے سکے گا۔ میں نے کہا میں ایک مسئلہ پوچھوں گا دیکھئے اس کا کیا جواب دیتا ہے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ فوراً کہنے لگے معاذ اللہ میں تو اس سے کوئی مسئلہ پوچھوں گا ہی نہیں بلکہ مجلس میں بیٹھ کر فیض زیارت اور فیض صحبت حاصل کروں گا جب ہم تینوں ان کے مکان میں پہنچے تو دیکھا کہ وہ وہاں موجود نہیں اور تھوڑی دیر کے بعد انہیں وہاں بیٹھے پایا تو انہوں نے ابن سقاء کو قہر آلود نظروں سے دیکھا اور غصہ سے فرمایا ابن سقاء خدا تیرا بھلا نہ کرے تو مجھ سے ایسا مسئلہ پوچھتا ہے جس کا میرے پاس کوئی جواب نہیں کان کھول کر سنو وہ مسئلہ یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے اور:

اِنِّیْ لَاَرٰی نَارَ الْکُفْرِ تَلْتَھِبُ فِیْکَ ○

ترجمہ: کفر کی آگ تیرے سینے میں شعلہ زن ہے۔

اس کے بعد انہوں نے میری طرف متوجہ ہو کر کہا عبداللہ تو مجھ سے اس لئے مسئلہ پوچھتا ہے کہ میں کیا جواب دوں یہ مسئلہ یوں ہے اور اس کا جواب یہ ہے مگر تمہاری بے ادبی سے دنیا تمہارے کانوں تک آجائے گی۔ بعد ازاں شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے پاس بٹھا کر نہایت ادب کیا احترام سے پیش آئے اور فرمایا عبدالقادر:

لَقَدْ اَرْضَیْتَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ بِاَدَبِکَ ○

تم نے ادب کی وجہ سے اللہ اور اس کے رسول کو راضی کر لیا ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ ایک وقت آئے گا جب تم بغداد کے منبر پر بیٹھ کر وعظ

کر رہے ہو گے اور اعلان کرو گے۔

قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِo

ترجمہ: میرا یہ قدم ہر ولی کی گردن پر ہے۔

میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ اس وقت کے تمام اولیاء اللہ تمہاری عظمت کا اعتراف کریں گے اور اپنی گردنوں کو جھکا دیں گے یہ بات کہتے ہی وہ یکدم غائب ہو گئے اس کے بعد وہ نظر نہیں آئے۔

اس کے بعد سید عبدالقادر رحمتہ اللہ علیہ پر قرب الٰہی کے آثار ظاہر ہونے لگے اور عوام جوق در جوق ان کے پاس آنے لگے اور میں نے آپ کا اعلان اپنی زندگی میں سنا اور وقت کے سارے ولیوں نے اپنی گردنیں جھکا دیں۔
ابن سقاء علوم شرعیہ میں ایسا مستغرق ہوا کہ وقت کے اکثر فقیہہ اور علماء اس کی قابلیت کا لوہا ماننے لگے وہ علم مناظرہ میں اس قدر حاوی تھا کہ اپنے مد مقابل کو ساکت کر دیتا تھا اور ساتھ ہی ساتھ وہ فصاحت و بلاغت اور وقار میں مشہور زمانہ ہو گیا۔ عباسی خلیفہ نے اسے اپنے خاص مصاحبوں میں شامل کر لیا اور شاہ روم کی طرف اسے سفیر بنا کر بھیج دیا جہاں اس نے شاہی دربار میں ایک مناظرہ میں عیسائی علماء کو ساکت کر دیا۔ بادشاہ کے دل میں اس کی قدر اور بڑھ گئی ایک دن وہ بادشاہ کی جوان سال لڑکی کو دیکھ کر دل دے بیٹھا اور بادشاہ کو نکاح کی درخواست کی بادشاہ نے اس سے کہا تو عیسائیت کو قبول کر لے تو مجھے کوئی عذر نہیں وہ اسلام سے دستبردار ہو کر عیسائی ہو گیا بادشاہ نے اپنی لڑکی اس کے نکاح میں دے دی۔ بعد میں ابن سقاء بیمار ہو گیا اسے (لاعلاج سمجھ کر) باہر بازار میں پھینک دیا گیا۔ اس کی حالت یہ ہو گئی کہ وہ روٹی مانگتا تھا کوئی اس کو روٹی دیتا نہ تھا ایک مرتبہ اس کا ایک شناسا اس کے پاس آیا اور پوچھا یہ حالت کیوں ہو گئی ہے

اس نے جواب دیا فتنے میں مبتلا کر دیا گیا ہوں۔ اس شناسا نے دریافت کیا کچھ قرآن یاد ہے کہا صرف یہ آیت یاد ہے۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ○

ترجمہ: بہت آرزوئیں کریں گے کافر کاش مسلمان ہوتے۔

وہ شناسا کہتا ہے ایک دن پھر میں اس کے پاس گیا مجھے ایسا دکھائی دیا جیسے وہ جل گیا ہو اور اس پر نزع کی کیفیت طاری تھی۔ میں نے اس کو قبلہ رُخ کیا لیکن وہ ادھر سے پھر گیا اور اسی حالت میں وہ مر گیا۔ وہ اس غوث کے کلام کو یاد کرتا تھا اور جانتا تھا کہ یہ سب کچھ اس کی بے ادبی کے سبب سے ہوا ہے۔

اور عبداللہ کہتا ہے کہ میں سلطان نورالدین کے پاس دمشق آیا اس نے مجھے محکمہ اوقاف کا سربراہ بنا دیا اور دنیا میری طرف متوجہ ہو گئی۔

(نزہتہ الخاطر، ص79۔ فتاویٰ حدیثیہ، ص231۔ بہجۃ الاسرار، ص6)

حضرت عدی بن مسافر رحمتہ اللہ علیہ کا علم:

آپ کے والد حضرت مسافر بن اسماعیل حجاز میں مقام غابہ میں چلے گئے اور وہاں چالیس سال تک قیام پذیر رہے آپ نے خواب میں دیکھا کوئی کہہ رہا ہے کہ مسافر جاؤ اپنی بیوی سے ہمبستر ہو جاؤ۔ خدا تعالیٰ تمہیں ایسا ولی عطا فرمائے گا جس کی شہرت مشرق سے مغرب تک پھیل جائے گی۔ جب آپ گھر آئے اور اپنی بیوی سے سارا ماجرا بیان کیا تو اس نے کہا تم مینارہ پر چڑھ کر پکارو کہ میں مسافر ہوں مجھے اپنی بیوی سے ہمبستر ہونے کا حکم ہوا ہے جو آدمی آج اپنی بیوی سے ہمبستر ہو گا خدا تعالیٰ اسے ولی عطا فرمائے گا چنانچہ آپ کی برکت سے تین سو تیرہ اولیاء کرام پیدا ہوئے۔ پھر جب حضرت عدی بن مسافر کی والدہ

حاملہ ہوئیں تو شیخ مسلمہ اور شیخ عقیل کا گزر ہوا۔ آپ کی والدہ اس وقت کنوئیں سے پانی نکال رہی تھیں شیخ مسلمہ نے شیخ عقیل سے فرمایا کہ جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں تمہیں بھی نظر آتا ہے تو شیخ عقیل نے کہا وہ کیا آپ نے فرمایا دیکھو اس خاتون کے شکم سے آسمان کی طرف نور اُٹھ رہا ہے۔ شیخ عقیل نے کہا یہ ہمارا فرزند عدی ہے پھر شیخ مسلمہ نے شیخ عقیل سے کہا آؤ ہم انہیں سلام کرتے ہیں۔ غرض دونوں شیخ موصوف قریب آئے اور شیخ مسلمہ نے کہا السلام علیک یا عدی السلام علیک یا عدی اس کے بعد یہ دونوں حضرات چلے گئے اور سیاحت کرتے ہوئے سات برس کے بعد پھر واپس آئے اور آپ کو انہوں نے لڑکوں کے ساتھ گیند کھیلتے دیکھا اور آپ کے پاس آ کر سلام کیا آپ نے ان کو تین مرتبہ سلام کا جواب دیا۔ مشائخ موصوف نے کہا تم نے ہمیں تین مرتبہ جواب کیوں دیا آپ نے فرمایا جب میں اپنی والدہ کے شکم میں تھا تو آپ دونوں حضرات نے مجھے سلام کیا تھا اگر مجھے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا لحاظ نہ ہوتا تو آپ کے دونوں سلاموں کا جواب میں اسی وقت دے دیتا۔ (قلائد الجواہر، ص288)

حضرت عدی بن مسافر نے اپنے ایک خادم سے فرمایا کہ تم بحر محیط کے چھٹے جزیرے میں جاؤ وہاں ایک مسجد پاؤ گے اس میں داخل ہو جانا وہاں ایک شیخ پاؤ گے اس سے کہنا کہ تجھے شیخ عدی بن مسافر کہتے ہیں اعتراض کرنے سے ڈر اور اپنے نفس کے لئے کوئی ایسا امر اختیار نہ کر جس میں تیرا کوئی ارادہ ہے میں نے ان سے کہا بھلا میں بحر محیط کہاں پہنچ سکتا ہوں۔ انہوں نے میرے دونوں کندھوں پر ہاتھ مارا تو میں بحر محیط کے جزیرے میں تھا حالانکہ میں لائش کے حجرے میں تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں کیسے یہاں پہنچا میں مسجد میں گیا میں نے دیکھا کہ ایک بارعب شیخ کسی فکر میں مستغرق ہے میں نے ان کو شیخ عدی کا پیغام پہنچایا پھر وہ رو

پڑے اور کہا خدا اسے جزائے خیر دے میں نے عرض کی اے میرے سردار یہ کیا بات ہے۔ انہوں نے کہا اے میرے فرزند اس وقت سات خواص (اولیاء) میں سے ایک حالت نزع میں ہے میرا ارادہ تھا کہ میں ان کی جگہ ہو جاؤں اور میرا خطرہ ابھی پورا نہ ہوا تھا کہ تم آ گئے۔ انہوں نے کہا میں واپس کیسے جاؤں انہوں نے میرے کندھوں پر ہاتھ مارا تو میں شیخ عدی بن مسافر کے حجرے میں تھا انہوں نے مجھے کہا کہ وہ ان خواص میں سے ہے۔ (بہجتہ الاسرار، ص151)

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) حضرت عدی بن مسافر نے مسافت بعیدہ سے اس اللہ کے ولی کے خطرے سے آگاہ ہو گئے۔

(۲) خدا تعالیٰ اپنے برگزیدہ بندوں کے لئے زمین لپیٹ دیتا ہے۔ وہ آن کی آن میں ایک مقام سے دوسرے مقام پر پہنچ جاتے ہیں۔

(۳) کامل اولیاء کرام خدا کے بندوں کو لغزش سے بچا لیتے ہیں ان سے ایسا کام سرزد نہیں ہونے دیتے جو ان کے لئے مفید نہ ہو۔

یہی خادم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ شیخ عدی بن مسافر نے مجھے اس مرغ کے بارے میں بتایا جو نمازوں کے وقت عرش کے نیچے اذان دیتا ہے میں نے عرض کی اے میرے سردار مجھے اس کی آواز سنا دیں جب ظہر کا وقت ہوا تو مجھ سے فرمایا میرے قریب ہو جا اور اپنے کان کو میرے کان کے قریب رکھ دے میں نے ایسا کیا تو میں نے مرغ کی آواز سنی جس سے مجھے تھوڑی دیر تک غشی آ گئی۔

(بہجتہ الاسرار، ص152)

اس واقعہ پر ذرا غور فرمائیں کہ عرش زمین سے کتنی دور ہے حدیث میں آتا ہے کہ زمین سے پہلے آسمان کا فاصلہ پانچ سو سال کی راہ کے برابر ہے ایک

آسمان کی موٹائی بھی اتنی ہی ہے ایک آسمان سے دوسرے آسمان کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے سات آسمان ہے اوپر جنت ہے جس کے سو درجات ہیں ایک درجے سے دوسرے درجے کا فاصلہ بھی پانچ سو سال کے راستے کے برابر ہے جنت سے عرش تک ستر ہزار حجابات ہیں ایک پردے سے دوسرے پردے کا فاصلہ بھی پانچ سو سال کی راہ کے برابر ہے۔ اندازہ لگالیں کہ عرش کتنی دور ہے اور اللہ کا ولی اتنی دور سے ایک مرغ کی آواز سن رہا ہے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا کامل ولی اتنی دور کی آواز سن رہا ہے۔تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اپنے ہر امتی کا درود وسلام سن سکتے ہیں۔ دنیا کا کوئی ملک کوئی شہر اور کوئی جگہ ایسی نہیں کہ کوئی امتی اپنے آقا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ والسلام بھیجے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے صلوٰۃ وسلام کو نہ سنیں۔ آپ کا ارشاد ہے۔ اَسْمَعُ صَلٰوۃَ اَھْلِ مَحَبَّتِیْ ٥ میں اپنی محبت والوں کا درود سنتا ہوں۔ الحمد للہ ہم اہلسنت محبت سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود پڑھتے ہیں اور آپ ہمارا درود سنتے ہیں اس مسئلے پر اگر مزید دلائل و براہین درکار ہوں تو فقیر کی کتاب ''الصلوٰۃ والسلام قبل الاذان علی حبیب الرحمٰن'' ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت ابوالحسن خرقانی فرماتے ہیں۔

خبردار آسان سمجھ کر یہ نہ کہہ دینا کہ میں مرد کامل ہوں جب تک ستر برس تک اپنا معاملہ ایسا نہ دیکھے کہ تکبیر اول خراسان میں کہے۔ سلام کعبۃ اللہ میں ادا کرے اوپر سے عرش تک دیکھے نیچے سے تحت الثریٰ تک دیکھے اور اس وقت یہ سمجھے کہ بے نماز ہوں تو میں ہوں نامرد ہوں تو میں ہوں۔ (نجم الرحمٰن، ص 105)

کامل ولی کو علم کی جن منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے وہ دو لاکھ اڑتالیس ہزار نو سو ننانوے منزلیں ہیں اور ہر منزل پر اللہ تعالیٰ ولی کامل کو اتنا علم دیتا ہے کہ عام

انسان کی عقل اسے سمجھنے سے قاصر ہے۔ (الیواقیت والجواہر)

حضرت سید عبدالعزیز دباغ فرماتے ہیں۔

میں نے ایک ولی اللہ کو دیکھا جو مقام عظیم پر فائز تھا۔ وہ تمام مخلوق صامتہ اور ناطقہ کا مشاہدہ کرتا تھا۔ درند چرند پرند حشرات و وحوش آسمان اور ستارے زمین اور جو کچھ اس کے اندر ہے اور تمام کرۂ عالم میں رہنے والوں کی آواز سنتا ہے۔ لحۂ واحد میں اور ہر ایک کے حسب ضرورت اس کی مدد کرتا ہے اور جو کچھ اس کے لئے مناسب ہوتا ہے اسے پہنچاتا ہے، اس کے باوجود یہ کام اسے دوسرے کاموں سے روک نہیں سکتے اور عالم علوی و سفلی اس کے لئے مکان واحد کی طرح ہو جاتا ہے اور جب وہ اللہ تعالیٰ کا ولی غور کرتا ہے تو اسے یہ سب کچھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدد سے ہوتا ہوا نظر آتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی مدد دکھائی دیتی ہے تو گویا یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا اور حافظ الحدیث شیخ احمد مالکی فرماتے ہیں کہ میرے شیخ کی یہی صفت ہے سب غوث اور ساتوں قطب اس کے ماتحت ہیں اور مجھے ایک دن فرمایا کہ میں اپنی ذات میں ساتوں آسمان ساتوں زمینیں عرش وغیرہ کو دیکھتا ہوں اسی طرح عرش کے اوپر ستر حجاب ہیں اور ہر دو حجابوں کے درمیان ستر ہزار سال ہیں اور سب ملائکہ سے معمور ہیں اور ان حجابات سے اوپر عالم الرقا ہے پس اس ساری مخلوق کے ذہن میں بھی کوئی چیز بغیر اذن اس مرد خدا کے نہیں آسکتی چہ جائیکہ ہاتھ پاؤں سے کوئی فعل سرزد ہو۔ (الابریز، ص164)

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کا علم:

جب روز الست خدا تعالیٰ نے سب مخلوق سے فرمایا کیا میں تمہارا

پروردگار نہیں تو اس وقت تمام مسلمانوں اور کافروں کی روحیں ایک جگہ جمع تھیں۔ جب پردہ غیب سے یہ آواز آئی تو روحوں کے چار گروہ ہو گئے پہلے گروہ نے یہ آواز سنتے ہی سجدہ کیا اور زبان اور دل و جان سے بلیٰ کہا یعنی بے شک تو ہمارا پروردگار ہے دوسرا گروہ بھی فوراً سجدے کو جھکا اور زبان سے بلیٰ کہا مگر دل سے نہیں اور تیسرے گروہ نے فوراً سجدہ کر کے دل سے بلیٰ کہا مگر زبان سے نہیں اور چوتھے گروہ نے سجدہ کیا نہ زبان سے بلیٰ کہا اور نہ دل سے کچھ کہا پھر خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کی تشریح کی کہ پہلے گروہ نے سجدہ کر کے دل و زبان سے بلیٰ کہا وہ انبیاء، اولیاء اور مومنوں کا گروہ تھا اور جس دوسرے گروہ نے زبان سے بلیٰ کہا مگر دل سے نہ کہا وہ ان مسلمانوں کا گروہ تھا جو اول مسلمان ہوں گے اور آخر کار دنیا سے بے ایمان جائیں گے اور جس تیسرے گروہ نے سجدہ میں دل سے بلیٰ کہا مگر زبان سے نہ کہا وہ ان لوگوں کا گروہ ہے جو کافر پیدا ہوں گے اور کافر رہیں گے اور آخر کار دنیا سے مسلمان ہو کر جائیں گے اور جس چوتھے گروہ نے کچھ بھی نہ کہا نہ زبان سے نہ دل سے وہ کافروں کا گروہ ہے اور دنیا سے کفر کی حالت میں جائیں گے۔ (انیس الارواح، ص19)

خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری زمانے میں چاند گرہن واقع ہوا۔ لوگوں نے آپ سے اس کی وجہ دریافت کی آپ نے فرمایا جب لوگوں کے گناہ زیادہ ہو جاتے ہیں تو خدا تعالیٰ چاند اور سورج میں گہن ڈال دیتا ہے اور ان کو بے نور کر دیتا ہے یعنی سورج اور چاند جو دنیا والوں کو نور کا فیض دیتے ہیں وہ چھن جاتا ہے اور چاند اور سورج کو بے نور کر دیا جاتا ہے تاکہ دنیا والوں کو کچھ عبرت حاصل ہو اور وہ گناہوں سے باز آ جائیں۔ (انیس الارواح، ص22)

حقیقت یہ ہے کہ سورج اور چاند کے گرہن سے بندوں کو خوف دلانا مقصود ہوتا ہے تاکہ لوگ خدا کی طرف رجوع کریں اپنے گناہوں سے توبہ کریں نیز اس بات پر تنبیہ ہوتی ہے کہ ہم ہی نور اور کمال دیتے ہیں اور ان کا زائل کرنا اور مٹانا بھی ہمارے ہی بس میں ہے لہٰذا اپنے نور ایمان کی حفاظت کرو نماز روزہ زکوٰۃ کی پابندی کرو خدا کا ذکر کثرت سے کرو۔ اس سے نور ایمان کی حفاظت رہے گی ورنہ ان چیزوں کے ترک سے تمہارے ایمان کا نور جاتا رہے گا۔ علاوہ ازیں چمکتے دمکتے آفتاب و مہتاب کا نور چھن جانا اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اسی طرح ایک وقت آئے گا کہ تمہارا زندگی کا چراغ گل ہو جائے گا لہٰذا موت آنے سے پہلے نیک اعمال کرو۔

خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا لڑکیاں خدا کا ہدیہ ہیں پس جو ان کو پسند کرتا ہے اس سے خدا اور اس کا رسول خوش ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ اپنے اس بندے سے راضی ہو جاتا ہے اور جسے خدا تعالیٰ نے لڑکیاں دیں اور وہ ان سے خوش ہوا تو اس کا ثواب ستر حجوں سے بڑھ کر ہے اور گویا اس نے ستر غلام آزاد کئے اور جو ماں باپ لڑکیوں سے محبت کرتے ہیں خدا ان پر رحمت کرتا ہے۔

(انیس الارواح، ص 64)

بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنِ ابْتَلٰی مِنْ هٰذِهِ الْبَنَاتِ بِشَیْءٍ فَاَحْسَنَ اِلَیْهِنَّ كُنَّ لَهٗ سِتْرًا مِّنَ النَّارِ۝

ترجمہ: جسے کچھ لڑکیاں دے کر آزمایا گیا پس وہ ان پر احسان کرے تو وہ لڑکیاں اس شخص کے لئے آگ سے پردہ اور آڑ ہوں گی۔

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے جو شخص رات کو نوافل پڑھے جبکہ سب لوگ سو جاتے ہیں تو خدا تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ دوسری رات تک اس شخص کی حفاظت کرو اور اس کے لئے استغفار کرتے رہو۔ ایک روایت میں ہے جو جمعہ کی رات کو بیس رکعت پڑھے اور ہر بار سورہ فاتحہ کے بعد ایک مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے تو وہ قیامت کے روز صدیقوں اور شہیدوں کے ساتھ اُٹھایا جائے گا اور اسے ہر رکعت کے عوض ایک دن رات کی عبادت کا ثواب دیا جاتا ہے اور ہر حرف کے عوض دل میں ایک نور پیدا کیا جاتا ہے اور پل صراط سے بآسانی گزر جائے گا۔ پھر فرمایا جو شخص رات کو نوافل کے لئے کھڑا ہو اگرچہ اونٹ کے گردن ہلانے کے بہ قدر ہو اس کے لئے ساٹھ حج اور عمرہ سے زیادہ ثواب ہے اس کے لئے رحمت کے دروازے کھولے جاتے ہیں۔ (انیس الارواح، ص70)

ایک اور جگہ خواجہ فرماتے ہیں کہ نوافل پڑھنے سے ایک نور دنیا میں حاصل ہوتا ہے اور ایک پل صراط پر اور ایک بہشت میں فرمایا جو شخص رات کو نوافل پڑھتا ہے اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور بہشت اس کی آرزو کرتی ہے اس سے خدا خوش اور راضی ہو جاتا ہے۔ (انیس الارواح، ص73)

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا جو آدمی رات کو سوتے وقت سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص شریف پڑھے وہ قیامت کے دن امتیوں میں اٹھایا جائے گا اور بعد الانبیاء سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی معیت میں جنت میں جائے گا اور جو شخص سوتے وقت تین مرتبہ سورہ فاتحہ اور تین مرتبہ سورہ اخلاص پڑھے گا وہ گناہوں سے ایسا پاک ہو جائے گا جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا۔ (انیس الارواح، ص74)

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ جنت میں ماں باپ اور اولاد کی ایک دوسرے سے ملاقات ہوگی یا نہ آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ارشاد فرماتا ہے۔

جَنَّاتِ عَدْنٍ یَدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ آبَائِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّیَّاتِهِمْ وَالْمَلَائِکَةُ یَدْخُلُوْنَ عَلَیْهِمْ مِنْ کُلِّ بَابٍ ٥ (انیس الارواح، ص76)

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا موذن کی اذان کا جواب دینا گناہوں کا کفارہ ہے اور اذان کا جواب مسجد میں جا کر دینا صدیقوں اور شہیدوں کے ہمراہ بہشت میں جانے کا موجب ہے اور وہ شخص بہشت میں حضرت داؤد علیہ السلام کا ساتھی ہوگا نیز اذان کا جواب دینے والے کو مرتبہ شفاعت دیا جائے گا اور جو شخص اذان سنے اور دنیا کی باتوں سے خاموش ہو کر اذان کا جواب دے پھر مسجد میں جا کر امام کی اقتدا میں نماز ادا کرے تو اسے ہر رکعت کے عوض تین ہزار رکعتوں کا ثواب دیا جاتا ہے اور اس کے لئے ہر رکعت کے بدلے جنت میں ایک محل تیار کیا جاتا ہے۔ (انیس الارواح، ص83)

موذن سے اذان کے کلمات سن کر ساتھ ساتھ کہتے چلے جانا اذان کا جواب ہے مگر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کے جواب میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ .... الخ پڑھنا چاہیے علماء کرام فرماتے ہیں کہ پہلی بار اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ سن کر صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اور جب یہی کلمہ دوسری بار سنے تو کہے قُرَّتُ عَیْنِیْ بِكَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ مَتِّعْنِیْ بِالسَّمْعِ وَالْبَصَرِ ساتھ ہی دونوں ہاتھوں کے انگوٹھوں کو چوم کر آنکھوں پر رکھے۔ حدیث میں ہے کہ محبت میں ایسا کرنے والے شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہاتھ سے پکڑ کر جنت میں داخل کر دیں گے یہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سنت ہے یہ اہلسنت کی

علامت ہے اس پر عمل کرنا ثواب ہے جیسا کہ معتبر کتابوں میں ہے ملاحظہ ہو۔
(طحطاوی شریف، ص 122۔ فتاویٰ شامی، جلد 1، ص 370)

حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا جو شخص رات دن میں ایک مرتبہ سورہ یٰسین اور نماز پنجگانہ کے فرائض کے بعد آیت الکرسی ایک مرتبہ اور ہر نماز کے بعد تین مرتبہ قل ھواللہ احد پڑھے اللہ تعالیٰ اس کے مال اور عمر میں برکت فرمائے گا اور اس شخص کا حساب آسان ہوگا اور میزان و پل صراط پر آسانی ہوگی۔ (انیس الارواح، ص 97)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ کا علم:

جب حضرت خواجہ معین الدین چشتی حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے تو انہوں نے آپ کو ایک گلیم خاص عنایت فرمائی اور فرمایا بیٹھ جاؤ خواجہ معین الدین رحمتہ اللہ علیہ بیٹھ گئے پھر پیر و مرشد کا حکم ہوا کہ ہمارے خلوت خانہ میں ایک دن اور ایک رات مجاہدہ کرو جاؤ آج کا دن اور آج کی رات ذکر میں مشغول رہو آپ ایک دن اور رات مکمل طاعت و عبادت میں مشغول رہے دوسرے روز جب آپ خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا ایک ہزار مرتبہ سورہ اخلاص پڑھو جب آپ پڑھ چکے تو حکم ہوا آسمان کی طرف دیکھو اور بتاؤ کیا نظر آ رہا ہے۔ آپ نے عرض کی مجھے عرش نظر آ رہا ہے پھر فرمایا زمین کی طرف دیکھو اور بتاؤ کیا نظر آ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا تحت الثریٰ تک دیکھ رہا ہوں۔ پھر فرمایا ایک ہزار مرتبہ اور سورہ اخلاص شریف پڑھو اور پھر آسمان کو دیکھ کر بتاؤ کیا نظر آ رہا ہے آپ نے فرمایا حجاب عظمت تک دیکھتا ہوں پھر فرمایا آنکھ بند کر لو آپ نے آنکھ بند کر لی پھر فرمایا

کھول دو آپ نے آنکھیں کھول دیں پھر خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے ہاتھ مبارک کی دو انگلیاں دکھا کر فرمایا اس میں کیا دکھلائی دیتا ہے خواجہ معین الدین رحمتہ اللہ علیہ نے کہا اٹھارہ ہزار عالم دکھائی دیتے ہیں پھر آپ نے فرمایا جاؤ تمہارا کام مکمل ہو گیا ہے۔ (انیس الارواح، ص12)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا جو شخص رات کو باوضو ہو کر سوتا ہے تو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ جب تک وہ بیدار نہ ہو اس کے سرہانے کھڑے رہو فرشتے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور اس کے حق میں دعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار اپنے اس بندے پر اپنی رحمت نازل فرما کہ یہ نیکی اور طہارت کے ساتھ سویا ہے اللہ کا کوئی بندہ اگر طہارت کے ساتھ سو جائے تو فرشتے اس کی روح کو عرش کے نیچے لے جاتے ہیں وہاں اسے بارگاہ الٰہی سے لباس فاخرہ عطا ہوتا ہے اور فرشتے اسے واپس لے آتے ہیں اور جو شخص بے طہارت سوتا ہے اس کی روح کو پہلے آسمان سے ہی واپس بھیج دیا جاتا ہے۔

(خواجہ معین الدین چشتی، ص138)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شیطان کو بڑا غمگین دیکھا آپ نے اس سے غم کا سبب دریافت فرمایا تو کہنے لگا میرے رنج و غم کا سبب آپ کی امت کے چار عمل ہیں۔

(۱) جو لوگ اذان سن کر اس کے جواب میں مشغول ہو جاتے ہیں خدا ان کے گناہ بخش دیتا ہے۔

(۲) جو لوگ نعرہ تکبیر لگا کر میدان جہاد میں کود پڑتے ہیں خدا ان کو بخش دیتا ہے۔

(۳) جو رزق حلال پر قناعت کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

(۴) جو لوگ نماز فجر کے بعد اپنی جائے نماز پر بیٹھ کر ذکر الٰہی میں مشغول

رہتے ہیں اور سورج نکلنے پر اشراق پڑھ کر اپنی جگہ سے اُٹھتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے گناہ بخش دیتا ہے۔(خواجہ معین الدین چشتی، ص139)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا حضرت آدم علیہ السلام نے دنیا میں پہلی مرتبہ غسل جنابت فرمایا تو انہیں بے حد فرحت ہوئی حضرت جبریل علیہ السلام نے انہیں بتایا کہ اس غسل کے عوض آپ کے جسم کے ہر بال کے بدلے ایک سال کی عبادت کا ثواب ملے گا۔ اسی طرح کا ثواب آپ کی اولاد کے لئے بھی ہے بشرطیکہ وہ مومن ہوں اور ان کا غسل صحبت حلال سے ہو اس ثواب کے علاوہ پانی کا ہر قطرہ جو جسم کو پاک کرنے کے لئے بہایا جائے اس سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا کرے گا جو قیامت تک خدا تعالیٰ کی عبادت کرے گا اور اس کا ثواب غسل کرنے والے کو ملے گا۔

(خواجہ معین الدین چشتی، ص142)

ایک مرتبہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے قدرت الٰہی پر بحث کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس جہان کے علاوہ بیسیوں جہان اور پیدا فرمائے جو ہماری نظروں سے اوجھل ہیں ان جہانوں میں بے شمار فرشتے رہتے ہیں جو ہر وقت کلمہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھتے رہتے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے بعض امور پر خاص فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے۔ ایک فرشتہ ہوا اور پانی پر تصرف رکھتا ہے اس کا ایک ہاتھ زمین پر ہے اور ایک ہاتھ آسمان پر ہے۔ آسمان والے ہاتھ سے ہوا کو محفوظ رکھتا ہے اور زمین والے ہاتھ سے پانی کو اگر خدا کے حکم سے وہ ہوا کو چھوڑ دے تو طوفان باد سے تمام عالم تہ و بالا ہو جائے اور اگر پانی چھوڑ دے تو تمام عالم غرق ہو جائے آپ نے فرمایا کہ ایک فرشتہ ہے جس کا نام قرتائیل ہے وہ پہاڑ پر مؤکل ہے حق تعالیٰ

نے اس کو ایسی طاقت دی ہے کہ حکم الٰہی پاتے ہی وہ زمین کی رگیں کھینچ لیتا ہے
جس سے خشک سالی پیدا ہو جاتی ہے اور جب وہ زمین کی رگیں کھول دیتا ہے تو
پانی اور سبزہ کی فراوانی پیدا ہو جاتی ہے اور جب وہ زمین کی رگوں کو جھنجھوڑتا ہے تو
زلزلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ (خواجہ معین الدین چشتی، ص158)

حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمتہ اللہ علیہ نے تنبیہ الغافلین کے
حوالے سے فرمایا کہ ہر روز آسمان سے دو فرشتے نازل ہوتے ہیں ایک کعبہ کی
چھت پر کھڑے ہو کر پکارتا ہے۔ اے جنو اے انسانوں سن لو جو اللہ تعالیٰ کی
طرف سے عائد کردہ فرائض سے غفلت کرتا ہے وہ اس کی حمایت و پناہ سے محروم
رہتا ہے اور دوسرا فرشتہ مسجد نبوی کی چھت پر کھڑے ہو کر پکارتا ہے اے لوگو سن لو
جو شخص حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنتیں ادا نہ کرے اس کو آپ کی
شفاعت نصیب نہ ہوگی۔ (خواجہ معین الدین چشتی، ص126)

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمتہ اللہ علیہ کا علم:

حضرت شیخ قطب الدین الحموی شام تشریف لے گئے ان کی ملاقات
حضرت شیخ محی الدین ابن عربی سے ہوئی جب وہ واپس اپنے شہر تشریف لائے تو
لوگوں نے ان سے پوچھا کہ آپ نے شیخ محی الدین ابن عربی کو کیسا پایا انہوں
نے فرمایا۔

وَجَدْتُهٗ فِی الْعِلْمِ وَالزُّهْدِ وَالْمَعَارِفِ بَحْرًا زَاخِرًا لَا سَاحِلَ لَهٗ○

میں نے ان کو علم زہد اور معارف میں ایک عمیق سمندر پایا جس کا کوئی
کنارہ نہیں۔ (الیواقیت والجواہر، جلد1، ص9)

حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی حضرت شیخ محی الدین ابن

عربی کے ہم عصر تھے ایک روز آمنے سامنے آئے تو نظریں دو چار ہو گئیں۔
حضرت شیخ الشیوخ سے ان کے بارے میں سوال ہوا تو فرمایا۔ "رَجُلٌ مَّلِیٌّ حِکْمَۃً وَّاَسْرَارًا" یہ شخص اللہ تعالیٰ کی حکمتوں اور اسرار کا خاتمہ ہے۔

(مہر منیر، ص471)

حضرت پیر سید مہر علی شاہ نے فرمایا شیخ اکبر کی یہ کیفیت تھی کہ کسی شخص پر تین مرتبہ نظر فرما کر روز میثاق سے حشر تک اس کے احوال پر مفصل آگاہ ہو جاتے تھے اور اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ حضور غوث اعظم کی معنوی اولاد تھے۔ ان کے والد کی عرضداشت پر حضور غوث نے فرمایا تمہاری تقدیر میں اولاد نہیں مگر میری صلب میں ایک فرزند موجود ہے میری پشت سے اپنی پشت ملاؤ چنانچہ پشت ملانے پر یہ فرزند انہیں منتقل کر دیا۔ (مہر منیر، ص471)

حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ قلم کے تین سو ساٹھ دندانے ہیں اور ہر دندانے پر تین سو ساٹھ اقسام کے علوم اجمالیہ ہیں جن کی تفصیل لوح محفوظ میں موجود ہے۔ (الیواقیت والجوار، جلد 1، ص112)

ایک مرتبہ شیخ ابن عربی نے کعبہ کا طواف کرتے ہوئے حجر اسود کے قریب کھڑے ہو کر خدا کی توحید کی گواہی دی اور وہ الفاظ ایک فرشتے کی صورت میں حجر اسود میں داخل ہو گئے اور آواز آئی کہ تیری یہ امانت میرے پاس رہے گی قیامت کے دن یہ امانت تجھے واپس لوٹا دوں گا۔

(الیواقیت والجواہر، جلد 1، ص116)

جب انسان اچھا کلام کرتا ہے تو اس سے رحمت کے فرشتے پیدا ہوتے ہیں اور اگر اس کے کلام میں شر ہوتا ہے تو اس سے زحمت کے فرشتے پیدا ہوتے ہیں اور اگر انسان کلام شر سے خالص توبہ کر لے تو خدا تعالیٰ اس سے رحمت کے

فرشتے پیدا فرما دیتا ہے۔ (الکبریت الاحمر، ص 166)

شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ ایک دن ایک دیہاتی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ جنت میں اہل جنت کا لباس پیدا ہوگا یا وہاں بُنا جائے گا اس کے اس سوال پر صحابہ کرام ہنسے اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذرا ناراض ہوئے اور فرمایا ایک نادان نے ایک عالم سے سوال کیا ہے اور تم ہنستے ہو پھر آپ نے اس اعرابی سے فرمایا کہ اہل جنت کا لباس جنتی پھلوں سے تیار ہوگا آپ کے اس جواب پر وہ اعرابی خوش ہوگیا۔ (الکبریت الاحمر، ص 167)

حضرت شیخ ابن عربی نے شیطان کی انسان سے عداوت کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ انسان کی تخلیق میں دو چیزیں استعمال ہوئی ہیں ایک پانی اور دوسری مٹی اور شیطان آگ سے پیدا ہوا ہے آگ جل رہی ہو تو اسے پانی ڈال کر بجھایا جا سکتا ہے یا پھر اس پر مٹی ڈال دی جائے تو بھی آگ بجھ جاتی ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ پانی اور مٹی آگ کی ضد ہے لہٰذا آگ اور پانی کا اتحاد نہیں ہو سکتا ان کا ایک جگہ جمع ہونا اجتماع ضدین ہے یہی وجہ ہے کہ شیطان کو انسان سے دشمنی اور عداوات ہے۔ (الکبریت الاحمر، جلد 2، ص 22)

شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے چار چیزیں خصوصیت سے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں تمام اقسام وحی، تمام انسانوں کے حالات کا علم، زندوں اور مردوں کا علم اور پہلی شریعتوں کا علم۔

(الکبریت الاحمر، جلد 2، ص 32)

جہاں تک اقسام وحی کا تعلق ہے اس پر تفصیلی بحث ملاحظہ فرمائیں۔ وحی کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں۔

(۱) مکالمہ الٰہی بلا واسطہ:

خدا تعالیٰ نے معراج کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وحی سے سرفراز فرمایا۔ ارشاد ربانی ہوتا ہے۔ فَاَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی۔ پس اپنے بندے کی طرف وحی بھیجی جو کچھ بھی بھیجی یعنی کلام فرمایا۔

(۲) تکلیم الٰہی من وراء حجاب:

خدا تعالیٰ نے کوہ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا۔ وَکَلَّمَ اللّٰہُ مُوْسٰی تَکْلِیْمًا٥ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا ایک اور جگہ فرمایا۔ یٰمُوْسٰی اِنِّیْ اصْطَفَیْتُکَ عَلَی النَّاسِ بِرِسَالَاتِیْ وَبِکَلَامِیْ٥ اے موسیٰ میں نے تجھ کو اپنے پیغام اور کلام سے برگزیدہ بنایا۔

(۳) ارسال مَلَکْ:

فرشتہ کا اپنی ہیئت اصلیہ یا کسی بشر کی شکل میں متمثل ہو کر آنا خدا فرماتا ہے۔
اَوْیُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَایَشَآءُ٥
یا بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ کوئی فرشتہ پس وہ نازل کرتا ہے اللہ کے حکم سے جو چاہتا ہے۔

ابتداء نبوت کے وقت جبریل امین علیہ السلام اصلی شکل میں وحی الٰہی لے کر نمودار ہوئے باقی اکثر اوقات میں حضرت دحیہ کی شکل میں تشریف لاتے تھے۔

(۴) صلصلۃ الجرس:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حارث بن ہشام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ پر وحی کس طرح آتی ہے آپ نے ارشاد فرمایا کبھی کبھی گھنٹی کی آواز کی

طرح آتی ہے اور وحی کی یہ قسم میرے اوپر بہت سخت ہوتی ہے۔ پس وہ وحی مجھ سے منقطع ہو جاتی ہے حالانکہ میں اسے بہت محفوظ کر چکا ہوتا ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں اس قسم کی وحی میں سخت سردی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پسینہ آنے لگتا اور آپ کی پیشانی سے ٹپکتا تھا۔

(۵) رویائے صادقہ:

جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا۔

قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ

اے میرے بیٹے تجھ کو خواب میں ذبح کرتا ہوا دیکھتا ہوں بتاؤ تمہاری کیا رائے ہے۔

ایک جگہ یوں ارشاد ہوتا ہے۔

اِذْ يُرِيْكَهُمُ اللّٰهُ فِيْ مَنَامِكَ قَلِيْلًا ؕ وَلَوْ اَرٰىكَهُمْ كَثِيْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ؕ

اس وقت کو یاد کیجئے جب اللہ تعالیٰ نے کافروں کو آپ کے خواب میں کم کر دکھایا اور اگر زائد دکھلاتا تو اے مسلمانوں تم بزدل ہو جاتے اور نزاع شروع کر دیتے لیکن اللہ نے تم کو سلامت رکھا اور وہ سینوں کی باتوں کو خوب جانتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ اَوَّلُ مَا بُدِئَ بِهٖ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ مِنَ الْوَحْيِ الرُّؤْيَا الصَّالِحَةَ فِي النَّوْمِ فَكَانَ لَا يَرٰى رُؤْيَا اِلَّا جَاءَتْ مِثْلَ فَلَقِ الصُّبْحِ ؕ (بخاری شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی کی ابتداء نیک خواب کے ذریعے سے

ہوئی پس جو خواب بھی آپ دیکھتے تھے وہ صبح کی روشنی کی طرح ظاہر ہو کر رہتا تھا۔

مشکوٰۃ میں حدیث ہے حضرت عبدالرحمٰن بن عائش سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

رَأَیْتُ رَبِّیْ فِیْ اَحْسَنِ صُوْرَۃٍ قَالَ فِیْمَ یَخْتَصِمُ مَلَاءِ الْاَعْلٰی قُلْتُ اَنْتَ اَعْلَمُ فَوَضَعَ کَفَّہٗ بَیْنَ کَتِفَیَّ فَوَجَدْتُ بَرْدَھَا بَیْنَ ثَدْیَیَّ فَعَلِمْتُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ٥

میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں احسن صورت میں دیکھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے رسول ملا اعلیٰ کس چیز میں مکالمہ کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کی تو بہتر جانتا ہے اس نے اپنا ید قدرت میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھا جس کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینے میں محسوس کی پس میں نے جان لیا جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔

(۶) تفہیم غیبی:

من جانب اللہ کسی کی نظر اور فکر میں ایسی بات کا آ جانا کہ اس کی قوت نظریہ کو کشاں کشاں صواب اور رشد و ہدایت کی طرف لے جائے۔ خدا فرماتا ہے۔

وَدَاوٗدَ وَ سُلَیْمٰنَ اِذْ یَحْکُمٰنِ فِی الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِیْہِ غَنَمُ الْقَوْمِ وَکُنَّا لِحُکْمِھِمْ شٰھِدِیْنَ فَفَھَّمْنٰھَا سُلَیْمٰنَ وَ کُلًّا اٰتَیْنَا حُکْمًا وَّ عِلْمًا٥

ترجمہ: اور جبکہ حضرت داؤد اور سلیمان علیہم السلام ایک کھیتی کے بارے میں فیصلہ کرنے لگے جس کو قوم کی بکریاں رات کو روند گئی تھیں اور ہم ان کے فیصلے کو دیکھ رہے تھے۔ پس وہ فیصلہ ہم نے سلیمان علیہ السلام کو سمجھا دیا اور علم و حکمت ہر ایک کو عطا کیا۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر بدری صحابہ تشریف فرما تھے۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ان سب سے اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ کی تفسیر دریافت فرمائی تو صرف ابن عباس نے فرمایا کہ میری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے رسول کو وفات کی خبر دی ہے اور یہ بتلایا ہے کہ تمہاری وفات کا زمانہ قریب آ گیا ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس معنی پر موافقت فرمائی ہے اور یہ معنے دوسرے صحابہ پر مخفی رہے حالانکہ عبداللہ بن عباس سب سے کم عمر تھے اور ظاہر آیت میں وفات کا کوئی اشارہ بھی نہیں اگر تفہیم الٰہی نہ ہوتی تو یہ مطلب سمجھ میں نہ آتا۔

(۷) الہام:

جو علم قلب میں بغیر کسی اکتساب اور استدلال کے حق تعالیٰ یا ملاء اعلیٰ کی جانب سے القا ہو اسے الہام کہتے ہیں خدا فرماتا ہے۔

وَاِذۡ اَوۡحَیۡتُ اِلَی الۡحَوَارِیّٖنَ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِیۡ وَبِرَسُوۡلِیۡ ۝

ترجمہ: حواریین کو الہام ہوا کہ مجھ پر اور میرے رسولوں پر ایمان لاؤ۔

وَاَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰۤی اَنۡ اَرۡضِعِیۡہِ ۝

اور موسیٰ کی والدہ کو الہام کیا کہ ان کو دودھ پلاؤ۔ الہام کی مختلف صورتیں ہیں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مِنۡ جَانِبِ اللّٰہِ براہ راست قلب پر القاء ہوتا ہے۔ اس کو علم لدنی کہتے ہیں چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ وَعَلَّمۡنٰہُ مِنۡ لَّدُنَّا عِلۡمًا ۝ امام غزالی فرماتے ہیں کہ علم لدنی وہ ہے کہ جس کے حصول میں نفس اور حق تعالیٰ کے درمیان کوئی واسطہ نہ ہو علم لدنی بمنزلہ روشنی کے ہے جو سراج غیب سے قلب

صاف وشفاف پر واقع ہوتی ہے اور الہام کی دوسری صورت یہ ہے کہ کبھی ملاء اعلیٰ اور مَلَکِ الہام کے توسط سے کوئی چیز قلب میں القا کی جاتی ہے اس کو القافی القلب اور نفث فی الروع کہتے ہیں مَلَکِ الہام قلب میں القاء کرتا ہے مگر نظر نہیں آتا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ نَفَثَ فِیْ رَوْعِیْ لَنْ تَمُوْتَ نَفْسٌ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَھَا ○

جبریل نے میرے دل میں بات ڈالی کہ کوئی نفس اس وقت تک ہرگز نہ مرے گا جب تک کہ وہ اپنا رزق پورا نہ لے لے۔

الہام کی تیسری صورت یہ ہے کہ فرشتہ بشری شکل میں متمثل ہو کر کلام کرتا ہے خدا فرماتا ہے۔

فَاَرْسَلْنَا اِلَیْھَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَھَا بَشَرًا سَوِیًّا قَالَتْ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا قَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَھَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِیًّا ○

پس ہم نے مریم کی طرف ایک فرشتہ بھیجا جو آدمی کی شکل میں اس کے سامنے ظاہر ہوا۔ حضرت مریم بولیں کہ اللہ کی پناہ تجھ سے اگر تو اللہ سے ڈرتا ہے کہا کہ میں تیرے رب کا فرستادہ ہوں اس لئے آیا ہوں کہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا دے جاؤں۔

عمر بن عبدالبر نے لکھا ہے کہ عمران بن حصین سے فرشتے کلام کرتے تھے چنانچہ فرماتے ہیں۔

كَانَ عِمْرَانُ بْنُ حُصَیْنٍ مِنْ فُضَلَاءِ الصَّحَابَةِ وَفُقَھَائِھِمْ یَقُوْلُ عَنْهُ اَھْلُ الْبَصْرَةِ اَنَّهٗ كَانَ یَرَی الْحَفَظَةَ وَكَانَتْ تُكَلِّمُهٗ حَتَّی اكْتَوٰی ○

عمران بن حصین بڑے جلیل القدر تھے اور فقہاء صحابہ میں سے تھے اہل

بصرہ خود حضرت عمران سے ناقل ہیں کہ وہ کراماً کاتبین کو دیکھا کرتے تھے اور ان سے باتیں کرتے تھے یہاں تک کہ انہوں نے داغ لیا۔

امام غزالی فرماتے ہیں کہ حوض میں پانی لانے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ نہر وغیرہ سے پانی لایا جائے دوسرا یہ کہ اسی حوض کو کھود کر اور اس کو آلات سے صاف کر کے اسی میں کوئی چشمہ جاری کر دیا جائے اور یہ پانی بہ نسبت نہر کے پانی کے نہایت صاف اور شیریں اور لذیذ ہوگا۔ اسی طرح قلب بھی بمنزلہ حوض کے ہے کبھی علم اس میں حواس خمسہ کی نہر سے لایا جاتا ہے اور کبھی بذریعہ خلوت و عزلت مجاہدہ و ریاضت قلب کو کھود کر صاف کر دیا جاتا ہے اس وقت خود اندرون قلب ہی سے علم کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں چنانچہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰهِ اَرْبَعِيْنَ صَبَاحًا اَظْهَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى يَنَابِيْعَ الْحِكْمَةِ مِنْ قَلْبِهٖ عَلٰى لِسَانِهٖ ۝

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو چالیس روز اخلاص کے ساتھ عبادت کر لے اللہ تعالیٰ علم و حکمت کے چشمے اس کے قلب سے اس کی زبان پر جاری فرما دیتا ہے۔

الہام کی چوتھی صورت یہ ہے کہ الہام کبھی بذریعہ کتابت بھی ہوتا ہے من جانب اللہ کوئی لکھی ہوئی چیز عطا ہوتی ہے اور اس کتابت کے من جانب اللہ ہونے کی ایک علامت یہ بھی ہوتی ہے کہ ہر جانب سے پڑھی جا سکتی ہے۔

چنانچہ شیخ اکبر محی الدین ابن عربی نے لکھا ہے۔

حج کے موقع پر ایک بیوقوف طواف کر رہا تھا کسی نے اس کو ازراہ تمسخر کہا کیا تجھے جہنم سے آزادی کا پروانہ مل گیا ہے اس نے جواب دیا نہیں پھر پوچھا کیا لوگوں کو ایسے پروانے مل گئے ہیں کہا گیا ہاں پس وہ بیوقوف رونے لگا اور اس نے

کعبہ کے غلاف کو پکڑا اور خوب رویا اور خدا تعالیٰ سے عرض کی مجھے جہنم سے آزادی کا پروانہ دے اس کے ساتھیوں نے اس سے کہا کہ فلاں آدمی نے تیرے ساتھ مزاح کیا ہے لیکن اسے یقین نہ آیا اور وہ بدستور خدا سے سوال کرتا رہا اچانک اس نے دیکھا کہ میزاب رحمت سے ایک تحریر نیچے گری اس میں لکھا تھا کہ خدا تعالیٰ نے تجھے جہنم سے آزاد کر دیا ہے وہ بڑا خوش ہوا اور لوگوں کو وہ تحریر دکھائی اور وہ خط ہر جانب سے پڑھا جا سکتا تھا اس خط کو جس طرف بھی پلٹ کر پڑھتے تھے تحریر ادھر ہی آجاتی تھی لوگوں کو یقین ہو گیا کہ یہ خط من جانب اللہ ہے۔ (فتوحات مکیہ، جلد 3، ص 59)

حضرت شیخ ابن عربی فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں میری ایک شاگرد عورت کو خواب آیا کہ قیامت قائم ہو گئی ہے اور خدا نے اسے جہنم سے آزادی کا ایک ورقہ عطا فرمایا ہے۔ وہ ورق اس کے ہاتھ میں تھا کہ وہ بیدار ہو گئی اس نے بڑی کوشش کی کہ اس کی بند ہوئی مٹھی کھل جائے لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ لوگ اس عورت کے پاس جمع ہو گئے اور انہوں نے چاہا کہ اس عورت کی مٹھی کھل جائے لیکن کوئی بھی اس کی مٹھی نہ کھول سکا لوگوں سے اس بارے میں دریافت کیا گیا لیکن کوئی بھی اس راز کو سمجھ نہ سکا پھر بعض لوگوں نے میرے متعلق مشورہ دیا کہ ان کے پاس جاؤ وہ عورت کو لے کر میرے پاس آئے میں نے اس عورت کے کان میں کہا کہ تو اپنی مٹھی منہ کے قریب لے جا اور یہ ارادہ کہ اگر یہ کھل گئی تو میں ورقہ کو نگل جاؤں گی۔ اس نے ایسا ہی کیا جب مٹھی منہ کے قریب لے گئی تو وہ کھل گئی اور ورقہ خود بخود منہ کے اندر چلا گیا لوگوں نے مجھ سے اس کی وجہ پوچھی کہ تم کو کس طرح علم ہوا میں نے کہا کہ مجھے الہام ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہماری مشیت یہ ہے کہ اس ورقہ کے مضمون پر کوئی مطلع نہ ہو۔ (فتوحات مکیہ، جلد 3، ص 60)

شیخ ابن عربی نے فرمایا لوح محفوظ پر ایک لاکھ انتیس ہزار چھ سو قسم کے علوم تحریر ہیں۔ (الکبریت الاحمر، ص13)

حضرت شیخ محی الدین ابن عربی نے فرمایا۔

اَمَّا الْقُطْبُ الْوَاحِدُ الْمُمِدُّ لِجَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالرُّسُلِ وَالْاَقْطَابِ مِنْ حِیْنِ النَّشْءِ الْاِنْسَانِیِّ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ فَھُوَ رُوْحُ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ ○

ابتدائے انسانیت سے قیامت تک تمام نبیوں رسولوں اور قطبوں کی مدد کرنے والی روح مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جسے قطب واحد کی حیثیت حاصل ہے۔ (الیواقیت والجواہر، جلد2، ص82)

حضرت شیخ اکبر نے فرمایا کامل ولی کو علم کی جن منزلوں سے گزرنا پڑتا ہے وہ دو لاکھ اڑتالیس ہزار نو سو ننانوے منزلیں ہیں اور ایک منزل پر خدا اپنے ولی کو اتنا علم عطا فرماتا ہے کہ عام انسانی عقل میں وہ علم سما نہیں سکتا۔

(الیواقیت والجواہر، جلد2، ص88)

حضرت شیخ اکبر نے فرمایا کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ انسان کے آٹھ اعضاء مکلف ہیں۔ آنکھ، کان، زبان، ہاتھ، پاؤں، پیٹ، شرمگاہ اور دل جب ان اعضاء سے خدا اور اس کے رسول کی اطاعت کرتا ہے شریعت کی پابندی کرتا ہے اعمال صالحہ کرتا ہے تو اس کے صلے میں اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں۔ (فتوحات مکیہ، جلد3، ص435)

حضرت شیخ ابن عربی نے فرمایا اس امت کا مدار بارہ اقطاب پر ہے اور وہ بارہ انبیاء کے نقش قدم پر ہوتے ہیں اور ہر قطب کے لئے ایک قرآنی سورت ہے اور اس سورت میں جتنی آیات ہوں گی اتنی ہی اللہ کے نزدیک اس نبی کی

منازل اور مراتب ہوں گے۔

- ☆ قطب اول بر قدم حضرت نوح علیہ السلام اور اس کے لئے سورہ یٰسین ہے
- ☆ قطب دوم بر قدم حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اس کے لئے سورہ اخلاص ہے۔
- ☆ قطب سوم بر قدم حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اس کے لئے سورہ اذا جاء نصر اللہ ہے۔
- ☆ قطب چہارم بر قدم حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور اس کے لئے سورہ الکافرون ہے۔
- ☆ قطب پنجم بر قدم حضرت داؤد علیہ السلام اور اس کے لئے سورہ اذا زلزلت ہے۔
- ☆ قطب ششم بر قدم حضرت سلیمان علیہ السلام اور اس کے لئے سورہ البقرہ ہے۔
- ☆ قطب ہفتم بر قدم حضرت ایوب علیہ السلام اور اس کے لئے سورہ المجادلہ ہے۔
- ☆ قطب ہشتم بر قدم الیاس علیہ السلام اور اس کے لئے سورہ آل عمران ہے۔
- ☆ قطب نہم بر قدم حضرت لوط علیہ السلام اور اس کے لئے سورہ الکہف ہے۔
- ☆ قطب دہم بر قدم حضرت ہود علیہ السلام اور اس کے لئے سورہ الانعام ہے۔
- ☆ قطب یازدھم بر قدم حضرت صالح علیہ السلام اور اس کے سورہ طٰہٰ ہے۔
- ☆ قطب دوازدھم بر قدم حضرت شعیب علیہ السلام اور اس کے لئے سورہ برأت ہے۔ (فتوحات مکیہ، جلد 4، ص 77,78)

حضرت سید عبدالعزیز دباغ مصری کا علم:

حضرت عبدالعزیز دباغ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت صبح صادق سے پہلے رات کے آخری حصے میں ہوئی ہے لیکن آپ کی والدہ ماجدہ طلوع فجر پر فارغ ہوئی ہیں ولادت اور فراغت کے درمیانی وقفے میں دعا کی قبولیت کا وقت ہے اور اس درمیانی ساعت میں اطراف عالم کے اہل دیوان اولیاء اللہ یعنی غوث اور ساتوں قطب مکہ سے باہر غار میں جمع ہوتے ہیں وہ نور اسلام کا ستون ہاتھوں میں اٹھائے ہوتے ہیں اور تمام امت ان سے استفادہ کرتی ہے اس ساعت میں جس کی دعا اہل دیوان کی دعا کے ساتھ موافق ہو جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ (الابریز، ص195)

حضرت سید عبدالعزیز دباغ سے کسی نے پوچھا کہ بعض علماء کا قول ہے کہ شب قدر کا علم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اُٹھا لیا گیا ہے۔ آپ غضبناک ہوئے اور فرمایا کہ میری وفات ہو جائے مجھے دفن نہ کیا جائے پر لاش پھول جائے تو میں اس وقت بھی بتا دوں گا کہ شب قدر کونسی رات ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شب قدر کا علم کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔ (ص284)

علوم خمسہ پر بحث کرتے ہوئے سید عبدالعزیز مصری فرماتے ہیں۔

وَكَيْفَ يَخْفٰى اَمْرُ الْخَمْسِ عَلَيْهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ وَالْوَاحِدُ مِنْ اَهْلِ التَّصَرُّفِ مِنْ اُمَّتِهِ الشَّرِيْفَةِ لَايُمْكِنُهُ الْمُتَصَرِّفُ اِلَّا بِمَعْرِفَةِ هٰذِهِ الْخَمْسِ ٥

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر علوم خمسہ کیسے پوشیدہ رہ سکتے ہیں جب کہ آپ کی امت کے کسی اہل تصرف کو تصرف ممکن نہیں جب تک کہ ان علوم خمسہ

کی معرفت حاصل نہ ہو۔ (الابریز، ص283)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں۔

فَهُوَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْئٌ مِنَ الْخَمْسِ الْمَذْكُوْرَةِ فِي الْاٰيَةِ الشَّرِيْفَةِ وَكَيْفَ يَخْفٰى عَلَيْهِ ذَالِكَ وَالْاَقْطَابُ السَّبْعَةُ مِنْ اُمَّتِهِ الشَّرِيْفَةِ يَعْلَمُوْنَهَا وَهُمْ دُوْنَ الْغَوْثِ فَكَيْفَ بِالْغَوْثِ وَكَيْفَ بِسَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ الَّذِيْ هُوَ سَبَبُ كُلِّ شَيْئٍ وَمِنْهُ كُلِّ شَيْئٍo

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان پانچوں مذکورہ علوم سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں اور آپ پر یہ امور کیونکر مخفی ہو سکتے ہیں حالانکہ آپ کی امت کے سات قطب ان کو جانتے ہیں حالانکہ ان سے غوث کا مرتبہ بلند ہوتا ہے پھر غوث کا کیا کہنا اور پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کیا پوچھنا جو اولین و آخرین سارے جہان کے سردار ہیں اور ہر چیز کے سبب ہیں اور ہر چیز ان سے ہے۔

(الابریز، ص536)

حضرت سید عبدالعزیز دباغ نے فرمایا کہ انبیاء کرام کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظاہری زمانے سے لے کر قیامت تک اتنی ہی تعداد اولیاء کرام کی لے لیں تو کل بنتے ہیں دو لاکھ اڑتالیس ہزار خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ اختیار دیا ہے کہ آپ دو لاکھ اڑتالیس ہزار شکلوں میں سے جس شکل میں چاہیں آ کر اپنی امت کے کسی خوش نصیب کو اپنی زیارت سے مشرف فرما دیں۔ (الابریز، ص173)

حضرت سید عبدالعزیز دباغ مصری فرماتے ہیں۔

وَلَقَدْ رَاَيْتُ وَلِيًّا بَلَغَ مَقَامًا عَظِيْمًا وَهُوَ اِنَّهُ يُشَاهِدُ الْمَخْلُوْقَاتِ النَّاطِقَةِ وَالصَّامِتَةِ وَالْوُحُوْشِ وَالْحَشَرٰتِ وَالسَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِيْنَ وَمَا فِيْهَاo

میں نے ایک ولی دیکھا جو عظیم مرتبے پر فائز تھا وہ بولنے والی اور خاموش مخلوق وحشی جانوروں کیڑے مکوڑے زمین و آسمان اور جو کچھ ان کے اندر ہے سب مخلوق کو دیکھتا ہے۔ (الابریز، ص 439)

ایک دفعہ حضرت سید عبدالعزیز مصری نے فرمایا مجھے ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں اور عرش اپنی وسط ذات میں داخل نظر آتے ہیں اور اسی طرح فوق العرش کے ستر حجاب کہ ہر حجاب میں ستر ہزار عالم ہیں اور ایک حجاب سے دوسرے حجاب کی درمیانی مسافت ساٹھ ہزار برس کی ہے اور یہ سب حصہ ملائکہ سے معمور اور آباد ہے اور اسی طرح ستر حجابات سے اوپر عالم الرقا ان تمامی عوالم کی تمامی مخلوق کے اعمال جوارح اور افعال اعضاء تو درکنار ان کے فکر و خیال میں بھی کوئی بات پڑتی ہے تو ایک شخص (غوث اعظم) کی اجازت سے پڑتی ہے۔

(الابریز، ص 440)

ایک مقام پر سید عبدالعزیز مصری نے فرمایا کہ لوح محفوظ کا تین مختلف جہتوں کی طرف رُخ ہے کہ ایک رُخ اس کا دنیا کی طرف ہے جس میں دنیا اور اہل دنیا کے حالات لکھے ہوئے ہیں دوسرا رُخ جنت کی طرف ہے جس میں جنت اور اہل جنت کے حالات تحریر ہیں اور تیسرا رُخ جہنم کی طرف ہے جس میں دوزخ اور اہل دوزخ کے حالات لکھے ہوئے ہیں اور دوزخیوں کے مصائب و آلام اور تکالیف کا اندراج ہے جو رُخ دنیا کی طرف ہے وہ سفید رنگ کا ہے اور جو رُخ جنت کی طرف ہے وہ سبز ہے اور جو رُخ دوزخ کی طرف ہے وہ زرد رنگ کا ہے۔ حقیقت میں تو وہ سیاہ ہے مگر مومن کی نگاہ میں زرد اس لئے نظر آتا ہے کہ مومن کا نور بصیرت جب کسی سیاہ چیز پر پڑتا ہے تو اس کی نظر میں اس کو زرد بنا دیتا ہے۔ (الابریز، ص 233)

ایک مقام پر سید عبدالعزیز دباغ مصری نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم بیان کرتے ہوئے آپ کی وسعت علمی کو یوں بیان فرمایا کہ.

سب سے زیادہ قوی روح ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے اس روح سے عالم کی کوئی شے پوشیدہ نہیں یہ روح عرش اور اس کی بلندی پستی دنیا وآخرت جنت و دوزخ سب پر مطلع ہے کیوں یہ سب اسی ذات مجمع کمالات کے لئے پیدا کی گئی ہیں آپ کی تمیز ان جملہ عالموں کی خارق ہے آپ کے پاس اجرام سماوات کی تمیز ہے کہ کہاں سے پیدا کیے گئے کیوں پیدا کیے گئے کیا ہو جائیں گے اور آپ کے پاس ہر ہر آسمان کے فرشتوں کی تمیز ہے اور اس کی بھی کہ وہ کب اور کیسے پیدا کیے گئے کب سے پیدا کیے گئے اور کہاں جائیں گے اور ان کے اختلاف مراتب اور منتہائے درجات کی بھی تمیز ہے اور ستر پردوں اور ہر پردے کے فرشتوں کے جملہ حالات کی تمیز ہے عالم علوی کے اجرام نیرہ ستاروں سورج چاند لوح وقلم برزخ اور اس کی ارواح کا بھی ہر طرح امتیاز ہے اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس تمام جنتوں ان کے درجات ان میں رہنے والوں کی تعداد اور ان کے مقامات کی تمیز ایسے ہی باقی تمام جہانوں کا علم ہے اور اس علم میں ذات باری تعالیٰ کے علم قدیم ازلی سے جس کی معلومات بے انتہا ہیں کوئی مزاحمت نہیں کیونکہ علم قدیم کی معلومات اس عالم میں منحصر نہیں۔ ظاہر ہے کہ اسرار ربوبیت الوہیت جو غیر متناہی ہیں اس عالم ہی سے نہیں۔

(الابریز، ص 79)

احمد بن مبارک فرماتے ہیں کہ ایک دن میں سید عبدالعزیز دباغ کی زیارت کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ سے عرض کی میری دو بیویوں میں سے فلاں حاملہ ہے انہوں نے فرمایا اس کے ہاں لڑکا پیدا ہوگا اس کا

نام احمد ہے گھر آ کر میں نے بیوی کو یہ خبر سنائی وہ خوش ہوئی اور خدا نے اس کو لڑکا عطا فرمایا۔ دوسری بیوی پر غیرت سوار ہوئی اس کی گود میں لڑکی تھی اس نے قبل از وقت اس کا دودھ چھڑا دیا میں نے وجہ پوچھی کہنے لگی میں حاملہ ہوں اور اس پر قسم کھا لی اور کہا مجھے خوف ہے کہ کہیں پھر لڑکی نہ پیدا ہو جائے میں پھر شیخ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا واقعہ بیان کیا انہوں نے کہا وہ جھوٹ بولتی ہے حاملہ نہیں ہے میں نے واپس آ کر تفتیش کی تو واقعی وہ حاملہ نہ تھی۔ تین مہینے کے بعد پھر زیارت کے لئے گیا تو پیر صاحب نے فرمایا تیری بیوی حاملہ ہے اور اس کے ہاں لڑکا ہوگا اس کا نام میرے نام پر رکھنا چنانچہ بعد میں اس کے لڑکا پیدا ہوا۔

حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ کے زہد، تقویٰ اور توکل علی اللہ کا ایک واقعہ یہ بھی آتا ہے۔ آپ نے جہاد کے سفر کے لئے تیاری کی تو بیوی سے پوچھا کہ میں تمہارے لئے کتنا راشن چھوڑ جاؤں تاکہ تمہیں میری عدم موجودگی میں کوئی تکلیف نہ ہو۔ آپ کی بیوی بھی اللہ کی نیک بندی تھی، کہنے لگی آپ میری زندگی بھر کے لئے راشن کا بندوبست کر دیں۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ کی بندی! تیری زندگی تو میرے اختیار میں نہیں ہے لہٰذا مجھے کیا علم ہے کہ تم کب تک زندہ ہو؟ بیوی نے جواباً کہا کہ اگر میری زندگی آپ کے اختیار میں نہیں ہے تو میری روزی تمہارے اختیار میں کیسے ہے جس کا انتظام کرنا چاہتے ہو۔ جس مالک الملک کے قبضہ قدرت میں کسی جاندار کی زندگی اور موت ہے اسی کے ذمے اس کی روزی رسانی بھی ہے، لہٰذا تم اس کا فکر نہ کرو اور اپنے سفر پر روانہ ہو جاؤ۔

حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ کے آٹھ مسائل:

حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ نے تعلیم حاصل کرنے کے لئے اپنے

استاد حضرت شقیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاں ایک لمبا عرصہ گزارا۔ ایک روز استاد صاحب نے اپنے شاگرد سے پوچھا کہ تم کتنے عرصہ سے میرے پاس ہو؟ عرض کیا، میں گذشتہ 33 سال سے حصول علم کی خاطر آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ استاد صاحب نے دوسرا سوال کیا کہ اس عرصہ میں تم نے مجھ سے کتنا علم حاصل کیا ہے؟ حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کیا، حضرت! اب تک صرف آٹھ مسائل سیکھے ہیں۔ یہ سن کر حضرت شقیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ کو سخت حیرت ہوئی اور تعجب کے انداز میں پوچھا کیا 33 سال میں صرف آٹھ مسئلے ہی سیکھے ہیں؟ آپ نے عرض کیا، حضور! جھوٹ کی عادت نہیں' خدا شاہد ہے کہ میں نے اتنے عرصہ میں صرف آٹھ مسائل ہی سیکھے ہیں۔ استاد صاحب نے ان آٹھ مسائل کی تفصیل معلوم کرنا چاہی تو حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ نے عرض کیا۔

(۱) اس دنیا میں رہتے ہوئے میں نے محسوس کیا ہے کہ ہر شخص کا کوئی نہ کوئی محبوب ہوتا ہے جو اس کے ساتھ قبر تک جاتا ہے اور مرنے والے کو دفن کرنے کے بعد واپس آ جاتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک بھی ہے کہ جب کوئی آدمی فوت ہو جاتا ہے تو تین چیزیں اس کے ساتھ اس کی قبر تک جاتی ہیں یعنی مال، اولاد اور عمل۔ میت کی تدفین کے بعد مال اور اولاد تو واپس آ جاتے ہیں جبکہ مرنے والے کا عمل اس کے ساتھ ہی رہتا ہے۔ عرض کیا، اس حقیقت کے پیش نظر میں نے اپنا محبوب نیکیوں کو بنا لیا ہے تا کہ جب میں مروں اور مجھے قبر میں دفن کر دیا جائے تو میرا یہ محبوب واپس آنے کی بجائے میرے ساتھ ہی رہے۔ یہ جواب سن کر حضرت شقیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ کہنے لگے۔ نَعَمْ مَاتَعَلَّمْتَ تم نے بہت اچھی بات سیکھی ہے۔ اس واقعہ سے یہ سبق ملتا ہے کہ انسان کو دنیا میں رہتے ہوئے نیکیوں کو اپنا محبوب بنانا چاہیے تا کہ وہ مرنے کے بعد بھی اس کے

ساتھ رہیں اور اس کی بخشش کا ذریعہ بن سکیں۔ اب نیکی کیا ہے؟ ابو داؤد شریف میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد مبارک ہے۔ اِذَا سَاءَتْكَ سَيِّئَتُكَ وَسَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ o جب تمہیں برائی کا کام برا لگے اور نیکی کا کام اچھا لگے تو سمجھ لو کہ تم مومن ہو۔

(۲) حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ حضرت! میں نے قرآن پاک میں اللہ کا یہ فرمان پڑھا ہے۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى o فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى o (النزعت، 41,40) جو شخص اپنے پروردگار کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اس نے اپنے نفس کو بری خواہشات سے روک لیا، پس بے شک اس کا ٹھکانا جنت ہے۔ حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ کہنے لگے کہ میں نے غور کرنے کے بعد اپنے آپ کو مشقت میں ڈالا تا کہ اپنے نفس کو بری خواہشات سے ہٹا دوں، یہاں تک کہ میرا نفس اللہ کی اطاعت پر جم گیا۔ یہ میں نے دوسرا مسئلہ سیکھا ہے۔

(۳) کہنے لگے کہ میں نے دیکھا کہ جب لوگوں کے پاس دنیا میں کوئی قیمتی چیز آتی ہے تو وہ اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ یہ دنیا کا دستور ہے کہ قیمتی اشیاء کو سنبھال کر رکھا جائے تا کہ وہ مشکل کے وقت کام آ سکیں، ان اشیا میں مال و دولت زر و جواہرات، زمین، دکان، مکان وغیرہ شامل ہیں۔ جن سے لوگ مستفید ہوتے رہتے ہیں۔ حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ کہنے لگے کہ اس کے برخلاف خدا تعالیٰ کا قانون یہ ہے۔ وَمَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ o (النحل، آیت 96) جو چیز تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جانے والی ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔ چنانچہ میرے ہاتھ جو بھی اچھی اور قیمتی چیز لگتی ہے وہ میں اٹھا کر اللہ کے سپرد کر دیتا ہوں تا کہ وہاں محفوظ رہے اور اگلے جہاں میں جا

کر مجھے مل سکے۔ سورۃ المزمل میں خدا تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے۔ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ○ (آیت 20) اور جو نیک عمل اپنے لئے آگے بھیجو گے، اسے اللہ کے ہاں پالو گے۔ یہ بہتر ہے اور اجر کے لحاظ سے بہت بڑا ہے۔ اسی لئے بزرگان دین فرماتے ہیں کہ اپنے لئے آخرت کا سامان اپنی زندگی میں خود آگے بھیج دو کیونکہ پیچھے سے لے کر کوئی نہیں آئے گا۔ یہاں دنیا کا دستور تو یہ ہے کہ کوئی شخص ڈیوٹی پر جاتا ہے یا کسان کھیت پر کام کرنے کے لئے جاتا ہے تو اس کے پیچھے اس کے لئے ناشتہ وغیرہ بھیجا جاتا ہے مگر جب انسان دنیا کی زندگی ختم کر کے اگلے جہاں میں قدم رکھتا ہے تو پھر پیچھے سے اس کے لئے کوئی کچھ نہیں بھیجتا۔ لہٰذا اسے اپنی آخرت کا سامان خود ہی کرنا ہوتا ہے۔ کہنے لگے کہ حضرت! آپ کی خدمت میں رہ کر میں نے یہ تیسرا مسئلہ سیکھا ہے۔

(۴) حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ نے چوتھا مسئلہ یہ بیان کیا کہ میں نے دنیا کی زندگی میں دیکھا ہے کہ ہر شخص کا کسی نہ کسی طرف میلان ہوتا ہے۔ کسی کا رجحان مال کی طرف ہوتا ہے کسی کا حسب نسب کی طرف اور کسی کا شرافت کی طرف۔ کہتے ہیں کہ جب میں نے ایسی تمام چیزوں پر غور کیا تو ان میں سے کوئی چیز بھی مجھے معیاری محسوس نہ ہوئی اور کوئی بھی میری نگاہ میں نہ جچی، چنانچہ سوچ سمجھ کر میں نے تقویٰ کو اختیار کر لیا تا کہ اللہ کے نزدیک، باعزت اور شریف بن جاؤں کیونکہ اللہ کا فرمان یہ ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ۔ (الحجرات،13) تم میں سے شریف اور باعزت وہ ہے جو اللہ کے نزدیک زیادہ پرہیزگار اور متقی ہے۔

(۵) کہنے لگے کہ میں نے اس دنیا کی زندگی میں دیکھا ہے کہ لوگ ایک

دوسرے پر حسد کرتے ہیں اور اسی وجہ سے ایک دوسرے کو بُرا بھلا کہتے ہیں جس سے معاشرے میں فساد پیدا ہوتا ہے۔ شیطان میں بھی یہی بیماری تھی۔ اس نے اسی حسد کی وجہ سے آدم علیہ السلام کو بہکا کر جنت سے نکلوایا تھا۔ یہودیوں کو بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ حسد تھا۔ قرآن کہتا ہے۔ اَمْ یَحْسُدُوْنَ النَّاسَ عَلٰی مَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖo (النساء، آیت 54) اللہ تعالیٰ نے عربوں کو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہونے کا جو شرف بخشا، یہودیوں نے اس پر حسد کیا جو کہ قطعاً حرام ہے۔ حضور علیہ السلام کا فرمان مبارک ہے۔ اِیَّاکُمْ وَالْحَسَدَ فَاِنَّ الْحَسَدَ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَo لوگو! حسد کی بیماری سے بچو کیونکہ حسد انسان کی نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ حسد کا ارتکاب کبیرہ گناہوں میں شمار ہوتا ہے۔ حسد کی وجہ سے ہی بدگمانی پیدا ہوتی ہے اور پھر لڑائی جھگڑے اور قتل و غارت گری تک نوبت پہنچتی ہے۔ ایک مقولہ بھی ہے کہ مَا خَلَا جَسَدٌ عَنْ حَسَدٍ کوئی جسم یعنی کوئی انسان حسد سے خالی نہیں ہے بلکہ اس کا تھوڑا بہت حصہ ہر شخص میں پایا جاتا ہے، اسی لئے تو اللہ نے قرآن مجید میں حسد سے پناہ مانگنے کی دعا سکھائی ہے۔ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ۔ (الفلق، آیت 5) اے اللہ! میں حاسد کے حسد سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

چلتے چلتے حسد ہی سے متعلق دوسری تیسری صدی کے لغت و ادب کے ادب کے امام حافظ کا ایک لطیفہ بھی سن لیں جو انہوں نے اپنی کتاب میں لکھا ہے۔ آپ کم وبیش دو سو کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سے زیادہ تر ضائع ہو چکی ہیں۔ آپ چل پھر کر چیزیں فروخت کر کے گزر اوقات کرتے تھے۔ آپ کا معمول تھا کہ آپ اپنا سامان اس بازار میں فروخت کے لئے لے جاتے جہاں

اہل لوگ ہوتے۔ آپ سامان بیچنے کے ساتھ ساتھ علم کی باتیں بھی سیکھتے رہتے۔ تو امام صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کسی راستے پر جا رہے تھے، اسی راستے پر شیطان بھی جا رہا تھا جس کے ساتھ پانچ گدھے تھے جن پر سامان لدا ہوا تھا۔ مسیح علیہ السلام نے پوچھا، یہ کیا لے جا رہے ہو اور کہاں کا ارادہ ہے؟ شیطان نے جواب دیا کہ ان پانچ گدھوں پر میں تجارتی سامان لے جا رہا ہوں اور اس کے گاہکوں کی تلاش میں ہوں۔ مسیح علیہ السلام نے پھر پوچھا کہ فروخت کے لئے کیا سامان لے جا رہے ہو؟ شیطان نے جواب دیا کہ اس گدھے پر تو میں نے ظلم لادا ہوا ہے۔ مسیح علیہ السلام بولے، بدبخت! ظلم کو کون خریدے گا، شیطان نے کہا کہ وقت کے بادشاہ اس کو بڑے شوق سے خریدتے ہیں۔ پھر کہنے لگا کہ اس دوسرے گدھے پر غرور وتکبر ہے جس کو بڑے بڑے زمیندار، چوہدری اور سیٹھ لوگ خریدتے ہیں۔ کہنے لگا اس تیسرے گدھے پر حسد ہے جس کو علماء بڑے ذوق وشوق سے خریدتے ہیں۔ شیطان نے اپنے مال کی تفصیل بتاتے ہوئے کہا کہ چوتھے گدھے پر میں نے خیانت لادی ہوئی ہے اور اس کے خریدار تاجر لوگ ہیں جو اپنی تجارت میں خیانت کا خوب استعمال کرتے ہیں۔ پھر کہنے لگا کہ اس پانچویں گدھے پر مکروفریب کا سودا ہے، جس پر عورتیں ٹوٹی پڑتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں عزیز مصر کا قول ذکر کیا ہے۔ اِنَّ کَیۡدَکُنَّ عَظِیۡمٌ ۝ (یوسف، آیت 28) بے شک عورتوں کے مکروفریب بڑے عظیم ہوتے ہیں۔ شیطان بھی انہی کے ذریعے اپنا جال پھیلاتا ہے اور دنیا میں فحاشی، بُرائی اور عداوت دشمنی انہی کے ذریعے ہی پھیلائی جاتی ہے۔ جاسوسی کے لئے بھی زیادہ تر عورتوں ہی سے کام لیا جاتا ہے۔ یہ تو پُرانے زمانے کی تمثیل ہے۔

بہر حال حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاد حضرت شفیق بلخی

رحمتہ اللہ علیہ کی خدمت میں عرض کیا کہ چونکہ اکثر لوگ حسد کی وجہ سے ایک دوسرے سے بدگمانی اور نفرت کرتے ہیں اس لئے میں نے حسد کو چھوڑ کر لوگوں سے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ حسد کرنا بالکل بے فائدہ ہے کیونکہ ہر شخص کی روزی تو اللہ کے ہاتھ میں ہے اس کا واضح فرمان ہے۔ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَعِيشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَاo (الزخرف، آیت 32) دنیا کی زندگی میں ہمیں ان کے درمیان معیشت کو تقسیم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت و مصلحت کے مطابق دنیا میں کسی کو کم دیتا ہے اور کسی کو زیادہ، اس سلسلے میں وہ کسی کے ایمان اور کفر کو بھی نہیں دیکھتا۔ لہٰذا میں نے حسد کو بالکل ترک کر دیا ہے۔

(۶) حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ نے اپنے استاد کے سامنے عرض کیا کہ حضرت! دنیا میں لوگ ایک دوسرے کے ساتھ عداوت اور دشمنی کی بنا پر لڑتے جھگڑتے، کشت و خون کرتے اور زمین پر فساد برپا کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہر شخص اپنے دشمن کو پہچان کر اس کے شر سے بچنے کو کوشش کرتا ہے مگر اللہ نے بحیثیت مجموعی پوری نسل انسانی کا دشمن شیطان کو ٹھہرایا ہے جیسے اس کا ارشاد ہے۔ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّاo (فاطر، آیت 6) بے شک شیطان تمہارا دشمن ہے لہٰذا تم بھی اسے اپنا دشمن ہی سمجھو۔ وہ اپنے گروہ کو دعوت دیتا ہے تا کہ سب کے سب مل کر دوزخ میں پہنچ جائیں۔ حضرت اصم رحمتہ اللہ علیہ کہنے لگے کہ میں نے اپنے ازلی دشمن شیطان کو پہچان لیا ہے اور اس سے ہمیشہ بچنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں نے جان لیا ہے کہ شیطان کے سوا میرا کوئی دشمن نہیں ہے، اس لئے میں کسی دوسرے شخص کے ساتھ عداوت نہیں رکھتا، یہ میں نے چھٹا مسئلہ سیکھا ہے۔

(۷) پھر فرمایا، حضرت! میں نے دیکھا کہ اس دنیا کی زندگی میں لوگ محض روٹی کے ٹکڑے کی خاطر اپنے آپ کو ذلیل کرتے پھرتے ہیں اور اس سلسلہ میں

وہ حلال وحرام کی تمیز بھی روا نہیں رکھتے حالانکہ اللہ کا فرمان ہے۔ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا ۝ (ہود، آیت 6) زمین پر چلنے پھرنے والے ہر جاندار کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ جب میں نے اس پر غور کیا تو پتہ چلا کہ میں بھی اللہ کی مخلوق میں ایک چلتا پھرتا انسان ہوں، لہٰذا میرے لئے جتنی روزی مقدر ہے، اللہ تعالیٰ مجھے ضرور پہنچائے گا۔ تو میں حرص و لالچ کے ساتھ روزی طلب کرنے کی بجائے اللہ کے حقوق ادا کرنے کی طرف متوجہ رہتا ہوں کیونکہ مجھے یقین ہے کہ میرے مقدر کی روزی تو مجھے پہنچ ہی جائے گی۔

(۸) کہنے لگے کہ میں نے دیکھا ہے کہ ہر شخص دنیا کی زندگی میں کسی نہ کسی چیز پر بھروسہ رکھتا ہے۔ کسی کو زمین پر اعتماد ہے تو کسی کو دکان پر۔ کوئی تجارت پر بھروسہ کئے بیٹھا ہے تو کوئی کسی صنعت پر کوئی شخص فصل پر بھروسہ رکھتا ہے اور کوئی مال و دولت پر، کوئی آدمی اپنی صحت وتندرستی پر فخر کر رہا ہے تو کوئی علم کو ہی اول و آخر سمجھ کر اسی میں مگن ہے۔ کوئی شخص اقتدار پر نازل ہے تو کوئی اپنی حکومت کی کرسی کو ہی مضبوط سمجھ رہا ہے۔ حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ کہنے لگے کہ ان تمام وسائل سے قطع نظر میں نے اللہ کا یہ فرمان پڑھا ہے۔ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ۝ (الطلاق، آیت 3) جو شخص اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتا ہے تو اللہ ہی اس کے لئے کافی ہے، اسے کسی اور چیز پر اعتماد رکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے اللہ کی ذات پر بھروسہ کرلیا اور مجھے یقین ہے کہ وہ میری کفایت کرے گا۔

حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ کی زبان سے آٹھ مسائل کی تفصیل سن کر حضرت شفیق بلخی رحمتہ اللہ علیہ مطمئن ہو گئے کہ ان کے شاگرد نے 33 سال میں کوئی کم علم حاصل نہیں کیا، بلکہ انہوں نے حصول علم کا حق ادا کر دیا ہے لہٰذا انہوں نے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ تجھے حاصل کردہ علم پر استقامت کی توفیق بخشے۔ حقیقت یہ

ہے کہ اگر تمام کتب سماویہ زبور، تورات، انجیل اور قرآن پاک کی تعلیمات پر غور کیا جائے تو ان کی تعلیمات کی بنیاد بھی یہی آٹھ مسائل ہیں۔ جو شخص ان آٹھ مسائل کو اخذ کرلے اس کی کامیابی اور فائز المرامی یقینی ہے۔

استاد اور شاگرد کے اس مکالمہ میں ہمارے لئے نصیحت اور عبرت کے بہت سے پہلو مضمر ہیں۔ ان اصولوں کو اپنا کر ہر شخص دنیا اور آخرت دونوں مقامات میں کامیابی حاصل کرسکتا ہے۔ بات یہاں سے چلی تھی کہ فلاح کی بشارت ان لوگوں کے لئے ہے جو بات تو ہر قسم کی سنتے ہیں مگر اتباع اچھی بات کا کرتے ہیں اور اچھی بات وہ ہے جو خدا تعالیٰ، اس کی کتاب اور اس کے پیغمبر کی سنت اور دین حق کی شریعت کے مطابق ہو۔ حضرت حاتم اصم رحمتہ اللہ علیہ نے 33 سال میں اپنے استاد صاحب کی خدمت میں رہ کر بہت سی باتیں سنیں مگر اتباع اچھی بات کا کیا۔

حضرۃ بایزید بسطامی کے دستِ حق پرست پر پانچ صد عیسائیوں کا مشرف باسلام ہونا:

حضرت شیخ بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں ایک سفر میں خلوت سے لذت حاصل کر رہا تھا اور فکر میں مستغرق تھا اور ذکر سے انس حاصل کر رہا تھا کہ میرے دل میں ندا سنائی دی، اے بایزید دیر سمعان کی طرف چل اور عیسائیوں کے ساتھ ان کی عید اور قربانی میں حاضر ہو۔ اس میں ایک شاندار واقعہ ہوگا۔ تو میں نے اعوذ باللہ پڑھا اور کہا کہ پھر اس وسوسہ کو دوبارہ نہیں آنے دوں گا۔ جب رات ہوئی تو خواب میں ہاتف کی وہی آواز سنی۔ جب بیدار ہوا تو بدن میں لرزہ تھا۔ پھر سوچنے لگا کہ اس بارہ میں فرمانبرداری کروں یا نہ تو پھر میرے

باطن سے ندا آئی کہ ڈرومت کہ تم ہمارے نزدیک اولیاء اخیار میں سے ہو اور ابرار کے دفتر میں لکھے ہوئے ہو لیکن راہبوں کا لباس پہن لو اور ہماری رضا کے لئے زنار باندھ لو۔ آپ پر کوئی گناہ یا انکار نہیں ہوگا۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ صبح سویرے میں نے عیسائیوں کا لباس پہنا زنار کو باندھا اور دیر سمعان پہنچ گیا۔ وہ ان کی عید کا دن تھا مختلف علاقوں کے راہب دیر سمعان کے بڑے راہب سے فیض حاصل کرنے اور ارشادات سننے کے لئے حاضر ہو رہے تھے میں بھی راہب کے لباس میں ان کی مجلس میں جا بیٹھا۔ جب بڑا راہب آکر ممبر پر بیٹھا تو سب خاموش ہو گئے۔ بڑے راہب نے جب بولنے کا ارادہ کیا تو اس کا ممبر لرزنے لگا اور کچھ بول نہ سکا گویا اس کا منہ کسی نے لگام سے بند کر رکھا ہے تو سب راہب اور علماء کہنے لگے اے مرشد ربانی کون سی چیز آپ کو گفتگو سے مانع ہے۔ ہم تو آپ کے ارشادات سے ہدایت پاتے ہیں اور آپ کے علم کی اقتدا کرتے ہیں۔ بڑے راہب نے کہا کہ میرے بولنے میں یہ امر مانع ہے کہ تم میں ایک محمدی شخص آبیٹھا ہے۔ وہ تمہارے دین کی آزمائش کے لئے آیا ہے۔ لیکن یہ اس کی زیادتی ہے۔ سب نے کہا ہمیں وہ شخص دکھا دو ہم فوراً اس کو قتل کر ڈالیں گے۔ اس نے کہا بغیر دلیل اور حجت کے اس کو قتل نہ کرو۔ میں امتحاناً اس سے علم الادیان کے چند مسائل پوچھتا ہوں۔ اگر اس نے سب کے صحیح جواب دیئے تو ہم اس کو چھوڑ دیں گے۔ ورنہ قتل کر دیں گے کیونکہ امتحان سے مرد کی عزت ہوتی ہے یا رسوائی یا ذلت۔ سب نے کہا آپ جس طرح چاہیں کریں ہم آپ کے خوشہ چیں ہیں۔ تو وہ بڑا راہب ممبر پر کھڑا ہو کر پکارنے لگا۔ اے محمدی، تجھے محمد کی قسم کھڑا ہو جا کہ سب لوگ تجھے دیکھ سکیں تو بایزید رحمتہ اللہ علیہ کھڑے ہو گئے۔ اس وقت آپ کی زبان پر رب تعالیٰ کی تقدیس اور تمجید کے کلمات جاری تھے۔ اس بڑے پادری

نے کہا اے محمدی میں تجھ سے چند مسائل پوچھتا ہوں۔ اگر تو نے پوری وضاحت سے ان سب سوالوں کا جواب باصواب دیا تو ہم تیری اتباع کریں گے ورنہ تجھے قتل کر دیں گے۔ تو بایزید رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ تو معقول یا منقول جو چیز پوچھنا چاہتا ہے پوچھ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اور ہمارے درمیان گواہ ہے تو اس پادری نے کہا۔

وہ ایک بتاؤ جس کا دوسرا نہ ہو اور وہ دو بتاؤ جن کا تیسرا نہ ہو اور وہ تین جن کا چوتھا نہ ہو اور وہ چار جن کا پانچواں نہ ہو اور وہ پانچ جن کا چھٹا نہ ہو اور وہ چھ جن کا ساتواں نہ ہو اور وہ سات جن کا آٹھواں نہ ہو اور وہ نو جن کا دسواں نہ ہو اور وہ دس جن کا گیارہواں نہ ہو اور وہ گیارہ جن کا بارہواں نہ ہو اور وہ بارہ جن کا تیرہواں نہ ہو۔

اور وہ قوم بتاؤ جو جھوٹی ہو اور بہشت میں جائے اور وہ قوم بتاؤ جو سچی ہو اور دوزخ میں جائے اور بتاؤ کہ تمہارے جسم سے کون سی جگہ تمہارے نام کی قرار گاہ ہے اور اَلذّٰارِیَاتِ ذَرْوًا کیا ہے اور اَلْحَامِلَاتِ وِقْرًا کیا ہے اور اَلْجَارِیَاتِ یُسْرًا کیا ہے اور اَلْمُقَسِّمَاتِ اَمْرًا کیا ہے۔ اور وہ کیا ہے جو بے جان ہو اور سانس لے اور ہم تجھ سے وہ چودہ پوچھتے ہیں جنہوں نے رب العالمین کے ساتھ گفتگو کی اور وہ قبر پوچھتے ہیں جو مقبور کو لے کر چلی ہو اور وہ پانی جو نہ آسمان سے نازل ہوا ہو اور نہ زمین سے نکلا ہو اور وہ چار جو نہ باپ کی پشت اور نہ شکم مادر سے پیدا ہوئے اور پہلا خون جو زمین پر بہایا گیا اور وہ چیز پوچھتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہو اور پھر اس کو خرید لیا ہو اور وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا پھر ناپسند فرمایا ہو اور وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہو پھر اس کی عظمت بیان کی ہو اور وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہو پھر خود پوچھا ہو کہ یہ

کیا ہے اور وہ کون سی عورتیں ہیں جو دنیا بھر کی عورتوں سے افضل ہیں۔ اور کون سے دریا دنیا بھر کے دریاؤں سے افضل ہیں اور کون سے پہاڑ دنیا بھر کے پہاڑوں سے افضل ہیں اور کون سے جانور سب جانوروں سے افضل ہیں اور کون سے مہینے افضل ہیں اور کون سی راتیں افضل ہیں اور طآمّہ کیا ہے اور وہ درخت بتاؤ جس کی بارہ ٹہنیاں ہیں اور ہر ٹہنی پر تیس پتے ہیں اور ہر پتے پر پانچ پھول ہیں وہ پھول دھوپ میں اور تین پھول سایہ میں اور وہ چیز بتاؤ جس نے بیت اللہ کا حج اور طواف کیا ہو نہ اس میں جان ہو اور نہ اس پر حج فرض ہو۔ اور کتنے نبی اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائے اور ان میں سے رسول کتنے ہیں اور غیر رسول کتنے اور وہ چار چیزیں بتاؤ جن کا مزہ اور رنگ اپنا اپنا ہو اور سب کی جڑ ایک ہو اور نقیر کیا ہے اور قطمیر کیا ہے اور فتیل کیا ہے اور سبد ولبد کیا ہے اور طم ورم کیا ہے اور ہمیں یہ بتاؤ کہ کتا بھونکتے وقت کیا کہتا ہے اور گدھا ہنگتے وقت کیا کہتا ہے اور بیل کیا کہتا ہے جب ناقوس بجتا ہے تو کیا کہتا ہے اور وہ قوم بتاؤ جن پر اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی ہو اور نہ انسان ہوں اور نہ جن اور نہ فرشتے۔ اور یہ بتاؤ کہ جب دن ہوتا ہے تو رات کہاں چلی جاتی ہے اور جب رات ہوتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے۔ تو حضرت بایزید بسطامی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ کوئی اور سوال ہو تو بتاؤ۔ وہ پادری بولا کہ اور کوئی سوال نہیں۔ آپ نے فرمایا اگر میں ان سب سوالوں کا شافی اور کافی جواب دے دوں تو تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایمان لاؤ گے۔ سب نے کہا ہاں، پھر آپ نے کہا اے اللہ تو ان کی اس بات کا گواہ ہے۔

پھر فرمایا کہ تمہارا سوال کہ ایسا ایک بتاؤ جس کا دوسرا نہ ہو وہ اللہ تعالیٰ واحد قہار ہے اور وہ دو جن کا تیسرا نہ ہو وہ رات اور دن ہیں۔ لقولہٖ تعالیٰ

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ اور وہ تین جن کا چوتھا نہ ہو وہ عرش اور کرسی اور قلم ہیں اور وہ چار جن کا پانچواں نہ ہو وہ چار بڑی آسمانی کتابیں تورات، انجیل، زبور اور قرآن مقدس ہیں اور وہ پانچ جن کا چھٹا نہ ہو وہ پانچ فرض نمازیں ہیں اور وہ چھ جن کا ساتواں نہ ہو وہ چھ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا فرمایا لقولہ تعالیٰ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ اور وہ سات جن کا آٹھواں نہ ہو وہ سات آسمان ہیں لقولہ تعالیٰ: سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا اور وہ آٹھ جن کا نواں نہ ہو وہ عرش بریں کو اٹھانے والے آٹھ فرشتے ہیں۔ لقولہ تعالیٰ: وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ۔ اور وہ نو جن کا دسواں نہ ہو وہ بنی اسرائیل کے نو فسادی شخص تھے۔ لقولہ تعالیٰ: وَكَانَ فِي الْمَدِيْنَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُّفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يُصْلِحُوْنَ اور وہ دس جن کا گیارھواں نہ ہو وہ متمتع پر دس روزے فرض ہیں جب اس کو قربانی کی طاقت نہ ہو لقولہ تعالیٰ: فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ اور وہ گیارہ جن کا بارھواں نہ ہو وہ یوسف علیہ السلام کے بھائی ہیں گیارہ ہیں۔ ان کا بارھواں بھائی نہیں۔ لقولہ تعالیٰ: اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا اور وہ بارہ جن کا تیرھواں نہ ہو وہ مہینوں کی گنتی ہے۔ لقولہ تعالیٰ: اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ اور وہ تیرہ جن کا چودھواں نہ ہو وہ یوسف علیہ السلام کا خواب ہے۔ لقولہ تعالیٰ: اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ اور وہ جھوٹی قوم جو بہشت میں جائے گی وہ یوسف علیہ السلام کے بھائی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی خطا معاف فرما دی۔ لقولہ تعالیٰ: وَقَالُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ اور وہ سچی قوم جو دوزخ میں جائے گی وہ یہود اور نصاریٰ کی قوم ہے۔ لقولہ تعالیٰ: وَقَالَتِ

الْیَهُوْدُ لَیْسَتِ النَّصَارٰی عَلٰی شَیْءٍ تو ان میں سے ہر ایک دوسرے کے دین کو لاشی بتانے میں سچا ہے لیکن دونوں دوزخ میں جائیں گے اور تم نے جو سوال کیا ہے تیرا نام تیرے جسم میں کہاں رہتا ہے تو جواب یہ ہے کہ میرے کان میرے نام کے رہنے کی جگہ ہیں اور اَلذَّارِیَاتِ ذَرْوًا چار ہوائیں ہیں۔ شرقی، غربی، جنوبی، شمالی اور اَلْحَامِلَاتِ وِقْرًا بادل ہیں۔ لقولہ تعالیٰ: وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اور اَلْجَارِیَاتِ یُسْرًا سمندر میں چلنے والی کشتیاں ہیں اور اَلْمُقَسِّمَاتِ اَمْرًا وہ فرشتے ہیں جو پندرہ شعبان سے دوسرے پندرہ شعبان تک لوگوں کا رزق تقسیم کرتے ہیں اور وہ چودہ جنہوں نے رب تعالیٰ کے ساتھ گفتگو کی وہ سات آسمان اور سات زمینیں ہیں۔ لقولہ تعالیٰ: فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِیَا طَوْعًا اَوْ کَرْهًا قَالَتَا اَتَیْنَا طَآئِعِیْنَ اور وہ قبر جو مقبور کو لے کر چلی ہو وہ یونس علیہ السلام کو نگلنے والی مچھلی ہے اور بغیر روح کے سانس لینے والی چیز صبح ہے۔ لقولہ تعالیٰ: وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ اور وہ پانی جو نہ آسمان سے اترا ہو اور نہ زمین سے نکلا ہو وہ پانی ہے، جو گھوڑوں کا پسینہ بلقیس نے آزمائش کے لئے حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس بھیجا تھا اور وہ چار جو کسی باپ کی پشت سے ہیں اور نہ شکم مادر سے وہ اسماعیل علیہ السلام کی بجائے ذبح ہونے والا دنبہ اور صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور آدم علیہ السلام اور حضرت حوا ہیں اور پہلا خون ناحق جو زمین پر بہایا گیا وہ آدم علیہ السلام کے بیٹے ہابیل کا خون ہے جسے بھائی قابیل نے قتل کیا تھا اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی پھر اسے خرید لیا وہ مومن کی جان ہے لقولہ تعالیٰ: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہو پھر اسے ناپسند فرمایا ہو وہ گدھے کی آواز ہے لقولہ تعالیٰ: اِنَّ اَنْکَرَ الْاَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِیْرِ اور وہ چیز

جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہو پھر اُسے بڑا کہا ہو وہ عورتوں کا مکر ہے لقولہ تعالیٰ:
اِنَّ کَیْدَکُنَّ عَظِیْمٌ اور وہ چیز جو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی ہو پھر پوچھا ہو کہ یہ کیا ہے وہ موسیٰ علیہ السلام کا عصا ہے لقولہ تعالیٰ: مَا تِلْکَ بِیَمِیْنِکَ یٰمُوْسٰی اور یہ سوال کہ کون سی عورتیں دنیا بھر کی عورتوں سے افضل ہیں وہ ام البشر حضرت حوا اور حضرت خدیجہ اور حضرت عائشہ اور حضرت آسیہ اور حضرت مریم ہیں۔(رضی اللہ تعالیٰ عنہن اجمعین)

باقی رہا افضل دریا وہ سیحون، جیجون، دجلہ، فرات اور نیل مصر ہیں اور سب پہاڑوں سے افضل کوہ طور ہے اور سب جانوروں سے افضل گھوڑا ہے اور سب مہینوں سے افضل مہینہ رمضان ہے لقولہ تعالیٰ: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ اور سب راتوں میں افضل رات لیلۃ القدر ہے۔ لقولہ تعالیٰ: لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ اور تم نے پوچھا ہے کہ طامہ کیا ہے وہ قیامت کا دن ہے اور ایسا درخت جس کی بارہ ٹہنیاں ہیں اور ہر ٹہنی کے تیس پتے ہیں اور ہر پتے پر پانچ پھول ہیں جن میں سے دو پھول دھوپ میں ہیں اور تین سایہ میں۔ تو وہ درخت سال ہے۔ بارہ ٹہنیاں اس کے بارہ ماہ ہیں اور تیس پتے ہر ماہ کے دن ہیں اور ہر پتے پر پانچ پھول ہر روز کی پانچ نمازیں ہیں دو نمازیں ظہر اور عصر آفتاب کی روشنی میں پڑھی جاتی ہیں اور باقی تین نمازیں اندھیرے میں اور وہ چیز جو بے جان ہو اور حج اس پر فرض نہ ہو پھر اس نے حج کیا ہو اور بیت اللہ کا طواف کیا ہو وہ نوح علیہ السلام کی کشتی ہے۔ تم نے نبیوں کی تعداد پوچھی ہے پھر رسولوں اور غیر رسولوں کی تو کل نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں۔ ان میں سے تین سو تیرہ رسول ہیں اور باقی غیر رسول۔ تم نے وہ چار چیزیں پوچھی ہیں جن کا رنگ اور ذائقہ مختلف ہے حالانکہ جڑ ایک ہے، وہ آنکھیں، ناک، منہ، کان ہیں کہ مغز سر ان سب کی جڑ

ہے۔ آنکھوں کا پانی نمکین ہے اور منہ کا پانی میٹھا ہے اور ناک کا پانی ترش ہے اور کانوں کا پانی کڑوا ہے۔ تم نے نقیر، قطمیر، فتیل، سبدولبد، طم ورم کے معانی دریافت کئے ہیں۔ کھجور کی گٹھلی کی پشت پر جو نقطہ ہوتا ہے اس کو نقیر کہتے ہیں اور گٹھلی پر جو باریک چھلکا ہوتا ہے اس کو قطمیر کہتے ہیں اور گٹھلی کے اندر جو سفیدی ہوتی ہے اسے فتیل کہتے ہیں۔ سبدولبد بھیڑ بکری کے بالوں کو کہا جاتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی آفرینش سے پہلے کی امتوں کو طم ورم کہا جاتا ہے اور گدھا ہنکتے وقت شیطان کو دیکھ رہا ہوتا ہے اور کہتا ہے لَعَنَ اللّٰہُ الْعَشَّارَ اور کتا بھونکتے وقت کہتا ہے وَیْلٌ لِاَھْلِ النَّارِ مِنْ غَضَبِ الْجَبَّارِ اور بیل کہتا ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اور گھوڑا کہتا ہے سُبْحَانَ حَافِظِیْ اِذَا الْتَقَتِ الْاَبْطَالُ وَاشْتَعَلَتِ الرِّجَالُ بِالرِّجَالِ اور اونٹ کہتا ہے حَسْبِیَ اللّٰہُ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا اور مور کہتا ہے اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی اور بلبل کہتا ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ حِیْنَ تُمْسُوْنَ وَحِیْنَ تُصْبِحُوْنَ اور مینڈک اپنی تسبیح میں کہتا ہے سُبْحَانَ الْمَعْبُوْدِ فِی الْبَرَارِیْ وَالْقِفَارِ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْجَبَّارِ اور ناقوس جب بجتا ہے تو کہتا ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ حَقًّا حَقًّا اُنْظُرْ یَابْنَ اٰدَمَ فِیْ ھٰذِہِ الدُّنْیَا غَرْبًا وَّشَرْقًا مَا تَرٰی فِیْھَا اَحَدًا یَّبْقٰی اور تم نے وہ قوم پوچھی ہے جن پر وحی آئی حالانکہ وہ نہ انسان ہیں نہ فرشتے اور نہ جن۔ وہ شہد کی مکھیاں ہیں۔ بقولہ تعالیٰ: وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا یَعْرِشُوْنَ تم نے پوچھا ہے کہ جب رات ہوتی ہے تو دن کہاں چلا جاتا ہے اور جب دن ہوتا ہے تو رات کہاں ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے جب دن ہوتا ہے تو رات اللہ تعالیٰ کے غامض علم میں چلی جاتی ہے اور جب رات ہوتی ہے تو دن اللہ تعالیٰ کے غامض علم میں چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وہ غامض علم کہ جہاں کسی مقرب نبی یا فرشتہ کی رسائی نہیں۔ پھر آپ نے فرمایا

کہ تمہارا کوئی ایسا سوال رہ گیا ہے جس کا جواب نہ دیا گیا ہو۔ انہوں نے کہا نہیں۔ سب سوالوں کے صحیح جواب دیئے ہیں۔ تو آپ نے اس بڑے پادری سے فرمایا کہ تم سے صرف ایک بات پوچھتا ہوں اس کا جواب دو۔ وہ یہ ہے کہ آسمانوں کی کنجی اور بہشت کی کنجی کون سی چیز ہے۔ تو وہ پادری سر بگریباں ہو کر خاموش ہو گیا تو سب پادری اس سے کہنے لگے کہ اس شیخ نے تمہارے اس قدر سوالوں کے جواب دیئے لیکن آپ اس کے ایک سوال کا جواب بھی نہیں دے سکتے۔ وہ بولا کہ جواب مجھے آتا ہے اگر میں وہ جواب بتاؤں تو تم لوگ میری موافقت نہیں کرو گے۔ سب نے بیک زباں کہا کہ آپ ہمارے پیشوا ہیں۔ ہم ہر حالت میں آپ کی موافقت کریں گے تو بڑے پادری نے کہا آسمانوں کی کنجی اور بہشت کی کنجی لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ہے۔ تو سب کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئے اور اپنے اپنے زنار وہیں توڑ ڈالے غیب سے ندا آئی اے بایزید ہم نے تجھے ایک زنار پہننے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ ان کے پانچ سو زنار تڑواؤں۔ وللہ الحمد۔

(روض الریاحین، ص 111)

ہر کہ خواہد ہمنشینی با خدا

او نشیند در حضور اولیاء

❁❁❁

باب ائمہ اہلبیت

مشاہیر ائمہ اہلبیت کے علم کی جھلکیاں

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا علم:

ایک دفعہ دو حاملہ عورتیں کسی کام کے لئے شہر سے باہر گئیں ان کے وضع حمل کی مدت پوری ہو چکی تھی دونوں نے وضع حمل کیا ایک کے لڑکی ہوئی دوسری کے لڑکا جس کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی وہ ہوش وحواس میں تھی اور دوسری باعث روزہ بالکل بے ہوش اور بے حواس ہو گئی چونکہ اولاد نرینہ بالطبع ہر ایک کو پسند ہوتی ہے۔لڑکی والدہ نے اپنی دوسری عورت کے پاس رکھ دی اور لڑکا آپ لے لیا جب وہ دوسری عورت ہوش میں آئی اپنے پاس لڑکی پڑی دیکھی لیکن محبت اور شفقت مادری لڑکے کی طرف زیادہ تھی آخرالامر مغلوب حال ہو کر دعویٰ کر دیا کہ یہ لڑکا میرا ہے اور دوسری عورت نے کہا کہ میرا ہے وہ زمانہ صحابہ کرام کا تھا ہر دو نے حاضر ہو کر لڑکے کا دعویٰ کیا چونکہ عینی گواہ کوئی نہ تھا اس لئے صحابہ کرام حتمی فیصلہ دینے سے عاجز ہوئے مگر صحابہ کرام کی عادت تھی کہ حل حقائق اور کشف دقائق میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف رجوع کیا کرتے۔ سب نے کہا حضرت علی رضی اللہ عنہ کہاں ہیں۔حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تلاش کرو کہ مشکل حل ہو حضرت علی رضی اللہ عنہ تشریف لائے تو ان کے سامنے واقعہ بیان کیا گیا آپ نے بلا تامل فرمایا کہ معاملہ بڑا سہل ہے ہر دو عورتوں کا دودھ لے کر وزن کرو جس کا دودھ بھاری ہو لڑکا اس کے حوالے کر دو اور جس کا دودھ ہلکا ہو لڑکی اس کے سپرد کر دو۔ صحابہ کرام نے حیران ہو کر دریافت فرمایا اے علی رضی اللہ عنہ یہ حل آپ نے کہاں سے استخراج فرمایا کیا محض اپنی عقل کی بنا پر فرماتے ہیں یا اس کی

کوئی دلیل بھی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ قرآن کریم سے استنباط کیا ہے صحابہ کرام اور زیادہ متعجب ہوئے عرض کیا کہاں سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ۔ مرد کے لئے دو عورتوں کا حصہ ہے۔ پس جب میراث میں مرد کے دو حصے ہیں تو رزق میں بھی مذکر کے لئے دو حصے ہیں۔ مؤنث کے لئے ایک حصہ۔ صحابہ کرام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اس استدلال پر حیران اور متعجب ہوئے۔ (ملفوظات مہریہ، ص 43)

ایک دفعہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا اکثر اوقات آپ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں مگر ہم نہیں ہوتے اور کبھی ہم ہوتے ہیں آپ نہیں ہوتے۔ میں آپ سے تین سوال کرتا ہوں اگر آپ کو جوابات معلوم ہوں تو بتایئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا پوچھئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا پہلا یہ کہ کسی کو کسی سے محبت ہوتی ہے حالانکہ وہ اس کا کوئی سلوک نہیں دیکھتا۔ دوسرا یہ کہ کسی کو کسی سے عداوت ہوتی ہے حالانکہ اس نے اس سے کوئی بُرائی نہیں دیکھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ آپ نے فرمایا روحیں جمع شدہ لشکر ہیں اور فضا میں ملتی جلتی ہیں پھر جن روحوں میں تعارف ہو جاتا ہے ان میں محبت ہو جاتی ہے اور جن میں اجنبیت رہتی ہے ان میں دنیا میں اجنبیت رہتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ایک سوال کا جواب تو ہو گیا دوسرا سوال یہ ہے کہ انسان بات کرتے ہوئے کوئی بات بھول جاتا ہے۔ پھر اچانک اسے یاد آ جاتی ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا تھا۔ انہوں نے فرمایا ہر دل کے لئے چاند کے

بادلوں کی طرح بادل ہوتا ہے پھر چاند پر بادل چھا کر اس کی روشنی مٹا دیتے ہیں اور جب بادل ہٹ جاتا ہے تو چاند پھر روشن ہو جاتا ہے۔ اسی طرح انسان کے ذہن پر اثنائے گفتگو بادل چھا جاتے ہیں اور وہ بات بھول جاتا ہے اور جب ہٹ جاتا ہے وہ بات یاد آ جاتی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا دو کا جواب ہوا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا انسان خواب دیکھتا ہے پھر کوئی خواب تو سچا ہوتا ہے اور کوئی جھوٹا اس کی کیا وجہ ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں میں نے رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ جب انسان گہری نیند سو جاتا ہے تو اس کی روح عرش تک چڑھتی ہے پھر جو عرش تک بیدار نہیں ہوتا تو اس کا وہ خواب سچا ہوتا ہے ورنہ جھوٹا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا الحمد للہ میں نے موت سے پہلے تینوں سوالوں کا جواب پالیا۔

(کتاب الروح، ص 53)

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ حج کرانے گئے جب آپ حجر اسود کو بوسہ دینے لگے تو فرمایا میں جانتا ہوں تو ایک پتھر ہے نہ نفع پہنچا سکتا ہے نہ نقصان اگر ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم نہ دیا ہوتا تو میں تجھے ہرگز نہ چومتا پھر آپ نے اس کو چوما حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اے عمر یہ پتھر نفع نقصان پہنچا سکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ کو کیسے علم ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کی کتاب قرآن سے اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ...... الآیۃ

ترجمہ: جب نکالا تمہارے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور ان سے اقرار لیا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں تو سب بول اٹھے ہاں تو اللہ تعالیٰ نے

اس عہد و پیمان کو ایک ورق پر لکھا اور اس وقت حجر اسود کی آنکھیں بھی تھیں اور منہ بھی تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا اپنا منہ کھول اس نے کھول دیا اللہ نے وہ ورق جس پر وہ عہد و پیمان لکھا ہوا تھا اس کے منہ میں رکھ دیا اور وہ اسے نگل گیا۔ اللہ نے اسے فرمایا اے پتھر قیامت کے دن ان کی گواہی دینا جو تیرے پاس اس عہد کو پورا کرتے ہوئے آئیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ قیامت کے دن حجر اسود آئے گا اور اس کی زبان بہت تیز ہوگی اور ہر اس شخص کی جو ایمان کے ساتھ اسے چومے گا گواہی دے گا اس لئے اے امیر المومنین یہ پتھر نفع و نقصان پہنچا سکتا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں خدا کی پناہ مانگتا ہوں کہ میں ایسی قوم میں زندہ رہوں جس میں اے علی (رضی اللہ عنہ) تو موجود نہ ہو۔

(المستدرک، جلد 1، ص 457۔ کنز العمال، جلد 5، ص 177)

حضرت ابوحزن بن اسود فرماتے ہیں ایک عورت نے نکاح کے چھ ماہ بعد بچہ جنا لوگوں نے اس پر زنا کا الزام لگایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو رجم کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ اس پر رجم نہیں کر سکتے۔ انہوں نے پوچھا کیوں آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ○ اور حمل میں رہنا اور دودھ چھڑانا اس کا تیس مہینوں میں ہے اور دودھ چھڑانے کی مدت دو برس کی ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ وَفِصَالُهٗ فِیْ عَامَیْنِ لہٰذا چوبیس ماہ دودھ چھڑانے کے اور چھ ماہ حمل کے پورے تیس مہینے ہو گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رجم کا ارادہ ترک فرما دیا اور فرمایا لَوْلَا عَلِیٌّ لَهَلَكَ عُمَرُ۔ اگر علی رضی اللہ عنہ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو گیا ہوتا۔

(سنن کبریٰ، جلد 7، ص 443)

حضرت زر بن جیش فرماتے ہیں کہ دو آدمی کھانا کھانے بیٹھے ایک کے پاس پانچ اور دوسرے کے پاس تین روٹیاں تھیں۔ اتنے میں ایک تیسرا آدمی بھی آ گیا ان دونوں نے اسے کھانے کی دعوت دی وہ بھی ان کے ساتھ کھانے میں شریک ہو گیا۔ وہ تینوں آٹھ روٹیاں کھا چکے تو وہ تیسرا آدمی اُٹھا اور اس نے ان کو آٹھ درہم دے کر کہا یہ عوض ہے اس کھانے کا جو میں نے تمہارے ساتھ کھانا کھایا ہے۔ پانچ روٹیوں والے نے کہا کہ میری پانچ روٹیاں تھیں اور تیری تین لہٰذا تو تین درہم لے اور میں پانچ۔ تین روٹیوں والے نے کہا میں تین نہیں لوں گا بلکہ آدھے لوں گا چار تو اور چار میں۔ اس پر ان میں جھگڑا شروع ہو گیا۔ فیصلے کے لئے دونوں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور تمام قصہ سنایا۔ آپ نے تین روٹیوں والے سے کہا جو کچھ تیرا دوست تجھ کو دیتا ہے لے لو۔ اس میں تمہارا فائدہ ہے کیونکہ اس کی روٹیاں زیادہ تھیں۔ اس نے کہا جب تک میرا حق معلوم نہ ہو جائے میں راضی نہیں ہوں گا۔ آپ نے فرمایا تیرا حق تو ایک درہم سے زیادہ نہیں اس نے پوچھا وہ کیسے آپ نے فرمایا آٹھ روٹیوں کی چوبیس تہائیاں ہیں اور تم تین کھانے والے تھے یہ تو معلوم نہیں ہو سکتا کہ تم میں کون زیادہ کھانے والا اور کون تھوڑا کھانے والا ہے اس لئے احتمال کیا جاتا ہے کہ تم تینوں نے برابر کھایا۔ پس تو نے آٹھ تہائیاں کھائیں اور تیری ایک تہائی بچی اور تیرے دوست کی پندرہ تہائیاں ہوئیں اس نے آٹھ کھائیں اور اس کی سات تہائیاں بچیں ایک تہائی تیری اور سات تیرے دوست کی آٹھ تہائیاں وہ کھا گیا اس نے آٹھ درہم دیئے ایک درہم تمہارا اور سات تمہارے دوست کے۔

(الصواعق المحرقہ، ص127۔ الریاض النضرہ، ص263)

حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ قرآن قرأتوں میں نازل ہوا

ہے اور کوئی قرأت ایسی نہیں کہ جس کا ایک ظاہر اور ایک باطن نہ ہو اور ہر قرأت کے ظاہر و باطن کا علم حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ہے۔

(الاتقان، جلد 2 ص 595۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 1 ص 65)

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُہَا۔ میں علم کا شہر ہوں اور حضرت علی اس کا دروازہ ہے۔ (المستدرک، جلد 3، ص 126)

علامہ شریف شرح مواقف میں فرماتے ہیں کہ جفر اور جامعہ امیر المومنین حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ کی دو کتابیں ہیں جن میں آپ نے علم الحروف کی روش پر ختم دنیا تک جتنے واقعات ہونے والے تھے سب ذکر فرمائے آپ کی اولاد ان کتابوں کے رموز کو سمجھتے تھے اور ان سے احکام لگاتے تھے چنانچہ مامون رشید نے حضرت امام علی رضا کو اپنا ولی عہد مقرر کیا اور خلافت نامہ لکھ دیا لیکن امام علی رضا نے فرمایا بلاشبہ تو نے ہمارے حقوق کو پہچانا جو تمہارے باپ دادا نے نہ پہچانے اس لئے میں تمہاری ولیعہدی قبول کرتا ہوں مگر جفر اور جامعہ بتا رہی ہیں کہ یہ کام پورا نہ ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ امام علی رضا مامون رشید کی زندگی ہی میں شہید ہو گئے۔ (خالص الاعتقاد، ص 45)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ریش مبارک بہت گھنی اور بھری ہوئی تھی ایک دن ایک یہودی جس کی داڑھی بھری نہ تھی بلکہ کہیں کہیں چند بال تھے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ اے علی رضی اللہ عنہ آپ کا دعویٰ ہے کہ قرآن میں ہر چیز کا بیان ہے اگر یہ ٹھیک ہے تو بتائیے قرآن میں میری مختصر اور آپ کی گھنی داڑھی کا ذکر کہاں ہے آپ نے فرمایا سنو خدا فرماتا ہے۔

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا

نکدًا ۝

ترجمہ: جو اچھی زمین ہوتی ہے وہ اللہ کے حکم سے اپنا سبزہ خوب نکالتی ہے اور جو خراب ہوتی ہے وہ نہیں نکالتی مگر تھوڑا۔

لہٰذا وہ اچھی زمین میری ٹھوڑی ہے اور خراب زمین تیری ٹھوڑی ہے۔

(سفینہ نوح، جلد 1، ص 57)

ایک مرتبہ ایک یہودی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا تیرے نبی نے کہا ہے کہ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ عَلِیٌّ بَابُھَا۔ اگر آپ واقعی علم کے شہر کے دروازے ہیں تو بتایئے کونسی مخلوق انڈے دیتی ہے اور کونسی مخلوق بچے دیتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جس مخلوق کے کان باہر نظر آتے ہیں وہ بچے دیتی ہے اور جس کے کان اندر چھپے ہوئے ہیں وہ انڈے دیتی ہے۔ اب یہ تو جا کر دیکھ لے کہ کس کے کان ظاہر ہیں اور کس کے کان اندر چھپے ہوئے ہیں۔

حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم کے ایک ہزار باب تعلیم کئے اور ہر باب سے میرے لئے علم کے ہزار ہزار باب کھلے۔ (سفینہ نوح، ص 54)

حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ کی ب کے نقطے کی شرح میں ساری رات گزار دی۔

(سفینہ نوح، جلد 1، ص 55)

حضرت وھب نے ابوالطفیل سے روایت کی ہے کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا تم لوگ مجھ سے سوال کرو کیونکہ واللہ تم جو بھی سوال کرو گے میں تم کو اس کی خبر دوں گا۔ ہاں مجھ سے کتاب کی نسبت پوچھو اس لئے کہ واللہ کوئی آیت ایسی نہیں جس کی بابت

مجھ کو علم نہ ہو آیا وہ رات کو اُتری ہے یا دن کو ہموار میدان میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر۔ (الاتقان، جلد 2، ص 595)

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر میں یہ چاہوں کہ ستر اونٹوں کو محض سورہ فاتحہ کی تفسیر کی کتابوں سے بھر دوں تو بے شک ایسا کر سکتا ہوں۔

(الاتقان، جلد 2، ص 591)

ایک مرتبہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا پندرہ روز تک بخار میں مبتلا رہیں جس کی وجہ سے نہایت کمزور اور نحیف ہو گئیں۔ جب کچھ افاقہ ہوا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا۔ اے فاطمہ اگر تیرا دل کسی چیز کے کھانے کو چاہ رہا ہو تو بتاؤ میں بازار سے لے آؤں۔ انہوں نے جواب نفی میں دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بار بار اصرار سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا اگر کہیں سے انار مل جائے تو شاید میں کچھ کھا سکوں چنانچہ آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی خواہش کے پیش نظر بازار میں تشریف لے گئے۔ اگرچہ انار کا موسم نہ تھا لیکن تلاش کرنے سے ایک دکاندار سے ایک خشک انار مل گیا۔ آپ اسے آستین میں چھپا کر گھر کی طرف روانہ ہوئے راستے میں آپ نے ایک بیمار کو ایک گلی کے کنارے لیٹا ہوا پایا جو نہایت زور زور سے فریاد کر رہا تھا اور مدینہ کے لوگوں پر عدم مہمان نوازی اور عدم عیادت کا شکوہ کر رہا تھا۔ آپ نے سوچا اگر میں اس وقت اس کی عیادت کروں گا تو شاید وہ کچھ مانگ بیٹھے اور شاید وہ کچھ انار ہی نہ ہو پھر اس کے سوال پر نہ دیتے بنے گی اور نہ انکار کرتے چھٹکارا ہو گا۔ اس واسطے آپ نے جلدی جلدی دوسرے کنارے سے گھر کی طرف قدم اُٹھائے ابھی چند ہی قدم چلے تھے کہ خیال آیا اگر قیامت کے دن خدا تعالیٰ نے پوچھ لیا کہ اے علی رضی اللہ عنہ ہمارے ایک بیمار بندے کو دیکھ کر تو نے اس کا حال تک نہ پوچھا تو کیا جواب دوں

گا چنانچہ اس سے آپ پر خوف الٰہی طاری ہوا اور آپ کا دل اس مہیب تصور سے لرزنے لگا۔ آپ انہیں قدموں پر واپس لوٹے اور پوچھا اے شخص تجھے کیا تکلیف ہے اور تو کیوں کراہ رہا ہے۔ اس نے کہا صاحب میں مسافر ہوں آج کتنے دنوں سے بخار میں مبتلا ہوں یہاں کے لوگ نہ تو میرا حال پوچھتے ہیں اور نہ ہی اچھی طرح سے خدمت کرتے ہیں آپ نے پوچھا تجھے کسی چیز کی ضرورت ہے۔ اس نے کہا اگر کہیں سے انار مل جائے تو شاید میں دو چار دانے کھا سکوں انار کا نام لینا تھا کہ آپ کا ماتھا ٹھنکا وہی خطرہ پیش آیا جس کی وجہ سے دامن بچا کر وہاں سے جانا چاہتے تھے۔ آپ نے فوراً انار آستین سے نکال کر اسے دے دیا اس بیمار نے آپ کے سامنے کھولا اور ایک ایک دانہ مزے لے لے کر کھا گیا۔ آپ خالی ہاتھ گھر کو چلے دل تفکرات سے بھرا ہوا دماغ تردد سے پریشان ابھی آپ مکان سے دور ہی تھے کہ ایک شخص نو انار لے کر حاضر خدمت ہوا اور عرض کی کہ یہ نو انار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے لئے بھیجے ہیں اور فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں آپ نے فرمایا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہو سکتے لانے والے نے پوچھا حضرت اس کی دلیل کیا ہے کہ یہ خدا کی طرف سے نہیں ہیں۔ آپ نے فرمایا وجہ یہ ہے کہ خدا فرماتا ہے۔ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا۝ جو ایک نیکی کرتا ہے تو ہم اسے اس کا بدلہ دس دیتے ہیں اگر یہ عطیہ جناب باری سے ہوتا تو یہ دس ہوتے کیونکہ میں نے اس کے راستے میں ایک انار دیا ہے اس شخص نے دسواں انار اپنی آستین سے نکال کر پیش کیا اور عرض کی میں تو محض آپ کی قرآنی یادداشت کا امتحان کرنا چاہتا تھا کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے بارے میں فرمایا ہے اَنَا مَدِیْنَةُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُهَا۔

(انوار القرآن، ص 173)

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا۔ تو دس خارجی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آتے تو ان دسوں نے ایک ہی سوال کیا کہ علم بہتر ہے یا مال آپ نے دسوں کو جواب علیحدہ علیحدہ دیئے جوابات یہ تھے۔

(۱) علم بہتر ہے کیونکہ علم میراث انبیاء ہے اور مال فرعون، قارون اور نمرود کی میراث ہے۔

(۲) علم بہتر ہے کیونکہ تو مال کی حفاظت کرتا ہے اور علم تیری حفاظت کرتا ہے۔

(۳) علم بہتر ہے کیونکہ مال خرچ کرنے سے کم ہو جاتا ہے اور علم خرچ کرنے سے بڑھ جاتا ہے۔

(۴) علم بہتر ہے کیونکہ مال کے دشمن زیادہ اور علم کے دوست زیادہ ہیں۔

(۵) علم بہتر ہے کیونکہ مال چھپا کر رکھا جاتا ہے پھر بھی چوری کا خطرہ علم ظاہر کیا جاتا ہے پھر بھی چوری نہیں ہوتا۔

(۶) علم بہتر ہے کیونکہ مال دل کو مکدر کرتا ہے اور علم دل کو منور کرتا ہے۔

(۷) علم بہتر ہے کیونکہ مالداروں نے ربوبیت کا دعویٰ کیا لیکن کسی عالم نے ایسا دعویٰ نہیں کیا۔

(۸) علم بہتر ہے کیونکہ صاحب مال کا حساب ہو گا علم والا مرتبہ شفاعت پائے گا۔

(۹) علم بہتر ہے کیونکہ مال خرچ نہ کرنے والا کنجوس کہلاتا ہے عالم کو اچھے القابات ملتے ہیں۔

(۱۰) علم بہتر ہے کیونکہ مال میں باہر سے کچھ نہ آئے تو وہ خرچ ہو کر ختم ہو

جاتا ہے۔ لیکن علم خرچ نہ بھی ہو تو پختہ ہو جاتا ہے۔

(انوار القرآن، ص 176)

حضرت ابن شہر آشوب فرماتے ہیں کہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں تشریف لائے تو ان کے ساتھ بہت سے لوگوں نے عرب سے آکر بودو باش اختیار کر لی۔ ان میں سے ایک نوجوان آپ کے لشکر میں شامل ہو گیا اور آپ کے ساتھ لڑائیوں میں حاضر رہا اس نوجوان نے عرب سے آنے والے لوگوں میں ایک عورت کے ساتھ اپنا نکاح کر لیا اسی روز آپ نے صبح کی نماز کے بعد ایک آدمی سے فرمایا کہ فلاں محلے میں ایک مسجد ہے اس مسجد کے قریب ایک مکان ہے اس مکان میں تجھے ایک مرد اور ایک عورت کے تکرار کی آواز سنائی دے گی تو ان دونوں کو میرے پاس لے آ۔ وہ آدمی جا کر دونوں کو لے آیا آپ نے ان سے رات بھر تکرار کی وجہ پوچھی اس نوجوان نے عرض کی یا امیر المومنین میں نے اس عورت سے نکاح کیا جب خلوت کا وقت ہوا مجھے قدرتی طور پر اس سے نفرت ہو گئی اور چاہا کہ اسی وقت اس کو گھر سے نکالدوں اور میں نے اس سے صحبت نہیں کی اس وجہ سے میری اور اس کی تکرار ہو رہی تھی کہ آپ کا خادم آیا اور ہمیں آپ کے پاس لے آیا آپ نے حاضرین سے فرمایا بہت سی باتیں ایسی ہوتی ہیں جو غیر کے سامنے بیان نہیں کی جاتیں یہ سن کر سب حاضرین چلے گئے۔ آپ نے اس عورت سے فرمایا کہ تو جانتی ہے کہ یہ نوجوان کون ہے اس نے عرض کی نہیں۔ آپ نے فرمایا اگر ہم تجھ پر تیری کوئی پوشیدہ بات ظاہر کر دیں تو تُو انکار تو نہیں کرے گی۔ اس نے کہا ہرگز انکار نہ کروں گی۔ فرمایا تو فلاں کی بیٹی ہے کہا ہاں فرمایا تیرا ایک چچا زاد بھائی تھا تم دونوں میں محبت تھی تیرا باپ تیرا نکاح اس سے نہیں کرنا چاہتا تھا اور اپنے پڑوس سے اس کو نکال دیا۔ عرض کیا ٹھیک ہے فرمایا تو

قضائے حاجت کے بہانے اس سے ملی اور اس سے حاملہ ہوگئی تو نے اس لڑکے کو کپڑے میں لپیٹ کر جانے کا ارادہ کیا ایک کتا آیا تم نے اسے پتھر مارا وہ لڑکے کے سر میں لگا تم پٹی باندھ کر وہاں سے چلی آئی پھر تمہیں اس کا حال معلوم نہیں وہ عورت یہ سن کر حیران و خاموش تھی فرمایا وہاں ایک قافلہ گزرا انہوں نے اس لڑکے کو اٹھا کر ساتھ لے لیا اور ان کے ہاں جوان ہو گیا اور اس نے تیرے ساتھ نکاح کیا یہ تیرا ہی بیٹا ہے۔ خدا تعالیٰ نے تم دونوں کو حرام سے بچایا ہے تم دونوں کا نکاح نہیں ہوا۔ (مطالب السؤل)

امام حسن رضی اللہ عنہ کا علم:

بنی امیہ میں سے کسی نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے سوال کیا آپ کو ابن رسول کہا جاتا ہے ابن علی کیوں نہیں کہا جاتا۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے جواب دیا ہمارا لقب قرآن مجید سے ثابت ہے تم لوگوں کو چونکہ قرآن کا علم حاصل نہیں اس لئے جانتے نہیں۔ سائل نے عرض کیا وہ کیسے فرمایا آیت مباہلہ: فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ۔ میں ابناء سے کون مراد ہے اس وقت میں اور میرے بھائی امام حسین رضی اللہ عنہ کے سوا کون تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مباہلہ کے وقت مجھے اور میرے بھائی حسین اور میری والدہ محترمہ فاطمہ رضی اللہ عنہا اور میرے باپ علی رضی اللہ عنہ ہی کو پیش کیا تھا مخاطب آپ کی وسعت علمی سے بہت شرمندہ ہوا۔ (ملفوظات مہریہ، ص 45)

ایک دن سید الشہداء حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں با ارادہ تفریح پاکیزہ لباس پہن کر گھوڑے پر سوار جنگل کی طرف جا رہے تھے۔ ایک یہودی نے جو کہ ذلت و مسکنت میں مبتلا تھا عرض کیا اے حسن مجھے آپ کے نانا

کا یہ فرمانا صحیح معلوم نہیں ہوتا کہ اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ وَجَنَّۃُ الْکَافِرِ ٥ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کے لئے جنت ہے۔ کیونکہ میری حالت دیکھیں میں آپ کے مذہب کی رو سے کافر ہوں مگر مجھے یہ غربت اور مسکینی دامنگیر ہے اور آپ جو اپنے آپ کو مومن جانتے ہیں ایسی آسودگی میں زندگی گزار رہے ہیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے نانا کا فرمان بالکل برحق ہے لیکن تم پر چونکہ کفر اور جہالت محیط ہے اور فہم و علم نہیں اس لئے اس کا صحیح مطلب نہیں سمجھ سکتے۔ اب اس فرمان کا مطلب میری زبان سے سن لو تو مجھے جس فانی آسودگی میں دیکھتا ہے یہ بہ نسبت نعمتہائے جاودانی اُخروی جو میرے لئے تیار کی گئی ہیں ہیچ ہیں اور دیدار الٰہی کی نعمت عظمےٰ اور انواع و اقسام کے منازل و مقامات کے مقابل یہ جہاں گویا قید خانہ ہے اور کفار کے لئے جو طبقات جہنم عالم اُخروی میں تیار ہوئے ہیں از قسم عذاب شدید و ماء صدید وغضب خدا وحرمان مدیران کی نسبت تمہاری یہ موجود حالت تمہارے حق میں بہشت کی مانند ہے یہ سن کر یہودی خاموش ہو گیا۔ (ملفوظات مہریہ، ص 73)

ابن صبیح نے فرمایا کہ ایک آدمی نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہو کر خشک سالی کی شکایت کی آپ نے فرمایا خدا سے استغفار کرو ایک اور آدمی نے افلاس کی شکایت کی آپ نے اسے بھی استغفار کا حکم دیا ایک آدمی نے عرض کی دعا کریں خدا مجھے اولاد نرینہ عطا فرمائے۔ آپ نے اسے بھی استغفار کا حکم دیا۔ ایک آدمی نے عرض کی میرا باغ خشک ہو گیا ہے آپ نے اسے بھی استغفار کا حکم دیا لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی آپ نے فرمایا خدا فرماتا ہے۔

اَسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ اِنَّہٗ کَانَ غَفَّارًا یُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَیْکُمْ مِدْرَارًا وَیُمْدِدْکُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِیْنَ وَیَجْعَلْ لَّکُمْ جَنّٰتٍ وَّیَجْعَلْ لَّکُمْ اَنْهٰرًا ٥

ترجمہ: اپنے رب سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو وہ بہت بخشنے والا ہے وہ تم پر بارش برسائے گا اور مال اور بیٹوں سے تمہاری امداد کرے گا اور تمہارے لئے باغ بنا دے گا اور تمہارے لئے نہریں جاری کر دے گا۔

(تفسیر قرطبی، جلد 29، ص 302)

حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا علم:

ایک دن ایک آدمی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے رسول کے فرزند میں فقیر صاحب اہل و عیال ہوں آج رات کی روٹی چاہتا ہوں آپ نے فرمایا کہ ٹھہرو ہمارا رزق راستے میں ہے وہ پہنچ جانے دو زیادہ عرصہ نہ گزرا کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے آپ کی خدمت میں پانچ تھیلیاں پہنچیں ہر ایک میں ایک ایک ہزار دینار تھے۔ لانے والے نے پیغام دیا کہ امیر معاویہ معذرت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ معمولی نذرانہ اپنی معمولی ضرورتوں میں صرف فرمائیں اس کے بعد اس سے زیادہ حاضر کیا جائے گا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس فقیر کی طرف اشارہ فرمایا اور پانچوں تھیلیاں اسے عنایت فرما دیں۔ (کشف المحجوب، ص 185)

اس واقعہ سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوئیں۔

(۱) امام حسین رضی اللہ عنہ کا غیب کا حال جاننا کہ آپ کو علم تھا کہ جو رقم حضرت امیر معاویہ نے ہمارے لئے ارسال کی ہے وہ راستے میں ہے اور ہم تک پہنچنے والی ہے۔

(۲) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی اہلبیت سے نیازمندی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھاری نذرانہ پیش فرمایا کرتے تھے اور اپنے

خزانہ کا منہ اہلبیت کے لئے کھول دیا کرتے تھے۔

(۳) حضرت امام حسین، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہما کو خلیفہ برحق سمجھ کر یہ نذرانہ وصول کرتے تھے۔

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کا علم:

ابو حمزہ کہتے ہیں ایک دن میں حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا میں تمہیں مومن و منافق کی نشانیاں کیوں نہ بتاؤں مومن وہ ہے جو اپنا علم اپنی عقل میں سمو چکا ہے۔ سوال کرتا ہے تاکہ سیکھے خاموش ہوتا ہے تاکہ مانے بولتا ہے تو حق کہتا ہے نہ کبھی شہادت چھپاتا ہے نہ دشمن پر ظلم کرتا ہے نہ حق پر ریاری سے چلتا ہے نہ حق کو حیا سے چھوڑتا ہے اس کی نیکی کی شہرت ہو جاتی ہے تو خوف سے کانپتا ہے اور اپنے مخفی گناہوں سے توبہ میں لگ جاتا ہے۔ منافق وہ ہے جیسے منع کیا جائے تو باز نہیں آتا حکم دیا جائے تو عمل نہیں کرتا نماز کے لئے ریاء کے لئے اُٹھتا ہے رکوع کرتا ہے تو اونٹ کی طرح جھک جاتا ہے سجدے میں جاتا ہے تو کوے کی طرح چونچیں مارتا ہے روزہ رکھتا ہے تو شام کو کھانے کے شوق میں شب بیداری کرتا ہے مگر نیند کی طلب میں رات ختم ہونے کا انتظار کرتا ہے۔ (العلم والعلماء، ص106)

حضرت امام محمد باقر کا علم:

حضرت ابو بصیر روایت کرتے ہیں کہ منصور اور داؤد بن سلیمان مسجد شریف میں آئے ابھی تک حکومت عباسی خاندان کو نہیں ملی تھی جس کے خلیفہ بعد میں منصور بننے والے تھے۔ داؤد حضرت امام محمد باقر کی خدمت میں حاضر ہوا لیکن منصور حاضر نہ ہوا۔ امام صاحب نے نہ آنے کی وجہ داؤد سے دریافت کی تو اس

نے بتایا کہ منصور زیادہ سخت مزاج ہے۔ امام صاحب نے فرمایا لازماً منصور ایک دن تخت خلافت پر متمکن ہو جائے گا لوگوں کی گردنوں کو روند ڈالے گا۔ شرق و غرب پر چھا جائے گا اس کی حکومت کا عرصہ دراز ہو گا اتنا مال اکٹھا کرے گا کہ اس کی نظیر نہ ہو گی۔ داؤد نے منصور کو حضرت امام کی اس پیشگوئی سے آگاہ کیا اب وہ بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کرنے لگا کہ محض آپ کے دبدبہ اور رعب کی بنا پر حاضری سے قاصر رہا پھر داؤد نے جو کچھ بتایا تھا اس کے متعلق امام صاحب سے پوچھا آپ نے فرمایا ہاں ایسا ہی ہو گا اس نے پوچھا میرے بعد میرا کوئی لڑکا بھی حکمران ہو گا فرمایا ہاں وہ پوچھنے لگا کہ اموی خاندان کی حکومت کا عرصہ زیادہ ہو گا یا ہماری حکومت کا عرصہ فرمایا تمہاری حکومت کا عرصہ زیادہ ہو گا اس ملک کے ساتھ تمہارے نوخیز لڑکے یوں کھیلیں گے جیسے بچے گیند سے کھیلتے ہیں۔ (جامع کرامات اولیاء، ص460)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کا علم:

ایک دفعہ کسی شخص نے آ کر عرض کی یا ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھے خدا دکھلاؤ آپ نے فرمایا کیا تو نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ نہیں سنا انہیں کہا گیا تھا کہ تم نہیں دیکھ سکو گے۔ اس نے عرض کی سنا تو ہے لیکن یہ امت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ ایک فریاد کرتا ہے کہ میرے دل نے اپنے غلاموں سے فرمایا کہ اس شخص کو باندھ کر دریائے دجلہ میں ڈال دو چنانچہ آپ کے غلاموں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی جب اس کو دریا میں پھینک دیا گیا اور پانی نے اس کو اوپر کی طرف اُچھالا تو آپ نے دریا کو مخاطب کر کے فرمایا اس کو نیچے اوپر خوب غوطے دو چنانچہ ہر بار جب وہ آدمی پانی کے زور سے اوپر

نیچے آتا تو کہتا اے ابن رسول مجھے بچاؤ لیکن آپ ہر بار دریا کو حکم دیتے کہ اس کو اوپر نیچے خوب غوطے دو جب اس کی حالت غیر ہوئی تو اس نے کہا اے خدا مجھے بچانا جونہی آپ نے یہ لفظ سنے غلاموں کو حکم دیا کہ اس کو فوراً نکال لو جب کچھ دیر کے بعد اس کو ہوش آیا تو آپ نے پوچھا تو نے خداوند کریم کو دیکھا۔ اس نے عرض کی جب تک خدا کے سوا غیر سے امداد کا طالب رہا ایک حجاب سا دل میں محسوس کرتا تھا لیکن جب خدا پر بھروسہ کیا تو میرے دل میں ایک سوراخ کی راہ سے ایک روشنی محسوس ہوئی جس کی وجہ سے بالکل اطمینان ہو گیا اور خدا کا دیدار ہو گیا۔ (تذکرۃ الاولیاء)

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کو علم تھا کہ اس آدمی کو اپنے مقصد میں کامیابی تب ہو گی جب کہ اس کے دل میں نور پیدا ہو گا اور اس کا طریقہ یہی تھا جو آپ نے استعمال کیا۔

حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ کا علم:

حضرت ابوحبیب سے روایت ہے کہ میں نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی اور یہ زیارت مجھے اس مقام پر ہوئی جہاں ہمارے شہر میں حاجی لوگ آ کر قیام پذیر ہوتے تھے۔ میں نے آپ کو سلام کیا میں نے دیکھا کہ آپ کے سامنے مدینہ طیبہ کی کھجوروں کا ایک طبق رکھا ہوا ہے۔ آپ نے ان میں سے مجھے اٹھارہ کھجوریں عطا فرمائیں اس کی تعبیر میں نے یہ نکالی کہ میں اٹھارہ سال اور زندہ رہوں گا۔ اس خواب کے دس دن کے بعد حضرت امام علی رضا رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ سے تشریف لائے اور اسی مقام پر آ کر مسجد میں قیام پذیر ہوئے جہاں میں نے خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کی

تھی اور میں نے دیکھا کہ اسی طرح آپ کے سامنے مدنی کھجوروں کا طبق رکھا ہوا ہے میں نے آپ کو سلام کیا آپ نے مٹھی بھر کر مجھے کھجوریں عطا فرمائیں میں نے ان کو شمار کیا تو وہ اٹھارہ کھجوریں تھیں۔ میں نے عرض کی کچھ اور عنایت فرمائیں فرمایا اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے زیادہ عطا فرماتے تو اس وقت ہم بھی زیادہ عطا فرما دیتے۔ (الصواعق الحرقہ، ص204)

ایک مرتبہ امام علی رضا نیشاپور میں تشریف لائے اس وقت کے مشہور محدث ابو زرعہ رازی اور محمد اسلم طوسی اپنے شاگردوں کے ساتھ آپ کا استقبال کرنے کے لئے شہر سے باہر نکلے بے شمار طالب بھی اس مجمع میں شامل تھے۔ ان حضرات نے امام صاحب کی بارگاہ میں التماس کی کہ آپ اپنے رُخ انور سے نقاب اٹھا کر ہمیں اپنی زیارت بھی کرائیں اور ایک ایسی حدیث سنائیں جس کی تمام اسناد آپ کے خاندان سے متعلق ہوں۔ امام علی رضا رضی اللہ عنہ نے اپنے رُخ انور سے نقاب اُٹھایا اور زبان فیض ترجمان سے فرمایا مجھ سے میرے باپ امام موسیٰ کاظم نے ان سے ان کے باپ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے ان سے ان کے باپ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ نے ان سے ان کے باپ امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے ان سے ان کے باپ امام حسن رضی اللہ عنہ نے ان سے ان کے باپ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اور ان سے حضرت جبریل نے اور انہوں نے اللہ تعالیٰ سے سنا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حِصْنِیْ فَمَنْ قَالَهَا دَخَلَ حِصْنِیْ وَمَنْ دَخَلَ حِصْنِیْ اَمِنَ مِنْ عَذَابِیْ ○

ترجمہ: لا الہ الا اللہ میرا قلعہ ہے جس نے لا الہ الا اللہ کہہ لیا وہ میرے قلعے

میں داخل ہو گیا اور جو شخص میرے قلعے میں داخل ہو گیا وہ میرے عذاب سے محفوظ ہو گیا۔

یہ حدیث بیان فرما کر امام علی رضا نے اپنے چہرے پر نقاب ڈال لیا جس وقت آپ یہ حدیث بیان فرما رہے تھے۔ ایک مخلوق خدا اس حدیث کو لکھ رہی تھی لکھنے والوں کا شمار کیا گیا تو وہ تو وہ بیس ہزار تھے۔

(الصواعق المحرقہ، ص205)

امام قشیری نے لکھا ہے کہ یہ حدیث مع اس اسناد کے جب حاکم سامانہ کو جو فارس میں ایک شہر ہے پہنچی تو اس نے سونے کے پانی سے لکھوا کر اس حدیث کو بہت تعظیم سے اپنے پاس رکھا۔ مرنے کے بعد اس کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ کہو کیا گزری اس نے بیان کیا کہ میرے رب نے مجھے بخش دیا ہے صرف لا الہ الا اللہ کی تعظیم کرنے اور ایمان سے۔

امام محمد الجواد کا علم:

ایک مرتبہ مامون خلیفہ نے اپنا باز ہوا میں اڑایا وہ اڑتا ہوا فضا میں غائب ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد آیا تو اس کی چونچ میں ایک چھوٹی سی مچھلی تھی خلیفہ مامون بڑا حیران ہوا کہ فضا میں مچھلی کہاں سے آ گئی مچھلی تو پانی میں ہوتی ہے اس نے وہ مچھلی اپنی مٹھی میں لی اور امام محمد الجواد کے پاس آ کر کہنے لگا کہ میری مٹھی میں کیا ہے آپ نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے فضا میں ایک دریا پیدا فرمایا ہے تا کہ خلیفہ کا باز اس میں سے مچھلی پکڑ کر لائے اور خلیفہ اس مچھلی کو اپنی مٹھی میں لے کر ہمارے علم کا امتحان لے خلیفہ مامون نے کہا کہ واقعی آپ امام محمد رضا کے بیٹے ہیں اور پھر آپ کے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا۔

(الصواعق المحرقہ، ص206)

خلیفہ مامون عباسی نے اپنی دختر کا نکاح حضرت امام محمد الجواد سے کرنا چاہا لیکن بہت سے عباسی گھرانے کے لوگ مانع ہوئے خلیفہ مامون نے فرمایا کہ ایسی چھوٹی سی عمر میں ایسا علم میں نے نہ کسی کا سنا اور نہ کسی کا علم دیکھا ہے۔تم میں سے کوئی بڑے سے بڑا عالم بھی اس لڑکے سے مناظرہ نہیں کر سکتا اور اگر یقین نہ آئے تو کسی بڑے عالم کو بلا لو میں امام محمد الجواد کو بلاتا ہوں یہ بات قرار پا گئی کہ یحییٰ بن کثم کو بلایا جائے وہ بڑے فقیہ عالم ہیں ان میں مناظرہ کرایا جائے چنانچہ ادھر سے یحییٰ بن کثم آئے اُدھر سے امام محمد الجواد تشریف لائے اول یحییٰ بن کثم نے چند سوالات کئے ان کے جوابات بھرے دربار میں امام صاحب نے دندان شکن دیئے جب جوابات دے چکے تو خلیفہ ماموں نے کہا اے امام آپ بھی کوئی سوال کریں اور اس کا جواب لیں۔حضرت امام صاحب نے حضرت یحییٰ سے ایک فقہی سوال کیا آپ نے فرمایا اے یحییٰ بتاؤ کیونکہ ہوسکتا ہے صبح کے وقت ایک مرد کے لئے ایک عورت کو ناجائز نگاہ سے دیکھنا حرام تھا۔جب دن چڑھ گیا تو اسی مرد کو اس عورت کا دیکھنا ہر طرح جائز ہوگیا لیکن جب سورج ڈھلا تو پھر دیکھنا حرام ہوگیا مگر وہی عورت اس مرد کو عصر کے وقت پھر حلال ہوگئی مگر جب مغرب کا وقت ہوا تو پھر دیکھنا حرام ہوگیا۔جب عشاء کا وقت آیا تو پھر حلال ہوا پھر جب آدھی رات کا وقت ہوا تو مرد کو اس عورت کا دیکھنا حرام ہوگیا مگر وہی عورت صبح کے وقت پھر حلال ہوگئی تو بتاؤ کیوں حرام ہوئی اور کیوں حلال ہوئی کیا بات پیدا ہوئی یحییٰ بن کثم باوجود وسیع علم کے اس کا جواب نہ دے سکے۔امام محمد الجواد نے خود ہی اس کا جواب دیا کہ یہ عورت دراصل کسی کی کنیز تھی اس کو ایک اجنبی شخص نے بُری نظر سے دیکھا وہ دیکھنا اسے حرام تھا مگر کچھ دن چڑھے۔اس آدمی نے اس کنیز کو خرید لیا اب اسے دیکھنا حلال ہوگیا۔ظہر کے وقت اس لونڈی کو آزاد کر

دیا اب یہ پھر غیر محرم ہوگئی اس کو دیکھنا پھر حرام ہوگیا۔ عصر کے وقت اس عورت سے نکاح کرلیا اب دیکھنا حلال ہوگیا مغرب کے وقت اس عورت سے ظہار کرلیا اب اس کو دیکھنا حرام ہوگیا عشاء کے وقت اس ظہار کے کفارے میں غلام آزاد کردیا ظہار کا حکم ساقط ہوگیا اب پھر دیکھنا حلال ہوگیا جب آدھی رات ہوئی تو اس عورت کو طلاق رجعی دے دی پھر حرام ہوگئی صبح کے وقت پھر رجوع کرلیا حلال ہوگئی۔ سب لوگ اس علمی کمال کو دیکھ کر حیران ہوگئے۔ اب مامون نے برسر دربار کہا اب تو میں اپنی دختر کا نکاح امام محمد الجواد سے کروں سب نے اجازت دی چنانچہ حضرت امام محمد جواد کا نکاح مامون خلیفہ کی دختر ام الفضل سے ہوگیا۔ (الصواعق المحرقہ، ص206)

حضرت امام الحسن الخالص کا علم:

آپ خلیفہ معتمد بن متوکل کے زمانے میں ہوئے ہیں۔ ایک مرتبہ سخت قحط پڑ گیا خلیفہ کے حکم سے تین دن تک لوگ شہر سے باہر جا کر نماز استسقاء ادا کرتے رہے لیکن بارش نہ ہوئی پھر عیسائی اپنے راہب کے ساتھ باہر نکلے اس راہب نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا تو بارش ہونے لگی۔ دوسرے دن بھی ایسا ہی ہوا یہ بات مسلمان پر شاق گزری بلکہ بعض ضعیف الاعتقاد لوگ ارتداد کا شکار ہوگئے۔ خلیفہ پر یہ واقعہ بڑا شاق گزرا اور اس نے امام حسن خالص کو بلا بھیجا اور کہا کہ اپنے نانا جان کی امت کو ہلاک ہونے سے بچائیں۔ امام صاحب نے فرمایا کل صاحب لوگ اسی کھلے میدان میں نکلیں۔ میں انشاء اللہ حقیقت حال سے پردہ اُٹھا دوں گا اور خلیفہ وقت سے کہا میرے وہ ساتھی جو آپ کی قید میں ہیں آپ ان کو آزاد کردیں خلیفہ نے تمام کو آزاد کردیا۔ جب لوگ استسقاء کے لئے

نکلے اور راہب نے اپنا ہاتھ آسمان کی طرف بلند کیا تو آپ نے فرمایا اس راہب کا ہاتھ پکڑلو جب پکڑا تو دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں ایک ہڈی ہے وہ امام کے ارشاد پر اس راہب سے لے لی گئی اور امام صاحب نے فرمایا اب اپنا ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھاؤ اس نے ہاتھ آسمان کی طرف کیا تو بادل ختم ہو گئے اور سورج نکل آیا خلیفہ نے اس کی وجہ دریافت فرمائی۔ امام صاحب نے فرمایا یہ ہڈی کسی نبی کی قبر سے لی گئی ہے جب آسمان کے نیچے نبی کی ہڈی کو ظاہر کیا جاتا ہے تو بارش ہونے لگ جاتی ہے چنانچہ بعد میں کئی مرتبہ تجربہ کیا گیا ایسا ہی ہوا اس کے بعد لوگوں کے شکوک وشبہات دور ہو گئے۔ (الصواعق المحرقہ، ص 217)

❁❁❁

باب ائمہ مجتہدین

امام محمد بن حسن کا علم:

جب امام محمد بن حسن پڑھ کر فارغ ہوئے تو اپنے گھر اپنی والدہ کے ہاں حاضر ہوئے ۔ ماں نے کہا بیٹا اتنی عمر تم نے تحصیل علم میں صرف کر دی ہے اب کوئی ذریعہ آمدنی بھی تلاش کرو۔ آپ گھر سے یہ کہہ کر تلاش رزق میں نکلے کہ اے ماں میں اس وقت تک گھر واپس نہیں آؤں گا جب تک سونے کے تھال میں حلوہ رکھ کر تیری خدمت میں پیش نہ کروں باہر آ کر دیکھا کہ ایک آدمی اپنے مکان کی دیوار گلی کے حصے میں تعمیر کر رہا ہے۔ آپ نے اس سے فرمایا بھائی صاحب آپ گلی کی زمین پر دیوار کیوں بنا رہے ہیں اس سے تو گلی تنگ ہو جائے گی اس نے کہا آپ کی کونسی اونٹوں کی قطار گلی سے گزرے گی اس سے آپ کے دل پر ایک چوٹ سی لگی آگے تشریف لے گئے تو دیکھا ایک موچی جوتے گانٹھ رہا ہے آپ کا جوتا ٹوٹا ہوا تھا فرمایا میرا یہ جوتا گانٹھ دو اس نے کہا اتنے پیسے لگیں گے آپ نے فرمایا میرے پاس تو پیسے نہیں مجھ سے تو کوئی مسئلہ پوچھ لو اس نے کہا مجھے مسائل کی نہیں پیسوں کی ضرورت ہے۔ اس سے مزید آپ کی دل آزاری ہوئی۔ آپ بغداد تشریف لے گئے ان دنوں خلیفہ ہارون الرشید اور اس کی بیوی زبیدہ کے درمیان تلخ کلامی ہوگئی تھی اس تلخ کلامی میں زبیدہ نے غصے میں کہہ دیا اے ہارون رشید تو تو دوزخی ہے ہارون رشید نے کہا اگر میں دوزخی ہوں تو تجھے طلاق ۔ دونوں نے غصے کی حالت میں ایک دوسرے کے بارے میں یہ الفاظ کہہ دیئے۔ جب غصہ فرو ہوا تو دونوں کو ندامت ہوئی اب علماء کو بلا کر پوچھا بتاؤ کہ میں دوزخی ہوں یا جنتی سب نے کہا یا امیر المومنین یہ ایک ایسی بات ہے جس کو صرف خدا ہی جانتا ہے ہم کیا بتا سکتے ہیں۔ شدہ شدہ اس جھگڑا کا علم حضرت امام

محمد بن حسن کو بھی ہوا اور کسی نے ہارون الرشید سے کہا ایک عالم دین نئے نئے پڑھ کر فارغ التحصیل ہوئے ہیں ان سے بھی یہ مسئلہ پوچھنا چاہیے۔ چنانچہ آپ کو بھی بلایا گیا اور مسئلہ پوچھا گیا آپ نے فرمایا یا امیر المومنین کبھی ایسا ہوا ہے کہ آپ کسی گناہ پر قادر ہوئے ہوں اور پھر خدا سے ڈر کر اس گناہ کے ارتکاب سے باز رہے ہوں۔ خلیفہ ہارون الرشید نے کہا ہاں ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ زبیدہ کی کنیز میرے پاس خلوت میں آئی گناہ کا خیال پیدا ہوا لیکن پھر خوف خدا کی بنا پر اس سے باز رہا اس پر امام محمد نے فرمایا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جنتی ہیں۔ علماء نے آپ سے دلیل پوچھی آپ نے فرمایا خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِىَ الْمَاْوٰى○

ترجمہ: جو خدا کی بارگاہ میں کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور نفسانی خواہش سے اپنے آپ کو بچایا اس کا ٹھکانہ جنت ہے۔

اس دلیل سے تمام علماء مطمئن ہو گئے ہارون الرشید نے خوش ہو کر امام محمد کو غلے سے لدی ہوئی سو اونٹوں کی ایک قطار دی۔ زبیدہ نے سونے کے تھال میں حلوہ رکھ کر پیش کیا آپ یہ دونوں چیزیں لے کر گھر آئے۔ دیوار والے سے کہا دیکھ یہ اونٹوں کی قطار ہے لہٰذا گلی کھلی کر دو۔ ماں سے عرض کی سونے کے تھال میں حلوہ موجود ہے۔ موچی کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی اس نے خوشی میں یہ کہہ دیا جب اس کی شادی کروں گا تو دو جہاں کی نعمتیں اس کے جہیز میں دوں گا اگر ایسا نہ کروں تو میری بیوی کو طلاق بوقت ضرورت علماء سے مسئلہ پوچھا کوئی جواب نہ دے سکا۔ امام محمد سے پوچھا آپ نے فرمایا ایک ہزار روپے لاؤ تو مسئلہ بتاؤں گا۔ یاد ہے تمہارے پاس جوتا مرمت کرانے آیا تھا تم نے پیسے مانگے تھے اس

نے ہزار روپے دے دیئے آپ نے فرمایا جہیز میں قرآن کا نسخہ دے یہ دو جہاں کی نعمتوں سے بہتر ہے۔

امام ابو یوسف کا علم:

حضرت امام ابو یوسف رات کے وقت اپنے بستر پر دراز تھے کہ کسی نے زور زور سے دروازہ کھٹکھٹایا آپ نے اُٹھ کر دیکھا تو وہ ہرثمۃ بن اعین تھا۔ اس نے کہا خلیفہ نے آپ کو بلایا ہے۔ آپ نے فرمایا کسی طرح یہ حکم ٹالا نہیں جا سکتا اس نے کہا نہیں آپ نے پوچھا مجھے بلایا کیوں گیا ہے اس نے کہا اس کا مجھے علم نہیں۔ میرے پاس تو خادم مسرور نے آ کر کہا کہ میں آپ کو بلا لاؤں۔ آپ نے فرمایا میں غسل کر کے ذرا خوشبو وغیرہ لگا لوں آپ تشریف لے گئے تو خادم مسرور سے ملاقات ہوئی آپ نے اسے بھی کہا اس خلیفہ کی خدمت میں حاضری کو کسی طرح ٹال دیں۔ اس نے بھی انکار کر دیا۔ فرماتے ہیں میں گھر کے صحن میں داخل ہوا پھر کمرے میں داخل ہوا تو کیا دیکھا عیسیٰ بن جعفر بیٹھا ہوا ہے میں نے خلیفہ کو سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا خلیفہ نے آپ سے کہا ہم نے آپ کو گھبراہٹ میں ڈال دیا ہے۔ آپ کو کہا گیا کیا آپ جانتے ہیں کہ ہم نے آپ کو کیوں بلایا ہے آپ نے فرمایا مجھے علم نہیں خلیفہ نے کہا عیسیٰ بن جعفر کے پاس ایک کنیز ہے میں اس سے وہ کنیز مانگتا ہوں یہ کہتا ہے نہ میں فروخت کروں گا اور نہ ہی ہبہ کروں گا۔ امام صاحب نے عیسیٰ بن جعفر سے فرمایا اس کنیز کو کون سے لال لگے ہوئے ہیں کہ تو وہ کنیز امیر المومنین کو دیتا نہیں۔ عیسیٰ بن جعفر نے کہا میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر میں اس کنیز کو فروخت کروں یا کسی کو ہبہ کروں تو میری بیوی کو طلاق میرے سارے غلام آزاد اور میرا سارا مال صدقہ۔ اس پر خلیفہ ہارون الرشید میری طرف متوجہ ہوا اور فرمایا کہ اس کا کوئی حل ہے۔ میں نے کہا

ہاں اس نے پوچھا وہ حل کیا ہے۔ آپ نے فرمایا حل یہ ہے کہ آدھی کنیز یہ آپ کو ہبہ کر دے اور آدھی آپ کو فروخت کر دے۔ اس طرح نہ ہبہ کرنا لازم آئے گا اور نہ ہی فروخت کرنا لازم آئے گا۔ عیسیٰ بن جعفر نے پوچھا کیا ایسا کرنا جائز ہے۔ امام صاحب نے فرمایا ہاں۔ عیسیٰ بن جعفر نے کہا آپ گواہ رہیں میں نے آدھی کنیز امیر المومنین کو ہبہ کر دی اور آدھی ایک لاکھ دینار میں فروخت کر دی چنانچہ کنیز لائی گئی اور مال عیسیٰ کو دے دیا گیا۔ عیسیٰ بن جعفر نے کہا اے امیر المومنین کنیز آپ کو مبارک ہو۔ امیر المومنین نے کہا اے یعقوب (امام ابو یوسف کا نام ہے) ایک بات باقی رہ گئی ہے۔ امام صاحب نے فرمایا وہ کیا ہے خلیفہ نے کہا یہ کنیز ہے اور اس کے استبراء کی ضرورت ہے مجھے تو آج کی رات ہر صورت میں اس کے قریب جانا ہے۔ امام صاحب نے فرمایا اے امیر المومنین آپ اس کو آزاد کر کے اس کے ساتھ نکاح کر لیں اس لئے کہ آزاد عورت کے لئے استبراء نہیں خلیفہ نے کہا میں نے اسے آزاد کر دیا۔ اب اس کے ساتھ میری شادی کون کرے گا۔ امام صاحب نے فرمایا میں کروں گا۔ پھر مسرور اور حسین دو آدمیوں کو بطور گواہ بلا کر خطبہ پڑھ کر امیر المومنین کا اس کنیز کے ساتھ نکاح کر دیا۔ بیس ہزار دینار مہر مقرر ہوا اور یہ مال اس کنیز کو دے دیا گیا۔ پھر امیر المومنین نے امام صاحب سے فرمایا آپ تشریف لے جائیں۔ پھر خلیفہ نے مسرور سے فرمایا دو لاکھ درہم اور بیس تھان کپڑوں کے امام صاحب کے گھر پہنچا دو۔

(جلد 14، ص 250 تاریخ بغداد، جلد 2 ص 129 مناقب کردری)

امام الائمہ سراج الامۃ امام اعظم حضرت نعمان بن ثابت کا علم:

آپ کے مخالفین میں سے ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ آپ کیا فرماتے ہیں اس شخص کے بارے میں جو جنت کا امیدوار نہ ہو نہ دوزخ سے ڈرتا

ہو نہ پروردگار سے اور مردار کھاتا ہے، بے رکوع و سجود نماز پڑھتا ہے، بن دیکھی بات کی گواہی دیتا ہے، سچی بات کو ناپسند کرتا ہے فتنہ کو دوست رکھتا ہے، رحمت سے بھاگتا ہے، یہود و نصاریٰ کی تصدیق کرتا ہے، آپ نے فرمایا کیا تجھے اس شخص کا علم ہے، اس نے کہا نہیں مگر میں نے اس سے زیادہ بُرا آدمی نہیں دیکھا اس لئے آپ سے سوال کیا۔ امام اعظم نے اپنے شاگردوں سے پوچھا کہ ایسے شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو ان لوگوں نے کہا ایسا شخص بہت ہی بُرا ہے یہ صفت کافر کی ہے۔ آپ نے تبسم فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ وہ شخص خدا تعالیٰ کا سچا دوست ہے اس کے بعد اس شخص سے کہا اگر اس کا جواب بتا دوں تو میری بدگوئی سے باز رہے گا اور جو چیز تجھے نقصان پہنچائے اس سے بچے گا۔ اس نے کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا وہ شخص رب جنت کی امید رکھتا ہے اور رب نار سے ڈرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے اس بات کا خوف نہیں کرتا کہ وہ اپنی بادشاہت میں اس پر ظلم کرے گا مردہ مچھلی کھاتا ہے جنازہ کی نماز پڑھتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود بھیجتا ہے اور ان دیکھی بات پر گواہی دینے کے یہ معنی ہیں کہ وہ گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور وہ ناپسند کرتا ہے موت کو جو کہ برحق ہے تاکہ اللہ کی فرمانبرداری کرے اور مال و اولاد فتنہ ہے جس کو وہ دوست رکھتا ہے رحمت بارش ہے جس سے بھاگتا ہے۔ یہود کی اس بات میں تصدیق کرتا ہے لَيْسَتِ النَّصَارٰى عَلٰى شَيْءٍ اور نصاریٰ کی اس بات میں تصدیق کرتا ہے۔ لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ جب اس شخص نے یہ پر مغز اور مسکت جواب سنا تو کھڑا ہوا۔ امام صاحب کے سر مبارک کو بوسہ دیا اور کہا کہ میں قسم کھا کر یہ کہتا ہوں کہ آپ برحق ہیں۔ (الخیرات الحسان، ص 106، مناقب موفق، ص 101)

جب امام ابو یوسف بیمار ہوئے تو امام ابو حنیفہ نے فرمایا کہ اگر یہ لڑکا مر جائے تو روئے زمین پر کوئی شخص اس کا قائم مقام نہ ہوگا۔ جب حضرت امام ابو یوسف کو صحت ہوئی تو ان میں خود پسندی آگئی اور فقہ پڑھانے کے لئے اپنی علیحدہ مجلس قائم کر لی۔ لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے امام اعظم کو اس کی خبر ہوئی تو بعض حاضرین سے فرمایا ابو یوسف کی مجلس میں جاؤ اور ان سے پوچھو کہ آپ کیا فرماتے ہیں۔ اس صورت میں کہ ایک شخص نے دھوبی کو ایک میلا کپڑا دیا کہ دو درہم میں دھو دے کچھ دنوں کے بعد اس نے کپڑا مانگا دھوبی نے انکار کیا اس کے بعد اس شخص نے پھر مانگا دھوبی نے دھلا ہوا کپڑا اس شخص کو دے دیا تو اس کپڑے کی دھلائی اس شخص کے ذمے واجب ہوگی یا نہیں۔ اگر جواب دیں کہ ہاں اس دھوبی کو اجرت ملنی چاہیے تو کہنا کہ آپ نے غلطی کی ہے اور اگر کہیں کہ اس کو اجرت نہ ملنی چاہیے تو کہنا کہ آپ نے غلطی کی ہے' پس وہ شخص امام ابو یوسف کی خدمت میں حاضر ہوا اور وہی مسئلہ دریافت کیا۔ امام ابو یوسف نے فرمایا ہاں واجب ہے اس نے کہا آپ نے غلط کہا اس کے بعد کچھ دیر سوچ کر فرمایا "نہیں"۔ اس شخص نے کہا آپ نے غلطی کی اسی وقت امام ابو یوسف امام ابوحنیفہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ امام اعظم نے فرمایا شاید دھوبی والے مسئلے کے بارے میں آئے ہو امام ابو یوسف نے عرض کی حضور ہاں فرمایا سبحان اللہ جو شخص مفتی بن جائے لوگوں کو فتویٰ دینے بیٹھے دین الٰہی کا ہادی بنے اور رتبہ اس کا اتنا ہو کہ ایک مسئلہ اجارہ کا بھی معلوم نہ ہو۔ امام ابو یوسف نے عرض کی مجھے بتایئے فرمایا اگر اس نے غصب کے قبل دھویا تو اجرت واجب ہے اس لئے کہ اس نے مالک کے لئے دھویا ہے اور اگر بعد غصب و انکار دھویا تو اجرت کا مستحق نہیں کیونکہ اس نے اپنے لئے دھویا ہے۔ (المناقب للموفق، ص108، تاریخ بغداد،

جلد 13، ص349، الخیرات الحسان، ص108)

امام اعظم اور کچھ علمائے کرام ایک دعوت ولیمہ میں تشریف لے گئے۔ ایک شخص نے اپنی دو بیٹیوں کا نکاح دو بھائیوں سے کیا ایک شخص نے مکان سے باہر آ کر کہا کہ ہم لوگ سخت مصیبت میں پڑ گئے ہیں۔ رات غلطی سے دلہنیں بدل گئیں ہیں اور ایک شخص دوسرے کی عورت سے ہم بستر ہوا ہے۔ ابوسفیان نے کہا کوئی مضائقہ نہیں۔ حضرت امیر معاویہ نے اس قسم کا ایک سوال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا تھا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اس کا جواب یہ دیا تھا کہ ہر شخص پر صحبت کی وجہ سے مہر واجب ہے اور ہر عورت اپنے خاوند کے پاس چلی جائے لوگوں نے اس جواب کو پسند کیا امام اعظم خاموش تھے مسعر بن کدام نے امام اعظم صاحب سے فرمایا کچھ آپ بھی فرمائیے۔ ابوسفیان نے کہا اس کے سوا اور کیا کہیں گے امام صاحب نے فرمایا کہ میرے پاس دونوں لڑکوں کو لاؤ دونوں حاضر کئے گئے آپ نے ہر ایک سے پوچھا کہ رات جس عورت کے پاس تم رہے ہو وہ تم کو پسند ہے دونوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا اس عورت کا نام کیا ہے جو تمہارے بھائی کے پاس رہی ہے اس نے نام بتایا آپ نے فرمایا کہ ہر ایک اپنی اپنی بیوی کو کہ غیر کے پاس رہی ہے طلاق دے دے اور جو عورت اس کے پاس سوئی ہے اس سے شادی کر لے لوگوں نے آپ کے اس جواب کو بہت عزت و وقعت سے دیکھا اور مسعر کھڑے ہوئے اور آپ کی پیشانی کو چوما۔

(المناقب للموفق، ص128، الخیرات الحسان، ص109)

جو جواب سفیان نے دیا وہ اس جواب کے مخالف نہیں جو امام صاحب نے دیا دونوں کا حکم قطعاً حق ہے سفیان کے جواب کی توجیہ یہ ہے کہ دونوں کی وطی وطی بالشبہ ہے جس میں مہر واجب ہوتا ہے اور اس سے نکاح نہیں ٹوٹتا اور امام

صاحب نے جو جواب عنایت فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ سفیان کا جواب اگرچہ ٹھیک تھا مگر اس میں بہت سی خرابیوں کا احتمال تھا کہ ہر عورت اگر اپنے شوہر کے پاس چلی آئے حالانکہ وہ دوسرے سے ہم صحبت ہو چکی ہے تو خوف ہے کہ ہر ایک کا دل اس کے ساتھ معلق ہو چکا ہو اور جب وہ اس سے چھن کر دوسرے کو مل جائے تو شاید اس کی محبت اس کے دل سے نہ جائے تو مقتضائے حکمت ظاہر وہی تھا جو اللہ تعالیٰ نے امام صاحب کو الہام فرمایا اور اگر وہ دونوں سفیان کے فتوے کے مطابق اس طرح رہتے تو اس میں جو خرابی تھی اس پر مطلع ہو کر حکم دیا کہ ہر شخص اپنی اس بیوی کو جس سے غیر ہم صحبت ہو چکا ہے طلاق دے دے اور ہر ایک اپنی موطوءٔ سے نکاح کرے اور اس میں عزت کی ضرورت نہیں اس لئے کہ وطی بالشبہ میں عدت واجب نہیں موطوءٔ بالشبہ سے نکاح کر سکتا ہے اور اس مصلحت ظاہرہ کی وجہ سے کسی نے کچھ کلام نہ کیا۔

امام اعظم کے پڑوس میں ایک جوان رہتا تھا آپ کی مجلس میں حاضر ہوا اور ایسی قوم کے یہاں شادی کے بارے میں مشورہ چاہا جس کی فرمائش اس کی طاقت سے باہر تھیں۔ آپ نے استخارہ کے بعد اس کو شادی کا مشورہ دیا اس شخص نے شادی کر لی اس کے بعد لڑکی والوں نے بے ادائے کل مہر رخصت کرنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے فرمایا ایک ترکیب کہ کسی سے قرض لے کر اپنی بیوی کے پاس جا آپ نے بھی اس کو کچھ قرض دیا جب بیوی سے ہم بستر ہو چکا تو امام صاحب نے اس شخص سے کہا کیوں نہیں اپنے سسرال والوں سے یہ ظاہر کرتا کہ میں اپنی اہلیہ کو لے کر ایک دور دراز جگہ جانا چاہتا ہوں۔ اس نے ایسا ہی کیا یہ لڑکی والوں پر بہت ناگوار گزرا وہ لوگ امام صاحب کے پاس حاضر ہوئے اور اس شخص کی شکایت کی اور اس بارے میں فتویٰ چاہا آپ نے فتویٰ دیا کہ شوہر کو اختیار ہے

کہ جہاں چاہے اپنی بیوی کو لے جائے۔ ان لوگوں نے کہا یہ ہم سے نہیں ہو سکتا کہ اس لڑکی کو چھوڑ دیں کہ اس شخص کے ساتھ باہر جائے آپ نے فرمایا کہ جو کچھ تم نے اس سے لیا ہے اس کو واپس کر کے اس شخص کو راضی کر لو۔ وہ لوگ اس پر راضی ہو گئے۔ امام صاحب نے اس شخص سے کہا کہ وہ لوگ اس بات پر راضی ہیں کہ جو کچھ مہر لیا ہے وہ واپس کر دیں اور باقی تجھے معاف کر دیں اس نے کہا میں اس سے زیادہ چاہتا ہوں تب آپ نے اس شخص سے فرمایا تجھے یہ بات پسند ہے کہ کسی شخص کے قرض کا اقرار کرے اور قرض ادا کئے بغیر سفر ناممکن ہو۔ اس نے عرض کی خدا کے واسطے اس کا ذکر بھی نہ کریں ورنہ ان لوگوں کو خبر ہو جائے گی تو مجھے کچھ بھی نہ دیں گے۔

(المناقب للموفق، ص 154، الخیرات الحسان، ص 114)

کسی شخص نے اپنی مجنونہ عورت کو کچھ کہا اس نے کہا اے دوزانیوں کے بیٹے قاضی ابن ابی یعلیٰ کے یہاں اس کی شکایت ہوئی۔ انہوں نے اسے مسجد میں کھڑی کر کے دو حد لگائیں امام صاحب کو جب اس بات کا علم ہوا تو آپ نے فرمایا کہ قاضی صاحب نے چھ غلطیاں کی ہیں۔ ایک یہ کہ مجنونہ پر حد لگائی دوسری یہ کہ مسجد میں حد لگائی تیسری یہ کہ عورت کو کھڑی کر کے حد لگائی حالانکہ عورتوں پر حد بیٹھ کر ہے چوتھی یہ کہ قذف ایک کلمہ کے ساتھ تھا دو حدوں کی کوئی وجہ نہ تھی اس کے لئے کہ ساری قوم کو ایک کلمہ کے ساتھ کوئی قذف کرے جب بھی ایک ہی حد ہوتی ہے پانچویں یہ کہ اس عورت پر حد قائم کی حالانکہ اس کا حق اس شخص کے ماں باپ کو تھا اور وہ غائب تھے اور چھٹی غلطی یہ کہ دوسری حد اس وقت لگائی گئی جبکہ پہلی سے وہ ابھی صحت یاب نہ ہوئی تھی۔

جب یہ خبر قاضی ابن ابی یعلیٰ کو پہنچی تو قاضی نے امیر المومنین سے آپ

کی شکایت کی۔ امیر المومنین نے امام صاحب کو فتویٰ دینے سے منع کیا پھر کچھ مسئلے عیسیٰ بن موسیٰ کے پاس آئے امام صاحب سے انکا جواب طلب کیا گیا۔ آپ نے ان کے ایسے جوابات دیئے کہ عیسیٰ بن موسیٰ کو وہ جوابات پسند آئے پس انہوں نے امام صاحب کو اجازت دی تو آپ اس کی مجلس میں بیٹھے۔

(الخیرات الحسان، ص 118)

ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ میں نے قسم کھائی ہے کہ میں اپنی بیوی سے کلام نہ کروں گا جب تک کہ وہ مجھ سے کلام نہ کرے اور اس نے بھی قسم کھائی ہے کہ وہ مجھ سے بات نہ کرے گی یہاں تک کہ میں اس سے بات کروں امام صاحب نے فرمایا کہ تم دونوں میں سے کوئی حانث نہیں ہوا یعنی تم دونوں کی قسم نہیں ٹوٹی۔ حضرت سفیان ثوری نے سنا تو ناراض ہوئے اور کہا آپ فروج کو حلال کرتے ہیں یہ مسئلہ آپ نے کہاں سے بتایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اس کے قسم کھانے کے بعد جب عورت نے کلام کیا تو اس کی قسم تمام ہو گئی پھر جب اس شخص نے عورت سے کلام کیا تو نہ مرد پر حنث ہے اور نہ عورت پر اس لئے کہ اس عورت نے اس عورت سے کلام کیا اور اس شخص نے اس عورت سے بعد قسم کے کلام کیا تو حنث دونوں سے ساقط ہوا۔ سفیان نے کہا آپ کے لئے ایسے علم کھولے جاتے ہیں جن سے ہم سب غافل ہیں۔ (الخیرات الحسان، ص 119)

عبداللہ بن مبارک نے آپ سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا کہ ہنڈیا پکا رہا تھا کہ ایک پرندہ اس میں گر کر مر گیا۔ امام صاحب نے اپنے شاگردوں سے اس بارے میں پوچھا کہ تم لوگوں کے خیال میں اس کا کیا جواب ہے لوگوں نے حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث سے اس کا جواب دیا کہ شوربا بہا دیں اور گوشت دھو کر مصرف میں لائیں۔ آپ نے فرمایا یہ تو اس وقت ہے

جب کہ پرندہ سکون کے وقت گرا اور اگر جوش کے وقت گرا ہو تو گوشت بھی پھینک دیا جائے۔ عبداللہ بن مبارک نے پوچھا کیوں فرمایا اس لئے کہ اس وقت اس کے اندر تک نجاست پہنچ جائے گی۔ بخلاف پہلی صورت کے کہ اس میں ظاہر تک پہنچے گی۔ ابن مبارک کو یہ جواب بہت پسند آیا۔

(الخیرات الحسان، ص120، المناقب کردری، ص203)

ایک شخص کے ہاں چور گھس آئے اور اس کے سب کپڑے لے لئے اور اس سے طلاق مغلظہ کی قسم لے لی کہ کسی کو اس کی خبر نہ دے گا۔ جب صبح ہوئی تو دیکھا کہ اس کا کپڑا بازار میں فروخت ہو رہا ہے مگر وہ بول نہیں سکتا۔ اس نے امام صاحب سے مسئلہ دریافت کیا آپ نے فرمایا کہ قبیلے کے اکابر کو میرے پاس لاؤ۔ آپ نے ان سے فرمایا کہ وہ سب ایک جگہ جمع ہوں اور ایک ایک کر کے نکلیں اور اس سے پوچھا جائے کہ یہ تیرا چور ہے اگر نہ ہو تو کہہ دے نہیں اگر ہے تو چپ رہے لوگوں نے ایسا ہی کیا اس سے چور کا پتہ چل گیا اس نے تمام مسروقہ مال واپس کر دیا۔ (الخیرات الحسان، ص122، المناقب للموفق، ص120)

لیث بن سعد نے کہا کہ میں امام ابوحنیفہ کا ذکر سنا کرتا تھا اور ملاقات کا مشتاق تھا ایک سال میں مکہ معظمہ میں تھا میں نے دیکھا کہ ایک شخص کے گرد لوگ جمع ہیں۔ میں نے ایک شخص کو سنا کہ اس نے کہا اے امام ابوحنیفہ تب میں نے جانا کہ یہ وہی شخص ہے ایک شخص نے آپ سے مسئلہ پوچھا کہ میں بہت بڑا مالدار ہوں میرا ایک لڑکا ہے میں بہت سا روپیہ خرچ کر کے اس کی شادی کر دیتا ہوں مگر وہ طلاق دے دیتا ہے اور میرا مال مفت میں ضائع ہو جاتا ہے تو کیا اس کی کوئی ترکیب ہے۔ آپ نے فرمایا اس کو لونڈیوں کے بازار میں لے جاؤ اور جس کنیز کو وہ پسند کرے اسے خرید لو اور اس کے ساتھ اس کی شادی کر دو اگر وہ اسے طلاق

بھی دے گا تو وہ تمہاری کنیز ہو کر رہے گی۔ اس کا حق نافذ نہ ہوگا اس لئے کہ وہ تمہاری مملوک ہے لیث بن سعد نے کہا بخدا مجھے ان کا جواب اس قدر تعجب خیز نہ ہوا جس قدر ایسے مشکل مسئلے کا فوراً جواب دینا پسند آیا۔

(الخیرات الحسان، ص 124، المناقب کردری، ص 205)

حضرت اعمش محدث سے لوگ ان کی تیز مزاجی کی وجہ سے پریشان تھے۔ ایک مرتبہ یہ ہوا کہ انہوں نے اپنی بیوی کو یہ کہا کہ اگر تو مجھے آٹا ختم ہونے کی خبر دے یا لکھ کر بتائے یا پیغام بھیجے یا دوسرے شخص سے اس غرض سے ذکر کرے کہ وہ شخص آپ سے اس کا تذکرہ کرے یا اس کے بارے میں اشارہ کرے تو تجھے طلاق ہے۔ اس معاملے میں اس کی بیوی بہت پریشان ہوئی تو کسی نے ان سے کہا کہ تم امام ابو حنیفہ کے پاس جاؤ تب وہ عورت امام صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی اور پورا واقعہ عرض کیا امام صاحب نے فرمایا جب آٹے کا چرمی تھیلا خالی ہو جائے تو اس چرمی تھیلے کو ان کی نیند کی حالت میں ان کے کپڑوں سے باندھ دو جب بیدار ہوں گے اس کو دیکھیں گے تو ان کو آٹا ختم ہونا معلوم ہو جائے گا۔ انہوں نے ایسا ہی کیا تو اعمش کو آٹا ختم ہونا معلوم ہو گیا اور کہنے لگے خدا کی قسم یہ ابو حنیفہ کا حیلہ ہے جب تک وہ زندہ ہیں ہم کیسے فلاح پا سکتے ہیں۔ آپ ہماری عورتوں کے سامنے ہمیں رسوا کرتے ہیں۔

(الخیرات الحسان، ص 127)

امام صاحب مدینہ طیبہ میں حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے۔ انہوں نے فرمایا آپ میرے جد امجد کی احادیث کی قیاس سے مخالفت کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا معاذ اللہ حضور تشریف رکھیں اس لئے کہ آپ کے لئے اسی طرح عظمت ہے جس طرح آپ کے جد کریم حضرت محمد رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے عظمت ہے حضرت امام محمد باقر تشریف فرما ہوئے۔ امام صاحب ان کے سامنے گھٹنوں کے بل کھڑے ہوئے اور پوچھا مرد ضعیف ہے یا عورت انہوں نے فرمایا عورت آپ نے پوچھا عورت کا حصہ کس قدر ہے فرمایا مرد کے حصے کا آدھا امام صاحب نے فرمایا اگر میں قیاس سے کہتا تو اس کے برعکس حکم دیتا پھر پوچھا نماز افضل ہے یا روزہ۔ انہوں نے فرمایا نماز آپ نے فرمایا نماز آپ نے فرمایا اگر میں قیاس سے حکم کرتا تو حائضہ کو نماز کی قضا کا حکم دیتا نہ کہ روزہ کی قضا کا پھر پوچھا پیشاب نجس ہے یا منی۔ انہوں نے فرمایا پیشاب آپ نے فرمایا اگر میں قیاس کو مقدم رکھتا تو پیشاب سے وجوب غسل کا حکم دیتا نہ کہ منی سے۔

(مناقب موفق، ص 175، الخیرات الحساب، ص 131، مناقب کردری، ص 218)

کوفہ میں ایک آدمی تھا جو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو یہودی کہتا تھا حضرت امام اعظم اس کے ہاں تشریف لے گئے اور اس سے فرمایا کہ میں تیری لڑکی کے رشتے کے لئے آیا ہوں اس نے پوچھا کس سے آپ نے فرمایا ایک شریف آدمی ہے جو بڑا غنی اور مالدار ہے قرآن کا حافظ ہے اور ایک رکعت میں قرآن ختم کر لیتا ہے اور خوف خدا سے رات کو روتا ہے مگر اس میں ایک خصلت یہ ہے کہ وہ ہے یہودی اس نے کہا کیا میں اپنی بیٹی ایک یہودی کے نکاح میں دے دوں آپ نے فرمایا پھر کیا ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے ایک یہودی کو دے دی تھیں فوراً اس نے کہا استغفر اللہ میں خدا سے توبہ کرتا ہوں۔ (مناقب موفق، ص 110، تاریخ بغداد، جلد 13 ص 364)

ایک شخص نے امام صاحب کے زمانے میں نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا مجھے مہلت دو کہ میں نشانی لاؤں آپ نے فرمایا جو شخص اس سے نشانی طلب کرے گا

وہ کافر ہو جائے گا کیونکہ نشانی مانگنا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد لانبی بعدی کی تکذیب ہے۔ (الخیرات الحسان، ص129)

کسی شخص نے امام اعظم سے پوچھا کہ ایک شخص نے کہا اگر جنابت سے غسل کروں تو میری بیوی کو تین طلاق پھر کہا اگر آج کے دن کوئی نماز چھوڑوں تو تین طلاق پھر کہا اگر اپنی بیوی سے ہم صحبت نہ ہوں تو تین طلاق وہ شخص کیا کرے اور اس کی خلاصی کی کیا صورت ہے۔ آپ نے فرمایا وہ شخص عصر کی نماز پڑھ کر اپنی بیوی سے ہم بستری کر لے۔ آفتاب غروب ہو جائے تو غسل جنابت کرے اور مغرب وعشاء کی نماز ادا کرے اس لئے کہ آج کے دن کی نمازوں سے مراد پانچ وقت کی نماز ہے۔

(مناقب کردری، ص207، الخیرات الحسان، ص130)

حضرت مسعر بن کدام فرماتے ہیں میں امام اعظم، امام ابو حنیفہ کی مسجد میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ انہوں نے نماز فجر ادا کی پھر وہ نماز ظہر تک لوگوں کو علم پڑھانے میں مشغول رہے پھر نماز ظہر کی ادائیگی کے بعد نماز عصر تک درس و تدریس میں مصروف رہے پھر نماز عصر ادا کرنے کے بعد نماز مغرب تک علمی محفل سجائے رکھی پھر نماز مغرب ادا فرمائی اور عشاء تک لوگوں کے ساتھ علمی گفتگو میں منہمک رہے۔ میرے دل میں خیال آیا یہ شخص سارا دن تو علم میں مصروف رہا عبادت کس وقت کرتا ہوگا جب رات ہوئی تو وہ گھر گئے اور پھر مسجد میں آ کر ساری رات خدا کی عبادت میں گزار دی پھر نماز فجر ادا کی اور ظہر سے عصر اور عصر سے مغرب اور مغرب سے عشاء تک درس و تدریس میں مشغول رہے پھر میرے دل میں خیال آیا کہ آج رات کو یہ شخص عبادت نہیں کر سکے گا لیکن انہوں نے گزشتہ رات کی طرح آج بھی ساری رات عبادت میں گزار دی پھر نماز فجر ادا

فرما کر سارا دن علم میں مشغول رہے پھر میرے دل میں خیال آیا کہ آج رات یہ عبادت نہ کر سکے گا کہ یہ دو رات سویا نہیں لیکن انہوں نے ساری رات خدا کی عبادت میں صرف کر دی۔ پھر میں نے تہیہ کر لیا کہ اپنی یا ان کی موت تک انہیں کے ساتھ وابستہ رہوں گا۔

(تاریخ بغداد، جلد 13، ص 356۔ مناقب کردری، ص 239)

حضرت وکیع فرماتے ہیں کہ میرا ایک ہمسایہ تھا جو امام صاحب کی شان میں نازیبا باتیں کرتا رہتا تھا۔ ایک مرتبہ بیوی کے ساتھ سخت کلامی ہو گئی اور اس سے کہا آج رات اگر تو مجھ سے طلاق مانگے اور میں تجھے طلاق نہ دوں تو تجھ پر طلاق بیوی نے کہا اگر میں تجھ سے طلاق نہ مانگوں تو میرے سارے غلام آزاد بعد میں دونوں نادم و پشیمان ہوئے اور یکے بعد دیگرے سفیان ثوری اور ابن ابی لیلیٰ کے پاس اس مسئلے کے حل کے لئے تشریف لے گئے لیکن کوئی بات نہ بنی آخر مجبوراً امام اعظم کی خدمت میں حاضری دی اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا۔ انہوں نے اس عورت سے فرمایا تو طلاق مانگ عورت نے خاوند سے طلاق مانگی آپ نے خاوند سے فرمایا تو یہ کہہ کہ اگر تو چاہے تو تجھے طلاق خاوند نے یہ الفاظ کہے پھر امام صاحب نے اس کی بیوی سے فرمایا تو کہہ دے کہ میں طلاق نہیں چاہتی اس نے کہہ دیا۔ امام صاحب نے فرمایا جاؤ تم دونوں کی خلاصی ہو گئی اور تم دونوں میں سے کوئی حانث نہیں ہوا اور پھر اس شخص سے فرمایا میرے بارے میں نازیبا کلمات استعمال کرنے سے توبہ کر۔ میں نے تجھے علم کی بدولت خلاصی دلائی اس نے توبہ کی اور پھر وہ شخص ہر نماز کے بعد امام صاحب کے لئے دعا کیا کرتا تھا۔

(مناقب کردری، ص 211)

ایک آدمی نے حضرت امام صاحب سے پوچھا کہ ایک پیالے کے

کنارے پر چاندی لگی ہوئی ہے کیا اس پیالے میں پانی پینا جائز ہے۔ امام صاحب نے فرمایا کوئی حرج نہیں اس نے پوچھا اس کی دلیل ارشاد فرمائیں آپ نے فرمایا ایک آدمی نہر کے کنارے ہے اس پر پیاس کا غلبہ ہے اس کے پاس پانی پینے کے لئے کوئی برتن نہیں اب وہ اپنے ہاتھ سے پانی پی سکتا ہے اور ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی ہے جب وہ ہاتھوں میں پانی لے گا تو چاندی کی انگوٹھی سے چھو کر پانی پیٹ میں جائے گا اور اس طرح پانی پینے کی ممانعت نہیں ہے آپ کی اس حاضر جوابی پر حاضرین خوش ہوئے۔ (مناقب موفق، ص 136)

خلیفہ وقت منصور کی بیوی کا منصور سے اختلاف ہوا۔ منصور کی بیوی نے کہا میں انصاف چاہتی ہوں اور وہ اس بات پر راضی ہوئی کہ فیصلہ امام ابوحنیفہ کریں گے۔ چنانچہ ابوحنیفہ کو بلایا گیا اور منصور کی بیوی پردے میں بیٹھ گئیں۔ منصور نے حضرت امام سے کہا کتنی عورتوں سے نکاح جائز ہے آپ نے فرمایا چار عورتوں سے منصور نے کہا اور لونڈیاں آپ نے فرمایا جتنی چاہے رکھے۔ منصور نے اپنی اہلیہ کو سناتے ہوئے کہا غور سے سن لو حضرت امام نے منصور سے کہا جناب امیر المومنین اللہ نے انصاف کرنے والوں کے لئے چار بیویوں کا جواز بیان کیا ہے ورنہ ایک کا حکم ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

فَاِنْ خِفْتُمْ اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً۔

ترجمہ: اگر یہ خوف ہو کہ انصاف نہ کرسکو گے تو ایک ہی کافی ہے۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ آداب پر عمل کریں۔ یہ سن کر منصور خاموش ہو گئے اور حضرت امام تشریف لے گئے۔ منصور کی بیوی نے آپ کو گراں قدر عطیہ ارسال کیا۔ آپ نے قبول نہ کیا اور فرمایا میں خدا کے دین کے لئے مجادلہ کیا ہے نہ کہ طلب دنیا کے لئے۔ (مناقب کردری، ص 230)

امام اوزاعی سے مکالمہ:

امام اوزاعی کی حضرت امام اعظم سے مکہ معظمہ میں دار حناطین میں ملاقات ہوئی اور اوزاعی نے آپ سے کہا آپ لوگ رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اُٹھتے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے۔ امام صاحب نے فرمایا اس کے متعلق نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحت کے ساتھ کچھ ثابت نہیں۔ یہ سن کر اوزاعی نے کہا کس طرح صحت کے ساتھ ثابت نہیں حالانکہ مجھ سے زہری نے ان سے سالم نے ان سے عبداللہ نے اور عبداللہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھ اُٹھاتے تھے اور رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اُٹھتے وقت بھی۔ حضرت امام نے فرمایا ہم سے حماد بن ابی سلیمان نے وہ ابراہیم سے وہ علقمہ اور اسود سے اور وہ عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اُٹھاتے تھے اور کہیں رفع یدین نہ فرماتے تھے۔ اوزاعی نے کہا میں آپ سے زہری از سالم از والد خود عبداللہ کی روایت بیان کرتا ہوں اور تم حماد اور ابراہیم کا بیان مجھ سے کرتے ہو۔ امام اعظم نے فرمایا حماد زہری سے زیادہ فقیہ تھے اور ابراہیم سالم سے بڑے فقیہ تھے اور اگر ابن عمر صحابی نہ ہوتے تو میں کہتا علقمہ ان سے زیادہ فقیہ تھے اور اسود کے بہت سے فضائل ہیں اور عبداللہ بن مسعود تو علم میں خاص مقام رکھتے ہیں یہ سن کر اوزاعی خاموش ہو گئے۔

(مناقب موفق، ص 131۔ مناقب کردری، ص 174)

محمد بن ابی مطیع نے بیان کیا میں نے اپنے والد سے سنا کہ میں نے ہر فن میں چار ہزار مشکل مسائل جمع کیے اور میں ان مسائل کو لے کر امام ابو حنیفہ کے پاس گیا۔ آپ نے مجھ سے کہا اس قسم کے مسائل تمہارے پاس کثرت سے

ہوں گے میں نے کہا ایسے مسائل میرے پاس تقریباً چار ہزار ہیں آپ نے فرمایا جس وقت میں مشغول ہوا کروں مجھ سے ان مسائل کو نہ پوچھا کرو بلکہ ایسے وقت پوچھا کرو جب میں فارغ ہوا کروں چنانچہ میں آپ کی فراغت کا منتظر رہتا اور میں نے فرصت کے اوقات میں آپ سے سب مسائل پوچھ لئے مسائل کے تمام ہونے پر آپ نے مجھ سے کہا اے ابو مطیع مجھے ان مسائل کا حسن ان کی دقت اور جودت پسند آئی اور ایسے مسائل کو وہی شخص جمع کر سکتا ہے جو صاحب استعداد ہو۔

(مناقب موفق، جلد 1 ص 141)

امام الائمہ کی کہانی حضرات ائمہ کی زبانی:

زائدہ نے کہا میں نے سفیان کے نیچے ایک کتاب رکھی دیکھی جس کو وہ دیکھا کرتے تھے۔ میں نے ان سے اس کتاب کے دیکھنے کی اجازت لی۔ انہوں نے یہ کتاب مجھے دی وہ کتاب امام صاحب کی ''کتاب الرہن'' تھی میں نے ان سے کہا آپ ان کی کتابیں دیکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا میری خواہش ہے کہ ان کی سب کتابیں میرے پاس جمع ہوں علم کے بیان کرنے میں ان سے کوئی بات رہی نہیں لیکن ہم ان سے انصاف نہیں کرتے۔ (سوانح بے بہا، ص 178)

سفیان بن عیینہ نے کہا میں سعید بن ● عروبہ کے پاس گیا۔ انہوں نے مجھ سے کہا اے ابو محمد میں نے ان ہدایا کا مثل نہیں دیکھا جو تمہارے شہر سے ابو حنیفہ کے پاس سے ہمارے پاس آتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کا قبول مومنین پر کھول دیا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس آدمی یعنی امام ابو حنیفہ پر فقہ کے اسرار کھول دیئے ہیں گویا کہ ان کی تخلیق ہی اس کام کے لئے تھی۔

(سوانح بے بہا، ص 181)

سعید بن منصور نے کہا میں نے فضیل بن عیاض سے سنا انہوں نے کہا ابو حنیفہ ایک فقیہ شخص تھے اور فقہ سے معروف تھے ان کی پرہیزگاری معروف تھی ان کے مال میں فراخی تھی جو لوگ ان کے پاس آتے تھے ان کے ساتھ بھلائی کرتے تھے اور یہ بات معروف تھی کہ علم سکھانے میں رات دن مصروف رہتے تھے۔ ان کی رات عبادت میں گزرتی تھی خاموش زیادہ رہتے تھے بات کم کرتے تھے ہاں جب حلال وحرام کا کوئی مسئلہ آجاتا تو اچھی طرح اس کی وضاحت کا حق ادا کرتے سلطان کے مال سے بھاگتے تھے۔ (تاریخ بغداد، ج13، ص340)

اسماعیل بن حماد نے ابوبکر بن عیاش سے روایت کی کہ سفیان ثوری کے بھائی عمر بن سعید کی وفات ہوئی اور ہم تعزیت کے سلسلے میں ان کے پاس گئے۔ مجلس لوگوں سے بھری ہوئی تھی لوگوں میں عبداللہ بن ادریس بھی تھے اسی دوران امام ابوحنیفہ اپنی جماعت کے ساتھ آگئے ان کو دیکھ کر سفیان اپنی جگہ سے سرکے پھر سفیان کھڑے ہو گئے اور ابوحنیفہ سے معانقہ کیا اور ان کو اپنی جگہ بٹھایا اور خود ان کے سامنے بیٹھ گئے۔ ابوبکر کہتے ہیں مجھے سفیان پر غصہ آگیا اور ابن ادریس سے کہا تم پر افسوس ہے کیا تم نہیں دیکھتے ہم بیٹھے رہے یہاں تک کہ لوگ چلے گئے۔ میں نے ابن ادریس سے کہا تم نہ اُٹھو تاکہ ہمیں اس کیفیت کی وجہ معلوم ہو اور میں نے سفیان ثوری کو خطاب کر کے کہا اے ابو عبداللہ میں نے تم سے ایک ایسا فعل دیکھا ہے جس کو میں نے اور میرے ساتھیوں نے ناپسند کیا ہے۔ انہوں نے پوچھا وہ کونسا فعل ہے میں نے کہا تمہارے پاس ابوحنیفہ آئے تم ان کے واسطے کھڑے ہوئے اور تم نے ان کو اپنی جگہ پر بٹھایا اور تم نے ان کی خوب مدارات کی ہمارے ساتھیوں کے نزدیک تمہارا یہ فعل بُرا اور خراب ہے۔ انہوں نے کہا اس میں کیا بُرائی ہے یہ ایسے شخص ہیں کہ علم میں ان کو ایک مقام حاصل

ہے۔ اگر میں ان کے علم کی وجہ سے کھڑا نہ ہوتا تو ان کی کلاں سالی کی وجہ سے کھڑا ہوتا اور اگر ان کی بزرگی کی وجہ سے کھڑا نہ ہوتا تو ان کی فقہ کی وجہ سے کھڑا ہوتا اور اگر فقہ کی وجہ سے کھڑا نہ ہوتا تو ان کے ورع کی وجہ سے کھڑا ہوتا۔ سفیان ثوری نے مجھے حیرت میں ڈال کر لاجواب کر دیا۔ (تاریخ بغداد، جلد 13 ص 341)

امام ابو یوسف نے کہا جب میں نے امام ابوحنیفہ سے کافی علم حاصل کر لیا خیال آیا ابوحنیفہ کے شہر میں قدر نہ ہوگی لہٰذا میں کوفہ کے بعض مضافات کی طرف گیا اور ایک جگہ اترا ایک آدمی میرے پاس آیا اور اس نے مجھ سے کہا اے ابو یوسف ایک شخص دریائے فرات کے کنارے وضو کر رہا ہے۔ اس سے اوپر کی طرف شراب کا ایک بڑا گھڑا ٹوٹ گیا وہ شراب ملا پانی اس پر آیا بتاؤ اس کا وضو ہوا یا نہیں۔ ابو یوسف کہتے ہیں میں کچھ جواب نہ دے سکا اور میں نے غلام سے کہا سامان باندھو ہمارے لئے وہی شہر صلاحیت رکھتا ہے جس میں ابوحنیفہ کا مقام ہو اور جب میں ابوحنیفہ کے پاس پہنچا آپ نے پوچھا کہاں گئے ہوئے تھے۔ میں نے واقعہ بیان کیا آپ ہنسے اور فرمایا تم جواب نہ دے سکے ابو یوسف نے کہا میری سمجھ میں کچھ نہ آیا میں جواب کیا دیتا۔ آپ نے فرمایا اگر شراب کی بو اور اس کے مزے کا اثر پانی میں موجود ہو تو وضو نہیں ہوا ورنہ ہو گیا۔

(مناقب موفق، جلد 1، ص 122)

حسن بن زیاد کہتے ہیں کہ مسعر بن کدام مسجد کے ایک کونے میں نماز پڑھتے تھے اور ایک گوشہ میں امام ابوحنیفہ نماز پڑھتے تھے اور ان کے اصحاب صبح کی نماز کے بعد اپنی ضروریات کے سلسلے میں چلے جاتے تھے اور پھر ان کی آمد ہوتی تھی اور امام ابوحنیفہ ان کے پڑھانے کو بیٹھتے تھے۔ ان میں سے کوئی کچھ دریافت کرتا کوئی مناظرہ کرتا تھا اور ان کی آوازیں بلند ہو جاتی تھیں اور جب ان

کے سامنے کثرت سے دلائل پیش فرماتے وہ سب آوازیں بند ہو جاتیں۔ یہ دیکھ کر مسعر کہتے تھے جس شخص سے اللہ تعالیٰ ان آوازوں کو تسکین دیتا ہے وہ یقیناً اسلام میں بڑی شان والا ہے۔ (مناقب موفق، جلد 2، ص 36)

حضرت عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ میں ملک شام میں اوزاعی سے ملنے گیا اور بیروت میں ان سے ملا انہوں نے مجھ سے کہا اے خراسانی یہ بدعتی کون ہے جو کوفہ میں نکلا ہے اور اس کی کنیت ابوحنیفہ ہے میں اپنے گھر واپس آ گیا اور ابوحنیفہ کی کتابوں میں مصروف ہو گیا میں نے ان میں سے چند عمدہ مسئلے نکالے میں اس کام میں تین دن مصروف رہا اور تیسرے دن اوزاعی کے پاس آیا وہ مسجد کے مؤذن اور امام تھے میرے ہاتھ میں میری تحریر تھی۔ انہوں نے کہا یہ کونسی کتاب ہے میں نے وہ تحریر ان کو دے دی۔ انہوں نے اس میں ایک مسئلہ دیکھا جس پر میں نے لکھا تھا نعمان بن ثابت نے کہا وہ اذان کے بعد کھڑے رہے اور انہوں نے اس تحریر کا ابتدائی حصہ پڑھا پھر اس تحریر کو انہوں نے آستین میں رکھ کر اقامت کہی اور نماز پڑھائی پھر اس تحریر کو نکال کر دیکھا اور کہنے لگے اے خراسانی یہ نعمان بن ثابت کون ہے میں نے کہا ایک شیخ ہیں کہ ان سے عراق میں میری ملاقات ہوئی ہے اوزاعی نے کہا یہ مشائخ میں ہوشیار اور سمجھ دار ہیں جاؤ ان سے اپنے علم میں اضافہ کرو میں نے ان سے کہا یہ وہی ابوحنیفہ ہیں جن سے تم نے مجھے روکا تھا۔

پھر ایک مرتبہ مکہ میں اوزاعی اور امام ابوحنیفہ کی ملاقات ہوئی اور میں نے دیکھا کہ اوزاعی امام صاحب سے ان مسائل کو پوچھ رہے تھے جو میری تحریر میں تھے اور امام صاحب خوب بسط و شرح سے ان کو بیان فرما رہے تھے۔ جب دونوں الگ ہوئے میں اوزاعی سے جا کر ملا اوزاعی نے کہا ابوحنیفہ کو دیکھ کر ان کی

کثرت علم پر اور ان کی عقلندی پر مجھے رشک ہوتا ہے میں ان کے متعلق کھلی غلطی پر تھا اور میں اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔ (سوانح بے بہا، ص233)

امام اعظم کی فقاہت:

امام ابو حنیفہ سے ایک عالم نے پوچھا کہ آپ کبھی اپنے اجتہاد پر پشیمان بھی ہوئے ہیں فرمایا کہ ہاں ایک دفعہ جب کہ لوگوں نے مجھ سے پوچھا کہ ایک حاملہ عورت مر گئی ہے اور اس کے پیٹ میں ایک بچہ حرکت کر رہا ہے۔ کیا کیا جائے تو میں نے ان کو کہا کہ عورت کا پیٹ چاک کر کے بچہ نکال لو پھر میں نے افسوس کیا کہ میں نے مردہ کو ایسی تکلیف دینے کا کیوں حکم دیا اور میں نہیں جانتا کہ وہ بچہ زندہ باہر نکلا یا مردہ۔ عالم مذکور نے کہا اے امام یہ جگہ افسوس کی نہیں ہے بلکہ فضل خدا آپ کے شامل حال ہے کہ وہ بچہ میں ہی ہوں اور آپ کے اجتہاد کی برکت سے زندہ رہ کہ اس مرتبہ کو پہنچا ہوں۔

(نور الحبیب، مئی 1998ء، ص60)

ایک مرتبہ امام اعظم مدینہ طیبہ میں امام مالک کے درس میں تشریف لے گئے مگر امام مالک نے ان کو پہچانا نہیں۔ امام مالک نے اپنے اصحاب کے سامنے ایک مسئلہ پیش کیا جس کا جواب امام اعظم نے بڑی متانت اور سنجیدگی سے دیا۔ امام مالک نے آنکھ اٹھا کر دیکھا اور فرمایا یہ شخص کہاں سے آیا امام صاحب نے فرمایا عراق سے امام مالک نے فرمایا نفاق اور شقاق کے شہر والوں میں سے امام اعظم نے فرمایا کیا مجھے اجازت ہے کہ قرآن مجید میں سے کچھ پڑھوں فرمایا ہاں۔ آپ نے فرمایا۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْعِرَاقِ مَرَدُوْا عَلَى

النِفَاقِ O

آپ نے دانستہ طور پر اہل المدینۃ کی جگہ اہل العراق پڑھا اور اس سے آپ کی غرض یہ تھی کہ امام مالک پر الزام قائم کیا جائے اس پر امام مالک نے فرمایا قرآن میں تو یوں نہیں ہے۔ آپ نے پوچھا قرآن میں آیت کیسے ہے امام مالک نے فرمایا۔ اہل المدینۃ ہے۔ امام اعظم نے فرمایا خدا کا شکر ہے کہ اس نے آپ کے نفس پر خود ہی اس بات کا حکم فرما دیا جس کی نسبت میری طرف کی گئی تھی۔ آپ یہ کہہ کر اس مجلس سے فوراً نکل گئے جب امام مالک کو معلوم ہوا کہ وہ امام ابوحنیفہ ہیں تو آپ نے ان کی بہت عزت کی۔

(خیر المونس، جلد 2، ص 137)

ایک مرتبہ امام اعظم کے حلقہ درس میں ایک عورت آئی اور ایک سیب آپ کی طرف پھینکا جو آدھا سرخ اور آدھا زرد تھا۔ امام صاحب نے سیب کے درمیان سے دو ٹکڑے کر کے عورت کو واپس کر دیا وہ عورت اپنے مسئلے کا جواب پا کر چلی گئی۔ لوگوں نے اس معمہ کا مطلب پوچھا۔ آپ نے فرمایا وہ عورت حائضہ ہے جسے سرخ اور زرد رنگ کا خون آ رہا ہے مجھ سے اپنے غسل کا وقت پوچھتی تھی اس لئے میں نے سیب کاٹ کر جواب دے دیا ہے کہ جب تک اس طرح کا سفید پانی نہ آئے گا پاک نہ ہوگی۔ (خیر المونس، جلد 2 ص 446)

اگر کسی کی چار سے زیادہ بیویاں ہوں تو امام صاحب فرماتے ہیں کہ اس کا پہلی چار بیویوں سے نکاح صحیح ہے اور ان کے بعد جن عورتوں سے نکاح کیا ہے وہ باطل ہے لیکن امام ترمذی کی روایت کے مطابق غیلان بن سلمہ ثقفی جب مسلمان ہوئے تو ان کی دس بیویاں تھیں اور وہ سب ان کے ساتھ مسلمان ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا ان میں جن چار کو چاہو

اختیار کر لو چنانچہ کہا جاتا ہے کہ امام صاحب کا مسلک حدیث کے خلاف ہے۔ امام صاحب کی اس حدیث کو قبول نہ کرنے کی وجہ یہ ہے یہ روایت قرآن کریم کے خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ O

ترجمہ: پس تم اپنی پسند کی عورتوں سے شادی کرو دو سے تین سے اور چار سے۔

پس ازروئے قرآن پہلی چار عورتوں سے نکاح جائز ہے اور بعد کی عورتوں سے ناجائز لہٰذا کوئی شخص پانچویں یا چھٹے درجے کی بیوی کو اپنے پاس نہیں رکھ سکتا اور حدیث شریف اس آیت کے نزول سے پہلے زمانہ پر محمول ہے یا یہ اس شخص کی خصوصیت ہے یا پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے خصوصی اختیا سے غیلان بن سلمہ کو اس عام حکم سے مستثنیٰ کر دیا۔ (تذکرۃ المحدثین، ص93)

حضرت امام محمد بن ادریس شافعی کا علم:

ایک شخص حضرت امام محمد بن ادریس شافعی کی خدمت میں حاضر ہوا اور سلام کر کے آپ کے پاس بیٹھ گیا اور پھر سوال کیا کہ بتلائیے خدا کے دین میں حجت اور دلیل کیا چیز ہے۔ امام شافعی نے فرمایا اللہ کی کتاب اس نے پوچھا اس کے علاوہ کیا چیز ہے آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے رسول کی سنت اور حدیث اس نے پھر پوچھا اس کے علاوہ اور بھی کوئی چیز ہے۔ آپ نے فرمایا امت کا کسی چیز پر اجماع اس سائل نے پھر سوال کیا کیا آپ کتاب اللہ سے اجماع امت کے حجت ہونے کی کوئی دلیل پیش کر سکتے ہیں۔ اس پر امام شافعی ذرا خاموش ہو کر سوچنے لگے سائل نے کہا میں اس وقت جا رہا ہوں آپ خوب سوچ لیں میں تین دن کے بعد آؤں گا۔ آپ اس وقت مجھے بتلا دیجئے گا ورنہ آپ اس قول سے

رجوع کر لیجئے گا۔ سائل تو یہ کہہ کر چلا گیا امام شافعی گھر جا کر پورے تدبر کے ساتھ قرآن کی تلاوت میں مشغول ہو گئے اور اس طرح آپ نے نو مرتبہ قرآن اول تا آخر ختم کر لیا تیسرے دن وہ سائل آ گیا اور کہنے لگا امید ہے کہ آپ نے قرآن سے اجماع امت کی دلیل تلاش کر لی ہو گی۔ آپ نے فرمایا ہاں ملاحظہ فرمایئے خدا فرماتا ہے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا۝

ترجمہ: اور جو کوئی رسول کی مخالفت کرے جبکہ اس پر سیدھی راہ کھل چکی اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کرے تو ہم اس کے حوالے کر دیں گے وہی راستہ جو اس نے اختیار کیا اور ہم اس کو ڈال دیں گے دوزخ میں جو بہت بُری جگہ ہے۔

دیکھیے وہ آگ میں اس لئے داخل ہو گا کہ اس نے ایک فرض کو چھوڑ دیا اور اجماع امت کے خلاف کیا۔ سائل نے کہا بے شک آپ نے سچ فرمایا اور بعد ازاں وہ رخصت ہو گیا۔ (مفتاح الجنۃ، ص28)

ایک مرتبہ چند دہریے حضرت امام شافعی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے خدا کی ہستی کی دلیل طلب کی آپ اس وقت توت کے درخت کے نیچے طلباء کو درس دے رہے تھے۔ توت کے ایک پتے کو لے کر آپ نے فرمایا یہ حقیر سا پتہ خدا کی ہستی پر ایک زبردست اور بین دلیل ہے۔ انہوں نے عرض کی یہ کیسے آپ نے جواب دیا کہ سارے پتوں کا رنگ بو مزہ اور طبیعت یکساں ہوتی ہے لیکن اس کے باوجود جب اسے ریشم کا کیڑا کھاتا ہے تو اس سے ریشم بنتا ہے۔ جب شہد کی مکھی کھاتی ہے تو اس سے شہد تیار ہوتا ہے۔ جب اسے بکری کھاتی ہے

تو مینگنیاں بن جاتی ہیں اور جب اسے ہرن کھاتا ہے تو اس کے نافے سے مشک پیدا ہوتا ہے۔ اب تم ہی بتاؤ کہ باوجود طبیعت واحدہ کے یہ اختلاف کیسے پیدا ہو گئے۔ معلوم ہوا کہ ان کے پیچھے ایک اور قوت قاہرہ کام کر رہی ہے۔ اسی قوت کے مالک کو ہم خدا کہتے ہیں۔ اس کلمہ حق نے ان کے قلوب میں انقلاب پیدا کر دیا اور وہ سب کے سب آپ کے دست حق پرست پر دولت ایمان سے مشرف ہو گئے۔ (تفسیر ابن کثیر)

امام شافعی رمضان المبارک میں ساٹھ مرتبہ قرآن حکیم ختم کیا کرتے تھے۔ آپ نے حضرت امام مالک کی تحریر کردہ کتاب مؤطا مکمل حفظ کی تھی۔ آپ نے بیس سال کی عمر میں فتویٰ نویسی شروع کر دی تھی۔ آپ نے امام محمد بن حسن سے ایک اونٹ کے بوجھ کے برابر علم لکھا فرط ذکاء اور قوت حافظہ کے لئے آپ لوبان استعمال کیا کرتے تھے۔ آپ حدیث کے حافظ اور اس کی علل کو خوب جانتے تھے۔ آپ صرف وہی حدیث قبول فرماتے جو صحیح ہوتی۔ آپ نے فن تجوید میں بھی کمال حاصل کیا۔ (تذکرۃ الحفاظ، جلد 1، ص 277)

ایک دفعہ ہارون الرشید نے اپنی بیوی سے مباحثہ کیا دوران گفتگو زبیدہ نے ہارون الرشید سے کہا کہ تُو تو دوزخی ہے ہارون نے کہا اگر میں دوزخی ہوں تو تجھے طلاق غرض دونوں جدا ہو گئے چونکہ خلیفہ کو زبیدہ سے بہت محبت تھی اور زبیدہ بھی خلیفہ کو بہت محبوب رکھتی تھی۔ اس لئے دونوں بیقرار ہوئے۔ تمام علمائے کرام کو جمع کر کے ان سے فتویٰ طلب کیا مگر سب چپ رہے اور کہنے لگے سوائے خداوند کریم کے کوئی نہیں جانتا کہ خلیفہ دوزخی ہے یا جنتی ہے اس وقت امام شافعی اس مجلس میں موجود تھے اور عمر اس وقت تقریباً گیارہ سال کی تھی۔ آپ نے اس مجلس میں کھڑے ہو کر کہا کہ اس مسئلے کا جواب میں دیتا ہوں۔ سب لوگ حیران

رہ گئے کہ ایک بچہ کیا جواب دے سکتا ہے تب ہارون الرشید نے آپ کو نزدیک بلا کر پوچھا تو آپ نے کہا چونکہ آپ سائل ہیں اس لئے تخت سے نیچے اُتر جائیں اور مجھ کو تخت پر جگہ دیں تب میں جواب دوں گا خلیفہ نے ایسا ہی کیا جب آپ تخت پر بیٹھ گئے تو فرمایا تمہارے سوال کا جواب بعد میں دوں گا پہلے تم میری بات کا جواب دو پوچھا کیا سوال ہے فرمایا کیا کبھی گناہ کر سکنے کی ہمت ہوتے ہوئے تم نے خوف خدا سے اس گناہ کو ترک کیا۔ ہارون نے کہا ہاں تب آپ نے فرمایا کہ میں حکم دیتا ہوں کہ تم بہشتی ہو تمام علماء نے یہ سن کر کہا کس طرح اور کس حکم سے آپ نے فرمایا قرآن کہتا ہے۔

وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى۝

ترجمہ: جو خدا کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا اور اپنے آپ کو نفسانی خواہش سے بچایا اس کا ٹھکانا جنت ہے۔

یہ سن کر علماء نے آفرین کہا اور کہنے لگے جب بچپن میں یہ حال ہے تو جوانی میں کیا ہوگا۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص149)

ذیل میں امام شافعی کا ایک سفرنامہ پیش کیا جاتا ہے جس میں آپ کا علم اور قوت حافظہ بیان کی گئی ہے۔

امام شافعی کا سفرنامہ

امام شافعی کا یہ سفرنامہ ان کے مشہور شاگرد ربیع بن سلیمان نے روایت کیا ہے اور یہاں ابن حجہ کی کتاب ثمرات الاوراق طبع مصر سے ترجمہ کیا گیا ہے۔

امام شافعی نے فرمایا مکہ سے جب میں روانہ ہوا تو میری عمر چودہ برس کی

تھی۔ منہ پر ابھی سبزہ نمودار نہیں ہوا تھا دو یمنی چادریں میرے جسم پر تھیں۔ ذی طویٰ پہنچا تو ایک پڑاؤ دکھائی دیا۔ میں نے صاحب سلامت کی۔ ایک بڑے میاں میری طرف بڑھے اور لجاجت سے کہنے لگے تمہیں خدا کا واسطہ ہمارے کھانے میں ضرور شریک ہو۔ مجھے معلوم نہ تھا کہ کھانا نکل چکا ہے۔ بڑی بے تکلفی سے میں نے دعوت قبول کر لی۔ وہ لوگ پانچوں انگلیوں سے کھاتے تھے۔ میں نے بھی ان کی ریس کی تا کہ میرے کھانے سے انہیں گھن نہ آئے۔ کھانے کے بعد پانی پیا اور شکر خداوندی کے ساتھ اپنے بوڑھے میزبان کا بھی شکریہ ادا کیا۔

اب بڑے میاں نے سوال کیا تم مکی ہو؟ میں نے جواب دیا جی ہاں مکی ہوں۔ کہنے لگا، قریشی ہو؟ میں نے کہا ہاں قریشی ہوں۔ پھر خود میں نے پوچھا، چچا! یہ آپ نے کیسے جانا کہ میں مکی؟ قریشی ہوں؟ بوڑھے نے جواب دیا ''شہری ہونا تو تمہارے لباس ہی سے ظاہر ہے اور قریشی ہونا تمہارے کھانے سے معلوم ہو گیا۔ جو شخص دوسروں کا کھانا بے تکلفی سے کھا لیتا ہے، یہ بھی چاہتا ہے کہ لوگ اس کا کھانا بھی دل کھول کے کھائیں اور یہ خصلت صرف قریش کی ہے''۔

میں نے پوچھا آپ کہاں کے رہنے والے ہیں؟ بوڑھے نے جواب دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شہر یثرب میرا وطن ہے۔ میں نے پوچھا مدینے میں کتاب اللہ کا عالم اور سنتِ رسول اللہ سے فتویٰ دینے والا مفتی کون ہے؟ بوڑھے نے جواب دیا، بنی اصبح کا سردار مالک بن انس (امام مالک رحمتہ اللہ علیہ)

میں نے کہا، آہ خدا ہی جانتا ہے امام مالک سے ملنے کا مجھے کتنا شوق ہے، بوڑھے نے جواب دیا خوش ہو جاؤ۔ خدا نے تمہارا شوق پورا کر دیا اس بھورے اونٹ کو دیکھو یہ ہمارا سب سے اچھا اونٹ ہے اسی پر تم سوار ہو گے۔ ہم

اب جا ہی رہے ہیں۔ رستے بھر تمہاری ہر طرح خاطر کریں گے کوئی تکلیف ہونے نہ دیں گے اور مدینے میں مالک بن انس کے پاس تمہیں پہنچا دیں گے۔

جلد اونٹ قطار میں کھڑے کر دیئے گئے مجھے اسی بھورے اونٹ پر بٹھایا گیا اور قافلہ چل پڑا۔ میں نے تلاوت شروع کر دی۔ مکہ سے مدینے تک سولہ ختم ہو گئے۔ ایک ختم دن میں کر لیتا تھا دوسرا رات میں۔

امام مالک سے ملاقات:

آٹھویں دن نماز عصر کے بعد مدینے میں ہمارا داخلہ ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں نماز پڑھی۔ پھر قبر شریف کے قریب حاضر ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا۔ یہیں امام مالک دکھائی دیے۔ ایک چادر کی تہ بند باندھے تھے۔ دوسری چادر اوڑھے تھے اور بلند آواز سے حدیث روایت کر رہے تھے۔ مجھ سے نافع نے ابن عمر کے واسطے سے اس قبر کے مکین سے روایت کیا ہے۔ یہ کہہ کر انہوں نے زور سے اپنا ہاتھ پھیلا دیا اور قبر شریف کی طرف اشارہ کیا۔

یہ نظارہ دیکھ کر امام مالک بن انس کی ہیبت مجھ پر چھا گئی اور جہاں جگہ ملی، میں وہیں بیٹھ گیا۔ امام مالک حدیث روایت کرنے لگے۔ میں نے جلدی سے زمین پر پڑا ہوا ایک تنکا اٹھا لیا مالک جب کوئی حدیث سناتے تو میں اسی تنکے کو اپنے لعاب دہن سے تر کر کے اپنی ہتھیلی پر لکھ لیتا۔ امام مالک میری یہ حرکت دیکھ رہے تھے مگر مجھے خبر نہ تھی۔ آخر مجلس ختم ہو گئی اور امام مالک دیکھنے لگے کہ سب کی طرح میں بھی اٹھ جاتا ہوں یا نہیں میں بیٹھا ہی رہا تو امام مالک نے اشارے سے مجھے بلایا۔

میں قریب پہنچا تو کچھ دیر بڑے غور سے مجھے دیکھتے رہے پھر فرمایا ''تم حرم کے رہنے والے ہو''؟ میں نے عرض کیا جی ہاں حرم ہی کا باشندہ ہوں۔ پوچھا ''مکی ہو''میں نے کہا جی ہاں کہنے لگے ''قرشی ہو؟'' میں نے کہا ''جی ہاں'' فرمانے لگے سب اوصاف پورے ہیں مگر تم میں ایک بے ادبی بھی ہے میں نے عرض کیا آپ نے میری کون سی بے ادبی دیکھی ہے؟ کہنے لگے میں رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلمات طیبات سنا رہا تھا اور تم تنکا لئے اپنے ہاتھ پر کھیل رہے تھے''۔ میں نے جواب دیا، کاغذ پاس نہیں تھا، اس لئے آپ سے جو کچھ سنتا تھا، اسے لکھتا جاتا تھا۔ اس پر امام مالک نے میرا ہاتھ کھینچ کر دیکھا اور فرمایا ہاتھ پر تو کچھ بھی لکھا نہیں ہے'' میں نے عرض کیا، ہاتھ پر لعاب باقی نہیں رہتا، لیکن آپ نے جتنی حدیثیں سنائی ہیں مجھے سب یاد ہو چکی ہیں۔ امام مالک کو تعجب ہوا کہنے لگے ''سب نہیں ایک ہی حدیث سنا دو''۔ اور مالک ہی کی طرح میں نے بھی ہاتھ پھیلا کر قبر شریف کی طرف اشارہ کیا۔ پھر وہ پوری پچیس حدیثیں سنا دیں، جو انہوں نے اپنے بیٹھنے کے وقت سے مجلس کے خاتمے تک سنائی تھیں۔

امام مالک کے گھر میں:

اب سورج ڈوب چکا تھا۔ امام مالک نے نماز پڑھی پھر میری طرف اشارہ کر کے غلام سے کہا ''اپنے آقا کا ہاتھ تھام'' اور مجھ سے فرمایا ''اٹھو، غلام کے ساتھ میرے گھر جاؤ''۔ میں نے ذرا انکار نہ کیا اور اُٹھ کھڑا ہوا۔ امام مالک جو مہربانی مجھ سے کرنا چاہتے تھے میں نے بخوشی قبول کر لی۔ جب گھر پہنچا، تو غلام ایک کوٹھڑی میں مجھے لے گیا اور کہنے لگا، گھر میں قبلے کا رُخ یہ ہے پانی کا لوٹا بھی یہ رکھا ہے اور بیت الخلا ادھر ہے۔

تھوڑی دیر بعد خود امام مالک آ گئے۔ غلام بھی ساتھ تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک خوان تھا۔ مالک نے خوان لے کر فرش پر رکھ دیا۔ پھر مجھے سلام کیا اور غلام سے کہا ہاتھ دھلا۔ غلام برتن لئے میری طرف بڑھا مگر مالک نے ٹوکا'' جانتا نہیں، کھانے سے پہلے میزبان کو ہاتھ دھونا چاہیے اور کھانے کے بعد مہمان کو''۔ مجھے یہ بات پسند آئی اور اس کی وجہ دریافت کی امام مالک نے جواب دیا ''میزبان کھانے پر مہمان کو بلاتا ہے، اس لئے پہلے ہاتھ بھی میزبان ہی کو دھونا چاہیے، اور کھانے کے بعد آخر میں اس لئے ہاتھ دھوتا ہے کہ شاید اور کوئی مہمان آجائے، تو کھانے میں میزبان اس کا بھی ساتھ دے سکے''۔

اب امام مالک نے خوان کھولا اس میں دو برتن تھے، ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں کھجوریں۔ مالک نے بسم اللہ کہی۔ میں نے بھی بسم اللہ کہی اور ہم نے کھانا ٹھکانے لگا دیا۔ مگر مالک بھی جانتے تھے کہ کھانا کافی نہیں ہے کہنے لگے ''ابوعبداللہ، ایک مفلس قلاش فقیر، دوسرے فقیر کے لئے جو کچھ پیش کر سکتا تھا، یہی تھا''۔ میں نے عرض کیا وہ معذرت کیوں کرے، جس نے احسان کیا ہے؟ معذرت کی تو قصور وار کو ضرورت ہوتی ہے''۔

امام مالک کا اخلاق:

کھانے کے بعد امام مالک مکہ والوں کے حالات پوچھتے رہے اور جب رات زیادہ ہو گئی تو اُٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا ''مسافر کو لیٹ لوٹ کر تھکن کم کرنا چاہیے اب تم آرام کرو''۔ میں تھکا ہوا تو تھا ہی، لیٹتے ہی بے خبر سو گیا۔ پچھلے پہر کو کوٹھری پر دستک پڑی اور آواز آئی ''خدا کی رحمت ہو تم پر نماز'' میں اُٹھ بیٹھا۔ کیا دیکھتا ہوں خود امام مالک ہاتھ میں لوٹا لئے کھڑے ہیں، مجھے بڑی شرمندگی ہوئی

مگر وہ کہنے لگے ''ابو عبداللہ، کچھ خیال نہ کرو۔ مہمان کی خدمت فرض ہے''۔

میں نماز کے لئے تیار ہو گیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مسجد میں امام مالک کے ساتھ فجر کی نماز ادا کی۔ اندھیرا بہت تھا کوئی کسی کو پہچان نہیں سکتا تھا سب اپنی اپنی جگہ بیٹھ کے تسبیح و ذکر الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ یہاں تک کہ پہاڑیوں پر دھوپ نمودار ہو گئی۔ امام مالک جس جگہ کل بیٹھے تھے اسی جگہ آج بھی جا بیٹھے اور اپنی کتاب، مؤطا میرے ہاتھ میں دے دی۔ میں نے کتاب سنانا شروع کی اور لوگ لکھنے لگے۔

میں مالک رضی اللہ عنہ کے گھر آٹھ مہینے رہا۔ پوری مؤطا مجھے حفظ ہو گئی۔ مجھ میں اور امام مالک میں اس قدر محبت اور بے تکلفی ہو گئی تھی کہ اَن جان دیکھ کر کہہ نہیں سکتا تھا مہمان کون ہے اور میزبان کون۔

عراق کا قافلہ:

حج کے بعد زیارت کرنے اور مؤطا سننے کے لئے مصر کے لوگ مدینے آئے اور امام مالک کی خدمت میں پہونچے۔ میں نے مصریوں کو پوری مؤطا زبانی ہی سنا دی۔

اس کے بعد عراق والے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کو حاضر ہوئے۔ قبر اور منبر کے درمیان مجھے ایک نوجوان دکھائی دیا۔ خوبصورت تھا، صاف ستھرے کپڑے پہنے تھا اس کی نماز بھی اچھی تھی۔ قافیہ بتا رہا تھا کہ بھلا آدمی ہے اور بھلائی کی امید اس سے باندھی جا سکتی ہے میں نے نام پوچھا بتا دیا میں نے وطن پوچھا۔ کہنے لگا عراق۔ میں نے سوال کیا کون سا عراق؟ اس نے جواب دیا، کوفہ میں نے کہا، کوفے میں کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا

عالم اور مفتی کون ہے؟ کہنے لگا ابو یوسف اور محمد بن حسن، جو امام ابو حنیفہ کے شاگرد ہیں۔ میں نے پوچھا، عراق کو تمہاری واپسی کب ہو گی؟ اس نے جواب دیا، کل صبح تڑکے۔

یہ سن کر میں امام مالک کے پاس آیا اور عرض کیا ''مکے سے طلب علم میں نکلا ہوں۔ بڑھیا (والدہ) سے اجازت بھی نہیں لی ہے۔ اب فرمایئے کیا کروں؟ بڑھیا کے پاس لوٹ جاؤں یا علم کی جستجو میں آگے بڑھوں؟''۔

امام مالک نے جواب دیا ''علم کے فائدے کبھی ختم نہیں ہوتے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ طالب علم کے لئے فرشتے اپنے پر پھیلا دیتے ہیں؟''۔

میں نے سفر کا ارادہ پکا کر لیا اور امام مالک نے راستے کے لئے میرے کھانے کا بندوبست کر دیا صبح تڑکے امام مالک مجھے پہنچانے بقیع تک آئے اور زور سے پکارنے لگے کوفے کے لئے کون اپنا اونٹ کرائے پر دیتا ہے؟'' یہ سن کر مجھے بہت تعجب ہوا اور عرض کیا'' یہ کیا کر رہے ہیں آپ نہ میرے پاس کوئی پیسہ ہے نہ خود آپ ہی کی حالت کسی قابل ہے۔ پھر یہ کرائے کا اونٹ کیسا'' امام مالک مسکرائے اور کہنے لگے'' نماز عشاء کے بعد جب تم سے رخصت ہوا تو دروازے پر دستک پڑی۔ میں باہر نکلا تو عبدالرحمان بن قاسم کھڑے تھے۔ ہدیہ لائے تھے منتیں کرنے لگے کہ قبول کرلوں۔ ہاتھ میں ایک تھیلی تھمادی تھیلی میں سو دینار نکلے پچاس تو میں نے اپنے بال بچوں کے لئے رکھ لئے ہیں اور پچاس تمہارے واسطے لے آیا ہوں!'' پھر امام مالک نے چار دینار میں اونٹ طے کر دیا۔ باقی رقم میرے حوالے کی اور مجھے خدا حافظ کہا۔

کوفے میں:

حاجیوں کے اس قافلے کے ساتھ میں روانہ ہو گیا۔ چوبیسویں دن ہم کوفے پہنچے اور عصر کے بعد میں مسجد میں داخل ہوا۔ نماز پڑھی اور بیٹھ گیا اسی دوران میں ایک لڑکا دکھائی دیا۔ نماز پڑھ رہا تھا، مگر اس کی نماز ٹھیک نہ تھی۔ مجھ سے نہ رہا گیا اور نصیحت کرنے اُٹھ کھڑا ہوا۔ میں نے کہا میاں صاحبزادے نماز اچھی طرح پڑھا کرو تا کہ خدا تمہارے اس حسین مکھڑے کو عذاب دوزخ میں مبتلا نہ کرے!''

لڑکے کو میری بات بری لگی۔ کہنے لگا ''معلوم ہوتا ہے تم حجازی ہو یہ سختی و خشکی حجازیوں ہی میں ہوتی ہے۔ عراقیوں جیسی نرمی و شگفتگی بھلا ان میں کہاں میں پندرہ برس سے اسی مسجد میں محمد بن حسن اور ابو یوسف کے سامنے نماز پڑھ رہا ہوں۔ ان اماموں نے تو کبھی ٹوکا نہیں اب آئے ہو تم اعتراض کرنے!'' یہ کہہ کر لڑکے نے اپنی چادر، غصے اور حقارت سے میرے منہ پر جھاڑ دی اینٹھتا بررتا چلا گیا۔

امام محمد اور امام یوسف سے ملاقات:

اتفاق سے مسجد کے دروازے ہی پر لڑکے کو محمد بن حسن اور ابو یوسف مل گئے۔ لڑکا ان سے کہنے لگا ''آپ حضرات نے میری نماز میں کبھی کوئی خرابی دیکھی ہے''۔ انہوں نے جواب دیا ''خدایا، کبھی نہیں!'' لڑکا کہنے لگا، مگر ہماری مسجد میں ایک ایسا شخص بیٹھا ہے جس نے میری نماز پر اعتراض کیا ہے!'' دونوں اماموں نے کہا ''تم اس شخص کے پاس جاؤ اور سوال کرو کہ نماز میں کس طرح داخل ہوتے ہو؟'' لڑکا لوٹ آیا اور مجھ سے کہنے لگا ''اے وہ جس نے میری نماز پر حرف گیری

کی ہے، ذرا یہ تو بتاؤ کہ تو نماز میں کس طرح داخل ہوتا ہے؟'' میں نے جواب دیا
''دو فرض اور ایک سنت کے ساتھ نماز میں داخل ہوتا ہوں'' لڑکا یہ سن کر چلا گیا اور
محمد بن حسن اور ابو یوسف کو میرا جواب پہنچا دیا۔ اس پر وہ سمجھ گئے کہ جواب ایسے
آدمی کا ہے، جس کی علم پر نظر ہے، مگر انہوں نے کہا پھر جا کے پوچھو وہ دونوں
فرض کون ہیں اور سنت کیا ہے؟ لڑکے نے آ کر مجھ سے یہی سوال کیا میں نے
جواب دیا ''پہلا فرض نیت ہے دوسرا فرض، تکبیرۂ احرام ہے اور سنت دونوں
ہاتھوں کا اٹھانا ہے'' لڑکے نے میرا یہ جواب بھی دونوں صاحبوں کو سنا دیا۔

اب وہ مسجد میں داخل ہوئے مجھے غور سے دیکھا اور میرا خیال ہے کہ
حقیر ہی سمجھا وہ ایک طرف بیٹھ گئے اور لڑکے سے کہا ''جاؤ اور اس شخص سے کہو
کہ مشائخ کے روبرو آئے'' پیغام سن کر میں سمجھ گیا کہ علمی مسائل میں میرا امتحان
لیں گے میں نے لڑکے کو جواب دیا'' لوگ، علم کے پاس آتے ہیں اور علم کسی
کے پاس نہیں جاتا پھر یہ بھی معلوم نہیں کہ تمہارے مشائخ سے ملنے کی مجھے
ضرورت بھی کیا ہے''۔

میرا یہ جواب پاتے ہی محمد بن حسن اور ابو یوسف اُٹھ کھڑے ہوئے اور
میری طرف بڑھے جب انہوں نے مجھے سلام کیا تو میں بھی کھڑا ہو گیا اور
بشاشت ظاہر کی وہ بیٹھ گئے۔ میں بھی ان کے سامنے بیٹھ گیا، محمد بن حسن نے گفتگو
شروع کی۔ کہنے لگے ''حرم کے رہنے والے ہو؟'' میں نے جواب دیا، جی ہاں
کہنے لگے ''عرب ہو یا عجم کی اولاد؟'' میں نے کہا، عرب ہوں۔ کہنے لگے'' کون
عرب ہو؟'' میں نے جواب دیا مطلب کی اولاد سے ہوں۔ کہنے لگے مطلب کی
کس اولاد سے؟ میں نے شافع کا نام لیا، تو کہنے لگے'' امام مالک کو تم نے دیکھا
ہے؟'' میں نے کہا، جی ہاں امام مالک ہی کے پاس سے آ رہا ہوں کہنے لگے موَطا

بھی دیکھی ہے؟ میں نے کہا، مؤطا کو حفظ بھی کر چکا ہوں۔

محمد بن حسن کو یہ بات بڑی معلوم ہوئی، یقین نہ آیا۔ اسی وقت لکھنے کا سامان طلب کیا اور ابواب فقہ کا ایک ایک مسئلہ لکھا ہر دو مسئلوں کے درمیان کافی جگہ خالی رکھی اور کاغذ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا ''ان مسائل کا جواب، مؤطا سے لکھ دو'' میں نے کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ اور اجماع امت کے مطابق سب مسئلوں کے جواب لکھے اور کاغذ، محمد بن حسن کے سامنے رکھ دیا۔ انہوں نے بغور میری تحریر پڑھی پھر مڑ کر غلام کو حکم دیا ''اپنے آقا کو گھر لے جا!''۔

امام محمد کے ساتھ:

اس کے بعد محمد بن حسن نے مجھ سے کہا ''غلام کے ساتھ جاؤ''۔ میں ذرا نہ ہچکچایا اور بے تکلف اُٹھ کھڑے ہوا۔ مسجد کے دروازے پر پہنچا، تو غلام نے کہا، مالک کا حکم ہے کہ آپ ان کے گھر سواری پر جائیں۔ میں نے جواب دیا تو سواری حاضر کر لو۔ غلام نے ایک خوب سجا سجایا خچر میرے سامنے کھڑا کر دیا، مگر جب میں سوار ہوا تو تن کے پرانے کپڑے، جنہیں چیتھڑے کہنا چاہیے نگاہوں میں بُری طرح کھٹکے اور اپنی حالت پر افسوس ہوا۔ غلام کوفے کے گلی کوچوں سے ہوتا ہوا محمد بن حسن کے گھر لایا۔ یہاں دروازوں پر، ڈیوڑھیوں پر گنگا جمنی نقش و نگار دیکھے اور اہل حجاز کی قابل رحم مفلسی بے اختیار یاد آ گئی۔ آنکھیں بہ نکلیں اور میں کہہ پڑا وائے حسرت عراق والے تو اپنے گھر سونے چاندی سے آراستہ کریں اور حجاز کی مخلوق گھٹیا گوشت کھائے اور سوکھی گٹھلیاں چوستی رہے''۔

میں رو رہا تھا کہ محمد بن حسن آ گئے۔ کہنے لگے ''بندہ خدا یہ جو کچھ تمہاری آنکھیں دیکھ رہی ہیں، اس سے کوئی بُرا اثر نہ لینا یہ سب حلال کمائی کا ہے اور اس

کی فرض زکاۃ میں کوتاہی کا خدا مجھ سے جواب نہیں طلب کرے گا۔ سالانہ پوری زکاۃ نکالتا ہوں۔ دوست دیکھ کر خوش ہوتے ہیں اور دشمنوں کے سینے پر سانپ لوٹتے ہیں"۔

پھر محمد بن حسن نے ایک ہزار درہم کا قیمتی جوڑا مجھے پہنایا اور اپنے کتب خانے سے امام ابو حنیفہ کی تالیف الکتاب الاوسط نکال لائے میں نے کتاب الٹ پلٹ کے دیکھی اور رات کو اسے یاد کرنا شروع کر دیا۔ صبح ہونے سے پہلے ہی پوری کتاب حفظ تھی، مگر محمد بن حسن کو اس کی ذرا خبر نہ ہوئی۔

محمد بن حسن، کوفے میں سب سے بڑے مفتی تھے۔ ایک دن میں ان کے دائیں طرف بیٹھا تھا کہ ایک مسئلے کا فتویٰ پوچھا گیا۔ انہوں نے بتایا کہ امام ابو حنیفہ نے یہ کہا ہے۔ میں بول اُٹھا آپ سے سہو ہو گیا ہے۔ اس مسئلے میں امام ابو حنیفہ کا قول، وہ نہیں یہ ہے اور امام ابو حنیفہ نے اپنی کتاب میں اس مسئلے کا ذکر، فلاں مسئلے کے نیچے اور فلاں مسئلے کے اوپر کیا ہے!" محمد بن حسن نے فوراً کتاب منگا کر دیکھی تو میری بات بالکل ٹھیک نکلی انہوں نے اسی وقت اپنے جواب سے رجوع کر لیا، لیکن اس واقعہ کے بعد اور کوئی کتاب مجھے نہ دی۔

کچھ دن بعد میں نے سفر کی اجازت چاہی۔ فرمانے لگے میں اپنے کسی مہمان کو جانے کی اجازت نہیں دیتا" پھر کہا "میرے پاس جو مال و دولت موجود ہے اس میں سے آدھا تم لے لو"۔ میں نے جواب دیا "یہ بات میرے مقاصد و ارادے کے خلاف ہے، میری خوشی صرف سفر میں ہے"۔ اس پر انہوں نے اپنے صندوق کی سب نقدی منگائی۔ تین ہزار درہم نکلے۔ سب میرے حوالے کر دیئے اور میں نے بلادِ عراق و فارس کی سیاحت شروع کر دی۔ لوگوں سے ملتا جلتا رہا۔ یہاں تک کہ میری عمر اکیس برس کی ہو گئی۔

ہارون رشید سے ملاقات:

پھر وہاں ہارون الرشید کے زمانے میں عراق آیا۔ بغداد کے پھاٹک میں قدم رکھا ہی تھا کہ ایک شخص نے مجھے روکا اور نرمی سے کہنے لگا، آپ کا نام، میں نے کہا، محمد کہنے لگا، باپ کا نام، میں نے کہا، ادریس شافعی، کہنے لگا آپ مطلبی ہیں؟ میں نے اقرار کیا، تو جیب سے ایک تختی نکالی اور میرا بیان اس میں قلم بند کر کے مجھے چھوڑ دیا۔

میں ایک مسجد میں پہنچا اور سوچنے لگا، اس آدمی نے جو کچھ لکھا ہے، دیکھا چاہیے اس کا انجام کیا ہو؟ آدھی رات کے بعد پولیس نے مسجد پر چھاپا مارا اور ہر ہر آدمی کو روشنی میں دیکھنا شروع کر دیا۔ آخر میری باری آئی اور پولیس نے پکار کر لوگوں سے کہا ڈرنے کی بات نہیں جس آدمی کی تلاش تھی مل گیا ہے؟ پھر مجھ سے کہا ''امیر المومنین کے حضور چلو!''۔

میں نے پس و پیش نہیں کیا۔ فوراً اُٹھ کھڑا ہوا اور جب شاہی محل میں امیر المومنین پر میری نظر پڑی تو صاف مضبوط آواز میں میں نے انہیں سلام کیا۔ امیر المومنین کو میرا انداز پسند آیا۔ سلام کا جواب دیا اور فرمایا تم کہتے ہو کہ ہاشمی ہو؟ میں نے جواب دیا بلکہ آدم علیہ السلام تک پہنچا دیا۔ اس پر امیر المومنین کہنے لگے بے شک یہ فصاحت و بلاغت اولاد مطلب ہی کا حصہ ہے، بتاؤ کیا تم پسند کرو گے کہ مسلمانوں کا قاضی بنا کر تمہیں اپنی سلطنت میں شریک کر لوں اور تم سنتِ رسول اللہ اور اجماع امت کے مطابق اپنا اور میرا حکم چلایا کرو؟ میں نے جواب دیا سلطنت میں شرکت کے ساتھ صبح سے شام تک بھی قاضی بننا مجھے منظور نہیں!'' یہ سن کر امیر المومنین رو پڑے پھر فرمایا ''دنیا کی اور کوئی چیز قبول کرو گے'' میں نے

کہا ''جو کچھ جلد مل جائے، قبول کروں گا'' اس پر خلیفہ نے ایک ہزار درہم کا حکم دیا اور یہ رقم مجھے رخصت ہونے سے پہلے ہی مل بھی گئی۔

واپسی پر خلیفہ کے غلام اور پیش خدمت دوڑ پڑے۔ مجھے گھیر لیا اور کہنے لگے ''اپنے انعام میں سے ہمیں بھی کچھ دیجئے۔ مروت نے اجازت نہ دی کہ خدا کا جو فضل مجھ پر ہوا تھا، اس میں دوسروں کو شریک نہ کروں۔ میں نے رقم کے برابر برابر اتنے ہی حصے کیے، جتنے آدمی تھے۔ سب کو بانٹنے کے بعد مجھے بھی اتنا ہی ملا جتنا ہر ایک کو میں نے دیا تھا۔

کتاب الزعفران کی تالیف:

میں پھر اسی مسجد میں لوٹ آیا، جس میں اترا تھا۔ صبح کو ایک نوجوان نے نماز کی امامت کی۔ اس کی قرأت تو اچھی تھی مگر علم کم تھا۔ نماز میں سہو ہو گیا مگر اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کرے۔ میں نے کہا، بھائی تم نے ہماری اور اپنی، سب کی نماز خراب کر دی۔ نوجوان نے پھر سے نماز پڑھائی۔ اب میں نے اس سے کہا کاغذ اور قلم دوات لے آؤ۔ میں تمہارے لئے باب سہو لکھ دوں گا وہ فوراً سب سامان لے آیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرا ذہن بھی کھول دیا اور میں نے کتاب وسنت اور اجماع امت کے مطابق ایک کتاب لکھ دی۔ کتاب کا نام اسی شخص کے نام پر ''کتاب الزعفران'' رکھا۔ یہ کتاب چالیس جزء میں پوری ہوئی ہے۔

اب مجھے تین برس اور ہو چکے تھے۔ ہارون الرشید نے اصرار کر کے مجھے بحراّن کی زکاۃ کا تحصیل دار بنا دیا تھا۔ اسی اثناء میں حاجی حجاز سے لوٹے میں ان سے امام مالک اور اپنے وطن کے حالات معلوم کرنے چلا۔ ایک نوجوان دکھائی دیا وہ اونٹ پر قبے میں بیٹھا تھا۔ میں نے اشارے سے سلام کیا۔ اس نے شتربان کو

اونٹ روکنے کا حکم دیا اور مجھ سے مخاطب ہوگیا۔ میں نے امام مالک اور حجاز کے بارے میں پوچھ گچھ کی۔ کہنے لگا، سب ٹھیک ہے، میں نے امام مالک کے بارے میں دوبارہ سوال کیا تو کہنے لگا، ”تفصیل کروں یا مختصر جواب دوں؟“ میں نے کہا ”اختصار ہی میں بلاغت ہوتی ہے۔ کہنے لگا ”تو سنو امام مالک تندرست ہیں اور بہت دولت مند ہوگئے ہیں“۔

یہ سن کر مجھے شوق ہوا کہ فقر و فاقے میں تو دیکھ چکا ہوں، اب امام مالک کو مال و دولت میں بھی دیکھنا چاہیے۔ میں نے نوجوان سے کہا ”کیا تمہارے پاس اتنا روپیہ ہے کہ میرے سفر کی ضرورتیں پوری ہو جائیں؟“ اس نے جواب دیا آپ کی جدائی، عراق والوں پر عام طور سے اور مجھ پر خاص طور سے بہت شاق ہوگی، مگر میرے پاس جو کچھ ہے، اسے اپنا ہی سمجھ کے لے لیجئے“۔ میں نے کہا سب مجھے دے دو گے، تو تم خود کس طرح زندگی بسر کرو گے؟ کہنے لگا ”اپنی وجاہت واثر سے“ یہ کہہ کر اس نے مجھے بڑے غور سے دیکھا اور کہا ”سب نہیں لیتے تو جتنا چاہیے لے لیجئے“۔ میں نے ضرورت بھر لے لیا اور علاقہ ربیعہ کی راہ لی۔

حجام کی بدسلوکی:

جمعہ کے دن میں حران پہنچا اور فضیلتِ غسل یاد آگئی۔ حمام گیا، مگر جب پانی انڈیلا تو خیال آیا، سر کے بال چکٹ کر الجھ گئے ہیں۔ حجام کو طلب کیا۔ تھوڑے بال کاٹنے پایا تھا کہ حمام میں شہر کا کوئی امیر آدمی آ گیا اور حجام کو اس کی خدمت کے لئے یاد کیا گیا۔ حجام نے مجھے چھوڑ دیا۔ اور امیر آدمی کے پاس دوڑ گیا۔ پھر جب اس سے چھٹی پائی تو میرے پاس واپس آیا میں نے حجامت درست کرانے سے انکار کر دیا، مگر جب حمام سے جانے لگا تو میرے پاس جو دینار موجود تھے،

ان میں سے اکثر حجام کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا ''یہ لے لو مگر خبردار، کبھی کسی پردیسی کو حقیر نہ سمجھنا''۔ حجام نے بڑی حیرت سے مجھے دیکھا۔ فوراً حمام کے دروازے پر ایک بھیڑ لگ گئی اور لوگ مجھے ملامت کرنے لگے کہ اتنی بڑی رقم حجام کو کیوں دے دی۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ شہر کا ایک اور امیر آدمی حمام سے نکلا۔ اس کے سامنے سواری حاضر کی گئی، مگر بھیڑ کے سامنے میں تقریر کر رہا تھا، اس کے کان میں بھی پڑ گئی۔ سوار ہو چکا تھا لیکن اتر پڑا اور مجھ سے کہنے لگا ''آپ شافعی ہیں''۔ میں نے اقرار کیا تو امیر آدمی نے سواری کی رکاب میرے قریب کر دی اور عاجزی سے کہنے لگا برائے خدا سوار ہو جایئے'' میں سوار ہو گیا۔ غلام سر جھکائے آگے آگے چل رہا تھا یہاں تک کہ امیر کا گھر آ گیا۔

امیر نے دولت پیش کی:

تھوڑی دیر میں خود امیر بھی آ پہنچا اور بڑی بشاشت ظاہر کی پھر دسترخوان بچھ گیا اور ہمارے ہاتھ دھلائے گئے، مگر میں نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا۔ امیر کہنے لگا، کیوں کیا بات ہے؟ میں نے جواب دیا، کھانا مجھ پر حرام ہے، جب تک یہ نہ بتا دو کہ تم نے مجھے پہچانا کیسے؟ امیر نے کہا ''بغداد میں آپ نے جو کتاب لکھ کر سنائی تھی، اس کے سننے والوں میں ایک میں بھی تھا۔ اس طرح آپ میرے استاد ہیں۔ یہ سن کر میں نے کہا ''عالم دانشمندوں کا کبھی نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہے پھر میں نے ایسی خوش دلی سے کھانا کھایا کہ خدا جانتا ہے، اپنے جیسے اہل علم کے ساتھ کھانے ہی میں وہ خوشی نصیب ہو سکتی ہے۔

میں تین دن اس شخص کا مہمان رہا۔ چوتھے دن اس نے کہا ''حران کے

اطراف میں میرے چار گاؤں موجود ہیں اور یہ گاؤں ایسے ہیں کہ پورے علاقے میں ان کی نظیر نہیں خدا کو حاضر و ناظر جان کر کہتا ہوں کہ آپ یہاں رہ جائیں، تو سب گاؤں آپ کی خدمت میں ہدیہ ہیں"۔ میں نے جواب دیا سب گاؤں مجھے دے دو گے، تو خود تمہاری گزر بسر کیسے ہوگی؟ کہنے لگا آپ وہ صندوق دیکھتے ہیں (اور اس نے صندوقوں کی طرف اشارہ کیا) ان میں چالیس ہزار درہم موجود ہیں۔ اس رقم سے میں کوئی تجارت کر لوں گا" میں نے کہا لیکن خود مجھے یہ منظور نہیں۔ میں نے اپنا وطن محض تحصیل علم کے لئے چھوڑا ہے نہ کہ دولت کمانے کے لئے۔ وہ کہنے لگا "یہ تو سچ ہے، مگر مسافر کو روپیہ کی ضرورت ہوتی ہی ہے گاؤں نہ سہی نقد ہی قبول کر لیجئے"۔

اس لیے میں نے چالیس ہزار کی وہ پوری رقم لے لی۔ اُسے خدا حافظ کہا اور حران سے اس حال میں روانہ ہوا کہ آگے پیچھے بوجھ لدے جا رہے تھے۔ راستے میں اصحابِ حدیث ملے ان میں احمد بن حنبل، سفیان بن عینیہ اور اوزاعی بھی تھے۔ میں نے ہر ایک کو اس قدر دیا جتنا اس کے مقدر میں تھا۔

امام مالک کی امارت:

جب میں شہر رملہ پہنچا، تو میرے پاس اس چالیس ہزار میں سے صرف دس دینار باقی تھے۔ میں نے کرائے پر سواری لی اور حجاز کو روانہ ہو گیا۔ منزلوں پر منزلیں طے کرتا ہوا آخر ستائیسویں دن نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شہر (مدینہ) پہونچ گیا۔ نماز عصر کے بعد میرا داخلہ ہوا تھا مسجد میں نماز پڑھی اب کیا دیکھتا ہوں، لوہے کی ایک کرسی، مسجد میں رکھی ہے کرسی پر بیش بہا قباطی مصر کا تکیہ جما ہوا ہے اور تکیے پر لکھا ہے لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔

میں ابھی یہ دیکھ ہی رہا تھا کہ مالک بن انس رضی اللہ عنہ "باب النبی" صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آتے دکھائی دے۔ پوری مسجد عطر سے مہک اُٹھی امام مالک کے ساتھ چار سو یا اس سے بھی زیادہ کا مجمع تھا۔ چار آدمی ان کے پیچھے کے دامن اُٹھائے چل رہے تھے۔ امام مالک اپنی مجلس میں پہونچے تو بیٹھے ہوئے سب آدمی کھڑے ہو گئے۔

امام مالک کرسی پر بیٹھ گئے اور جراحِ عمد کا ایک مسئلہ پیش کیا۔ مجھ سے رہا نہ گیا، اور میں نے قریب کے آدمی کے کان میں کہا، اس مسئلے کا یہ جواب ہے۔ اس شخص نے میرا بتایا ہوا جواب اونچی آواز سے سنا دیا، مگر امام مالک نے اس کی طرف مطلق توجہ نہ کی اور شاگردوں سے جواب کے طالب ہوئے۔ شاگردوں کے سب جواب غلط تھے۔ امام مالک نے کہا، تم غلطی پر ہو۔ پہلے ہی آدمی کا جواب صحیح ہے، یہ سن کر وہ جاہل بہت خوش ہوا۔ امام مالک نے دوسرا مسئلہ پیش کیا۔ جاہل میری طرف دیکھنے لگا۔ میں نے پھر جواب بتا دیا۔ اس دفعہ بھی امام مالک کے شاگرد صحیح جواب نہ دے سکے اور اس جاہل کی زبانی میرا ہی جواب ٹھیک نکلا۔

تب تیسرے مسئلے پر بھی یہی صورت پیش آئی، تو امام مالک اس جاہل کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا یہاں آؤ۔ وہ جگہ تمہاری نہیں ہے" آدمی، امام مالک کے پاس پہنچا تو انہوں نے سوال کیا "تم نے مؤطا پڑھی ہے" جاہل نے جواب دیا "نہیں" امام مالک نے پوچھا "ابن جریج کے علم پر تمہاری نظر ہے"۔ اس نے پھر کہا نہیں۔ امام مالک نے پوچھا "جعفر بن محمد صادق سے ملے ہو کہنے لگا نہیں اب تو امام مالک کو تعجب ہوا کہنے لگے۔ پھر یہ علم تمہیں کہاں سے ملا۔ جاہل نے جواب دیا میری بغل میں ایک نوجوان بیٹھا تھا اور وہی مجھے ہر مسئلے کا جواب بتا

رہا تھا۔

اب تو امام مالک نے میری طرف گردن پھیری دوسروں کی گردنیں بھی اُٹھ گئیں اور امام مالک نے اس جاہل سے کہا جاؤ اور نوجوان کو میرے پاس بھیج دو۔ میں امام مالک کے پاس پہنچا اور اسی جگہ بیٹھ گیا جہاں سے جاہل اُٹھا تھا۔ وہ بڑے غور سے مجھے دیکھتے رہے پھر فرمایا ''شافعی ہو'' میں نے عرض کیا جی ہاں شافعی ہوں۔ امام مالک نے مجھے گھسیٹ کر سینے سے لگا لیا پھر کرسی سے اُتر پڑے اور کہا ''علم کا جو باب ہم شروع کر چکے ہیں تم اسے پورا کرو''۔ میں نے حکم کی تعمیل کی اور جراح عمد کے چار سو مسئلے پیش کیے مگر کوئی آدمی بھی جواب نہ دے سکا۔

امام مالک کی سیر چشمی:

اب سورج ڈوب چکا تھا۔ ہم نے مغرب کی نماز پڑھی اور امام مالک نے میری پیٹھ ٹھونکی۔ پھر اپنے گھر لے گئے۔ پرانے کھنڈر کی جگہ اب نئی عمارت کھڑی تھی۔ میں بے اختیار رونے لگا یہ دیکھ کر امام مالک نے کہا ''ابو عبداللہ تم روتے کیوں ہو؟ شاید سمجھ رہے ہو کہ میں نے دنیا کے چلتے آخرت تج دی ہے!'' میں نے جواب دیا۔ ''جی ہاں یہی اندیشہ دل میں پیدا ہوا تھا'' کہنے لگے تمہارا دل مطمئن رہے، تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں! یہ کچھ دیکھ رہے ہو، ہدیہ ہے خراسان سے مصر سے، دنیا کے دور دور گوشوں سے ہدیوں پر ہدیے چلے آرہے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدیہ قبول فرما لیتے تھے اور صدقہ رد کر دیتے تھے۔ میرے پاس اس وقت خراسان اور مصر کے اعلیٰ سے اعلیٰ کپڑوں کے تین سو خلعت موجود ہیں۔ غلام بھی اتنے ہی ہیں اور معاملہ ابھی ختم نہیں ہوا ہے۔ اب یہ سب میری

طرف سے تمہارے لئے ہدیہ ہے۔ صندوقوں میں پانچ ہزار دینار رکھے ہیں اس کی سالانہ زکوٰۃ نکالتا ہوں۔ اس میں سے بھی آدھی رقم تمہاری ہے''۔

میں نے کہا ''دیکھئے آپ کے بھی وارث موجود ہیں اور میرے بھی وارث زندہ ہیں۔ آپ نے جو کچھ دینے کا وعدہ کیا ہے اس کی تحریر ہو جانا چاہیے۔ تحریر سے میری ملکیت مسلم ہو جائے گی اگر میں مر گیا تو اس سب کو آپ کے وارث نہ لے سکیں گے بلکہ میرے وارثوں کو مل جائے گا۔ اسی طرح خدانخواستہ آپ کی وفات ہوگئی، تو بھی یہ آپ کے وارثوں کا نہیں میرا ہو جائے گا''۔

یہ سن کر امام مالک مسکرائے اور فرمایا یہاں بھی علم ہی سے کام لیتے ہو؟ میں نے جواب دیا علم کے استعمال کا اس سے بہتر موقعہ اور کون ہو سکتا ہے۔ امام مالک نے رات ہی میں تحریر مکمل کر دی۔

امام مالک کا تقویٰ:

صبح میں نے نماز جماعت سے پڑھی اور مسجد سے ہم اس حال سے گھر لوٹے کہ میرا ہاتھ امام مالک کے ہاتھ میں تھا اور امام مالک کا ہاتھ میرے ہاتھ میں تھا دروازے پر کیا دیکھتا ہوں کہ خراسانی گھوڑے اور مصری خچر کھڑے ہیں گھوڑوں کی کونچیں، کیا بتاؤں کیسی حسین تھیں میرے منہ سے نکل گیا اے خوبصورت پاؤں تو میں نے کبھی دیکھے نہیں۔ امام مالک نے فوراً جواب دیا یہ سب سواریاں بھی تمہارے لئے ہدیہ ہیں۔ میں نے عرض کیا کم سے کم ایک جانور تو اپنے لئے رہنے دیجئے۔ اس پر مالک نے جواب دیا۔ مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ اس زمین کو میری سواری اپنی ٹاپوں سے روندے، جس کے نیچے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما رہے ہیں۔

یہ سن کر مجھے یقین ہو گیا کہ دولت کی اس بہتات میں بھی امام مالک کا تقویٰ بدستور باقی ہے!

وطن کو واپسی:

تین دم امام مالک کے گھر میں قیام رہا۔ پھر میں مکہ کو روانہ ہو گیا، مگر اس حال سے کہ خدا کی بخشی ہوئی خیر و برکت اور مال و متاع کے بوجھ آگے آگے جا رہے تھے میں نے ایک آدمی پہلے سے مکے بھیج دیا تھا کہ واپسی کی خبر پہنچا دے، اسی لئے جب حدود حرم پر پہنچا تو بڑھیا کچھ عورتوں کے ساتھ دکھائی دیں۔ بڑھیا نے مجھے گلے لگایا۔ پھر ایک اور بڑھیا نے یہی کیا میں اس بی بی سے مانوس تھا اور اسے خالہ کہا کرتا تھا۔ بڑھیا نے مجھے چمٹاتے ہوئے یہ شعر پڑھا۔

مَاأُمُّكَ اِجْتَاحَتِ الْمَنَايَا ‌ ‌ ‌ ‌ كُلُّ فُوَادٍ عَلَيْكَ اُمٌّ

ترجمہ: موت تیری ماں کو بہا نہیں لے گئی ماممتا میں ہر دل تیرے لئے ماں ہے

یہ پہلا بول تھا جو مکے کی سرزمین پر میرے کانوں نے سنا۔ پھر میں نے آگے بڑھنا چاہا، مگر بوڑھیا کہنے لگیں "کہاں؟" میں نے کہا، گھر چلیں۔ بڑھیا نے جواب دیا ہیہات کل تو مکے سے فقیر کی صورت میں گیا تھا اور آج امیر بن کے لوٹا ہے تاکہ اپنے چچیرے بھائیوں پر گھمنڈ کرے۔ میں نے کہا پھر تم ہی بتاؤ کیا کروں؟ کہنے لگیں منادی کر دے کہ بھوکے آئیں اور کھائیں پیدل آئیں اور سواری لے جائیں۔ ننگے آئیں اور کپڑا پہن جائیں۔ اس طرح دنیا میں بھی تیری آبرو رہے گی اور آخرت کا ثواب اپنی جگہ رہے گا۔

میں نے بوڑھیا کے حکم پر عمل کیا اس واقعہ کی شہرت دور دور پھیلی۔ امام مالک نے بھی سنا اور میری ہمت افزائی کی کہلا بھیجا جتنا دے چکا ہوں اتنا ہی ہر

سال تمہیں بھیجتا رہوں گا۔

مکے میں میرا داخلہ اس حال میں ہوا کہ ایک خچر اور پچاس دینار کے سوا اس دولت میں سے میرے پاس کچھ باقی نہ تھا۔ جو ساتھ آئی تھی راہ میں اتفاق سے کوڑا میرے ہاتھ سے گر پڑا۔ ایک کنیز نے جس کی پیٹھ پر مشک تھی، لپک کے اٹھالیا اور میری طرف بڑھایا۔ میں نے اس کے لئے پانچ دینار نکالے یہ دیکھ کر بوڑھیا نے کہا ''یہ تو کیا کر رہا ہے؟'' میں نے کہا عورت کو انعام دینا چاہتا ہوں۔ بوڑھیا نے کہا ''جو کچھ تیرے پاس ہے سب دے دے''۔

میں نے یہی کیا اور مکے میں پہلی رات بسر کرنے سے پہلے ہی میں مقروض ہو گیا لیکن امام مالک رضی اللہ عنہ میرے پاس وہ سب بھیجتے رہے جو مدینے میں انہوں نے مجھے دیا تھا۔ گیارہ برس یہ سلسلہ جاری رہا۔ پھر جب امام مالک کا انتقال ہو گیا تو حجاز کی سرزمین مجھ پر تنگ ہو گئی اور میں مصر چلا آیا۔ یہاں خدا نے عبداللہ بن حکم کو میرے لئے کھڑا کر دیا اور وہ میری تمام ضرورتوں کے کفیل ہو گئے۔

یہ ہے میرے سفر کی روداد، اے ربیع تو اسے اچھی طرح سمجھ۔

❁❁❁

باب العلماء

فصل اول:

امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ کے علم کی جھلکیاں

سید المفسرین امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ نے سورہ فاتحہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ سورہ فاتحہ میں سات حروف نہیں ہیں اور وہ یہ ہیں ثا، جیم، خاء، شین، ظا اور فا اور اس میں سبب یہ ہے کہ یہ ساتوں حروف مقامات عذب ہیں۔

ثا: یہ حرف ثبور پر دلالت کرتا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ لَاتَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًاO یعنی آج ایک موت نہ مانگو بلکہ بہت سی موتیں مانگو۔

جیم: یہ جہنم کا پہلا حرف ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ O

ترجمہ: بے شک ہم نے بہت سے جنوں اور انسانوں کو جہنم کے لئے پیدا کیا۔

خاء: یہ اس لئے ساقط کر دی گئی کہ یہ مقام خزیت و رسوائی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗO

اور جس دن اللہ نبی اور اس کے مومن ساتھیوں کو رسوا نہیں کرے گا۔

زا اور شین: یہ دونوں حروف زفیر و شہیق کے پہلے حروف ہیں ارشاد ربانی ہے۔

لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّ شَهِيْقٌO وہ اس میں گدھے کی طرح رینگیں گے۔

نیز فرمایا گیا۔ اِنَّ شَجَرَتَ الزَّقُّوْمِ طَعَامُ الْاَثِيْمِ O بے شک تھوہر گنہگاروں کی خوراک ہے اور شین شقاوت پر دلالت کرتا ہے۔ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي النَّارِO بدبخت دوزخ میں ہیں۔

ظاء: یہ خدا تعالیٰ کے اس فرمان کے لئے ساقط ہے۔ كَلَّا اِنَّهَا لَظٰى O وہ

بھڑکتی آگ ہے۔

فاء: یہ فراق پر دلالت کرتا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔ یَوْمَئِذٍ یَّتَفَرَّقُوْنَ○ اس دن الگ ہو جائیں گے۔

امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ نے سورہ فاتحہ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ○ یہ ارشاد الٰہی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت پر دلالت کرتا ہے اور ہم نے بیان کیا کہ آیت کی تقدیر۔ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ہے اور اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں ان لوگوں کا ذکر کیا جن پر انعام کیا خدا فرماتا ہے۔

فَاُولٰئِکَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ○

ترجمہ: تو اللہ نے جن لوگوں پر انعام کیا وہ انبیاء صدیق شہید اور صالحین ہیں۔

اور شک نہیں کہ صدیقوں کے سردار اور رئیس حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں تو آیت کے معنے یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم فرمایا ہے کہ ہم اس ہدایت کو طلب کریں۔

جس پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور تمام صدیق ہیں اور اگر ابو بکر ظالم تھے تو اس کے ساتھ ان کی اقتداء کیسے جائز ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ آیت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت پر دلالت کرتی ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سورہ فاتحہ میں خدا تعالیٰ کے پانچ اسماء ہیں اور وہ یہ ہیں۔ اللہ، رب، رحمٰن، رحیم، مالک۔ ان کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

وجہ اول: سورہ فاتحہ میں دس چیزیں ہیں جن میں سے پانچ صفات خدا تعالیٰ کی

ہیں جو کہ یہ ہیں۔ اللہ، رب، رحمٰن، رحیم، مالک اور پانچ چیزیں بندے کی صفات ہیں اور وہ یہ ہیں۔ عبودیت، استعانت، طلب ہدایت، طلب استقامت اور طلب نعمت۔ اگر ان پانچ اسماء کو ان پانچ احوال پر منطبق کریں تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اِیَّاکَ نَعْبُدُ میں تیری ہی عبادت کرتا ہوں۔ اس لئے کہ تو اللہ ہے۔ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ اور تجھ سے ہی مدد مانگتا ہوں۔ اس لئے کہ تو رب ہے۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ہمیں سیدھی راہ دکھا اس لئے کہ تو رحمٰن ہے اور ہمیں استقامت عطا فرما کہ تو رحیم ہے اور ہم پر اپنا انعام و اکرام فرما اس لئے کہ تو قیامت کے دن کا مالک ہے۔

وجہ دوم: اسلام کی بنا پانچ چیزوں پر ہے کلمہ طیبہ، نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج۔ لا الٰہ الا اللہ کی گواہی اسم اللہ کے نور سے حاصل ہوتی ہے۔ نماز کا قائم کرنا اسم رب کی تجلی سے حاصل ہوتا ہے۔ زکوٰۃ کا ادا کرنا اسم رحمٰن سے ہے اس لئے کہ رحمٰن رحمت سے مبالغہ ہے اور زکوٰۃ کا ادا کرنا حاجت مند فقراء پر عظیم رحمت ہے۔

رمضان کے روزوں کا فرض ہونا اسم رحیم کی تجلی سے ہے اس لئے کہ روزے دار جب بھوکا ہوتا ہے تو فقیروں کی بھوک یاد کرتا ہے اور ان پر رحمت کرتے ہوئے ان کی امداد کرتا ہے اور حج کا واجب ہونا اسم مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کی تجلی سے ہے اس لئے کہ حج کے وقت وطن سے ہجرت کرنا اہل خانہ اور اولاد سے جدا ہونا ضروری ہوتا ہے اور یہ قیامت کے دن کے مشابہ ہے اور یہ بھی کہ حج ننگے سر ننگے پاؤں اور بے سلے لباس سے ہوتا ہے اور یہ بھی اہل قیامت کے حال سے مشابہ ہے تو حج اور احوال قیامت کے درمیان بہت زیادہ مناسبت ہے۔

وجہ سوم: سورہ فاتحہ میں پانچ اسماء اس لئے ہیں کہ قبلے بھی پانچ ہیں بیت المقدس، کعبۃ اللہ، بیت المعمور، عرش، ذات خداوندی۔

وجہ چہارم: ایک وجہ یہ ہے کہ خدا نے انسان کو حواس خمسہ عطا فرمائے ہیں۔ آنکھ، ناک، ذائقہ، کان، ہاتھ سے چھونا۔

فرشتے:

امام فخر الدین رازی نے "وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ" کے تحت لکھا ہے کہ:
انسان جنات کا دسواں حصہ اور جن و انس خشکی کے جانوروں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر پرندوں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر دریائی جانوروں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر زمین کے فرشتوں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر پہلے آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ اور یہ سب مل کر دوسرے آسمان کے فرشتوں کا دسواں حصہ ساتویں آسمان تک یہی ترتیب ہے پھر یہ سب مل کر کرسی کے فرشتوں کے مقابلے میں بہت کم ہیں اور وہ سب مل کر عرش کے ایک پردے کے مقابلے میں بہت کم اور عرش کے چھ لاکھ پردے ہیں اور ہر پردے پر اسی قدر فرشتے ہیں پھر یہ تمام مخلوق ان فرشتوں کے مقابلے میں جو عرش عظیم کے آس پاس گھومتے ہیں ایسے ہیں جیسے دریا کے مقابلے میں ایک قطرہ۔ (تفسیر کبیر، جلد 1، ص249)

فرشتوں کے بارے میں کچھ مزید معلومات ملاحظہ فرمائیں۔

فرشتوں کے سردار چار فرشتے ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام، میکائیل علیہ السلام، عزرائیل علیہ السلام اور حضرت اسرافیل علیہ السلام یہ چاروں فرشتے مدبرات امر الدنیا ہیں۔

جبرائیل علیہ السلام ــ یہ ہواؤں اور لشکروں پر موکل ہیں۔

میکائیل علیہ السلام = یہ بارش اور نباتات پر موکل ہیں۔

عزرائیل علیہ السلام = یہ جانداروں کی روحیں قبض کرتے ہیں۔

اسرافیل علیہ السلام = یہ متذکرہ تینوں فرشتوں پر احکام الٰہی نازل کرتے ہیں۔

چنانچہ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ زمین و آسمان میں کوئی واقعہ ظاہر کرنا چاہتا ہے تو لوح محفوظ بلند ہو کر اسرافیل علیہ السلام کے سامنے آجاتی ہے اور وہ اسے دیکھ کر خدا تعالیٰ کے امر پر آگاہ ہو جاتا ہے۔ اگر وہ امر جبرئیل علیہ السلام سے متعلق ہو تو اسے پہنچا دیا جاتا ہے۔ اگر وہ میکائیل علیہ السلام سے متعلق ہو تو وہ حکم اسے پہنچا دیا جاتا ہے اور اگر ملک الموت سے متعلق ہو تو اسے پہنچا دیا جاتا ہے۔ (شعب الایمان، جلد 1، ص 177)

اللہ تعالیٰ نے دِیک ایک فرشتہ پیدا کیا ہے۔ اس کے پنجے ساتویں زمین پر ہیں اور اس کی کلغی عرش کے نیچے لگی ہوئی ہے اس کے پروں نے دونوں افق کو اپنے احاطے میں لیا ہوا ہے۔ جب رات کی آخری تہائی باقی رہتی ہے تو وہ اپنے پروں کو ہلاتا ہے پھر کہتا ہے اے مخلوق ملک قدوس کی تسبیح بیان کرو۔ پاک ہے ہمارا رب ملک قدوس ہے اس کے علاوہ ہمارا کوئی معبود نہیں اس کی اس بات کو مشرق و مغرب میں جن و انس کے علاوہ سب سنتے ہیں۔ دنیا کے مرغ جو اپنے پر پھڑ پھڑاتے ہیں اور اذان دیتے ہیں یہ اسی وقت ایسا کرتے ہیں جب اس کی تسبیح سنتے ہیں۔ (مجمع الزوائد، جلد 8، ص 133)

اس حدیث پر غور فرمائیں کہ وہ فرشتہ عرش کے نیچے سے تسبیح پڑھتا ہے اور اس کی آواز دنیا کے مرغ زمین پر سن لیتے ہیں اور وہ اذان کہتے ہیں۔ زمین سے عرش کتنی دور ہے اس کے بارے میں علماء نے لکھا ہے کہ زمین سے آسمان کا فاصلہ پانچ سو سال کی راہ ہے۔ ایک آسمان کی موٹائی بھی اتنی ہے ایک آسمان سے دوسرے آسمان کا فاصلہ بھی اتنا ہے سات آسمان ہیں اوپر جنت ہے

سو درجات ہیں ایک درجے سے دوسرے درجے کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے اوپر ستر ہزار پردے ہیں ایک پردے سے دوسرے پردے کا فاصلہ بھی اتنا ہی ہے۔ اس سے زمین سے عرش کی دوری کا اندازہ لگا لیں جب زمین پر رہنے والا مرغ اتنی دور سے اس دیک فرشتے کی آواز سن لیتا ہے تو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی زمین پر پھیلے ہوئے تمام امتیوں کا درود وسلام سن سکتے ہیں۔

حضرت حکیم بن حزام فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ آپ کے صحابہ کی معیت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے اپنے صحابہ سے فرمایا کیا تم وہ سن رہے ہو جو میں سن رہا ہوں انہوں نے عرض کی ہم تو کچھ بھی نہیں سن رہے فرمایا میں آسمان کی چرچراہٹ سن رہا ہوں اور اسے حق ہے کہ وہ چرچرائے اس میں ایک قدم کی جگہ نہیں مگر اس پر کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ میں ہے یا قیام میں۔ (کنز العمال، جلد 10، ص 375)

زمین سے آسمان تک کا فاصلہ آپ پڑھ چکے ہیں۔ اللہ کا محبوب پانچ سو سال کی راہ سے آسمان کے چرچرانے کی آواز سن رہا ہے۔ دنیا کے کسی ملک سے بھی مدینہ طیبہ کا فاصلہ اتنا نہیں ہے لہٰذا آپ کا اپنے غلاموں کا درود وسلام دنیا کے ہر ملک سے سننا ثابت ہوا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عرش کے دائیں طرف نور کی ایک نہر ہے جو ساتوں آسمانوں ساتوں زمینوں اور ساتوں سمندروں کے برابر ہے۔ سحری کے وقت جبرائیل علیہ السلام اس میں غوطہ زن ہوتے ہیں جس سے ان کے حسن و جمال میں اضافہ ہو جاتا ہے پھر وہ اس نہر سے باہر آ کر اپنے پروں کو جھاڑتے ہیں اور ان سے بے شمار قطرات گرتے ہیں ہر قطرے سے اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے ان فرشتوں میں سے ستر ہزار فرشتے بیت

المعمور اور ستر ہزار فرشتے کعبہ پر نازل ہوتے ہیں جو ایک بار آئے قیامت تک ان کی باری نہ آئے گی۔ (تفسیر کبیر، جلد 5، ص 293)

نوٹ:۔ ستر ہزار فرشتوں کے موضوع پر فقیر کی کتاب ''الھدیۃ المبارکہ فی بیان سبعین الفا من الملائکہ'' ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَطَّفَ الْمَلَکَیْنِ الْحَافِظَیْنِ حَتّٰی اَجْلَسَھُمَا عَلَی النَّاجِذَیْنِ وَجَعَلَ لِسَانَہٗ قَلَمَھُمَا وَرِیْقَہٗ مِدَادَھُمَا٥

(کنز العمال حدیث نمبر 37981)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے حفاظت کرنے والے دونوں فرشتوں کو لطیف بنایا ہے حتیٰ کہ ان دونوں کو (انسان کی) دونوں داڑھوں پر بٹھایا اس کی زبان کو ان کا قلم اور اس کے لعاب کو ان کی سیاہی بنایا۔

حدیث: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ دائیں طرف والا (فرشتہ) بائیں طرف والے (فرشتے) کا سردار ہے جب کوئی بندہ نیک عمل کرتا ہے تو اس جیسی دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جب وہ کوئی گناہ کرتا ہے تو بائیں طرف والا (فرشتہ) اسے لکھنے کا ارادہ کرتا ہے تو دائیں والا کہتا ہے رُک جاؤ تو وہ چھ یا سات گھڑیاں رُک جاتا ہے۔ پس اگر وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے تو وہ کچھ نہیں لکھتا اور اگر وہ اللہ سے استغفار نہ کرے تو اس کا ایک گناہ لکھ دیتا ہے۔ (مجمع الزوائد، جلد 10، ص 208)

حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے نے خدا کی تعریف

ان الفاظ میں کی۔

يَارَبِّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِيْ لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَلِعَظِيْمِ سُلْطَانِكَ٥

اے پروردگار تیری تعریف اس طرح ہو جس طرح تیرے چہرے کے جلال اور تیری سلطنت کی عظمت کے مناسب ہے تو فرشتے مشکل میں پڑ گئے اور سمجھ نہ سکے کہ وہ اسے کس طرح سے لکھیں تو وہ آسمان کی طرف چڑھے اور عرض کی اے ہمارے پروردگار تیرے بندہ نے ایک ایسا جملہ کہا ہے کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم اس کا ثواب کس طرح لکھیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب کہ وہ اس کو بہتر طریقہ پر جانتا ہے۔ میرے بندے نے کیا کہا ہے انہوں نے اس بندے کے وہ الفاظ بتائے کہ اس نے یہ کہا ہے۔ يَارَبِّ لَكَ الْحَمْدُ كَمَا يَنْبَغِيْ لِجَلَالِ وَجْهِكَ وَلِعَظِيْمِ سُلْطَانِكَ٥ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس کلمہ کو اسی طرح لکھو جس طرح میرے بندے نے کہا ہے۔ یہاں تک کہ میرا بندہ جب مجھ سے ملے تو میں اسے اس کا انعام دوں گا۔

(تفسیر قرطبی، جلد 1، ص 132۔ کنز العمال حدیث نمبر 6441)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ مذکورہ کلمہ پڑھنے کا عظیم ثواب ہے ہمیں اس عمل کو یاد کر کے اس کا ورد کرتے رہنا چاہیے اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں بھی اس کا عظیم ثواب عطا فرمائے گا۔ اس جملہ کا ثواب لکھنے میں فرشتوں کا اللہ کی طرف رجوع کرنا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ بعض اوقات کراماً کاتبین عمل کے ساتھ اس کا ثواب بھی لکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ یہاں پر بھی ایسا ہی ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو صرف لکھنے کا حکم فرمایا کیونکہ اس کا ثواب بڑی عظمت رکھتا ہے جس کا لکھنا بہت دشوار ہے لیکن قیامت کے دن اس کا اور اس جیسے دوسرے اعمال کا ثواب میزان ثواب میں تول کر عامل کو اس کا اجر عطا فرمایا جائے گا۔

حدیث: حضرت عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اس آدمی پر تعجب ہے جو بیماری کی وجہ سے جزع کرتا ہے اگر اس مومن کو علم ہو جائے کہ بیماری (کا کتنا عظیم فائدہ ہے) تو وہ تمنا کرتا کہ ساری زندگی بیمار رہتا پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آسمان کی طرف اپنا سر اقدس اٹھایا اور آپ مسکرائے آپ سے آسمان کی طرف سر اُٹھانے اور مسکرانے کی حکمت دریافت کی گئی آپ نے فرمایا میں ان دو فرشتوں پر حیران ہوں جو زمین پر نازل ہوئے اور ایک نیک بندے کو اس کی جائے نماز پر تلاش کیا جب اسے نہ پایا تو اپنے رب کے پاس چلے گئے اور عرض کی اے ہمارے رب ہم تیرے فلاں بندے کے رات دن ایسے ایسے اعمال لکھا کرتے تھے۔ اب ہم نے اسے اس حالت میں پایا ہے کہ تو نے اسے اپنی رسی (بیماری) میں جکڑ رکھا ہے۔ اس لئے ہم نے اس کا کوئی عمل نہیں لکھا تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا میرے بندے کے لئے اس کے دن رات کے عمل لکھتے رہو (جو وہ اپنی صحت میں کیا کرتا تھا) اور میرے اس کو لاچار کر دینے سے اس کے اعمال میں اجر وثواب کی کمی نہ کرو اس کے لئے وہ اجر ہے جو وہ (حالت میں صحت) کیا کرتا تھا۔

(مجمع الزوائد، جلد 2، ص 304۔ حلیۃ الاولیاء، جلد 4، ص 267)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ:

(۱) بندہ مومن کے لئے بیماری باعث رحمت ہے بیماری کی حالت میں بھی اسے ثواب ملتا ہے۔

(۲) بیماری کی حالت میں مومن کو صبر جمیل کا مظاہرہ کرنا چاہیے تا کہ وہ خدا کی طرف سے اجر جزیل کا مستحق ہو جائے۔

(۳) خدا تعالیٰ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت سے محبت ہے کہ وہ بندہ

مومن کو ناکردہ نیک افعال کا بھی ثواب عطا فرماتا ہے۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ

ترجمہ: اور تم فرشتوں کو دیکھتے ہو عرش کے آس پاس حلقہ کیے اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بولتے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا دَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ اَمَرَ اللّٰهُ تَعَالٰى حَمَلَةَ الْعَرْشِ اَنْ يَّكُفُّوْا عَنِ التَّسْبِيْحِ وَيَسْتَغْفِرُوْا لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ وَالْمُؤْمِنِيْنَ ۚ

(کنز العمال حدیث نمبر 23716)

ترجمہ: جب رمضان کا مہینہ شروع ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ عرش اُٹھانے والوں کو حکم دیتا ہے کہ اب تسبیح کرنے سے رُک جاؤ اور امت محمدیہ اور مومنین کے لئے استغفار کرو۔

حضرت عبداللہ بن مسعود اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا تو حضرت عزرائیل علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے درخواست کی کہ اسے اجازت ہو تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اس کی خوشخبری سنائے پس اللہ تعالیٰ نے اسے اجازت دی تو وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس حاضر ہوئے اور اس کی بشارت سنائی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا الحمدللہ پھر فرمایا اے ملک الموت مجھے دکھا تو کفار کی روحوں کو کس حال میں قبض کرتا ہے تو انہوں نے عرض کی اے ابراہیم علیہ السلام آپ اس کی ہمت نہیں رکھتے فرمایا مجھے دکھاؤ ملک الموت نے عرض کی تو پھر چہرہ اُدھر کرلیں۔ انہوں نے اپنا چہرہ دوسری طرف کرلیا پھر جب دیکھا تو وہ

ایک سیاہ فام آدمی کی شکل میں تھے ان کا سر آسمان سے ٹکرا رہا تھا اور ان کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ ان کے جسم کا ہر بال ایک ایسے آدمی کی شکل میں تھا کہ جس کے منہ اور کانوں سے آگ کے شعلے نکل رہے تھے۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر غشی طاری ہو گئی جب افاقہ ہوا تو ملک الموت پہلی صورت میں آ چکے تھے۔ آپ نے فرمایا اے ملک الموت کسی بھی کافر کو کوئی مصیبت اور غم نہ پہنچے بس تری صورت ہی نظر آ جائے تو (اس کے گناہوں کی سزا کے لئے) یہی کافی ہے اب مجھے دکھا کہ تو مومنوں کی روحیں کس حال میں قبض کرتا ہے۔ عرض کی اپنا چہرہ دوسری طرف پھیر لیں تو انہوں نے اپنا چہرہ دوسری طرف کر لیا پھر جو دیکھا تو وہ ایک نوجوان کی شکل میں تھے جو سفید لباس میں ایک خوبصورت شکل اور پاکیزہ خوشبو کے ساتھ تھا۔ فرمایا اے ملک الموت کوئی مومن اپنی موت کے وقت کوئی عزت اور اپنی آنکھ کی ٹھنڈک نہ بھی دیکھے۔ بس تیری یہ صورت ہی دیکھ لے تو اس کی اطاعت شعاری کے انعام میں یہی کافی ہے۔

(الحبائک فی اخبار الملائک، ص72)

کراماً کاتبین:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ○

ترجمہ: اور تم (تمہارے سب اعمال کے) یاد رکھنے والے (جو ہمارے نزدیک) معزز (اور تمہارے اعمال کو) لکھنے والے ہیں مقرر ہیں جو تمہارے سب افعال کو جانتے ہیں۔

حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا۔

يَتَعَاقَبُوْنَ فِيْكُمْ مَلَائِكَةٌ بِاللَّيْلِ وَمَلَائِكَةٌ بِالنَّهَارِ وَيَجْتَمِعُوْنَ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَصَلَاةِ الْعَصْرِ ثُمَّ يَعْرُجُ الَّذِيْنَ بَاتُوْا فِيْكُمْ فَيَسْئَلُهُمْ رَبُّهُمْ وَهُوَ اَعْلَمُ كَيْفَ تَرَكْتُمْ عِبَادِيْ فَيَقُوْلُوْنَ تَرَكْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ وَاَتَيْنَاهُمْ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ○

(کنز العمال حدیث نمبر 18947، مسند امام احمد، جلد 2 ص 486)

ترجمہ: تمہارے پاس رات کے اور دن کے فرشتے آتے ہیں۔ یہ فجر اور عصر کی نماز کے وقت جمع ہوتے ہیں۔ پھر جنہوں نے تمہارے ساتھ رات گزاری وہ اوپر کو چلے جاتے ہیں تو ان سے اللہ تعالیٰ پوچھتا ہے جب کہ وہ ان سے زیادہ باخبر ہے۔ تم نے میرے بندوں کو کس حال میں چھوڑا تو وہ عرض کرتے ہیں کہ ہم نے جب اسے چھوڑا تو وہ (صبح کی) نماز پڑھ رہے تھے اور جب ہم ان کے پاس گئے تو وہ (عصر کی) نماز پڑھ رہے تھے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ:

(۱) کراماً کاتبین کی دن رات میں دو دفعہ ڈیوٹیاں بدلتی ہیں۔

(۲) ہر سوال لاعلمی کی دلیل نہیں ہوتا خدا تعالیٰ علم رکھتے ہوئے فرشتوں سے سوال کرتا ہے۔

(۳) فرشتے خدا کی بارگاہ میں ان نمازی مومنوں کی عبادت کی گواہی دیتے ہیں جو پابند صلوٰۃ ہیں۔

(۴) نماز فجر اور نماز عصر خاص طور پر مسجد میں جا کر باجماعت تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کرنی چاہیے تاکہ فرشتے نمازی کے حق میں اچھی گواہی دیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول پاک

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مُؤَذِّنُ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ جِبْرِيْلُ وَاِمَامُهُمْ مِيْكَائِيْلُ يَؤُمُّ بِهِمْ عِنْدَ الْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ فَتَجْمَعُ مَلَائِكَةُ السَّمٰوٰتِ فَيَطُوْفُوْنَ بِالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ وَ تُصَلِّيْ وَ تَسْتَغْفِرُ فَيَجْعَلُ اللّٰهُ ثَوَابَ اِسْتِغْفَارِهِمْ تَسْبِيْحِهِمْ لِاُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ○ (مسند الفردوس، جلد 2، ص 347)

ترجمہ: اہل آسمان کے موذن حضرت جبریل علیہ السلام ہیں اور ان کے امام حضرت میکائیل علیہ السلام ہیں جو انہیں بیت المعمور کے نزدیک امامت کراتے ہیں۔ پس آسمانوں کے فرشتے جمع ہوتے ہیں اور بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں نماز پڑھتے ہیں اور استغفار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے استغفار اور تسبیح کا ثواب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو عطا فرماتے ہیں۔

فرشتے چونکہ ثواب کے ضرورت مند نہیں وہ تو صرف اللہ کی خوشنودی کے لئے عبادات سرانجام دیتے ہیں اس لئے اللہ فرشتوں کی عبادات کا ثواب اور انعام بطور کرامت امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا فرماتے ہیں۔

حضرت وھب فرماتے ہیں کہ حاملین عرش اب چار ہیں جب قیامت کا دن ہوگا تو مزید چار کے ساتھ انہیں قوت بخشی جائیں گی ان میں سے ایک فرشتہ انسان کی شکل میں ہے جو اولاد آدم کے لئے رزق کی سفارش کرتا ہے اور ایک گدھ کی شکل میں ہے جو پرندوں کے لئے ان کے رزق کی سفارش کرتا ہے اور ایک فرشتہ بیل کی شکل میں ہے جو جانوروں کے لئے ان کے رزق کی سفارش کرتا ہے اور ان میں سے ہر فرشتے کے چار چہرے ہیں ایک انسان کا ایک گدھ کا ایک بیل کا اور ایک شیر کا جب انہوں نے عرش کو اُٹھایا تو عظمت خداوندی سے گھٹنوں کے بل گر پڑے جب انہیں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کی تلقین کی گئی تب جا کر

اپنے پاؤں پر سیدھے کھڑے ہوئے۔ (الحبائک فی اخبار الملائک، ص 107)

ان چاروں فرشتوں نے جو عرش اٹھا رکھا ہے اس کی عظمت کا اندازہ ذیل کے دلائل سے لگائیے۔

دلیل اول:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجھے اجازت فرمائی گئی ہے کہ میں ایک ایسے فرشتے کے متعلق بتلاؤں جو عرش کے اُٹھانے والوں میں شامل ہے اس کے پاؤں سب سے نچلی زمین میں ہیں۔ اس کے سینگ پر عرش ہے اور اس کے کان کی لو سے اس کے کندھے تک کا فاصلہ سات سو سال تک پرندہ کے اُڑنے کے برابر ہے اور وہ فرشتہ کہہ رہا ہے۔ سُبْحَانَکَ حَیْثُ کُنْتَ۔ تو جہاں بھی ہے تیری ذات پاک ہے۔ (الحبائک فی اخبار الملائک، ص 103)

جب کان کی لو سے کندھے تک کا فاصلہ سات سو سال کی راہ ہے تو گردن اور دونوں کندھوں تک کا فاصلہ کتنا ہوگا اور پھر چاروں فرشتوں کی چوڑائی کتنی ہوگی اس سے اندازہ کیجئے کہ جو عرش انہوں نے اُٹھایا ہوا ہے وہ کتنا بڑا ہوگا۔

دلیل دوم:

حضرت وھب بن منبہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو پیدا فرمایا اور عرش کے ستر ہزار ستون ہیں اور ایک ستون کی گولائی زمین و آسمان کے برابر ہے۔ (اسرار کائنات، ص 81)

دلیل سوم:

عرش پر تین سو ساٹھ برج یاقوت سرخ یا سبز زمرد یا سفید یاقوت کے ہیں

اور ہر برج دنیا سے ستر ہزار گنا سے بھی بڑا ہے۔ (مسند الفردوس، جلد 2، ص 76)

نوٹ:۔ دنیا ساتویں آسمان سے لے کر ساتویں زمین تک ہے۔

دلیل چہارم:

علامہ عبدالحکیم سیالکوٹی نے بیضاوی شریف کے حاشیہ صفحہ 59 پر لکھا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے عرش کے گرد ایک لاکھ قندیلیں لٹکائی ہیں ایک قندیل اتنی بڑی ہے کہ سارے زمین و آسمان جنت و دوزخ اسی ایک میں ہیں اور باقی میں جو کچھ ہے وہ اللہ ہی جانتا ہے۔

اندازہ لگا لو کہ عرش کتنا بڑا ہو گا جس کے گرد ایک لاکھ قنادیل معلق ہیں۔

دلیل پنجم:

آفتاب زمین سے ڈیڑھ سو حصہ سے بھی بڑا ہے اور آسمان میں ذرا سی جگہ پر موجود ہے۔ پس آسمان کتنا بڑا ہو گا پھر دوسرا اُس سے بڑا ہے اور تیسرا اس سے وعلی ہذا القیاس ساتواں کس قدر بڑا ہو گا اور سب آسمان کرسی کے آگے ایسے ہیں جیسے بڑے تھال میں سات درہم ڈال دیئے جائیں پھر کرسی عرش کے سامنے ایسی ہی چھوٹی ہے اس سے عرش کا اندازہ کر لیجئے۔

(بیان القرآن زیر آیت لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ...... از مولوی اشرف علی تھانوی)

زمین سے عرش تک فاصلہ اور عرش کی وسعت اور اس کا گھیرا کتنا ہے یہ سب چیزیں آپ معلوم کر چکے ہیں۔

حدیث: اللہ تعالیٰ نے دو فرشتوں (کراماً کاتبین) کو اپنے مومن بندے پر مقرر کیا جو اس کے اعمال لکھتے ہیں جب یہ انسان فوت ہو جاتا ہے تو یہ دونوں فرشتے جو مومن پر مقرر کیے گئے تھے۔ کہتے ہیں اے خدا یہ شخص تو اب فوت ہو چکا اب تو

ہمیں اجازت دے کہ ہم آسمان کی طرف رجوع کریں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا آسمان میرے فرشتوں سے بھرا ہوا ہے تم میری تسبیح بیان کرتے رہو وہ عرض کرتے ہیں کیا ہم زمین پر ٹھہرے رہیں اللہ فرماتا ہے میری زمین بھی میری مخلوق سے بھری ہوئی ہے تم میری تسبیح پڑھتے رہو وہ عرض کرتے ہیں ہم کہاں تسبیح بیان کریں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُوْمَا عَلٰی قَبْرِ عَبْدِیْ فَسَبِّحَانِیْ وَاَحْمِدَانِیْ وَکَبِّرَانِیْ وَهَلِّلَانِیْ وَاکْتُبَا ذَالِكَ لِعَبْدِیْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ○

(شرح الصدور، ص126۔ شعب الایمان، جلد 7، ص184)

ترجمہ: میرے بندے کی قبر پر کھڑے ہو جاؤ اور تم دونوں میری تسبیح میری تحمید میری تکبیر اور میری تہلیل بیان کرتے رہو اور قیامت تک اس کا ثواب میرے بندے کے اعمالنامے میں لکھتے رہو۔

تعین قبلہ میں حکمتیں:

امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ قبلہ کی حکمتوں پر بحث فرماتے ہوئے لکھا ہے۔

(۱) نماز میں مقصود حضوری قلب ہے اور یہ چیز سکون ترک التفات وحرکات کے بغیر حاصل نہیں ہوتی اور یہ تبھی ممکن ہے کہ انسان ساری نماز میں ایک مقررہ جہت کی طرف متوجہ رہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ مومنوں میں محبت اور موافقت کو پسند فرماتا ہے۔ اگر ہر نمازی کی توجہ کا مرکز الگ الگ ہوتا تو موافقت کی بجائے اختلاف پیدا ہوتا اور اختلاف محبت کو نفرت میں تبدیل کر دیتا ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے

مومنوں کی توجہ کا مرکز ایک ہی جہت مقرر کر دی تا کہ ان میں موافقت و محبت پیدا ہو اور اس میں یہ بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اعمال خیر میں اپنے بندوں میں موافقت کو پسند فرماتا ہے۔

(۳) خدا تعالیٰ نے کعبہ کو اپنا گھر کیا ہے خدا فرماتا ہے۔ طَهِّرْ بَيْتِيَ لِلطَّائِفِينَ۔ طواف کرنے والوں کے لئے میرے گھر کو صاف رکھ اور مومن کو اپنا بندہ قرار دیا ہے۔ قل یا عبادی کہہ دو اے میرے بندو اور نماز خدا تعالیٰ کی خدمت ہے۔ گویا خدا نے فرمایا اے مومن تو میرا بندہ ہے اور کعبہ میرا گھر ہے اور نماز میری خدمت ہے لہٰذا میری خدمت کے وقت اپنا چہرہ میرے گھر کی طرف رکھ اور اپنا دل میری طرف رکھ۔

(۴) کعبہ زمین کی ناف اور وسط ہے۔ خدا تعالیٰ نے تمام مخلوق کو نماز میں وسط زمین کی طرف متوجہ رہنے کا حکم دیا اور یہ اس طرف اشارہ ہے کہ خدا تعالیٰ ہر کام میں عدل کو پسند کرتا ہے۔ اس لئے زمین کے وسط کو مخلوق کا قبلہ مقرر فرمایا۔

(۵) خدا تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تمنا کو پورا کرتے ہوئے کعبہ آپ کا قبلہ مقرر فرمایا۔ خدا فرماتا ہے۔ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا۔ اے محبوب ضرور ہم آپ کا رُخ ادھر موڑ دیں گے جس پر آپ راضی ہیں گویا خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

يَا مُحَمَّدُ كُلُّ اَحَدٍ يَطْلُبُ رِضَائِيْ وَاَنَا اَطْلُبُ رِضَاكَ فِي الدَّارَيْنِ ۝
ہر ایک میری رضا کا طالب ہے اور میں دونوں جہاں میں تجھے راضی کرنا چاہتا ہوں۔

فترضٰی نے ڈالی ہیں باہیں گلے میں
کہ ہو جائے راضی طبیعت کسی کی

الغرض کعبہ ہمارے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پسندیدہ قبلہ ہے لہٰذا ہمارے لئے بھی بطور قبلہ خدا نے وہی پسند فرمایا اور کعبہ ہمارا قبلہ مقرر فرمایا۔

(۶) جن فرشتوں نے عرش اُٹھایا ہوا ہے ان کا قبلہ عرش الٰہی ہے۔ ملائکہ براہ کا قبلہ اللہ کی کرسی ہے اور ملائکہ سفرہ کا قبلہ بیت المعمور ہے اور مومنوں کا قبلہ کعبہ ہے اور ذات خداوندی قبلہ ہے۔ متحیرین کا خدا فرماتا ہے۔ فَاَيۡنَمَا تُوَلُّوۡا فَثَمَّ وَجۡهُ اللّٰهِ۔ تم جدھر کو پھرو گے اللہ اُدھر ہی موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عرش کو نور سے کرسی کو موتی سے بیت المعمور کو یاقوت سے اور کعبہ کو طور سینا، طور زیتا، جودی، لبنان اور حراء پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے بنایا گویا اللہ نے فرمایا اے میرے بندے نماز کی حالت میں تو اپنا رُخ کعبہ کی طرف رکھ تاکہ تیرے پہاڑوں جیسے گناہوں کو معاف کر کے تیری مغفرت کر دوں۔ (تفسیر کبیر، جلد2، ص5)

کان آنکھ سے بہتر ہے:

امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کان آنکھ ست بہتر ہے
... ت درج ذیل ہیں۔

(۱) بعض انبیاء علیہم السلام نابینا ہوئے ہیں جیسے حضرت شعیب علیہ السلام خوف خدا میں رو کر نابینا ہو گئے یا حضرت یعقوب علیہ السلام فراق حضرت یوسف علیہ السلام میں گریہ زاری کرتے رہے اور نابینا ہو گئے

لیکن کوئی نبی بہرا نہیں ہوا کیونکہ بہرآدمی کسی کی سن نہیں سکتا لہٰذا ادائے رسالت کے لئے قوت سامعہ کا ہونا ضروری ہے تاکہ نبی لوگوں کی باتوں کو سنے اوران تک احکام خداوندی پہنچائے۔

(۲) آنکھ صرف سامنے دیکھتی ہے جب کہ کان چاروں طرف کی آوازوں کو بخوبی سن سکتے ہیں بلکہ اگر ایک کان بند بھی ہو جائے تو ایک کان سے ہی چاروں طرف کی آوازوں کو سنا جا سکتا ہے۔

(۳) انسان حصول علم میں استاذ کا محتاج ہے اور استاذ سے علم سیکھنے میں قوت سامعہ کو بڑا دخل ہے جب استاذ کی بات کوئی سن نہ سکے تو وہ علم کیسے حاصل کرے گا لہٰذا کمالات علمیہ کے حصول کے لئے قوت سامعہ کا ہونا ضرور ہے۔ بہت سے نابینا لوگ حافظ قرآن اور عالم دین ہوئے ہیں لیکن کوئی بہرا حافظ قرآن یا عالم دین نہیں ہوا لہٰذا قوت سامعہ قوت باصرہ سے افضل ہے۔

(۴) انسان کو دیگر تمام حیوانات سے ممتاز کرنے والی چیز قوت گویائی ہے اور قوت گویائی کا فائدہ صرف قوت سامعہ سے ہی ہوسکتا ہے۔ بہرا کسی کی قوت سامعہ سے مستفید اور مستفیض نہیں ہوسکتا۔ پس انسان کا شرف قوت گویائی سے استفادہ کی بنا پر ہے اور جہاں تک آنکھ کا تعلق ہے۔ تو وہ مختلف چیزوں اور ان کے رنگوں کو دیکھتی ہے اور یہ کام جانوروں کی آنکھ بھی کرتی ہے لہٰذا انسان کو حیوانات پر جو شرف حاصل ہے وہ قوت سامعہ اور قوت گویائی کے مجموعے کی بنا پر ہے۔

(تفسیر کبیر، جلد 4، ص 577)

امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی معلومات کی

چار اقسام ہیں۔

(۱) تمام موجودات جو ماضی حال یا استقبال کسی بھی زمانے میں بالفعل موجود ہوں گے۔

(۲) تمام معدومات جو کسی بھی زمانے میں موجود نہیں ہوئے۔

(۳) جو موجود ہیں وہ اگر موجود نہ ہوتے بلکہ حالت عدم میں رہتے تو ان کا کیا حال ہوتا۔

(۴) جو ہمیشہ سے ہمیشہ تک معدوم ہیں وہ اگر موجود ہوتے تو کس طرح ہوتے۔ (تفسیر کبیر، جلد 4، ص362)

ہمارے مخالفین یہ کہتے ہیں کہ اہلِ سنت و جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو خدا کے علم سے ملا دیتے ہیں۔ ان کے وہم باطلہ کی تردید کے لئے امام رازی رحمتہ اللہ علیہ کی یہ عبارت کافی ہے۔ اس لئے کہ ہم اہل سنت و جماعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا علم صرف موجودات سے متعلق مانتے ہیں اور وہ بھی تعلیم الٰہی سے متناہی اور تدریجاً جس میں سہو ونسیان اور عدم التفات کی کیفیت بھی طاری ہوسکتی ہے پھر خدا کا علم ذاتی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عطائی ہے۔ نیز ملا عبدالحکیم سیالکوٹی نے لکھا ہے کہ:

روایت کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ قندیلیں پیدا فرمائی ہیں اور انہیں اپنے عرش کے ساتھ معلق فرمایا۔ سارے زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے حتیٰ کہ جنت اور دوزخ صرف ایک قندیل میں ہے اور باقی میں جو کچھ ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ (حاشیہ بیضاوی، ص59)

لہٰذا اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے قندیل واحد کا علم مَاکَانَ وَمَایَکُوْنَ تسلیم کرلیا جائے تو مساوات کیسے لازم آسکتی ہے۔

امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ موسیٰ علیہ السلام نے "رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ" کی دعا اس لئے کی کہ مومن کے دل میں مندرجہ ذیل اوصاف ہیں۔

کرامات قلب مومن:

(۱) حیات: خدا فرماتا ہے۔ اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنَاهُ٥ وہ جو مردہ تھا اسے ہم نے زندہ کیا پس موسیٰ علیہ السلام نے حیات روحانیہ کی طرف رغبت فرمائی اور عرض کی رَبِّ اشْرَحْ لِیْ صَدْرِیْ۔ یا اللہ میرا سینہ کھول دے اور اس میں:

نکتہ: یہ تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ مَنْ اَحْيَا اَرْضًا مَيْتَةً فَهِيَ لَهُ۔ جو مردہ زمین کو زندہ کرے وہ اسی کی ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے قلب کو پیدا فرمایا اور اسے نور ایمان سے زندہ کیا پھر وہ کسی غیر کا کیسے ہوسکتا ہے۔

(۲) دل میں شفاء ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ٥ اور اللہ تعالیٰ مومنوں کے دلوں کو شفاء دیتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شفاء میں رغبت کی بنا پر خدا کی بارگاہ میں ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی "رب اشرح لی صدری" اور اس میں:

نکتہ: یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے شہد میں شفاء کی تاثیر رکھی ہے اور شہد میں شفاء کی یہ تاثیر دائمی ہے۔ اسی طرح جب خدا تعالیٰ دل میں شفاء کی تاثیر پیدا فرما دے گا تو وہ بھی دائمی ہوگی۔

(۳) دل میں طہارت ہے خدا فرماتا ہے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى٥ یہ وہی لوگ ہیں جن کے دل اللہ تعالیٰ نے تقوے کے لئے پرکھ لئے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طہارت قلب کو پسند فرمایا اور خدا کی بارگاہ

میں دعا مانگی ''رب اشرح لی صدری'' اور اس میں:

نکتہ: یہ تھا کہ سنار جب سونے کو آگ میں ڈال کر پرکھ لیتا ہے تو وہ دوبارہ اس کو آگ میں نہیں ڈالتا۔ اسی طرح جب خدا تعالیٰ ایک دل کو پرکھ لیتا ہے تو وہ اس کو آگ میں نہ ڈالے گا۔

(۴) دل میں ہدایت ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۝ اور جو اللہ پر ایمان لاتا ہے وہ اس کے دل کو ہدایت دیتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زیادتی ہدایت کے لئے خدا کی بارگاہ میں عرض کی "رب اشرح لی صدری" اور اس میں

نکتہ: یہ ہے کہ جسم کو ہدایت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیتے ہیں اور روح کو ہدایت قرآن دیتا ہے اور دل کو ہدایت خدا دیتا ہے۔ جب ہدایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے ہوگی تو وہ کبھی حاصل ہوگی اور کبھی حاصل نہ ہوگی۔ خدا فرماتا ہے۔ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۝ جس نے تُو محبت کرتا ہے اسے تو ہدایت نہیں دیتا بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے اور ہدایت روح قرآن سے ہوتی ہے وہ بھی کبھی حاصل ہوتی ہے اور کبھی حاصل نہیں ہوتی۔ خدا فرماتا ہے۔ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا ۝ قرآن سے کئی گمراہ ہو جاتے ہیں اور کئی لوگوں کو یہ ہدایت دیتا ہے اور جہاں تک دل کی ہدایت کا تعلق ہے تو اس کا تعلق خدا تعالیٰ سے ہے اور وہ زائل نہیں ہوتی کیونکہ وہ خدائے لم یزل کی طرف سے ہوتی ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ اور وہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ خدا فرماتا ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ اور نہیں

بھیجا ہم نے تجھے مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت اس بنا پر آپ کی یہ کوشش رہی کہ سب کافر ہدایت یافتہ ہو جائیں اور آپ کی رحمت کا یہی تقاضا تھا لیکن ایسا ہوا نہیں کیونکہ ہدایت کا خالق اللہ تعالیٰ ہے اور اسے تقسیم کرنے والے آپ ہیں آپ نے فرمایا۔ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَاللّٰہُ یُعْطِیْ میں تقسیم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے۔ لہٰذا آپ صرف اسے ہدایت دیتے ہیں جس کے لئے خدا نے ہدایت تخلیق کی ہے اور جس کے لئے خدا نے ہدایت پیدا ہی نہیں کی اسے آپ کیسے ہدایت دے سکتے ہیں۔

(۵) دل میں ایمان نقش ہو جاتا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ○ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان نقش کر دیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بات کو پسند فرمایا اور خدا کی بارگاہ میں عرض کی۔ ''رب اشرح لی صدری'' اور اس میں:

نکتہ اول: یہ ہے کہ اگر کسی کاغذ پر قرآن لکھ دیا جائے تو اسے جلانا منع ہے تو جس دل پر اللہ تعالیٰ ایمان نقش کر دے گا وہ کریم اسے بھی نہیں جلائے گا۔

نکتہ دوم: یہ ہے کہ حضرت بشر حافی رحمتہ اللہ علیہ نے زمین پر ایک کاغذ پڑا دیکھا جس پر تسمیہ تحریر تھی۔ آپ نے دو جہاں کی سعادت سے سرفراز فرما دیا اور جس دل میں ایمان نقش ہو جائے اور اس میں خدا کی معرفت پیدا ہو جائے وہ کریم ذات اس دل کو بھی کمال شرف سے سرفراز فرمائے گا۔

نکتہ سوم: اگر کسی کاغذ پر اسم ''اللہ'' لکھ دیا جائے تو اس کی قدر و منزلت بڑھ جاتی ہے۔ اسے کوئی جنبی انسان یا حائضہ عورت چھو نہیں سکتی بلکہ امام شافعی نے فرمایا کہ قرآن کی جلد کو بھی نہیں چھو سکتا اور خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ لَا یَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ○ قرآن کو پاک لوگ ہی چھو سکتے ہیں۔ لہٰذا جس دل میں خدا تعالیٰ

ایمان کی دولت رکھ دے خدا کے کرم سے امید واثق اور تیقن کامل ہے کہ اس دل کو شیطان خبیث کبھی چھوئے گا نہیں۔

(۶) دل میں سکینہ ہوتا ہے، خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

هُوَالَّذِیْ اَنْزَلَ السَّکِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ○

ترجمہ: اللہ تعالیٰ وہ ہے جس نے مومنوں کے دلوں میں تسلی نازل فرمائی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وصف کو پسند فرما کر خدا کی بارگاہ میں عرض کی ''رب اشرح لی صدری'' اور اس میں:

نکتہ: یہ ہے کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ غار ثور میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ موجود تھے۔ تو آپ پر خوف وحزن کی کیفیت طاری ہوئی۔ خدا تعالیٰ نے ان پر سکینہ نازل فرمایا جس کے نتیجے میں ان کا خوف وحزن دور ہو گیا اور طمانیت قلب حاصل ہو گئی۔ اس طرح جس بندے کے دل پر خدا تعالیٰ سکینہ نازل فرما دیتا ہے اسے بھی دنیا کے خوف وخطر سے امن دے دیتا ہے۔

(۷) دل میں محبت اور زینت ہے خدا فرماتا ہے۔

وَلٰکِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَزَیَّنَهٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ○

بلکہ اللہ تعالیٰ نے ایمان کو تمہارے لئے محبوب کر دیا اور اسے تمہارے دلوں میں زینت دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس محبت و زینت کو پسند فرما کر عرض کی ''رب اشرح لی صدری'' اور اس میں:

نکتہ: یہ ہے کہ جو زمین میں کوئی دانہ اُگاتا ہے تو اس کے اُگنے پر اس کو نہ تو تلف کرتا ہے اور نہ ہی اسے جلاتا ہے تو جس دل میں خدا تعالیٰ محبت کا بیج بودے اسے اپنے فضل وکرم سے ہرگز نہ جلائے گا۔

(۸) خدا نے دل میں الفت ڈال دی خدا فرماتا ہے۔ وَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ○

اس نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس صفت کی رغبت کی اور عرض کی ''رب اشرح لی صدری'' اور اس میں:

نکتہ: یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کے دلوں میں الفت ڈال دی اور ان کو خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں بھی جا کر نہ بھولے۔ فرمایا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ○ بلکہ سفر و حضر میں یہ پڑھتے رہے گویا سفر و حضر میں صحابہ کی یاد کو اپنے ساتھ رکھا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ بھی ان لوگوں کا ساتھ نہ چھوڑے گا جن کے دلوں میں الفت ڈال دی۔

(۹) دل میں طمانیت ہے، خدا فرماتا ہے۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ○

ترجمہ: خبردار اللہ کے ذکر سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طلب طمانیت کے لئے عرض کی ''رب اشرح لی صدری'' اور اس میں:

نکتہ: یہ ہے کہ انسان کی حاجات و خواہشات کی فہرست طویل ہوتی ہے۔ وہ دنیا کے مال و متاع پر دیوانہ وار گرتا ہے اور اس کے حصول کے لئے دن رات کوشاں رہتا ہے۔ بیوی بچوں کی خواہش ان کی تعلیم و تربیت کوٹھی بنگلہ فیکٹری بینک بیلنس غرض یہ کہ انسان چاروں طرف سے دنیاوی ضروریات کے جال میں پھنسا ہوا ہے اور یہ سب چیزیں انسان کے سکون کو تباہ کرنے والی ہیں۔ ہاں سکون قلب کی دولت صرف یادِ الٰہی میں ہے۔

نہ دولت سے نہ دنیا سے نہ گھر آباد کرنے سے
تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

(تفسیر کبیر، جلد 5، ص 27)

تفسیر کبیر میں امام رازی نے زمین کے تمام فائدے اور اس کی صفات پر بحث فرمائی ہے ملاحظہ ہو۔

پہلا منافع:

زمین کے تمام منافع اور اس کی صفات کے بارے میں تو پہلی منفعت یہ ہے کہ اس میں معدنیات اور حیوانات اور آثارِ علویہ وسفلیہ پیدا ہوتے ہیں جن کی تفصیلات کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

دوسرا منافع:

یہ کہ زمین کی مٹی کے ساتھ نمی ملنے کے خمیر سے مرکبات کے جسموں میں تماسک اور ٹھہراؤ حاصل ہوتا ہے۔

تیسرا منافع:

زمین کے حصوں کا اختلاف ہے چنانچہ ان میں سے کوئی زمین نرم ہے اور کوئی سخت، کوئی حصہ ریتلی زمین کا ہے اور کہیں شورا ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات میں موجود ہے۔

وَفِی الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ٥ (الرعد، آیت 4)

ترجمہ: اور زمین کے مختلف قسم کے ٹکڑے ہیں جو قریب قریب ہیں۔

وَالْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا٥

(الاعراف آیت 58)

ترجمہ: اور جو زمین عمدہ و زرخیز ہے (کثرت سے) نکلتی ہے اس کی پیداوار رب کے حکم سے اور جو خراب ہے اس سے نہیں نکلتی مگر گھٹیا اور قلیل۔

چوتھا منافع زمین کے ٹکڑوں کے رنگ:

زمین کے ٹکڑوں کے رنگ مختلف ہیں کوئی سرخ ہے کوئی سیاہ ہے کوئی سفید ہے اور کوئی خاکستری رنگ کا ہے اور کوئی ٹکڑا غبار کے رنگ کا ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بِيضٌ وَحُمْرٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَغَرَابِيبُ سُودٌ٥

(فاطر، آیت 27)

ترجمہ: اور پہاڑوں سے بھی رنگ برنگے ٹکڑے ہیں کوئی سفید کوئی سرخ مختلف رنگوں میں اور بعض حصے سخت سیاہ ہیں۔

پانچواں منافع:

زمین کا پھٹنا اور اس سے روئیدگی کا نکلنا ہے جس کے بارے میں فرمانِ الٰہی ہے۔

وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ٥ (الطارق، آیت 12)

ترجمہ: اور زمین جو (بارش سے) پھٹ جاتی ہے۔

چھٹا منافع: زمین پر پانی کے خزانے:

زمین پر آسمان سے اُترنے والے پانی کا خزانہ ہے اور اس کی طرف اللہ تعالیٰ کے ان احکام میں اشارہ ہے۔

وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ فَأَسْكَنَّاهُ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّا عَلَى ذَهَابٍ بِهِ لَقَادِرُونَ٥ (المومنون، آیت 18)

ترجمہ: اور ہم نے آسمان سے پانی اُتارا اندازے کے مطابق پھر ہم نے زمین

میں ٹھہرالیا اور یقیناً ہم اسے ناپید کرنے میں قدرت رکھتے ہیں۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَاۗؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَاۗءٍ مَّعِيْنٍ○

ترجمہ: آپ پوچھیے اگر کسی صبح تمہارا پانی زمین کی تہہ میں اُتر جائے تو تمہیں میٹھا اور صاف پانی کون دے گا۔ (الملک، آیت 3)

ساتواں منافع: زمین میں چشمے اور نہریں ہیں:

زمین میں چشمے اور بڑی بڑی نہریں ہیں۔ ان کی طرف اس آیت میں ارشاد ہے۔

وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا○ (الرعد، آیت 3)

ترجمہ: اور بنا دیئے اس میں پہاڑ اور دریا۔

آٹھواں منافع: زمین میں جواہرات ہیں:

زمین میں معدنیات اور جواہرات ہیں اور ان کی طرف اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اشارہ ہے۔

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ○ (الحجر، آیت 19)

ترجمہ: اور زمین کو ہم نے پھیلا دیا اور اس میں محکم پہاڑ گاڑ دیئے اور اس میں ہر چیز اندازے کے مطابق اُگا دی، پھر اس تمام بیان کے بعد بیان فرمایا۔

وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَاۗىِٕنُهٗ ۡ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ○

(الحجر، آیت 21)

ترجمہ: اور نہیں کوئی چیز مگر ہمارے پاس اس کے خزانے ہیں اور نہیں ہم اُتارتے مگر ایک معلوم اندازے کے مطابق۔

نواں منافع: زمین کی پوشیدہ قوت:

زمین میں وہ چیز چھپی ہوئی ہے جو دانے اور گٹھلی کو پھاڑتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی ۝ (الانعام، آیت 95)

ترجمہ: بے شک اللہ ہی پھاڑنے والا ہے دانے اور گٹھلی کو۔

اور فرمایا۔

یُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝ (النمل، آیت 25)

ترجمہ: جو نکالتا ہے پوشیدہ چیزوں کو آسمانوں اور زمین سے۔

پھر یہ کہ زمین کو کریم طبیعت دی کہ تُو اس کی طرف ایک دانہ پھنکتا ہے اور وہ تیری طرف سات سو دانے لوٹاتی ہے۔

كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۝

(البقرہ، آیت 261)

ترجمہ: مثال ایسی ہے جیسے ایک دانہ جو اُگاتا ہے سات بالیں اور ہر بالی میں سو دانہ ہو۔

دسواں منافع: زمین کر کر زندہ ہو جاتی ہے:

زمین کی موت کے بعد اس کی زندگی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا ۝

(السجدہ، آیت 27)

ترجمہ: کیا انہوں نے نہیں دیکھا ہم لے جاتے نہیں پانی بنجر زمین کی طرف پھر ہم اس سے کھیتی نکالتے ہیں۔

اور فرمایا۔

وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ اَحْیَیْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ٥

(یٰسٓ، آیت33)

ترجمہ: اور ایک نشانی اُن کے لئے یہ مردہ زمین ہے اور ہم نے اسے زندہ کر دیا اور اس میں سے غلہ نکالا پس وہ اس سے کھاتے ہیں۔

گیارہواں منافع: زمین پر چوپائے ہیں:

زمین پر مختلف رنگوں اور صورتوں اور مختلف خلقت میں چوپائے پائے جاتے ہیں ان کی طرف اللہ تعالیٰ کے اس قول میں اشارہ ہے۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِكُمْ وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ٥ (لقمان، آیت10)

ترجمہ: اس نے پیدا فرمایا آسمانوں کو ایسے ستونوں کے بغیر جنہیں تم دیکھ سکو اور کھڑے کر دیئے ہیں اونچے اونچے پہاڑ تا کہ زمین ڈولتی نہ رہے اور پھیلا دیئے اس میں ہر قسم کے جانور۔

بارہواں منافع: زمین میں نباتات ہیں:

جو زمین میں مختلف نباتات اور اس کے رنگ اور اس کی انواع اور اس کے منافع ہیں اس کی طرف اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں اشارہ ہے۔

وَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ بَهِیْجٍ٥ (ق، آیت 7)

ترجمہ: اور اُگا دی ہیں اس میں ہر قسم کی رونق افزاء چیزیں۔

اور ان کے رنگوں کے اختلاف میں دلالت ہے اور ان کی لذتوں کے اختلاف میں دلالت ہے اور ان کی خوشبوؤں کے اختلاف میں دلالت ہے تو ان

میں سے انسان کی غذا ہے اور ان میں سے جانوروں کی غذا ہے جیسا کہ فرمایا۔

كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ○ (طٰه، آیت 54)

ترجمہ: خود بھی کھاؤ اور اپنے مویشیوں کو بھی چراؤ۔

رہا بشر کی غذا تو اس میں سے طعام ہے اور اس سے سالن تیار ہوتا ہے اور اسی سے دوا پیدا ہوتی ہے اور اسی سے پھل پیدا ہوتے ہیں اور پھلوں کی شیرینی اور ترشی میں مختلف انواع ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ○ (حٰم، آیت 10)

ترجمہ: اور اندازہ سے اس میں مقرر کر دی ہیں اس میں غذائیں چار دنوں میں یکساں ہے طلبگاروں کے لئے۔

اور زمین ہی سے انسان کا لباس ہے اور یہ لباس یا نباتیہ ہے اور یہ کپاس اور کتان ہے یا حیوانیہ ہے، اور یہ بال، صوف، ریشم اور کھالیں ہیں اور یہ چیزیں ان حیوانات سے حاصل ہوتی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے زمین میں پھیلا دیا ہے۔ تو زمین سے کھانے حاصل ہوتے ہیں اور زمین ہی سے ملبوسات ملتے ہیں پھر فرمایا۔ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ○ (النحل، آیت 8) ''اور پیدا فرمائے گا ایسی سواریوں کو جو تم نہیں جانتے''۔ اور اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ زمین میں بہت سے منافع ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

پھر یہ کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے زمین کو تیری موت کے بعد تیری برائیوں کے چھپانے کے لئے پردہ بنایا ہے، تو فرمایا۔

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا اَحْيَآءً وَّاَمْوَاتًا○ (المرسلات، آیت 25)

ترجمہ: کیا ہم نے نہیں بنایا زمین کو سمیٹنے والی، تمہارے زندوں اور مردوں کو۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ○ (طٰه، آیت 55)

ترجمہ: اسی زمین سے ہم نے تمہیں پیدا کیا اور اسی میں لوٹائیں گے۔

پھر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ نے آسمان اور زمین کے ان عظیم منافعوں کو جمع کر کے فرمایا۔

وَسَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۝ (طٰہٰ آیت55)

ترجمہ: اور اس سے مسخر کر دیا تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔

تیرھواں منافع: زمین میں قیمتی پتھر ہیں:

زمین میں مختلف پتھر ہیں جن میں چھوٹے چھوٹے پتھر ہیں جنہیں زینت کے لئے درست کیا جاتا ہے تو ان سے انگوٹھیوں کے نگینے بنتے ہیں اور جو بڑے بڑے ہیں ان سے عمارتیں تیار ہوتی ہیں تو اس پتھر میں غور کریں جس کی کثرت بھی ہے اور اس سے آگ نکلتی ہے اور سرخ یاقوت کو دیکھیں کہ اس کی کتنی عزت ہے پھر اس حقیر پتھر کے نفع کی کثرت کو دیکھیں اور اس کے ساتھ اعلیٰ پتھر کے نفع کی قلت کو دیکھیں۔

چودھواں منافع: سونا بنانا ممکن نہیں:

زمین کو اللہ تعالیٰ نے انتہائی قیمتی خزانے تفویض کئے ہیں جیسا کہ سونا اور چاندی پھر غور کریں کہ انسانوں نے حرفتِ دقیقہ اور صنعت جلیلہ کو نکالا اور انہوں نے سمندر کی گہرائی سے مچھلی کو نکال لیا اور پرندہ کو ہوا کی بلندی سے اتار لیا مگر سونا اور چاندی بنانے سے عاجز ہیں اور اس میں سبب یہ ہے کہ دونوں کے وجود میں سوائے قیمتی ہونے کے فائدہ نہیں اور یہ فائدہ سوائے ان کی عزت وقلت کے ہونے کے حاصل نہیں تو ان دونوں کو بنانے پر انسان کا قادر ہونا اس حکمت کو

باطل کر دیتا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس حکمت کے اظہار اور اس نعمت کو باقی رکھنے کی وجہ سے ان دونوں یعنی سونا اور چاندی بنانے کا دروازہ انسان پر بند کر دیا اور انسانوں کو اس چیز کے بنانے پر متمکن کیا جس میں مخلوق کو نقصان نہ ہو چنانچہ تانبے شبہ یعنی پوتھ اور ریت سے شیشہ بنانے پر قدرت دے دی اور جب عقلمند شخص ان لطائف وعجائب پر غور کرتا ہے تو وہ طوعاً وکرہاً ان تدابیر کو صانع حکیم اور مقتدر علیم سبحانہٗ وتعالیٰ کا محتاج پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس بات سے بلند وبرتر ہے جو ظالم اس کے بارے میں کہتے ہیں۔

پندرہواں منافع: زمین پر درخت ہیں:

زمین اور پہاڑوں پر پائے جانے والے وہ درخت ہیں جن سے عمارتیں اور چھتیں تیار ہوتی ہیں پھر ایندھن ہے جس کی روٹی اور کھانا پکانے میں سخت ضرورت ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین اور اس کے منافع کے دلائل پر جو الفاظ بیان فرمائے ہیں ان تک رسائی حاصل کرنے کے لئے بلغاء اور فصحاء عاجز ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَهُوَ الَّذِىْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِىَ وَاَنْهَارًا وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ ○ (الرعد، آیت3)

ترجمہ: اور وہی ہے جس نے پھیلا دیا زمین کو اور بنا دیئے اس میں پہاڑ اور دریا اور ہر قسم کے پھل اور اس میں دو جوڑے بنائے۔

❀❀❀

فصل دوم:

امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ کے علم کی جھلکیاں

امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے حیات النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جس میں انہوں نے یہ حدیث نقل کی ہے۔

مَامِنْ اَحَدٍ یُسَلِّمُ عَلَیَّ رَدَّ اللّٰہُ اِلَیَّ رُوْحِیْ حَتّٰی اَرُدَّ عَلَیْہِ السَّلَامَ ؁

کوئی شخص مجھ پر سلام نہیں بھیجتا لیکن اللہ تعالیٰ نے میری روح میری طرف لوٹا دی ہوتی ہے۔ یہاں تک کہ میں اس کو اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

امام موصوف نے اس حدیث پر مندرجہ ذیل اعتراضات کیے ہیں اور بعد میں ان کے جوابات دیئے ہیں۔

(۱) جسم مبارک سے روح اقدس کے بار بار نکلنے کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف ہوتی ہے یا کم از کم اس تکرار خروجِ روح مبارک کا ہونا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بزرگی اور عظمت کے خلاف ہے کیونکہ حدیث مذکور سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات آپ کی روح آپ کے جسم اطہر سے جدا ہوتی ہے۔

(۲) روح کا بار بار نکلنا اور جسم میں داخل ہونا شہداء وغیرھم کی شان کے ہی خلاف ہے کیونکہ ان کے بارے میں یہ بات کہیں ثابت نہیں کہ عالم برزخ میں ان کی روحیں بار بار جدا ہوتی ہیں اور بار بار ان کے جسموں میں داخل ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو اس بات کے زیادہ مستحق ہے کہ آپ کی روح مبارک ہمیشہ آپ کے جسم میں رہے

اور یہی اعلیٰ مرتبہ ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان کے لائق کہا جائے۔

(۳) ایک خرابی یہ بھی لازم آتی ہے کہ روح اقدس کا بار بار نکلنا اور واپس آنا نص قرآن کے خلاف ہے کیونکہ قرآن نے اس بات پر دلالت کی کہ موت صرف دو مرتبہ اور حیات بھی دو مرتبہ ہے اور اس بار بار روح کے نکلنے اور واپس آنے سے تو بے شمار موتیں لازم آتی ہیں اور یہ قرآن کی روشنی میں صراحۃً باطل ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔ رَبَّنَا اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَاَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ ٥ اے ہمارے رب تو نے ہمیں دو مرتبہ موت دی اور دو دفعہ زندہ کیا۔

جواب نمبر 1.

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ ''رَدَّاللّٰہُ'' جملہ حالیہ ہے اور عربی قاعدہ کے مطابق جب فعل ماضی جملہ حالیہ واقع ہو تو وہاں ''قد'' ضرور مقدر ہوتا ہے جیسے اس آیت میں ہے۔ اَوْجَآءُ کُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُھُمْ ٥ یا تمہارے پاس یوں آئے کہ ان کے دلوں میں سکت نہ رہی۔

یہاں حَصِرَتْ سے پہلے قد مقدر ہے اور قَدْ حَصِرَتْ پڑھا جائے گا۔ اسی طرح حدیث زیر بحث میں قَدْرَدَّاللّٰہُ پڑھا جائے گا اور حتیٰ یہاں تعلیلیہ نہیں بلکہ محض حرف عطف ہے جو واؤ کے معنیٰ دیتا ہے اس تقریر سے اب حدیث کا مفہوم یوں ہوگا۔

جو شخص بھی مجھ پر سلام بھیجتا ہے اس حال میں بھیجتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے سلام بھیجنے سے پہلے ہی میری روح مجھے لوٹا دی ہوتی ہے اور میں اس کے

سلام کا جواب دیتا ہوں۔

جواب نمبر 2.

رد روح سے مراد یہ نہیں کہ روح بدن مبارک سے جدا ہو کر بدن مبارک میں واپس آ جاتی ہے۔ بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم برزخ میں ملکوت کے احوال اور مشاہدہ الٰہی میں بالکل اس طرح مشغول اور مستغرق ہیں جس طرح دنیا کی حیات ظاہری میں ہوتے تھے لہٰذا اس مشاہدہ اور استغراق کی حالت سے افاقہ کو ''رد روح'' سے تعبیر فرمایا ہے اور اس کی نظیر وہ قول ہے جو حدیث معراج میں واقع ہونے والے لفظ ''اِسۡتَیۡقَظۡتُ'' کی تشریح میں وارد ہوا ہے۔ حدیث کی عبارت یہ ہے۔

فَاسۡتَیۡقَظۡتُ وَاَنَا بِالۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ ٥

یہاں لفظ استیقاظ سے نیند سے بیدار ہونا مراد نہیں کیونکہ معراج نیند کی حالت میں نہیں ہوا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مراد عجائب ملکوت کے مشاہدے میں مشغول ہونے سے افاقہ ہے۔

اب حدیث زیر بحث کا مفہوم اس طرح ہوگا کہ مشاہدہ جمال الٰہی اور عجائب ملکوت میں مستغرق ہوتا ہوں جب کوئی شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے خدا تعالیٰ میری توجہ مشاہدہ سے ہٹا کر سلام بھیجنے والے کی طرف مبذول کر دیتا ہے اور میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

جواب نمبر 3.

لفظ ''رَدَّ'' اس بات کو مستلزم ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک بدن اقدس ہی میں رہے کیونکہ کوئی وقت ایسا نہیں جب کوئی نہ کوئی شخص

آپ پر درود وسلام نہ بھیجتا ہو لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح شریف کا بدن مبارک میں ہر وقت ہونا ضروری ہے۔

جواب نمبر 4.

لفظ ''روح'' سے کنایہ کے طور پر سمع مراد لی جائے۔ اب حدیث کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بطور خرق عادت ایسی قوت سامعہ عطا فرماتا ہے کہ آپ سلام بھیجنے والے کی آواز کو خواہ وہ کتنی ہی دور کیوں نہ ہو سن لیتے ہیں اور کسی پہنچانے والے کے واسطہ کے بغیر سن کر جواب بھی دیتے ہیں۔

جواب نمبر 5.

''رد روح'' سے مراد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برزخ میں جن اعمال میں مشغول ہیں مثلاً امت کے اعمال کو دیکھنا ان کے گناہوں سے ان کے لئے استغفار کرنا ان سے مصائب دور ہونے کی دعا کرنا۔ اطراف زمین میں برکت دینے کے لئے آمدورفت رکھنا امت مرحومہ میں سے جو صالحین فوت ہو جاتے ہیں ان کے جنازوں میں شرکت فرمانا وغیرہ ان تمام اعمال سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فراغت حاصل ہو جائے۔

بے شک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برزخ میں انہی امور میں مشغول رہتے ہیں جن کا ذکر ہوا جیسا کہ احادیث وآثار میں وارد ہے اور چونکہ آپ پر سلام بھیجنا افضل ترین عمل ہے اور سب سے بڑی قربت ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سلام بھیجنے والوں کے لئے یہ خاص عنایت ہوگی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو شرف عطا فرمانے اور اس کے سلام کا جواب اور بدلہ دینے

کے لئے اپنے اہم مشاغل سے فارغ ہو کر اس کی طرف توجہ فرمائیں۔

جواب نمبر 6.

روح سے روحِ حیات مراد نہیں بلکہ خوشی اور راحت مراد ہے چنانچہ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ فَرَوْحٌ وَرَيْحَانٌ ۝

یہاں فَـرَوْحٌ کی ''رُ'' پر ضمہ بھی پڑھا گیا ہے اس تقدیر حدیث کے معنے یہ ہوں گے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سلام بھیجنے والے کے سلام سے نہایت خوشی اور مسرت اور راحت وفرحت حاصل ہوتی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے لئے سلام کو بہت پسند فرماتے ہیں اور یہ خوشی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سلام کا جواب دینے پر آمادہ کرتی ہے۔

جواب نمبر 7.

لفظ روح سے مراد وہ فرشتہ ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قبر پر خدا تعالیٰ نے مقرر کر دیا ہے اور جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی امت کا درود و سلام آپ کی خدمت میں پیش فرماتا ہے لفظ روح جبریل کے علاوہ دوسرے فرشتوں کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے چنانچہ امام راغب نے لکھا ہے کہ اشراف ملائکہ کا نام ارواح رکھا جاتا ہے لہٰذا ''رَدَّ اللّٰهُ اِلَيَّ رُوْحِيْ'' کے معنی یہ ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ اس فرشتے کو جو میری قبر پر مقرر ہے۔ میری طرف بھیجتا رہتا ہے تاکہ وہ مجھے سلام پہنچا دے۔

جواب نمبر 8.

روح سے مراد وہ رحمت ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قلب مبارک میں امت کے لئے پائی جاتی ہے اور وہ رحمت جو آپ کی فطرت میں

ہے۔ بعض اوقات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان لوگوں پر غضب ناک ہو جاتے ہیں جن کے گناہ زیادہ ہو جائیں اور وہ محرمات کے مرتکب ہوں۔ حضور علیہ السلام پر درود وسلام بھیجنا گناہوں کی مغفرت کا سبب ہے جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے۔

اِذاً تُکْفٰی هَمَّكَ وَیُغْفِرُ ذَنْبُكَ○

یعنی اگر درود کی کثرت کرو گے تو غم سے محفوظ کر دیئے جاؤ گے اور تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

لہٰذا آپ نے یہ بتایا کہ جو شخص بھی آپ پر سلام بھیجتا ہے۔ اس کے گناہ خواہ کتنے ہی زیادہ کیوں نہ ہوں۔ آپ کی فطری رحمت آپ کی طرف لوٹ آتی ہے اور آپ بہ نفس نفیس اس کے سلام کا جواب عطا فرماتے ہیں اور اس کے سابقہ گناہ آپ کے لئے اس کے سلام کا جواب دینے سے رکاوٹ کا موجب نہیں ہو سکتے۔

جواب نمبر 9.

رَدَّ اللّٰهُ اِلَیَّ رُوْحِیْ سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سلام بھیجنے والوں کے سلام کا جواب دینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد فرما دیتا ہے۔ یہ معنی اس تقدیر پر ہے کہ روح سے مراد رحمت لی جائے اور یہ واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو صلوٰۃ ہوتی ہے وہ رحمت ہی ہے تو گویا بارگاہ رسالت میں جو سلام بھیجتا ہے وہ رحمت کا طلب گار ہے تو اللہ تعالیٰ اس امر رحمت کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سپرد کر دیتا ہے کہ اے محبوب تو سلام بھیجنے والے کے لئے مجھ سے رحمت کی دعا کر میں اس پر رحمت کردوں گا۔

جواب نمبر 10۔

لفظ روح سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سمع معتاد ہے اور لفظ رَدَّ سے مراد ملکوتی استغراق اور مشاہدہ حق سے افاقہ ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس وقت سلام بھیجنے والوں کی طرف مخاطب ہونے کے لئے اپنے مشاہدہ اور استغراقِ ملکوتی سے لوٹا دیتا ہے اور جواب دینے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی حالت کی طرف واپس آ کر استغراق ملکوتی اور مشاہدہ حق میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ (الحاوی للفتاویٰ، جلد 2، ص 50)

"تلك عشرة كاملة"

ملائکہ کے رسول

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرشتوں کے بھی رسول ہیں اس مسئلے پر امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے دلائل ملاحظہ فرمائیں۔

دلیل نمبر 1۔

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

تَبَارَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعَالَمِيْنَ نَذِيْرًا۟ o

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تا کہ وہ تمام جہانوں کا ڈرانے والا ہو جائے۔

اس آیت میں عالمین اسی طرح ہے جیسے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ میں عالمین ہے یعنی جس طرح خدا تعالیٰ تمام مخلوق کا پروردگار ہے اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام جہانوں کے نذیر ہیں اور نذارت صفت نبوت ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ تمام مخلوق کے نبی ہیں اور تمام مخلوق میں فرشتے بھی

شامل ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ آپ فرشتوں کے بھی رسول ہیں۔

جیسے سب کا خدا ایک ہے ویسے بھی
اِن کا اُن کا تمہارا ہمارا نبی

دلیل نمبر 2.

خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ٥ اور نہیں بھیجا ہم نے تجھے مگر تمام جہانوں کے لئے رحمت اور جہانوں میں فرشتے بھی ہیں۔ لہٰذا آپ کی رحمت میں فرشتے بھی داخل ہیں چنانچہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا کیا تجھے بھی اس رحمت سے کچھ حصہ ملا ہے۔ عرض کی میں اپنے انجام سے خوفزدہ تھا جب اللہ تعالیٰ نے آپ پر نازل شدہ قرآن میں میرے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔ ذِیْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِی الْعَرْشِ مَكِيْنٍ٥ جو قوت والا ہے مالک عرش کے نزدیک عزت والا ہے۔ تو مجھے امن مل گیا۔ پس ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحمت فرشتوں کو بھی شامل ہے اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرشتوں کے بھی رسول ہیں۔

دلیل نمبر 3.

خدا تعالیٰ کا فرمان ہے۔ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّیْ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ٥ فرشتوں سے جو بھی یہ کہے گا کہ میں خدا کے سوا معبود ہوں تو ہم اسے جہنم رسید کریں گے۔ یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل شدہ قرآن کی وہ آیت ہے۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانی فرشتوں کے لئے نذارت ہے۔ اور خدا تعالیٰ نے ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا۔

وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ○

ترجمہ: اور یہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے تاکہ میں اس سے تمہیں اور ہر اس (مخلوق) کو ڈراؤں جس تک یہ پہنچا۔

پس ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نذارت میں فرشتے بھی شامل ہیں جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ آپ فرشتوں کے بھی رسول ہیں۔

دلیل نمبر 4.

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا اَمَّنَ الْاِمَامُ فَاَمِّنُوْا فَاِنَّهٗ مَنْ وَافَقَ تَاْمِيْنُهٗ تَاْمِيْنَ الْمَلَائِكَةِ غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ○

ترجمہ: جب امام آمین کہے تو تم بھی آمین کہو۔ اس لئے کہ جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے موافق ہوگئی اس کے پہلے گناہ بخش دیئے گئے۔

ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اَلَا تَصُفُّوْنَ كَمَا تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا قَالُوْا وَكَيْفَ تَصُفُّ الْمَلَائِكَةُ عِنْدَ رَبِّهَا قَالَ يُتِمُّوْنَ الصَّفَّ الْاَوَّلَ فَالْاَوَّلَ وَيَتَرَاصُّوْنَ فِي الصُّفُوْفِ○

ترجمہ: تم اس طرح صف بندی کیوں نہیں کرتے جس طرح فرشتے اپنے پروردگار کے حضور کرتے ہیں۔ پوچھا گیا فرشتے کیسے صف بندی کرتے ہیں فرمایا وہ پہلی صف کو مکمل کرنے کے بعد دوسری صف بناتے ہیں اور خوب ایک دوسرے کے ساتھ گتھ کر صف بندی کرتے ہیں۔

ان دونوں احادیث سے ثابت ہوا کہ آسمانوں پر فرشتے اہل زمین کی سی

نماز ادا کرتے ہیں۔ اس لئے کہ جس طرح اہل زمین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہیں اہل آسمان بھی آپ کے امتی ہیں پس نتیجہ یہ نکلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرشتوں کے بھی رسول ہیں۔

دلیل نمبر 5.

حضرت اسرافیل اہل آسمان کے مؤذن ہیں ان کی اذان کی آواز تمام اہل آسمان اور تمام اہل زمین سوائے جن وانس کے سنتے ہیں اور میکائیل امامت کراتے ہیں۔ پتہ چلا فرشتے ہمارے طرح اذان دیتے ہیں اور ہماری طرح نماز ادا کرتے ہیں کیونکہ وہ بھی ہماری طرح رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امتی ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ آپ فرشتوں کے بھی رسول ہیں۔

دلیل نمبر 6.

حدیث میں ہے کہ:

اِذَا کَانَ الرَّجُلُ فِیْ اَرْضٍ فَاَقَامَ الصَّلَاۃَ صَلّٰی خَلْفَہٗ مَلَکَانِ فَاِنْ اَذَّنَ وَاَقَامَ صَلّٰی خَلْفَہٗ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ مَالَا یُرٰی طَرَفَاہُ یَرْکَعُوْنَ بِرُکُوْعِہٖ وَیَسْجُدُوْنَ بِسُجُوْدِہٖ وَیُؤْمِنُوْنَ عَلٰی دُعَائِہٖ○

ترجمہ: جب کوئی آدمی کسی زمین میں ہوتا ہے پس نماز قائم کرتا ہے تو اس کے پیچھے دو فرشتے نماز ادا کرتے ہیں۔ اگر وہ اذان اور اقامت کے ساتھ نماز پڑھے تو اس کے پیچھے حد نگاہ تک دونوں طرف کھڑے ہو کر نماز پڑھتے ہیں۔ اس کے رکوع کے ساتھ رکوع کرتے ہیں اس کے سجدہ کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں اور اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ فرشتوں کی نماز ہماری نماز کی طرح ہے اس لئے

کہ وہ ہماری طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں شامل ہیں۔

دلیل نمبر 7.

امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم معراج کی رات آسمانوں پر تشریف لے گئے تو آپ نے ایک فرشتے سے وہی اذان سنی جو ہم بوقت نماز پڑھتے ہیں یعنی اس میں اشھد ان محمد رسول اللہ اور حی علی الصلوٰۃ کے الفاظ تھے جب فرشتے نے حی علی الصلوٰۃ کہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ صدق عبدی دعا الیٰ فریضتی میرے بندے نے سچ فرمایا اس نے میرے فرض کی طرف بلایا پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا گیا امامت کرائیں۔

فَاَمَّ اَھْلَ السَّمَاءِ فَتَمَّ شَرْفُہٗ عَلٰی سَائِرِ الْخَلْقِ○

ترجمہ: آپ نے اہل آسمان کی امامت کرائی پس ساری مخلوق پر آپ کا مرتبہ ثابت ہوگیا۔

اس حدیث سے چار وجوہ سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ آپ فرشتوں کے رسول ہیں۔

(۱) فرشتے نے اذان دیتے وقت آپ کی رسالت کی گواہی دی اور کہا اشھد ان محمدا رسول اللہ○

(۲) فرشتے نے کہا حی علی الصلوٰۃ آؤ نماز کی طرف اور خدا نے فرمایا میرے بندے نے میرے فرض کی طرف بلایا۔ معلوم ہوا نماز جس طرح اہل زمین پر فرض ہے۔ اسی طرح اہل آسمان پر فرض ہے۔

(۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرشتوں کی امامت کرائی جو اس بات

کی دلیل ہے کہ فرشتے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقتدی ہیں اور آپ کے امتی ہیں۔

(۴) آپ کا شرف ساری مخلوق پر ثابت ہوا اور مخلوق میں فرشتے بھی ہیں اور آپ کے لئے تکمیل شرف کی صورت یہی ہے کہ آپ فرشتوں کے بھی رسول ہیں۔

دلیل نمبر 8.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے ہندوستان میں نازل ہوئے تو ان پر وحشت طاری ہوئی جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے اذان کہی اور دو مرتبہ کہا۔ اشھد ان محمدا رسول اللہ یعنی جبریل امین علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دی جو اس بات کی دلیل ہے ۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جبریل علیہ السلام کے بھی رسول ہیں۔

دلیل نمبر 9.

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت شیث علیہ السلام کو وصیت کی جب بھی تو خدا کا ذکر کرے تو ساتھ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ضرور کرنا کیونکہ میں نے ان کا اسم گرامی ساق عرش پر اور آسمان میں ہر جگہ جنت کے مکانوں پر جنت کے چوباروں پر حوروں کے سینوں پر شجر طوبیٰ کے پتوں پر سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں پر اور ملائکہ کی آنکھوں پر لکھا دیکھا ہے کثرت سے ان کا ذکر کرو فرشتے کثرت سے ان کا ذکر کرتے ہیں۔ فرشتے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے غافل نہیں

اس لئے کہ آپ ان کے بھی رسول ہیں۔

دلیل نمبر 10۔

ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی الانبیاء ہیں اس لئے کہ خدا نے فرمایا۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَا آتَیْتُکُمْ مِنْ کِتَابٍ وَحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَاءَ کُمْ رَسُوْلٌ مُصَدِّقٌ لِمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ O

یاد کر جب کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب و حکمت عطا کروں پھر تمہارے پاس میرا شاندار رسول آئے جو تصدیق کرنے والا ہو ہر اس چیز کی جو تمہارے ساتھ ہو تو تم ضرور ان پر ایمان لے آنا۔

معلوم ہوا نبیوں کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ ہمارے نبی پر ایمان لائیں اس لئے کہ آپ ان کے بھی نبی اور رسول ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی اے عیسیٰ حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر ایمان لاؤ اور اپنے امتیوں سے بھی کہہ دو جو انکا زمانہ پائیں وہ ان پر ایمان لائیں۔ اس لئے کہ:

فَلَوْلَا مُحَمَّدٌ مَاخَلَقْتُ آدَمَ وَلَا الْجَنَّۃَ وَلَا النَّارَ O

ترجمہ: پس اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نہ ہوتے میں نہ آدم کو پیدا کرتا اور نہ جنت و دوزخ کو پیدا کرتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا ضروری اس لئے تھا کہ آپ ان کے بھی نبی

اور رسول بن کر آئے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی انگوٹھی کا نقش:

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ○

تھا جو اس بات کی دلیل ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام آپ کے امتی تھے اور آپ ان کے رسول۔ ان دلائل سے پتہ چلا کہ آپ انبیاء کرام کے رسول اور نبی ہیں اور انبیاء کرام یقیناً فرشتوں سے افضل ہیں تو لازم ہوا کہ آپ فرشتوں کے بھی رسول ہیں۔

دلیل نمبر 11.

امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مندرجہ ذیل شواہد اس بات کی بین دلیل ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام فرشتوں کے بھی رسول ہیں۔

(۱) بدر و حنین کے غزوات میں لشکر اسلام کی امداد کے لئے فرشتے نازل ہوئے۔

(۲) جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پیدل چلتے تو فرشتے آپ کے پیچھے چلتے تھے۔

(۳) جبریل و میکائیل علیہم السلام حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جھولا جھلاتے تھے۔

(۴) جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر سات سال کی ہوئی تو خدا کے حکم سے اسرافیل ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کے لئے

حضور کے ساتھ رہنے لگے گیارہ سال کی عمر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

(۵) جبریل و میکائیل علیہم السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آسمانی وزیر ہیں۔

(۶) وفات کے وقت ملک الموت نے آپ سے اجازت حاصل کی۔

(۷) مرض وفات میں تین دن تک جبریل بیمار پرسی کے لئے آتے رہے۔

(۸) وفات کے دن قبض روح سے قبل اسماعیل نامی فرشتہ ستر ہزار فرشتوں کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔

(۹) لیلۃ القدر میں جبریل امین سدرۃ المنتہیٰ پر رہنے والے فرشتوں کے ساتھ زمین پر نازل ہوتے ہیں۔

(۱۰) آپ کی قبر پر ایک فرشتہ مقرر ہے جو لوگوں کا درود آپ پر پیش کرتا ہے۔

(۱۱) روزانہ آپ کی قبر پر ستر ہزار فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

(الحاوی للفتاوی، جلد 2، ص 141)

کچھ حال فرشتوں کا:

مومن کے ساتھ تین سو ساٹھ فرشتے ہوتے ہیں جو مصیبت انسان پر واقع ہونا لکھی ہوتی اس کو انسان سے دور کرتے ہیں۔ صرف آنکھ کے لئے سات فرشتے ہیں یہ فرشتے انسان سے بلاؤں کو اس طرح سے ہٹاتے ہیں جس طرح گرمی کے دن شہد کے پیالے سے مکھیوں کو ہٹایا جاتا ہے۔ اگر ان فرشتوں کو تمہارے سامنے ظاہر کر دیا جائے تو تم ان کو ہر میدان پر پہاڑ پر اپنے ہاتھ کھولے ہوئے دیکھو انہوں نے اپنا منہ بھی کھولا ہوا ہے اور اگر انسان کے مصائب پلک جھپکنے کے وقت کے لئے اس کے سپرد کر دی جائیں تو اس پر شیطان جھپٹ

پڑیں۔ (الحبائک فی اخبار الملائک، ص214)

اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جو قبروں سے متعلق ہے جب میت کو دفن کیا جاتا ہے اور اس پر مٹی برابر کر دی جاتی ہے اور لوگ واپس جانے کے لئے مُڑتے ہیں تو یہ فرشتہ اس قبر کی مٹی سے ایک مٹھی اُٹھا کر ان جانے والوں کی گدیوں پر پھینکتا ہے اور کہتا ہے اپنی دنیا کی طرف لوٹ جاؤ اور اپنے مردوں کو بھول جاؤ۔

(الحبائک فی اخبار الملائک، ص221)

ہوا دوسری زمین میں قید ہے جب اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا تو ہوا کے نگران فرشتہ سے فرمایا ان پر تھوڑی سی ہوا چھوڑ دے جو قوم عاد کو برباد کر دے اس نے عرض کی اے پروردگار میں بیل کی ناک کے برابر کھول دوں تو اللہ جبار نے فرمایا نہیں اگر ایسا کیا تب تو روئے زمین اور اس پر بسنے والے سب تباہ ہو جائیں گے صرف انگوٹھی کے بقدر کھول دو۔

(الحبائک فی اخبار الملائک، ص225)

حضرت ابوامامہ باہلی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

وُكِّلَ بِالشَّمْسِ سَبْعَةُ اَمْلَاكٍ يَرْمُوْنَهَا بِالثَّلْجِ كُلَّ يَوْمٍ وَلَوْلَا ذَالِكَ مَا اَصَابَتْ شَيْئًا اِلَّا اَحْرَقَتْهُ۝

ترجمہ: سات فرشتے سورج پر مقرر کر دیئے گئے ہیں جو اس پر روزانہ برف ڈالتے ہیں اگر وہ اس طرح نہ کریں تو سورج کی گرمی جس شے پر پہنچے اس کو جلا ڈالے۔ (الحبائک فی اخبار الملائک، ص228)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ ایام حج میں حجاج کرام رمی جمار کرتے ہیں اور یہ عمل زمانہ جاہلیت میں بھی تھا اور زمانہ اسلام

میں بھی ہے تو یہ اتنا بڑا ڈھیر کیوں نہیں بنتا جو راستہ کو بند کر دے تو انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر ایک فرشتہ مقرر کر رکھا ہے جو کنکری مقبول ہو جاتی ہے اس کو وہ اٹھا لیتا ہے اور جو مقبول نہیں ہوتی اس کو چھوڑ دیتا ہے۔

(الحبائک فی اخبار الملائک، ص245)

حضرت ام درداء فرماتی ہیں کہ میرے خاوند ابو درداء کے تین سو ساٹھ دوست تھے جن سے ان کو صرف اللہ کے لئے محبت تھی اور یہ ان کے لئے نماز میں دعا کرتے تھے۔ حضرت ام درداء فرماتی ہیں کہ میں نے ان سے اس بارے میں کہا تو انہوں نے فرمایا کہ کوئی آدمی بھی اپنے بھائی کے لئے اس کی پشت پیچھے دعا نہیں کرتا مگر اللہ تعالیٰ دو فرشتے مقرر کر دیتا ہے۔ جو اس دعا کرنے والے کے لئے کہتے ہیں کہ آپ کے لئے بھی ویسا ہی ہو تو کیا میں اس کا شوق نہ کروں کہ میرے لئے فرشتے دعا کریں۔ (الحبائک فی اخبار الملائک، ص249)

اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جو آسمان پر رہ کر اولاد آدم کو اور ان کے اعمال کو انسانوں کے ستاروں کو دیکھنے سے زیادہ دیکھتے ہیں جب وہ کسی بندے کو اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا ہوا دیکھتے ہیں تو اپنے درمیان اس کا ذکر کرتے ہیں اور نام لے کر کہتے ہیں اس رات فلاں کامیاب ہو گیا اور اس رات فلاں نجات پا گیا اور جب کسی ایسے آدمی کو دیکھتے ہیں۔ جو خدا کی نافرمانی کر رہا ہوتا ہے تو اس کا بھی آپس میں ذکر کرتے ہیں اور اس کا نام لے کر کہتے ہیں۔ آج رات فلاں نقصان میں رہا آج رات فلاں تباہ ہو گیا۔

(الحبائک فی اخبار الملائک، ص268)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جن کو اللہ نے جیسا

چاہا بنایا اور جب چاہا اپنے عرش کے نیچے ان کی صورتیں بنائیں ان کو اس کا الہام فرمایا کہ سورج طلوع ہونے سے اور غروب ہونے سے قبل روزانہ دو مرتبہ یہ ندا کیا کریں یاد رکھو جس نے اپنے اہل وعیال پر اور پڑوسیوں پر کشادگی کی اللہ تعالیٰ دنیا میں اس پر کشادگی فرمائے گا۔ خبردار جس نے تنگی کی اللہ تعالیٰ اس پر تنگی کو مسلط فرما دے گا۔ (الحبائک فی اخبار الملائک، ص274)

جب لڑکی پیدا ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اس پر بہت زیادہ برکت اتارتا ہے اور کہتا ہے کمزور ہے اور کمزور سے پیدا ہوئی ہے اس کی کفالت کرنے والے کی قیامت تک معاونت کی جاتی ہے اور جب لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف آسمان سے ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کی آنکھوں کے درمیان بوسہ دیتا ہے اور کہتا ہے اللہ تعالیٰ تجھے سلام کہتا ہے۔

(الحبائک فی اخبار الملائک، ص334)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُبَاهِيْ بِاَهْلِ عَرَفَاتٍ مَلَائِكَةَ السَّمَاءِ فَيَقُوْلُ لَهُمْ اُنْظُرُوْا اِلٰى عِبَادِيْ هٰؤُلَاءِ جَاؤُوْنِيْ شُعْثًا غُبْرًاO

ترجمہ: اللہ تعالیٰ آسمان کے فرشتوں کے سامنے عرفات میں موجود حجاج کرام پر فخر کرتا ہے اور ان سے فرماتا ہے میرے ان بندوں کی طرف دیکھو جو میرے پاس پراگندہ حال اور غبار آلود ہو کر آئے ہیں۔

(الحبائک فی اخبار الملائک، ص352)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ يُبَاهِيْ مَلَائِكَتَهٗ بِالطَّائِفِيْنَ○

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے (بیت اللہ شریف کا) طواف کرنے والوں پر فخر فرماتا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ يُبَاهِيْ بِالْمُتَقَلِّدِ سَيْفَهٗ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَلَائِكَتَهٗ وَهُمْ يُصَلُّوْنَ عَلَيْهِ مَادَامَ مُتَقَلِّدُوْهُ○

ترجمہ: اللہ تعالیٰ جہاد فی سبیل اللہ میں اپنی تلوار لٹکانے والے پر اپنے فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے اور فرشتے اس پر اس وقت تک طلب رحمت کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اس تلوار کو لٹکائے رکھتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا نَامَ الْعَبْدُ وَهُوَ سَاجِدٌ يُبَاهِيْ اللّٰهُ بِهِ الْمَلَائِكَةَ يَقُوْلُ اُنْظُرُوْا اِلٰى عَبْدِيْ رُوْحُهٗ عِنْدِيْ وَهُوَ سَاجِدٌ○

(الحبائک فی اخبار الملائک، ص353)

جب کوئی بندہ سجدے میں سو جاتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہے اور فرماتا ہے میرے بندے کو دیکھو اس کی روح میرے پاس ہے اور وہ سجدہ میں ہے۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ خَتَمَ الْقُرْاٰنَ اَوَّلَ النَّهَارِ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى يُمْسِيَ وَمَنْ خَتَمَهٗ اٰخِرَ النَّهَارِ صَلَّتْ عَلَيْهِ الْمَلَائِكَةُ حَتّٰى يُصْبِحَ○

ترجمہ: جو آدمی قرآن کو دن کے شروع میں ختم کرتا ہے اس کے لئے خدا کے فرشتے شام تک رحمت اور مغفرت کی دعا کرتے رہتے ہیں اور اسے دن کے آخر میں ختم کرتا ہے اس پر فرشتے صبح ہونے تک رحمت و مغفرت کی دعائیں کرتے ہیں۔ (الحبائک فی اخبار الملائک، ص366)

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

وَمَنْ اَفْتٰی بِغَیْرِ عِلْمٍ لَعَنَتْہُ مَلَائِکَۃُ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ ○

ترجمہ: جو آدمی بغیر علم کے فتویٰ دیتا ہے اس پر آسمان و زمین کے فرشتے لعنت کرتے ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ قَرَاَ الْقُرْاٰنَ ثُمَّ مَاتَ قَبْلَ اَنْ یَّسْتَظْہِرَ اَتَاہُ مَلَکٌ فَعَلَّمَہٗ فِیْ قَبْرِہٖ فَلَقِیَ اللّٰہَ تَعَالٰی وَقَدِ اسْتَظْہَرَہٗ ○

ترجمہ: جس نے قرآن پڑھا اور حفظ کرنے سے پہلے موت آ گئی اس کے پاس ایک فرشتہ آئے گا جو اسے اس کی قبر میں قرآن حفظ کرا دے گا۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ قرآن مکمل طور پر حفظ کر چکا ہوگا۔

(الحبائک فی اخبار الملائک، ص367)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْبَیْتُ الَّذِیْ یُقْرَاُ فِیْہِ الْقُرْاٰنُ یَتَرَاءَ لِاَھْلِ السَّمَاءِ کَمَا تَرَاءَ النُّجُوْمُ لِاَھْلِ الْاَرْضِ ○

ترجمہ: وہ گھر جس میں قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے آسمان والوں کو ایسا دکھائی دیتا ہے جیسے کہ زمین والوں کو ستارے دکھائی دیتے ہیں۔

(الحبائک فی اخبار الملائک، ص374)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ اَحَبَّ الْخَلَائِقِ اِلَى اللّٰهِ شَابٌّ حَدِيْثُ السِّنِّ فِيْ صُوْرَةٍ حَسَنَةٍ جَعَلَ شَبَابَهٗ وَجَمَالَهٗ لِلّٰهِ وَفِيْ طَاعَتِهٖ لِلّٰهِ ذَالِكَ الَّذِيْ يُبَاهِيْ بِهِ الرَّحْمٰنُ مَلَائِكَتَهٗ يَقُوْلُ هٰذَا عَبْدِيْ حَقًّاo

ترجمہ: تمام مخلوقات میں سے سب سے زیادہ محبوب اللہ کے نزدیک کم عمر کا نوجوان ہے جس کی شکل و شباہت بھی خوبصورت ہو اور اس نے اپنا شباب اور جمال اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ کیا ہو اور اس کی فرمانبرداری میں مصروف رہا ہو۔ یہی وہ جوان ہے جس پر اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے فخر کرتا ہو اور اللہ فرماتا ہے واقعی میرا سچا بندہ یہ ہے۔ (الحبائک فی اخبار الملائک، ص373)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اور حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

اِنَّ بُيُوْتَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ مَصَابِيْحُ اِلَى الْعَرْشِ يَعْرِفُهَا مُقَرَّبُوْا السَّمٰوَاتِ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا النُّوْرُ مِنْ بُيُوْتَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّتِيْ يُتْلٰى فِيْهَا الْقُرْآنُo

ترجمہ: بے شک مومنوں کے گھر عرش تک روشن ہیں ان گھروں کو ساتوں آسمان کے مقرب فرشتے پہچانتے ہیں اور کہتے ہیں یہ مومنوں کے گھروں سے آرہا ہے جن میں قرآن کی تلاوت کی جاتی ہے۔

(الحبائک فی اخبار الملائک، ص374)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا سَمِعْتُمْ صِیَاحَ الدِّیْکَۃِ فَاسْئَلُوا اللّٰہَ مِنْ فَضْلِہٖ فَاِنَّھَا رَاَءَتْ مَلَکًا وَاِذَا سَمِعْتُمْ نَھِیْقَ الْحَمِیْرِ فَتَعَوَّذُوْا بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ فَاِنَّھَا رَاَتْ شَیْطَانًاo

ترجمہ: جب تم مرغ کی اذان سنو تو اللہ تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو کیونکہ یہ اس وقت فرشتے کو دیکھتا ہے اور جب گدھے کو ہینگتا سنو تو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شیطان سے پناہ مانگو کیونکہ وہ شیطان کو دیکھتا ہے۔

(الحبائک فی اخبار الملائک، 379)

نوٹ:۔ یہ احادیث امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ کی کتاب ''الحبائک فی اخبار الملائک'' سے لی گئی ہیں۔

اسرار کائنات:

امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ کی تفسیر ''در منثور'' سے کچھ اسرار کائنات ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت وھب بن منبہ فرماتے ہیں کہ وہ فرشتے جو عرش کو اٹھا رہے ہیں ان میں سے ہر فرشتہ کے چار منہ ہیں اور چار ہی پر ہیں عرش ان کے کندھوں کے اوپر ہے ایک کا منہ بیل کا ہے ایک کا شیر کا ایک کا انسان کا اور ایک کا گدھ کا ان کی کوئی گفتگو نہیں بس یہ کہتے ہیں۔

قُدُّوْسُ اللّٰہُ الْقَوِیُّ مَلَاَتْ عَظْمَتُہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِo ۔

(در منثور، جلد6، ص261)

حضرت وھب بن منبہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے عرش کو نور سے پیدا

فرمایا ہے اور کرسی عرش سے پیوست ہے پانی تمام کا تمام کرسی کے درمیان ہے پھر پانی ہوا پر ہے وہ فرشتے جنہوں نے عرش کو اُٹھا رکھا ہے ان کے کندھے عرش سے لگے ہوئے ہیں عرش کے گرد چار نہریں ہیں ایک نہر نور کی ہے جو چمک رہی ہے اور ایک نہر آگ کی ہے جو شعلہ زن ہے اور ایک نہر سفید برف کی ہے جس سے آنکھیں چندھیا رہی ہیں اور ایک نہر پانی کی ہے فرشتے ان نہروں میں کھڑے ہیں اور اللہ کی تسبیح بیان کر رہے ہیں۔ عرش کی زبانیں تمام مخلوقات سے کئی گنا زیادہ ہیں اور یہ خدا کا ذکر اور تسبیح بیان کرتی ہیں۔

(درمنثور، جلد 6، ص 261)

حضرت شعبی فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

عرش سرخ یاقوت کا ہے فرشتوں میں سے ایک فرشتے نے عرش کی طرف نظر اُٹھائی اور اس کی عظمت کی طرف دیکھنے لگا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف وحی فرمائی کہ میں نے تجھے ایسے ستر ہزار فرشتوں کی قوت عطا فرمائی جن میں سے ہر فرشتے کے ستر ہزار پر ہوں اب تو (عرش کی طرف) اُڑ تو وہ فرشتہ اپنی اس قوت سے ان پروں سے اڑتا رہا جب تک اللہ کو منظور ہوا پھر وہ رُک گیا پھر دیکھا تو ایسا معلوم ہوا کہ گویا ابھی اُڑا ہی نہیں۔ (درمنثور، جلد 3، ص 297)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

کیا تمہیں یہ معلوم ہے کہ سورج کہاں جاتا ہے پھر فرمایا کہ اپنے راستہ سے چل کر عرش کے نیچے جاتا ہے اور سجدہ میں گر جاتا ہے اور وہ اسی طرح سے (سجدہ ہی میں) رہتا ہے حتیٰ کہ اس کو حکم دیا جاتا ہے کہ جہاں سے آئے ہو لوٹ

جاؤ چنانچہ وہ اپنے مطلع سے طلوع ہو جاتا ہے لوگ اس سے کوئی اجنبیت محسوس نہیں کرتے حتیٰ کہ وہ اپنے راستے سے چل کر عرش کے نیچے جاتا ہے اور سجدے میں گر پڑتا ہے اس کو (ایک دن) یہ حکم دیا جائے گا کہ تم اپنے مغرب سے طلوع کرو وہ اپنی مغرب سے طلوع ہو گا کیا تمہیں پتہ ہے کہ یہ دن کیسا ہو گا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ اور اس کا رسول خوب جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا اس دن کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا جو پہلے سے ایمان نہ رکھتا ہو یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو۔ (درمنشور، جلد 5، ص 263)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

یہ بادل ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا ہے پھر اس سے بارش برساتا ہے اس کی گفتگو سے بہتر کسی کی گفتگو نہیں اور اس کی مسکراہٹ سے بہتر کسی کی مسکراہٹ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بادل کی گفتگو اس کی کڑک ہے اور اس کی مسکراہٹ بجلی ہے آسمان کی گفتگو اور مسکراہٹ اسی میں ہے۔ (درمنشور، جلد 1، ص 166)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے زمین کو ہفتہ کے دن پیدا کیا اتوار کے دن اس میں پہاڑوں کو پیدا کیا۔ پیر کے دن درختوں کو پیدا کیا منگل کے دن کام کام کی اشیاء کو پیدا کیا بدھ کے دن روشنی کو پیدا کیا جمعرات کے دن زمین پر جانوروں کو پیدا کیا اور جمعہ کے دن حضرت آدم علیہ السلام کو عصر اور رات کے درمیانی اوقات میں پیدا کیا۔ (درمنشور، جلد 1، ص 43)

خدا فرماتا ہے۔ "وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ" آفتاب کو ایک سیاہ

پانی میں ڈوبتا ہوا پایا۔

اس کی تفسیر میں حضرت ابن جریج کا قول ہے کہ یہ سیاہ پانی ایک شہر ہے جس کے بارہ ہزار دروازے ہیں اگر اس شہر والوں کی آوازیں بلند نہ ہوں تو لوگ سورج کے غروب کے وقت اس کے گرنے کی آواز سن لیتے۔

(درمنثور، جلد 4، ص 248)

حضرت وھب بن منبہ فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے ذوالقرنین نے پگڑی باندھی تھی اس وجہ سے کہ اس کے سر پر دو سینگ تھے کھروں کی مثل جو حرکت بھی کرتے تھے اسی وجہ سے اس نے پگڑی باندھی تھی۔ ایک مرتبہ وہ حمام میں داخل ہوا تو اس کا میر منشی بھی ساتھ ہی داخل ہوا۔ ذوالقرنین نے اپنا عمامہ اتارا تو اپنے میری منشی سے کہا یہ ایسی بات ہے جس کو تمہارے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اگر میں نے یہ بات کسی سے بھی سن لی تو تجھے قتل کر دوں گا چنانچہ جب میر منشی حمام سے نکلا تو اس پر موت کی سی کیفیت طاری ہوگئی تو وہ صحرا میں آیا اور اپنا منہ زمین پر رکھا اور کہا سن لو بادشاہ کے دو سینگ ہیں سن لو بادشاہ کے دو سینگ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس کے اس کلمہ سے دو لکڑیاں پیدا کیں جن سے بنسری بنائی جاتی ہے۔ ان دونوں لکڑیوں کے پاس سے ایک چرواہا گزرا تو اس کو وہ دونوں لکڑیاں پسند آئیں چنانچہ اس نے ان دونوں کو کاٹ کر ان کی بنسری بنا لی پس جب وہ بجاتا تو ان دونوں لکڑیوں سے یہ آواز آتی کہ سن لو بادشاہ کے دو سینگ ہیں۔ اس طرح یہ بات شہر میں پھیل گئی۔ ذوالقرنین نے میر منشی کو اطلاع بھیجی کہ اب تم میری بات کی تصدیق کرو ورنہ میں تمہیں قتل کر دوں گا تو اس کے سامنے میر منشی نے سارا قصہ کہہ سنایا۔ ذوالقرنین نے کہا یہ ایک ایسا امر ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ اس کو ظاہر کر دے چنانچہ اس وقت ذوالقرنین نے اپنے سر سے

عمامہ اتار دیا اور لوگ ذوالقرنین کے دونوں سینگ دیکھنے لگے۔

(درمنثور، جلد4، 241)

حضرت ضمرہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سب سے پہلے حضرت اسرافیل علیہ السلام نے سجدہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اس کا ثواب اور صلہ یہ دیا کہ قرآن پاک ان کی پیشانی پر لکھ دیا۔

(درمنثور، جلد1، ص50)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ثرید کا کھانا لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ یہ کھانا تسبیح پڑھ رہا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ اس کی تسبیح کو سمجھ رہے ہیں۔ فرمایا ہاں پھر آپ نے ایک شخص سے فرمایا۔ اس پیالے کو لے کر اس آدمی کے قریب کردو تو اس نے اس کے قریب کر دیا تو اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کھانا تسبیح پڑھ رہا ہے۔ پھر آپ نے فرمایا اس کو دوسرے کے قریب کر دو اس نے دوسرے کے قریب کر دیا تو اس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کھانا تسبیح پڑھ رہا ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس پیالے کو واپس لاؤ تو ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ تمام حاضرین کے لئے حکم فرماتے تو آپ نے فرمایا لا الہ الا اللہ اگر یہ کسی بھی شخص کے پاس جا کر خاموش ہو گیا تو لوگ کہیں گے کہ اس کو کسی گناہ کی وجہ سے تسبیح سنائی نہیں دی اس کو واپس کرو چنانچہ اس پیالہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واپس کر دیا گیا۔ (درمنثور، جلد4، ص185)

حضرت عبداللہ زبیدی فرماتے ہیں جب حضرت یونس علیہ السلام کو مچھلی کو لقمہ بنایا اور سمندر کی تہ میں لے گئی اور ہضم کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ نے اس کو

پیغام بھیجا کہ تو ان کو آرام سے لے جا میں نے ان کو تیرا رزق نہیں بنایا بلکہ تیرے پیٹ کو ان کی قبر بنایا ہے۔ اب تو سمندر کی تہ میں چلی جا اور اس کی تہ کی نچلی سطح میں بیٹھ جا جب تک ترے پاس کوئی حکم نہ پہنچے (جب وہ حضرت یونس علیہ السلام کو سمندر کی تہ میں لے گئی) تو حضرت یونس علیہ السلام نے وہاں غور کیا کہ تو ہر طرف سے تسبیح کی آواز سنائی دے رہی تھی اور فرمایا کہ یہاں تو ہر طرف سے تسبیح کی آواز سنائی دے رہی ہے انہوں نے بھی یوں تسبیح پڑھی۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ○

(درمنشور، جلد 4، ص 332)

ابن زید سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو نمرود بادشاہ کی طرف بھیجا تو اس نے اس سے کہا کہ تیرا رب تجھے حکم دیتا ہے کہ تو اس کی عبادت کر اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کر تو اس نے کہا اگر تو سچ کہتا ہے تو تیرا رب کہاں ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا تو کل تیار رہنا نمرود نے کہا تیرے رب کے لشکر کہاں سے آئیں گے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا مجھے معلوم نہیں کہ میرے رب کے لشکر کہاں سے آئیں گے پھر نمرود سے پوچھا کہ تمہارے لشکر کہاں سے آئیں گے کہا مشرق سے پھر وہ دشمن خدا اپنے لشکروں کو جمع کرنے چلا گیا۔ نمرود کی یہ عادت تھی کہ جب وہ اپنے لشکروں کو جمع کرتا تھا تو اگر ان جانوروں کے پیشاب سے وادی نہ بہتی تو وہ غضبناک ہو جاتا تھا چنانچہ اس نے ایسے لشکر تیار کیے کہ ویسے کبھی نہ تیار کیے تھے پھر اس کے پاس جبریل امین علیہ السلام تشریف لائے اور بتایا کہ تیرے رب کے لشکر بھی جمع ہو کر آچکے ہیں۔ پھر مچھروں کے نگران فرشتے کو حکم ہوا کہ ایک دروازہ کھول دو، دروازہ کھلنے پر بادل کی شکل میں مچھر نکلے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو حکم دیا کہ تم ان لشکروں اور ان

کی سواریوں کو کھا جاؤ مگر نمرود کے پاس نہ جانا اس سے رُکے رہو پھر سورج کو ایک گھڑی طلوع ہونے سے روک دیا گیا۔ نمرود نے کہا سورج کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ طلوع نہیں ہوا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ تیرے اور اس کے درمیان یہ لشکر حائل ہو گیا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے تیری طرف بھیجا اور وہ بھی تیری طرف کمزور ترین لشکر بھیجا ہے چنانچہ مچھر آتے ہی بادل کی طرح ان پر چھا گئے اور ان کو اس وقت نہ چھوڑا جب تک ان لشکروں کی اور ان کی سواریوں کی ہڈیاں نہ باقی رہ گئیں کیونکہ نمرود کو مچھر نے کچھ نہیں کہا تھا اس لئے وہ سرکشی میں اور زیادہ بڑھ گیا اور واپس لوٹ کر سو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک مچھر کو حکم دیا کہ اس کے ایک ہونٹ پر کاٹو جب اس نے ہونٹ پر کاٹا تو نمرود نے اس پر خارش کی تو ہونٹ سوج کر پھول گیا۔ اس نے حکیموں کو بلایا انہوں نے کہا اس کا کوئی علاج نہیں سوائے اس کو چیر دیں چنانچہ اس کو چیر دیا گیا تو ایک حصہ اِدھر دوسرا اُدھر جا پڑا پھر حکم ہوا دوسرے ہونٹ پر کاٹو اس کو کاٹا وہ بھی پھول گیا حکیموں نے اسے بھی چیر دیا۔ پھر مچھر کو حکم دیا اس کے ناک پر کاٹو اس پر کاٹا تو وہ بھی پھول گیا حکیموں نے اسے بھی چیر دیا۔ اس طرح اس کے چہرے کے چھ حصے ہو گئے پھر وہ سو گیا۔ اب مچھر کو حکم ہوا کہ اس کے دماغ میں گھس کر اس کو کاٹتے رہو یہاں تک کہ میرا دوسرا حکم آئے مچھر نے ایسا ہی کیا چنانچہ لوگوں میں سے اس کے لئے سب سے زیادہ وہ رحم دل ہوتا جو پوری طاقت سے اس کے سر کو پیٹتا۔ اللہ تعالیٰ نے چار سو سال تک اس کو اس عذاب میں مبتلا رکھا جس طرح کہ اس نے چار سو سال تک تکبر و غرور کے ساتھ حکومت کی مچھر اس کے سر میں رہا اور اس کو کھاتا رہا حتیٰ کہ وہ ایک بڑے چوہے کی طرح ہو گیا۔ (درمنثور، جلد 2، ص 272)

فصل سوم:

چند مشاہیر علماء کے علم کی جھلکیاں

امام ملا علی القاری رحمتہ اللہ علیہ کے علم کی جھلکیاں:

مندرجہ ذیل آیات بینات اور علمی جواہر پارے آپ کی علمی عظمت پر براہین قاطعہ ہیں۔

(۱) سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْهِ مَلَكٌ مُّقَرَّبٌ وَّنَبِیٌّ مُّرْسَلٌ٥

ترجمہ: مجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ مقام حاصل ہے جو کسی مقرب فرشتے اور نبی مرسل کو حاصل نہیں۔

اس حدیث کی شرح میں ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا کہ:

اِذْ فِیْهِ اِشَارَةٌ اِلٰی تَمَكُّنِهٖ فِیْ وَقْتٍ كُشُوْفِ الْمُشَاهَدَةِ وَاسْتِغْرَاقِهٖ فِیْ بَحْرِ الْوَحْدَةِ حَیْثُ لَا یَبْقٰی فِیْهِ اَثَرُ الْبَشَرِیَّةِ وَالْكَوْنَیْنِ٥

ترجمہ: اس حدیث میں اس طرف اشارہ ہے کہ جب آپ مشاہدہ کے مقام پر فائز ہوتے ہیں اور دریائے وحدت میں مستغرق ہوتے ہیں تو آپ پر بشریت اور کونین کا اثر باقی نہیں رہتا ہے۔

اور یہ وجہ ہے کہ آپ معراج کی رات جب مقام "قاب قوسین او ادنیٰ" پر فائز ہوئے تو آپ کو کمال استقامت حاصل ہوئی اور یہ مقام وہ ہے کہ جہاں جبریل امین علیہ السلام اور کروبیان اور صفی وخلیل کی رسائی نہیں۔

(مرقاۃ، جلد 1، ص 57)

بلا کر خاص پردے میں کہا احمد سے یہ حق نے
بشر تو کیا فرشتے بھی یہاں آیا نہیں کرتے

حدیث قدسی ہے۔

لَایَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیَ الْمُؤْمِنِ○

ترجمہ: میری گنجائش نہ زمین میں ہے نہ آسمان میں مَیں کسی مکان میں نہیں سما سکتا اگر کہیں میری جلوہ گری کی گنجائش ہے تو وہ بندۂ مومن کا دل ہے۔

ارض و سما کہاں تری وسعت کو پا سکے
میرا ہی دل ہے وہ کہ جہاں تو سما سکے

اسی لئے کہا گیا ہے کہ: قَلْبُ الْمُؤْمِنِ عَرْشُ اللّٰہِ○ مومن کا دل اللہ کا عرش ہے۔

حضرت بایزید بسطامی نے فرمایا۔

لَوْ اَنَّ الْعَرْشَ وَمَا حَوَاہُ مِائَۃَ اَلْفِ اَلْفَ مَرَّۃٍ زَاوِیَۃٍ مِنْ زَوَایَا قَلْبَ الْعَارِفِ مَا اَحْسَنَ بِہٖ○

ترجمہ: اگر عرش عظیم اور جو کچھ اس کے اندر ہے یعنی سارے آسمان وزمین بمع ان تمام مخلوق کے جو آسمانوں پر اور زمینوں میں ہے۔ اس کا دس کروڑ گنا عارف کے دل کے گوشوں میں سے ایک گوشے کے اندر رکھ دیا جائے تو اسے اس کی عظمت ذرہ برابر محسوس نہ ہوگی۔ (مرقاۃ، جلد 1، ص59)

اللہ تعالیٰ مکان سے منزہ ہے اور کسی مکان میں سما نہیں سکتا کیونکہ مکان محدود ہیں اور اس کی ذات غیر محدود ہے اور محدود غیر محدود کی گنجائش نہیں رکھتا۔ اس لئے آسمانوں اور زمینوں میں تمام تر وسعتوں کے باوجود اس کی ذات پاک کی گنجائش نہیں ہے تو وہ دل جو سینے کے اندر پوشیدہ ہے یعنی انسانی سینہ انتہائی

محدود ہے اور وہ دل جو اس کے اندر رکھا ہوا ہے وہ اس سے بھی تنگ اور محدود ہے لہٰذا جس ذات پاک کی گنجائش آسمانوں اور زمینوں میں نہیں وہ اس تنگ اور محدود دل میں کیسے سما سکتا ہے تو ماننا پڑے گا کہ بندۂ مومن کا دل جو بظاہر انتہائی مختصر تنگ اور محدود ہے وہ عبادات و ریاضت اور مجاہدات کی بدولت غیر محدود ہو جاتا ہے اور حدود و قیود سے آزاد ہو جاتا ہے عیب تناہی سے منزہ ہو جاتا ہے لہٰذا اس غیر محدود اور غیر متناہی ذات کی جلوہ گاہ بن جاتا ہے اور عرش عظیم سمٹ کر اس کے گوشہ دل میں آ جاتے ہیں۔

ایک جگہ ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرض وفات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایک مرتبہ غشی طاری ہوئی اور پھر نبی پر تکالیف اور مصائب و آلام میں حکمت یہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کو اجر و ثواب کثرت سے ملے اور لوگوں کو ان کے مصائب و آلام دیکھ کر تسلی ہو کہ جب انبیاء کے سردار پر دکھ اور تکالیف آئیں اور انہوں نے صبر کا مظاہرہ کیا تو ہمیں بھی اپنے مصائب پر صبر کرنا چاہیے اور ایک حکمت یہ بھی ہے کہ اگر نبی پر کوئی مصیبت نہ آئے اور وہ ہر حال میں خوش نظر آئے تو جب لوگ ان کے معجزات دیکھیں گے تو ہو سکتا ہے کہ ان کو خدا کہنے لگیں جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چند معجزات دیکھ کر ان کو خدا کہنا شروع کر دیا۔ (مرقاۃ، جلد 3، ص 101)

مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے لئے دعا مانگی۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَّفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَّفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَّمِیْنِیْ نُوْرًا وَّعَنْ یَّسَارِیْ نُوْرًا وَّفَوْقِیْ نُوْرًا وَّ اَمَامِیْ نُوْرًا وَّخَلْفِیْ نُوْرًا وَّاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا ۝

ترجمہ: یا اللہ میرے دل میں آنکھ میں کان میں دائیں بائیں اوپر نیچے سامنے پیچھے نور کردے اور میرے لئے نور کردے اس حدیث کی حکمتیں ملاحظہ ہوں۔

(۱) جب دل میں نور آ گیا تو اس سے آپ کی معلومات میں اضافہ ہو گیا کیونکہ نورالقلب کاشف عن المعلومات دل کا نور علم سے پردے اُٹھا دیتا ہے جب آنکھ میں نور آ گیا تو آپ جس چیز کو دیکھنا چاہیں اس سے حجابات اُٹھ جاتے ہیں اور آپ دور و نزدیک کی تمام چیزوں کو دیکھ سکتے ہیں۔ جب کان میں نور آ گیا تو دور و نزدیک کی تمام آوازوں کو سن سکتے ہیں۔

(۲) جب آپ دائیں بائیں اوپر نیچے اور سامنے پیچھے ہر طرف سے نور ہو گئے تو آپ کا سایہ پیدا نہ ہو گا۔

(۳) آپ ہر طرف سے نور ہو گئے اور نور میں ٹھنڈک ہوتی ہے اور شیطان بنا ہے آگ سے وہ ٹھنڈک سے ڈرتا ہے لہٰذا جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب آتا تو ٹھنڈک سے ڈر کر بھاگ جاتا جس کا مفاد یہ ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شیطانی حملے سے محفوظ و مصئون ہو گئے۔ (مرقاۃ، جلد 3، ص 125)

مشکوٰۃ شریف کی حدیث ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ يَوْمُ عِيْدٍ خَالَفَ الطَّرِيْقَO

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عید کے دن راستہ تبدیل کر لیتے۔ راستہ تبدیل کرنے میں مندرجہ ذیل حکمتیں تھیں۔

(۱) دو راستے نمازی کی عبادت اور ذکر پر گواہی دیں۔

(۲) ان راستوں کے رہنے والے جن و انس اس کے ذکر اور عبادت کے

لئے جانے پر گواہ ہوں۔

(۳) دونوں راستوں کو جائے عبادت کی گزر گاہ بننے کی فضیلت حاصل ہو۔

(۴) دونوں راستوں پر شعار اسلام کا اظہار ہو۔

(۵) متعدد جگہوں پر ذکر الٰہی کا اظہار ہو۔

(۶) کفار پر مسلمانوں کا رعب اور دہشت قائم ہو۔

(۷) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر دونوں راستوں کے کفار اور منافقین غیظ سے جل جائیں۔

(۸) راستہ کی تبدیلی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کرام کفار کی سازشوں سے محفوظ رہیں۔

(۹) دونوں راستے پر رہنے والے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوں۔

(۱۰) دونوں راستوں کو آپ کے گزرنے سے برکت حاصل ہو۔

(۱۱) آپ دونوں راستوں کے لوگوں کو سلام کریں تاکہ انہیں جواب کا اجر حاصل ہو۔

(۱۲) دونوں راستوں کے احباب اور رشتہ داروں سے ملاقات ہو سکے۔

(۱۳) دونوں راستوں پر اگر کوئی قبرستان ہو تو زیارت قبور کا موقع حاصل ہو۔

(۱۴) دونوں راستوں کے حاجتمندوں پر صدقہ و خیرات کی جائے۔

(۱۵) اژدھام اور بھیڑ میں کمی ہو جائے۔

(۱۶) تاکہ نمازیوں کو دیکھ کر بے نمازیوں کے ضمیر پر ضرب لگے۔

(مرقاۃ، جلد3، ص290)

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اِنَّ النُّفُوْسَ الزَّكِيَّةَ الْقُدْسِيَّةَ اِذَا تَجَرَّدَتْ عَنِ الْعَلَائِقِ الْبَدَنِيَّةِ عَرَجَتْ وَاتَّصَلَتْ بِالْمَلَاءِ الْاَعْلٰی وَلَمْ يَبْقَ لَهَا حِجَابٌ فَتَرَ الْكُلَّ كَالْمُشَاهِدِ بِنَفْسِهَا○

(مرقاۃ، جلد2، ص342)

ترجمہ: پاکیزہ اور مقدس نفوس جب بدنی تعلق سے الگ ہو جاتے ہیں تو ان کو عروج حاصل ہوتا ہے اور وہ مقرب فرشتوں سے جا ملتے ہیں اور ان کے سامنے کوئی پردہ نہیں رہتا اور وہ مشاہدے کی طرح سب کچھ دیکھتے ہیں۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غزدہ تبوک کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز فجر سے قبل قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے میں برتن میں پانی لے کر آپ کے ساتھ ہو لیا قضائے حاجت کے بعد آپ نے وضو فرمایا جب ہم واپس آئے تو عبدالرحمٰن بن عوف صحابہ کو نماز فجر پڑھا رہے تھے اور ایک رکعت ہو چکی تھی جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قریب تشریف لائے اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو آپ کی آمد کا احساس ہوا تو انہوں نے امامت کا مصلی چھوڑنا چاہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اشارہ کیا کہ اپنی حالت پر قائم رہو چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ امامت کراتے رہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک رکعت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں ادا فرمائی اور دوسری رکعت آپ نے کھڑے ہو کر خود مکمل فرمائی۔

• ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے یہاں سوال اُٹھایا کہ کیا وجہ ہے کہ جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ امامت کرا رہے تھے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ باوجودیکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امامت کے مصلے پر قائم رہنے کا اشارہ فرمایا لیکن پھر بھی صدیق اکبر رضی

اللہ عنہ امامت چھوڑ کر مقتدی بن گئے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام بن گئے اور یہاں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے امامت نہ چھوڑی اور نبی کے اشارے پر امامت کراتے رہے۔ اس کا جواب ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے یہ دیا کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ فجر کی نماز پڑھا رہے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد سے پہلے ایک رکعت پڑھ چکے تھے اگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقتدی بن جاتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امام بن جاتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب ایک رکعت پڑھتے تو مقتدیوں کی دو رکعتیں ہو جاتیں اور جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو رکعتیں ہوتیں تو مقتدیوں کی تین رکعتیں ہو جاتیں اور نماز درست نہ ہوتی لیکن جب صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے تو ان کی پہلی رکعت تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لے آئے اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارے کے باوجود آپ کے مقتدی بن گئے اور آپ نے صحابہ کی امامت کرائی اور سب کی نماز درست ادا ہوئی اس نماز میں کسی قسم کا کوئی نقصان نہ ہوا جیسا کہ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کے مقتدی بننے میں ہو سکتا تھا۔ (مرقاۃ، جلد2، ص81)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْمُؤَذِّنُوْنَ اَطْوَلُ النَّاسِ اَعْنَاقاً یَوْمَ الْقِیَامَۃِ○

ترجمہ: قیامت کے دن اذان دینے والوں کی گردنیں بلند ہوں گی۔

اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا کہ مؤذنوں کی گردنیں اس لئے بلند ہوں گی کہ:

(۱) وہ میدان حشر میں سب سے زیادہ ممتاز اور منفرد نظر آئیں۔

(۲) ان کو ثواب زیادہ ملے گا اور انہیں کثیر ثواب دیکھنے کا اشتیاق ہو گا اور

جس شخص کو کسی چیز کے دیکھنے کا اشتیاق ہو وہ گردن اُٹھا اُٹھا کر دیکھتا ہے اس لئے ان کی گردنیں لمبی ہوں گی۔

(۳) انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کی زیادہ امید ہوگی اور جس شخص کو کسی چیز کی امید ہوتی ہے وہ گردن اُٹھا اُٹھا کر اس چیز کو دیکھتا ہے۔

(۴) مؤذن اپنے اعمال پر نادم اور شرمسار نہ ہوں گی کیونکہ جو نادم اور شرمسار ہو اس کی گردن جھکی ہوئی ہوتی ہے اور ان کی گردنیں بلند ہوں گی۔

(۵) میدان حشر کی گرمی میں تمام لوگ پسینہ میں گردن تک ڈوبے ہوں گے اور مؤذنوں کی گردنیں بلند ہوں گی۔

(۶) مؤذن کی گردن بلند ہونے میں اس طرف اشارہ ہے کہ ان کے اعمال کثیر ہوں گے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مؤذن کی اذان سن کر جس قدر لوگ نماز پڑھنے آتے ہیں ان تمام کے اعمال مؤذنوں کے اعمالنامے میں لکھے جاتے ہیں اگرچہ نمازیوں کے اپنے ثواب میں کمی نہ ہوگی۔

(مرقاۃ، جلد2، ص158)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ نَهٰی عَنِ السَّدْلِ فِی الصَّلٰوةِ۔ (مشکوۃ)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں سدل سے منع فرمایا کپڑے کو کندھے پر اس طرح رکھنا کہ اس کے اطراف لٹک رہے ہوں یا گلے میں اس طرح ڈالنا کہ اس کے اطراف ایک دوسرے سے جدا جدا لٹک جائیں سدل کہلاتا ہے۔

ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے سدل سے ممانعت کی وجہ یہ لکھی ہے کہ یہ یہودیوں کا فعل ہے وہ اپنی نماز میں اس طرح کیا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا۔ خَالِفُوا الْیَھُوْدَ۔ یہودیوں کی مخالفت کرو نیز سدل فخر وتکبر کی علامت ہے اور تکبر خدا کو پسند نہیں اس لئے منع فرمادیا۔

(مرقاۃ، جلد2،ص236)

اب اپنے آقا ومولی سردار دو جہاں شفیع بیکساں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ثنا خواں احقر العباد فی الاقطار الجہانی محمد صدیق ملتانی تکبر کے بارے میں کچھ ضروری باتیں بیان کرتا ہے ملاحظہ ہوں۔ تکبر کی سات وجوہات ہیں:

علم: شیطان نے اپنے علم کی بنا پر تکبر کیا اور حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے سے انکار کیا خدا کی مخلوق میں سب سے پہلا تکبر کرنے والا شیطان ہے۔ اس کا انجام دیکھ لو اور جو لوگ اپنے علم پر تکبر کرتے ہیں وہ درس عبرت حاصل کریں اور تکبر سے سچے دل سے توبہ کریں۔ دوسری وجہ ہے:

عبادت: جب بندہ خدا کی عبادت کرے تو دل میں یہ یقین راسخ کرلے کہ یہ میرا کمال نہیں بلکہ خدا کی توفیق کا صدقہ ہے کہ اس خدائے لم یزل نے مجھے رزق دیا طاقت دی اپنی یاد کی توفیق دی اگر وہ توفیق نہ دیتا میں ہرگز اس کی عبادت نہ کر سکتا۔ تیسری وجہ ہے:

نسبت: بعض لوگوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ اپنے حسب ونسب پر ناز کرتے ہیں۔ اپنے خاندان اور قبیلے کی عظمت پر فخر ومباہات کا مظاہرہ کرتے ہیں اور کہتے کہ ہم خان ہیں ہم رانا فیملی سے تعلق رکھتے ہیں ہم مغل ہیں ہم فلاں ہیں ہم فلاں ہیں غرضیکہ حسب ونسب کے عالی ہونے پر تکبر کرتے ہیں حالانکہ خدا تعالیٰ کے ہاں حسب ونسب باعث عزت نہیں بلکہ باعث عزت تقویٰ ہے خدا فرماتا ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰکُمْ ○ تم میں زیادہ متقی اللہ کے نزدیک عزت والا ہے۔ چوتھی وجہ ہے:

حسن و جمال: اور یہ وجہ کچھ تکبر کا زیادہ ہی سبب بنتی ہے۔ خاص کر عورتوں میں یہ مرض کثرت سے پایا جاتا ہے پھر جذبہ نمائش بھی عورتوں میں بدرجہ اتم موجود ہوتا ہے عورت حسن و جمال کی نمائش کے لئے جب بر سر بازار بے حجابانہ نکلتی ہے تو فتنے کا دروازہ کھلتا ہے شیطان اپنے اس جال سے فساق و فجار کو دعوت گناہ دیتا ہے۔

کیوں خراماں بن سنور کر ہے سر بازار تو
کیوں دکھاتی جا رہی ہے جلوۂ رخسار تو
کیوں اُٹھا رکھا ہے تو نے روئے رنگیں سے نقاب
کس لئے نامحرموں سے تو نہیں کرتی حجاب

اس لئے اسلام نے عورت کو پردے کا حکم دیا ہے۔ علامہ ابن کثیر نے تفسیر ابن کثیر میں لکھا ہے کہ نوفل بن ماحق نے کہا میں نجران کی مسجد میں داخل ہوا میں نے ایک نوجوان کو دیکھا جو بڑا لمبا چوڑا بھرپور جوانی کے نشے میں چور بانکا ترچھا بہترین رنگ و روپ کا مالک انتہائی خوبصورت و شکیل میں نے غور سے اس کے حسن و جمال کو دیکھا اس نے کہا کیا دیکھ رہے ہو میں نے کہا تیرے حسن و جمال پر تعجب کر رہا ہوں۔ اس نے کہا تو ہی کیا خود خدا بھی تعجب کر رہا ہے اس کلمے کے کہتے ہی وہ گھٹنے لگا اس کا رنگ و روپ اُڑ گیا اور قد پست ہو گیا۔ یہاں تک کہ ایک بالشت رہ گیا اس کا کوئی رشتہ دار آیا اور اسے آستین میں ڈال کر لے گیا۔ (ابن کثیر، جلد 20، ص 44)

تکبر کی پانچویں وجہ ہے۔

قوت: جن لوگوں کو جسمانی قوت و شدت حاصل ہو وہ بھی تکبر کا شکار ہو کر دوسروں کو خاطر میں نہیں لاتے ایسے لوگوں کو خیال کرنا چاہیے کہ جسمانی قوت بیل گھوڑے ہاتھی اور گدھے کو بھی حاصل ہے صرف جسمانی قوت پر ناز تو کوئی کمال

کی بات نہیں اگر صرف جسمانی قوت کی بنا پر خدا کی بارگاہ میں کوئی مقام حاصل ہو سکتا تو یہ متذکرہ جانور خدا کے بارگاہ کے مقبول ہوتے حالانکہ ایسا نہیں۔ تکبر کی چھٹی وجہ ہے:

مال: مال کی وجہ سے تکبر کرنے والوں میں قارون سب سے زیادہ نمایاں ہے جس کے خزانوں کی کنجیاں جانوروں پر لادی جاتی تھیں لیکن اس مال و دولت کے تکبر نے اسے اتنا ذلیل کیا کہ خدا فرماتا ہے۔ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ الْاَرْضَ۔ پس ہم نے اسے اور اس کے محل کو زمین میں دھنسا دیا تکبر کی ساتویں وجہ:

متبعین کی کثرت: اور متبعین کی کثرت پر ناز کرنے والوں میں ابو جہل بھی ہے غزوہ بدر میں جب مشرکین کے بڑے بڑے شہ زور اور طاقتور لوگ مارے گئے تو ابو جہل نے ایک شعلہ زن تقریر کی جس میں اپنے سامان حرب اور اپنی افرادی قوت پر ناز کیا لیکن انجام یہ ہوا کہ خدا فرماتا ہے۔

وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

ترجمہ: اے مشرکین تمہارا جتھا تمہیں کچھ کام نہ آئے گا چاہے کتنا ہی بہت ہو اور اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا انسان کو تکبر کرنے سے پہلے ان دو باتوں پر غور کر لینا چاہیے ایک یہ کہ وہ دن میں دو مرتبہ اپنی گندگی خود دھوتا ہے اور دوسری بات یہ کہ انسان دو مرتبہ گندی جگہ سے گزر کر دنیا میں آیا ہے ایک مرتبہ اپنے باپ کی پیشاب کی جگہ سے اور دوسرے مرتبہ اپنی ماں کی پیشاب کی جگہ سے۔

تکبر کا علاج یہ ہے کہ صوف کا لباس پہنا جائے گدھے پر سواری کی جائے کسی مسلمان بھائی کو سلام کرنے میں پہل کی جائے فقراء کی صحبت میں بیٹھا جائے اپنے اہل و عیال کے ساتھ مل کر کھانا کھایا جائے جابروں ظالموں متکبروں

مالداروں اور سلاطین زمانہ کی قبروں پر جا کر ان کے انجام پر غور کیا جائے کہ کبھی دنیا میں ان کے نام کے ڈنکے بجتے تھے اور آج:

''مقبروں میں دم بخود ہیں ہوں نہ ہاں کچھ بھی نہیں''

جن کے جلوے نہ سما سکتے تھے ایوانوں میں

آج خاک ان کی پڑی اُڑتی ہے ویرانوں میں

چشم عبرت سے ذرا تو دیکھ ان ویرانوں کو

جن میں چشم فلک نے دیکھا عظیم انسانوں کو

حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ عنہ نے دو سجدوں کی حکمتیں تحریر فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ ہر رکعت میں دو سجدے اس لئے ہیں کہ:

(۱) حدیث شریف میں آیا ہے کہ اَقْرَبُ مَایَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّہٖ وَھُوَ سَاجِدٌ○ سجدے کی حالت میں بندہ خدا کے زیادہ قریب ہوتا ہے تکرار سجدہ حصول قرب کا ذریعہ ہے۔

(۲) ہر رکعت میں دو سجدے ہیں پہلا سجدہ اس طرف اشارہ ہے کہ انسان مٹی سے پیدا ہوا ہے اور دوسرا سجدہ اس طرف اشارہ ہے کہ انسان نے دوبارہ مٹی ہی میں چلے جانا ہے اور دوسرے سجدے سے اُٹھنا اس طرف اشارہ ہے کہ قیامت کے دن قبر سے زندہ ہو کر نکلنا ہے۔

(۳) جب فرشتوں نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کیا اور پہلے سجدے کے بعد سر اُٹھایا تو دیکھا شیطان نے سجدہ نہیں کیا اور اس کا چہرہ خنزیر کا ہو گیا ہے تو انہوں نے سجدے کی توفیق دیئے جانے پر ایک سجدہ بطور شکریہ اور ادا کیا وہی دونوں سجدے ہر رکعت میں رکھ دیئے گئے۔

(مرقاۃ، جلد 2، ص 308)

نوٹ:۔ اگر سجدہ کے بارے میں مکمل تفصیل درکار ہو تو فقیر کی کتاب ''مقام سجدہ'' کا مطالعہ کریں۔

ایک حدیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رکوع اور سجود میں سُبُّوحٌ قُدُّوسٌ رَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوحِ پڑھا کرتے تھے۔ یہاں پر ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے ملائکہ اور روح کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اللہ کی مخلوق فرشتوں سے زیادہ کوئی نہیں زمین سے پیدا ہونے والی ہر چیز پر ایک فرشتہ مؤکل ہے بارش کے ساتھ اولاد آدم، اولاد ابلیس سے زیادہ فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کچھ فرشتے ایسے ہیں جن کا بند بند خوف الٰہی سے کانپتا ہے اور ان کی آنکھوں سے آنسو کے قطرات گرتے ہیں اور ہر قطرے سے ایک فرشتہ پیدا ہوتا ہے جو خدا کی تسبیح بیان کرتا ہے کچھ فرشتے ایسے ہیں کہ جب سے خدا نے زمین آسمان پیدا کیے ہیں وہ سجدے میں ہیں اور قیامت تک سجدے سے سر نہ اُٹھائیں گے اور کچھ فرشتے صف بندی کر کے کھڑے ہیں اور قیامت تک اسی حالت میں رہیں گے قیامت کے دن خدا ان پر اپنی تجلی ڈالے گا وہ خدا کا دیدار کر کے عرض کریں گے ہم سے عبادت کا حق ادا نہ ہوا صرف یہ کہ ہم نے شرک نہیں کیا۔ آسمانوں میں ایک قدم ایک بالشت اور ایک ہتھیلی بھر جگہ ایسی نہیں جہاں ایک فرشتہ قیام میں اور ایک فرشتہ سجدے میں نہ ہو۔ یہ قیامت کے دن کہیں گے ہم سے عبادت کا حق ادا نہ ہوا صرف یہ کہ ہم نے شرک نہیں کیا روح ایک فرشتہ ہے جس کے ستر ہزار چہرے ہیں ہر چہرے میں ستر ہزار زبانیں ہیں ہر زبان میں ستر ہزار لغات ہیں خدا کی تسبیح بیان کرتا ہے ہر تسبیح سے خدا ایک فرشتہ پیدا فرماتا ہے جو قیامت تک فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتا ہے۔ (مرقاۃ، جلد2، ص310)

ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ امام ابن سبع نے آپ کے

خصائص پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَقْطَعَہٗ اَرْضَ الْجَنَّۃِ یُعْطِیْ مِنْھَا مَاشَاءَ لِمَنْ یَّشَاءُO

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے جنت کی زمین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جاگیر بنا دی ہے اس میں جس کو جو چاہتے ہیں عطا کر دیتے ہیں۔

(مرقاۃ، جلد2، ص323)

اب فقیر چند احادیث بیان کرتا ہے جو اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ ہماری نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی عطا سے جنت کے مالک ہیں اور اپنے غلاموں کو جنت عطا کرتے ہیں۔

حدیث نمبر 1.

مسلم شریف کتاب الکسوف میں ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے نماز کسوف صحابہ کے ساتھ ادا فرمائی دوران نماز آپ نے اپنا ہاتھ اوپر کیا پھر کھینچ لیا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے اس کی وجہ پوچھی، آپ نے فرمایا:

اِنِّیْ رَاَیْتُ الْجَنَّۃَ فَتَنَاوَلْتُ مِنْھَا عُنْقُوْدًا وَلَوْ اَخَذْتُہٗ لَاَ کَلْتُمْ مِنْہُ مَابَقِیَتِ الدُّنْیَاO

ترجمہ: میں نے جنت کو دیکھا میں اس میں سے ایک خوشہ توڑنے لگا اگر میں اس خوشہ کو توڑ لیتا تو تم رہتی دنیا تک اس کو کھاتے رہتے۔

آپ کے اس فعل سے پتہ چلا کہ آپ خدا کی عطا سے جنت کے مالک ہیں کیونکہ غیر کی ملکیت میں تصرف جائز نہیں اپنی مرضی کے مطابق تصرف وہی کر سکتا ہے جو مالک ہو۔

حدیث نمبر 2.

ابن عساکر میں حدیث ہے کہ حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا آپ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں فرمایا:

ذَاكَ اِمْرُؤٌ تُدْعٰى فِي الْمَلَاءِ لَاَعْلٰى ذَا النُّوْرَيْنِ كَانَ خَتَنُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِبْنَتَيْهِ ضَمَنَ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ٥

یہ وہ صاحب ہیں کہ ملاء اعلیٰ و بزم بالا میں ذی النورین پکارے جاتے ہیں۔ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دو شہزادیوں کے شوہر ہیں۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے لئے جنت میں ایک مکان کی ضمانت فرمائی ہے۔

حدیث نمبر 3.

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکہ میں ایک آدمی سے فرمایا۔ اپنا گھر میرے ہاتھ بیچ ڈال تاکہ مسجد حرام میں اضافہ کر دوں اور تیرے لئے جنت میں مکان کا ضامن ہوں۔ اس نے عذر کیا پھر فرمایا انکار کیا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو خبر ہوئی یہ شخص زمانہ جاہلیت میں ان کا دوست تھا اس سے باصرار تمام دس ہزار اشرفی دے کر خرید لیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ حضور اب وہ گھر میرا ہے کیا آپ مجھ سے یہ مکان ایک جنتی مکان کے عوض لیتے ہیں جس کے آپ میرے لئے ضامن ہو جائیں فرمایا ہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ مکان ان سے لے لیا۔

وَضَمَنَ لَهٗ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَاَشْهَدَ لَهٗ عَلٰى ذَالِكَ الْمُؤْمِنِيْنَ٥

اور جنت میں ان کے لئے ایک مکان کی ضمانت فرمائی اور مسلمانوں کو اس پر گواہ بنا لیا۔

حدیث نمبر 4.

طبرانی میں حدیث ہے کہ مہاجرین مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ میں آئے یہاں کا پانی پسند نہ آیا شور تھا بنی غفار کے ایک آدمی کی ملکیت میں شیریں پانی کا ایک چشمہ تھا جس کا نام رومہ تھا وہ اس کی ایک مشک نیم صاع میں فروخت کرتا تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ چشمہ میرے ہاتھ جنتی چشمے کے عوض فروخت کر دے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری اور میرے بچوں کی معاش اسی سے ہے مجھ میں طاقت نہیں یہ خبر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو پہنچی وہ چشمہ مالک سے پینتیس ہزار روپے میں خرید لیا پھر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی۔

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَتَجْعَلُ لِىَ مِثْلَ الَّذِىْ جَعَلْتَ لَهٗ عَيْنًا فِى الْجَنَّةِ اِنْ اِشْتَرَيْتُهَا ۝

یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا جس طرح آپ اس شخص کو بہشتی چشمہ عطا فرماتے تھے اگر میں یہ چشمہ اس سے خرید لوں تو آپ مجھے بھی عطا فرمائیں گے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ عرض کیا میں نے بیئر رومہ خرید لیا ہے اور مسلمانوں پر وقف کر دیا۔

حدیث نمبر 5.

حاکم نے المستدرک میں یہ حدیث لکھی ہے کہ:

اِشْتَرٰى عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ الْجَنَّةَ مَرَّتَيْنِ يَوْمَ رُوْمَةَ وَيَوْمَ جَيْشِ الْعُسْرَةِ ۝

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

سے دو مرتبہ جنت خریدی بیئر رومہ کے دن اور لشکر تنگدستی کے روز۔

حدیث نمبر 6.

بخاری شریف میں ہے حضرت سہیل بن سعد ساعدی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ یَّضْمِنْ لِیْ مَابَیْنَ لِحْیَۃِ وَمَا بَیْنَ رِجْلَیْہِ اَضْمَنَ لَہُ الْجَنَّۃَ ٥

ترجمہ: جو میرے لئے اپنی زبان اور شرمگاہ کا ضامن ہو جائے میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔

حدیث نمبر 7.

مسلم شریف میں حدیث ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ربیعہ بن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا "سَلْ" انہوں نے عرض کی۔

اَسْئَلُکَ مُرَافَقَتَکَ فِی الْجَنَّۃِ قَالَ اَوْغَیْرَ ذَالِکَ قُلْتَ ھُوَ ذَاکَ ٥

ترجمہ: میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں فرمایا کچھ اور عرض کی بس یہی کافی ہے۔

لفظ "سل" پر بحث کرتے ہوئے ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی مَکَّنَہٗ مِنْ اَعْطَاءِ کُلَّ مَا اَرَادَ مِنْ خَزَائِنِ الْحَقِّ ٥

(مرقاۃ، جلد 2، ص 323)

بے شک اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار دیا ہے کہ خدا کے خزانوں سے جو چیز چاہیں عطا کر دیں۔

کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے
محبوب کیا مالک و مختار بنایا

حضرت ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے حجر اسود کے جنتی پتھر ہونے کی ایک عجیب دلیل لکھی ہے۔ فرماتے ہیں کہ قوم قرامطہ نے مکہ پر حملہ کیا اور وہاں قتل عام کیا مسجد حرام اور چاہ زمزم کو لاشوں سے بھر دیا اور حجر اسود پر لوہے کے گرز مارے اور کہا تو کب تک خدا کے سوا پوجا جاتا رہے گا اور وہ حجر اسود اپنے علاقے میں لے گئے اور حجر اسود ان کے ہاں بیس سال سے زیادہ عرصہ رہا پھر وہ مال کثیر لے کر حجر اسود واپس کرنے پر راضی ہو گئے اور انہوں نے کہا حجر اسود ہمارے ہاں کے پتھروں میں مل جل گیا ہے اور اب اس کی پہچان مشکل ہو گئی ہے۔ اگر تمہارے پاس اس کی کوئی پہچان ہے تو اپنی علامت سے پہچان کر لے جاؤ۔ اہل مکہ نے یہ مسئلہ علماء کے سامنے پیش کیا انہوں نے فرمایا حجر اسود کی علامت یہ ہے کہ اس پر آگ اثر نہیں کرتی اس لئے کہ وہ جنتی پتھر ہے۔ اہل مکہ نے قوم قرامطہ کو اس حقیقت سے آگاہ کیا اور ان تمام پتھروں کو آگ میں ڈال دیا تمام پتھروں پر آگ نے اثر کیا لیکن حجر اسود پر آگ اثر نہ کر سکی پس اس طرح انہوں نے حجر اسود کو پہچان لیا اور تعجب کی بات یہ ہے کہ جب قوم قرامطہ اس پتھر کو لے کر گئے تو ان کے کئی اونٹ حجر اسود کا بوجھ برداشت نہ کر سکنے کی بنا پر مر گئے لیکن جب ان کے ہاں سے اہل مکہ لے کر آئے تو ایک ہی اونٹ حجر اسود کو مکہ معظمہ لے آیا اور اسے اس پتھر کا بوجھ محسوس نہ ہوا۔ (مرقاۃ، جلد 5، ص 320)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ۔ جو کسی قوم سے مشابہت رکھتا ہے وہ اسی میں سے ہوتا ہے۔ اس کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے ایک حکایت عجیبہ اور لطیفہ نقل کی ہے فرماتے ہیں کہ جب خدا تعالیٰ نے فرعون اور فرعونیوں کو دریا میں غرق کر دیا تو ایک مسخرہ غرق نہ ہوا اور یہ مسخرہ وہ فرعونی تھا جو

حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسا لباس پہن کر ہاتھ میں عصا لے کر موسیٰ علیہ السلام کی طرح کلام کرتا اور اس طرح آپ کی نقل اتار کر فرعون اور باقی فرعونیوں کو ہنساتا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے خدا کی بارگاہ میں عرض یا اللہ یہ تو مجھے اذیت دیتا تھا اور اسے تو نے غرق نہیں بلکہ بچالیا ہے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا میں نے اسے اس لئے غرق نہیں کیا کہ یہ تیرے جیسا لباس پہنتا تھا اور جس نے میرے حبیب حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی صورت بنالی میں اسے عذاب کیسے دوں۔ مقام غور ہے کہ جس نے بُرے نظریے سے اہل حق کے ساتھ مشابہت کی خدا اس کو عذاب نہیں دیتا تو جو نیک نیتی سے انبیاء علیہم السلام اولیاء کرام کے ساتھ مشابہت پیدا کرلے اس کا کیا مقام ہو گا لہٰذا جو تعظیم و تکریم سے امام الانبیاء کی سنت کی پیروی کرلے اور آپ کی اتباع کامل کرے وہ یقیناً خدا کا محبوب اور مقبول بندہ بن جائے گا اور خدا تعالیٰ اس پر اپنا فضل و کرم فرمائے گا اور اسے ہر قسم کے عذاب سے محفوظ و مصئون فرمائے گا۔ (مرقاۃ، جلد 8، ص 255)

دونوں عالم میں تمہیں مقصود گر آرام ہو

ان کا دامن تھام لو جن کا محمد نام ہے

مشکوٰۃ شریف میں حدیث کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آیا کرتا تھا اور اس کے ساتھ اس کا لڑکا ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تو اس سے محبت کرتا ہے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جتنی مجھے اپنے بیٹے سے محبت ہے خدا آپ سے اتنی محبت کرے کچھ عرصہ کے بعد جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وہ لڑکا نظر نہ آیا تو دریافت فرمایا کیا بات ہے وہ لڑکا نظر نہیں آتا عرض کی گئی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ فوت ہو گیا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس لڑکے کے باپ سے

فرمایا۔ اَمَا تُحِبُّ اَنْ لَّا تَاْتِیَ بَابًا مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ اِلَّا وَجَدْتَّهٗ یَنْتَظِرُكَ ○ کیا تو پسند کرتا ہے کہ تو جنت کے جس دروازے سے بھی آئے وہ تیرا انتظار کرتا ہو۔

حدیث کے اس جملے کی تشریح میں ملا علی القاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

فِیْهِ اِشَارَةٌ اِلٰی خَرْقِ الْعَادَةِ مِنْ تَعَدُّدِ الْاَجْسَادِ الْمُكْتَسَبَةِ حَیْثُ اِنَّ الْوَلَدَ مَوْجُوْدٌ فِیْ كُلِّ بَابٍ مِّنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ ○ (مرقاۃ، جلد 4، ص 109)

اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ بطور خرق عادت اجساد مثالیہ متعدد ہوتے ہیں کیونکہ وہ بچہ (بیک وقت) جنت کے ہر دروازے پر موجود ہوگا۔

جسم مثالی کے متعدد جگہ نظر آنے سے متعلق کچھ مزید دلائل ملاحظہ ہوں۔

(۱) اِنَّ جِبْرَائِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ مَعَ ظُهُوْرِهٖ بَیْنَ یَدِ النَّبِیِّ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فِیْ صُوْرَةِ دِحْیَةَ الْكَلْبِیِّ اَوْ غَیْرِهٖ لَمْ یُفَارِقْ سِدْرَةَ الْمُنْتَهٰی ○

(روح المعانی، جلد 22، ص 37)

ترجمہ: جبریل امین علیہ السلام جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے حضرت دحیہ کلبی وغیرہ کی صورت میں حاضر ہوتے تھے تو سدرۃ المنتہیٰ سے جدا نہ ہوتے تھے۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ جبریل امین علیہ السلام آن واحد میں سدرۃ المنتہیٰ پر بھی موجود ہوتے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں بھی موجود ہوتے۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی رات مسجد اقصیٰ میں تمام نبیوں کو نماز پڑھائی۔ قابل غور امر یہ ہے کہ ان میں سے جو انبیاء علیہم السلام وفات پا چکے تھے وہ اپنی قبور کے اندر عالم برزخ میں جو ایک مستقل جہان ہے موجود ہیں اور مسجد اقصیٰ یعنی اس جہان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے

نماز پڑھ رہے ہیں اور جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آسمانوں پر رونق افروز ہوتے ہیں (جسے عالم آخرت کہنا چاہیے) تو وہاں بھی یہ حضرات اپنے اپنے مقامات پر موجود ہیں۔ معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم السلام بیک وقت عالم دنیا عالم برزخ اور عالم آخرت میں موجود ہیں جب ہر عالم میں ان حضرات کا موجود ہونا ثابت ہے تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہر مکان میں موجود ہونا کیونکر ناممکن ہوسکتا ہے۔

بحکمِ خدا تم ہو موجود ہر جا
بظاہر ہے طیبہ ٹھکانا تمہارا
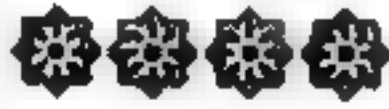
فصل چہارم:

اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا کے علم کی جھلکیاں

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ میرے ایک وعظ میں مجھ پر ایک نفیس نکتہ القا ہوا تھا جو جملہ فضائل مصطفیٰ کے لئے معیار کامل ہے اور وہ یہ ہے کہ کسی منعم کا کسی دوسرے کو کوئی نعمت نہ دینا چار ہی طور پر ہوتا ہے یا تو دینے والے کو اس نعمت پر دسترس نہیں یا دے سکتا ہے مگر بخل مانع ہے یا جسے نہ دی وہ اس کا اہل نہیں یا وہ اہل بھی ہے مگر اس سے زائد اسے کوئی اور محبوب ہے اس کے لئے بچا رکھی ہے۔ الوہیت ہی وہ کمال ہے کہ زیر قدرت ربانی نہیں باقی تمام کمالات تحت قدرت باری ہیں اور اللہ تعالیٰ اکرم الاکرمین ہر جود سے بڑھ کر جواد اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر فضل وکمال کے اہل اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے زائد اللہ تعالیٰ کا کوئی محبوب نہیں لازم ہے کہ الوہیت کے نیچے جتنے کمالات ہیں اور جس قدر فضائل ہیں جتنی نعمتیں ہیں جس قدر برکات ہیں مولیٰ عزوجل نے سب علی وجہ الکمال اپنے محبوب کو عطا فرمائی ہیں اگر الوہیت عطا فرمانا بھی زیر قدرت ہوتا ضرور یہ بھی عطا فرماتا۔ (ملفوظات، جلد2، ص54)

خدا کرنا ہوتا جو تحت مشیت

خدا ہو کے آتا وہ بندہ خدا کا

ایک مرتبہ دنیا کی تشریح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ ساتوں آسمان ساتوں زمین دنیا ہے اور ان سے اوپر سدرۃ المنتہیٰ عرش وکرسی آخرت ہے پھر فرمایا دار دنیا شہادت ہے اور دار آخرت غیب، غیب کی کنجیوں کو مفاتح اور شہادت

کی کنجیوں کو مقالید کہتے ہیں۔قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ۔ اللہ ہی کے پاس ہیں غیب کی مفاتح ان کو خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا اور دوسری جگہ فرمایا۔ لَهٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ خدا ہی کے لئے ہیں مقالید آسمان و زمین کی اب مفاتح کا اول اور آخری حرف لے لو۔ اول ہے م اور آخری ہے ح۔ اسی طرح مقالید کا بھی اول اور آخری حرف لے لو اول ہے م اور آخری ہے د۔ اب ان دونوں کو ملا دو تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام اقدس ''محمد'' صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ظاہر ہوتا ہے اور یہ اس طرف اشارہ ہے کہ خزائن غیب و شہادت کی سب کنجیاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کر دی گئی ہیں۔ (ملفوظات، جلد 4، ص86)

دو جہاں کی بہتریاں نہیں کہ امانی دل و جاں نہیں
کہو کیا ہے وہ جو یہاں نہیں مگر اک نہیں کہ وہ ہاں نہیں
کنجی تمہیں دی اپنے خزانوں کی خدا نے
محبوب کیا مالک و مختار بنایا

اب ان کنجیوں کی تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

حدیث نمبر 1.

بخاری و مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور مالک المفاتح نے فرمایا۔

بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ اُتِیْتُ بِمَفَاتِیْحِ خَزَائِنِ الْاَرْضِ فَوُضِعَتْ فِیْ یَدَیَّ o

ترجمہ: میں سو رہا تھا کہ تمام خزائن زمین کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے دونوں ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔

حدیث نمبر 2.

ابوبکر بن ابی شیبہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور مالک ومختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

أُعْطِيتُ مَالَمْ يُعْطِ اَحَدٌ مِّنَ الْاَنْبِيَاءِ قَبْلِي نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ وَاُعْطِيتُ مَفَاتِيحِ الْاَرْضِ٥

ترجمہ: مجھے وہ عطا ہوا جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملا رعب سے میری مدد فرمائی گئی کہ مہینے بھر کی راہ پر میرا دشمن میرا نام سن کر کانپنے لگے اور مجھے ساری زمین کی کنجیاں عطا ہوئیں۔

حدیث نمبر 3.

امام احمد اور ابن حبان نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور مالک تمام دنیا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اُوْتِيتُ بِمَقَالِيدِ الدُّنْيَا عَلٰى فَرَسٍ اَبْلَقٍ جَاءَنِي بِهٖ جِبْرِيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَعَلَيْهِ قَطِيفَةٌ مِّنْ سُنْدُسٍ٥

ترجمہ: دنیا کی کنجیاں ابلق گھوڑے پر رکھ کر میری خدمت میں لائی گئیں جبریل لے کر آئے اس پر نازک ریشم کا زین پوش بانقش ونگار پڑا تھا۔

حدیث نمبر 4.

امام احمد اور طبرانی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اُوْتِيتُ مَفَاتِيحِ كُلِّ شَيْءٍ٥ مجھے ہر چیز کی کنجیاں عطا ہوئیں۔

حدیث نمبر 5.

ابو نعیم نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے شکم سے پیدا ہوئے تو میں نے دیکھا کہ آپ سجدے میں پڑے ہوئے ہیں۔ پھر ایک سفید ابر نے آسمان سے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ڈھانپ لیا کہ میرے سامنے سے غائب کر دیا پھر وہ پردہ ہٹا تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اونی سفید کپڑے میں لپٹے ہوئے ہیں اور سبز ریشمی بچھونا بچھا ہوا ہے اور گوہر شاداب کی تین کنجیاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مٹھی میں ہیں اور ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ نصرت کی کنجیاں نفع کی کنجیاں نبوت کی کنجیاں سب پر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبضہ کر لیا پھر ایک اور بادل نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ڈھانپ لیا میری نگاہ سے چھپ گئے پھر روشن ہوا تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سبز ریشم کا لپٹا ہوا کپڑا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مٹھی میں ہے اور کوئی منادی پکار رہا ہے واہ واہ۔

قَبَضَ مُحَمَّدٌ عَلَى الدُّنْيَا كُلِّهَا لَمْ يَبْقِ خَلْقٌ مِنْ اَهْلِهَا اِلَّا دَخَلَ فِيْ قَبْضَتِهٖ○

ساری دنیا پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبضہ کر لیا زمین و آسمان میں کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو ان کے قبضہ میں نہ آئی۔

حدیث نمبر 6.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولادت کے بعد رضوان جنت نے آپ کو اپنے پروں کے

اندر لے کر گوش اقدس میں عرض کی یا خلیفۃ اللہ نصرت کی کنجیاں آپ کے ساتھ ہیں۔ رعب و دبدبہ کا جامہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پہنایا گیا ہے جو آپ کا چرچا سنے گا اس کا دل ڈر جائے گا اور جگر کانپ اُٹھے گا۔ اگرچہ آپ کو نہ دیکھا ہو گا۔ یہاں پر اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں۔

اگر ایمان کا نور ہو تو ایک اللہ کا نائب کہنے میں سب کچھ آ گیا۔ ایک دنیا دار حاکم کا نائب سب سیاہ وسفید کا مالک ہوتا ہے تو جو اللہ تعالیٰ کا نائب ہو گا وہ اس کے ملک میں تصرف تام کا مختار ہو گا جبھی تو وہ اللہ کا خلیفہ کہلائے گا۔

حدیث نمبر 7.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور مالک جنت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں سب سے پہلے قبر سے نکلوں گا جب لوگ اُٹھائے جائیں گے اور میں ان کا پیشوا ہوں گا جب وہ حاضر بارگاہ ہوں گے اور میں ان کا خطیب ہوں جب وہ دم بخود ہوں گے اور میں ان کا شفیع ہوں گا جب وہ محبوس ہوں گے اور میں خوشخبری دینے والا ہوں گا جب وہ ناامید ہوں گے اور:

اَلْكَرَامَةُ وَالْمَفَاتِيْحُ يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ وَلِوَاءُ الْحَمْدِ يَوْمَئِذٍ بِيَدِيْ ۝

ترجمہ: عزت اور کنجیاں اس دن میرے ہاتھ میں ہوں گی اور لواء الحمد اس دن میرے ہاتھ ہو گا۔

حدیث نمبر 8.

حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن صراط کے قریب ایک منبر بچھایا جائے گا پھر ایک فرشتہ آ کر اس کے پہلے زینہ پر کھڑا ہو گا اور ندا کرے گا اے گروہ مسلماناں جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اور جس

نے نہ پہچانا تو میں مالک داروغہ دوزخ ہوں اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ جہنم کی کنجیاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دوں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سپرد کردوں۔ ہاں گواہ ہو جاؤ ہاں گواہ ہو جاؤ پھر ایک اور فرشتہ دوسرے زینہ پر کھڑا ہو کر پکارے گا۔ اے گروہ مسلماناں جس نے مجھے جانا اس نے جانا اور جس نے نہ جانا تو میں رضوان جنت ہوں مجھے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ جنت کی کنجیاں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دے دوں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سپرد کروں ہاں ہاں گواہ ہو جاؤ ہاں ہاں گواہ ہو جاؤ۔

ان آٹھ احادیث پر دو حدیثوں کا اضافہ ملاحظہ فرمائیں تا کہ پوری دس احادیث ہو جائیں۔

حدیث نمبر 9.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

قَدْ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحِ خَزَائِنِ الدُّنْيَا وَخَزَائِنِ الْاَرْضِ ٥

(طبرانی کبیر، جلد 17، ص280)

مجھے دنیا اور زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کر دی گئیں۔

حدیث نمبر 10.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اُوْتِيْتُ بِمَفَاتِيْحِ خَزَائِنِ الدُّنْيَا وَالْخُلْدِ ٥ (دارمی، جلد 1، ص30)

ترجمہ: مجھے دنیا کے خزانوں اور جنت کی کنجیاں دے دی گئیں۔

ان تمام احادیث کا خلاصہ یہ ہوا کہ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو زمین

کے خزانوں کی کنجیاں دنیا کے خزانوں کی کنجیاں نصرت کی کنجیاں نفع کی کنجیاں جنت و نار بلکہ ہر شئے کی کنجیاں عطا فرمادی ہیں اور اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے۔ جس کے ہاتھ کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے کھولے جب چاہے نہ کھولے۔ (الامن والعلیٰ، ص 57 تا 64)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے قضا نمازوں کے بارے میں فرمایا کہ قضا نماز جلد سے جلد ادا کرنا لازم ہے۔ نامعلوم کس وقت موت آجائے کیا مشکل ہے۔ ایک دن کی بیس رکعتیں ہوتی ہیں یعنی فجر کے فرضوں کی دو رکعت ظہر کی چار عصر کی چار مغرب کی تین اور عشاء کے چار فرض تین وتر سات رکعتیں ہوئیں۔ ان نمازوں کو سوائے طلوع وغروب و زوال (کہ اس وقت سجدہ حرام ہے) ہر وقت ادا کرسکتا ہے اور اختیار ہے کہ پہلے فجر کی سب نمازیں ادا کرے پھر ظہر پھر عصر پھر مغرب پھر عشاء کی یا سب نمازیں ساتھ ساتھ ادا کرتا جائے اور ان کا ایسا حساب لگائے کہ تخمینہ میں باقی نہ رہ جائیں زیادہ ہو جائیں تو حرج نہیں اور وہ سب بقدر طاقت رفتہ رفتہ جلد ادا کرے کاہلی نہ کرے جب تک فرض ذمہ باقی رہتا ہے کوئی نفل قبول نہیں کیا جاتا نیت ان نمازوں کی اس طرح ہو مثلاً سو بار کی فجر قضا ہے تو ہر باریوں کہے کہ سب سے پہلے جو فجر مجھ سے قضا ہوئی ہر دفعہ یہی کہے جب ایک ادا ہوئی تو باقیوں میں جو سب سے پہلی ہے۔ اسی طرح ظہر وغیرہ ہر نماز میں نیت کرے جس پر بہت سی نمازیں قضا ہوں اس کے لئے صورت تخفیف اور جلد ادا ہونے کی یہ ہے کہ خالی رکعتوں میں بجائے الحمد شریف کے تین بار سبحان اللہ کہے اگر ایک بار بھی کہہ لے گا تو فرض ادا ہو جائے گا نیز تسبیحات رکوع وسجود میں صرف ایک بار سبحان ربی العظیم اور سبحان ربی الاعلی پڑھ لینا کافی ہے تشہد کے دونوں درود شریف کے بجائے اللھم صلی علی سیدنا

محمد و آلہ وتروں میں بجائے دعائے قنوت کے رب اغفرلی کہنا کافی ہے طلوع آفتاب کے بیس منٹ بعد اور غروب آفتاب کے بیس منٹ قبل نماز ادا کر سکتا ہے اس سے پہلے یا اس کے بعد ناجائز ہر ایسا شخص جس کے ذمے نمازیں باقی ہیں چھپ کر پڑے کہ گناہ کا اعلان جائز نہیں اگر کسی شخص کے ذمے تیس یا چالیس سال کی نمازیں واجب الادا ہیں اس نے اپنے ان ضرور کاموں کے علاوہ جن کے بغیر گزارا نہیں کاروبار ترک کر کے پڑھنا شروع کیا اور پکا ارادہ کر لیا کہ کل نمازیں ادا کر کے آرام لوں گا اور فرض کیجئے۔ اسی حالت میں ایک مہینہ یا ایک ہی دن کے بعد اس کا انتقال ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کاملہ سے اس کی سب نماز ادا کر دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ○

جو اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کرتا ہوا نکلے پھر اسے راستہ میں موت آجائے تو اس کا ثواب اللہ کے ذمے ہے۔

(ملفوظات، جلد 1، ص 82)

کسی نے اعلیٰ حضرت کی خدمت میں عرض کی اکثر اوقات پریشانی رہتی ہے آپ نے فرمایا کہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کی کثرت کرو یہ 99 بلاؤں کو دفع کرتی ہے۔ ان میں سب سے آسان تر پریشانی ہے ساٹھ بار پڑھ کر پانی پر دم کر کے روزانہ پی لیا کریں۔ (ملفوظات، جلد 1، ص 85)

ایک آدمی نے عرض کی وسعت رزق کے لئے کچھ ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا ایک صحابی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا عرض کی دنیا نے مجھ سے پیٹھ پھیر لی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کیا تجھے وہ

تسبیح یاد نہیں جو تسبیح ہے ملائکہ کی اور جس کی برکت سے روزی دی جاتی ہے دنیا آئے گی تیرے پاس ذلیل و خوار ہو کر طلوع فجر کے ساتھ وہ تسبیح ایک سو مرتبہ پڑھ لیا کر تسبیح یہ ہے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ۔

اس صحابی نے اسے سات دن پڑھا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں آ کر عرض کرنے لگا میرے پاس دنیا اس قدر آ گئی ہے کہ حیران ہوں کہ اسے کہاں رکھوں۔

پھر آپ نے فرمایا اگر جماعت کی نماز کھڑی ہو جائے تو طلوع شمس سے قبل جب چاہے پڑھ لو۔ (ملفوظات، جلد 1، ص 85)

اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں کہ ہر غوث کے دو وزیر ہوتے ہیں غوث کا لقب عبداللہ ہوتا ہے اور وزیر دست راست عبدالرب اور وزیر چپ عبدالملک اس سلطنت میں وزیر دست چپ وزیر راست سے اعلیٰ ہوتا ہے۔ بخلاف سلطنت دنیا اس لئے کہ یہ سلطنت قلب ہے اور دل بائیں جانب ہے غوث اکبر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ آپ کے بائیں اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آپ کے دائیں وزیر ہیں۔ پھر امت میں سب سے پہلے درجہ غوثیت پر امیر المومنین صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فائز ہوئے اور وزارت امیر المومنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور عثمان غنی رضی اللہ عنہما کو عطا ہوئی اس کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو غوثیت مرحمت ہوئی اور عثمان غنی اور مولا علی المرتضی رضی اللہ عنہما کو وزارعت ملی پھر امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ عنہ مرتبہ غوثیت پر فائز ہوئے اور وزارت حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسن کو ملی بعد ازاں غوثیت کا مرتبہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو ملا اور وزارت حضرت امام

حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو عطا ہوئی پھر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سے درجہ بدرجہ امام حسن عسکری تک یہ سب حضرات مستقل غوث ہوئے امام حسن عسکری سے غوث اعظم رضی اللہ عنہ تک جتنے حضرات ہوئے سب ان کے نائب ہوئے ان کے بعد حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ مستقل ہوئے۔ آپ تنہا غوثیت کبریٰ کے درجے پر فائز ہوئے حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور سید الافراد بھی آپ کے بعد جتنے ہوئے اور ہوں گے۔ حضرت امام مہدی تک سب نائب حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ ہوں گے پھر امام مہدی کو غوثیت کبریٰ کا مقام عطا ہوگا۔ (ملفوظات، جلد 1، ص140)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دافع البلاء ہونے پر مندرجہ ذیل دلائل بیان فرمائے۔

آیات کریمہ:

(۱) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ

ترجمہ: اللہ ان کافروں پر عذاب نازل نہ فرمائے گا جب تک اے محبوب تو ان میں تشریف فرما ہے۔

سبحان اللہ ہمارے حضور دافع البلا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کفار پر سے بھی سبب دفع بلا ہیں پھر مسلمانوں پر تو خاص رؤف ورحیم ہیں۔

(۲) وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ؕ

ترجمہ: اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے بخشش چاہیں اور معافی ان کے لئے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی سفارش،

فرما دیں تو بیشک اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں گے۔

یہ آیت کریمہ صاف ارشاد فرماتی ہیں کہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری سبب قبول توبہ و دفع بلائے عذاب ہے بلکہ یہ آیت بیمار دلوں پر اور بھی بلا و عذاب کہ رب العزۃ قادر تھا کہ یوں ہی گناہ بخش دیتا مگر ارشاد ہوتا ہے کہ توبہ قبول کرانا چاہو تو ہمارے پیارے کی سرکار میں حاضر ہو جاؤ۔

❁❁❁
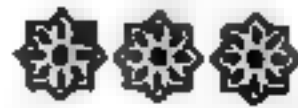
احادیث عظیمہ

حدیث نمبر 1.

رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

انی لاھم باھل الارض عذابا فاذا نظرت الی عمار بیوتی والمتحابین فی والمستغفرین بالاسحار حرفت عذابی عنھم O

ترجمہ: میں زمین والوں پر عذاب اتارنا چاہتا ہوں جب میرے گھر آباد کرنے والے اور میرے لئے باہم محبت کرنے والے اور پچھلی رات کو استغفار کرنے والے دیکھتا ہوں اپنا عذاب ان سے پھیر دیتا ہوں۔

حدیث نمبر 2.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ بیشک اللہ تعالیٰ کے لئے خلق میں تین سو اولیاء کرام ہیں کہ ان کے قلب حضرت آدم علیہ السلام کے دل پر ہیں اور چالیس کے دل قلب موسیٰ اور سات کے دل قلب ابراہیم اور پانچ کے دل قلب جبریل اور تین کے دل قلب میکائیل اور ایک کا دل قلب اسرافیل پر ہے علیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔ جب وہ ایک مرتا ہے تو تین میں سے اس کا قائم مقام ہوتا ہے اور جب ان تین میں سے کوئی مرتا ہے تو پانچ میں سے اس کا بدل کیا جاتا ہے اور پانچ والے کا عوض سات اور سات کا عوض چالیس اور چالیس کا تین سو اور تین سو کا عام مسلمانوں سے ان تین چھپن اولیاء کے ذریعے خلق کی حیات وموت مینہ کا برسنا نباتات کا اگنا اور بلاؤں کا دفع ہونا ہوا کرتا ہے۔

(الامن والعلی ،ص 25، کنز العمال)

حدیث نمبر 3.

ابن ماجہ حضرت تمیم داری سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے ناگاہ ایک اونٹ دوڑتا آیا یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سر مبارک کے قریب آ کر کھڑا ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے اونٹ ٹھہر اگر تو سچا ہے تو تیرے سچ کا پھل تیرے لئے ہے اور اگر تو جھوٹا ہے تو تیرے جھوٹ کا وبال تجھ پر ہے اس کے ساتھ یہ بات بھی برحق ہے کہ جو ہماری پناہ میں آئے اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے امان رکھی ہے اور جو ہمارے حضور التجا لائے وہ نامرادی سے بری ہے صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ اونٹ کیا عرض کرتا ہے فرمایا اس کے مالک نے اسے ذبح کر کے کھالینا چاہا تھا۔ یہ ان کے پاس سے بھاگ آیا اور تمہارے نبی کے حضور فریاد لایا ہم یوں ہی بیٹھے تھے کہ اتنے میں اس کا مالک بھی آ گیا اونٹ نے جب اسے دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ پکڑی اس کے مالک نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارا یہ اونٹ تین دن سے بھاگا ہوا ہے اور آج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ملا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سنتے ہو اس نے میرے حضور فریاد کی ہے اور وہ بہت بری فریاد ہے وہ بولا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کیا کہتا ہے۔ فرمایا یہ کہتا ہے کہ یہ برسوں تمہاری امان میں پلا تم گرمی میں اس پر اسباب لاد کر سبزہ ملنے کی جگہ جاتے اور جاڑے میں گرم سیر مقام تک کوچ کرتے جب وہ بڑا ہوا تم نے اسے سانڈ بنالیا اللہ تعالیٰ نے اس کی نسل سے بہت سے اونٹ پیدا کر دے جو چرتے پھرتے ہیں اب جب کہ یہ

شاداب برس آیا تم نے اسے ذبح کر کے کھا لینا چاہا وہ بولے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی قسم یونہی ہوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نیک مملوک کا بدلہ اس کے مالک کی طرف سے یہ نہیں ہے اس نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم اسے نہ تو بیچیں گے اور نہ ہی ذبح کریں گے فرمایا غلط کہتے ہو اس نے تم سے فریاد کی لیکن تم اس کی فریاد کو نہ پہنچے اور میں تم سے زیادہ اس کا مستحق اور لائق ہوں کہ فریادی پر رحم فرماؤں اللہ تعالیٰ نے منافقوں کے دلوں سے رحمت نکال لی ہے اور ایمان والوں کے دلوں میں رکھی ہے پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وہ اونٹ اس سے سو روپے میں خرید لیا اور اس سے فرمایا اے اونٹ چلا جا تو اللہ تعالیٰ کے لئے آزاد ہے یہ سن کر اس نے سر اقدس کے پاس اپنی بولی میں کچھ آواز کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آمین کہا اس نے دوبارہ آواز کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر آمین کہا اس نے تیری بار آواز کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پھر آمین کہی اس نے چوتھی بار کچھ آواز کی اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گریہ فرمایا صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کیا کہتا ہے فرمایا اس نے کہا اے نبی اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسلام اور قرآن کی طرف سے بہتر جزا عطا فرمائے۔ میں نے کہا آمین پھر اس نے کہا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آپ کی امت کا غم دور فرمائے جس طرح آپ نے میرا غم دور فرمایا ہے میں نے کہا آمین پھر اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی امت کا خون ان کے دشمنوں کے ہاتھوں محفوظ رکھے جیسا آپ نے میرا خون بچایا میں نے کہا آمین پھر اس نے کہا اللہ تعالیٰ آپ کی امت کی آپس کی سختی دور فرمائے یعنی ان کی باہمی خونریزی نہ ہو اس پر میں نے گریہ فرمایا یہ سب مرادیں میں اپنے رب سے مانگ چکا اور اس نے مجھے عطا فرما دیں مگر آخری سے منع فرمایا گیا اور مجھے

جبریل نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر دی کہ میری امت کی فنا تلوار سے ہو گی۔

(الامن والعلیٰ، ص 81)

حدیث نمبر 4.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قرآن مجید میں میرا نام محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے اور انجیل میں احمد ہے اور تورات میں احید ہے اور اِنَّمَا سُمِّیْتُ اَحْیَدَ لِاَنِّیْ اَحِیْدُ عَنْ اُمَّتِیْ نَارَ جَهَنَّمَ o (ابن عساکر)

ترجمہ: میرا نام احید اس لئے ہوا کہ میں اپنی امت سے آتش دوزخ دفع کرتا ہوں۔

جو جس نعمت کا منکر ہوتا ہے وہ اس نعمت سے محروم رکھا جاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ شَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَةِ حَقٌّ فَمَنْ لَّمْ یُؤْمِنْ بِهَا لَمْ یَكُنْ مِّنْ اَهْلِهَا o روز قیامت میری شفاعت حق ہے تو جو اس پر یقین نہ لائے وہ اس کا اہل نہیں نیز خدا فرماتا ہے۔ اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ۔ میرا بندہ میرے ساتھ جیسا گمان کرتا ہے میں اس کے ساتھ ویسا ہی ہو جاتا ہوں تو جس کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دافع البلا نہیں وہ اسی کا مستحق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے لئے دافع البلا نہ ہوں جو شفاعت کا منکر ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی شفاعت نہیں فرمائیں گے۔

حدیث نمبر 5.

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کی کہ آپ نے اپنے چچا ابو طالب کو کیا نفع پہنچایا خدا کی قسم وہ آپ کی حمایت کرتا تھا اور آپ کے لئے لوگوں سے جھگڑا کرتا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ وَجَدْتُّهٗ فِیْ غَمَرَاتٍ مِّنَ النَّارِ فَاَخْرَجْتُهٗ اِلٰی ضَحْضَاحٍ۔ میں نے اسے سراپا آگ میں ڈوبا پایا

تو اسے میں نے کھینچ کر پاؤں تک کی آگ میں کر دیا۔ (بخاری، الامن، ص 107)

حدیث نمبر 6.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ ھٰذِہِ الْقُبُوْرَ مَمْلُوْءَۃٌ عَلٰی اَھْلِھَا ظُلْمَۃً وَاِنِّیْ اُنَوِّرُھَا بِصَلَاتِیْ عَلَیْھِمْ ○

ترجمہ: بے شک یہ قبریں اپنے ساکنوں پر اندھیرے سے بھری ہیں اور بے شک میں اپنی نماز سے انہیں روشن کرتا ہوں۔ (الدین، ص 108۔ مسلم شریف)

حدیث نمبر 7.

دو اونٹ مست ہو کر بگڑ گئے کسی کو قریب نہ آنے دیتے تھے۔ مالکوں نے ایک باغ میں بند کر دیئے یہ باغ اجاڑتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت کی گئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا دروازہ کھول دو مامور نے اندیشہ کیا کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کو ایذا دیں فرمایا خوف نہ کرو کھول دو ایک دروازے کے قریب کھڑا تھا وہ آپ کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کو مہار ڈال کر مالک کے حوالے کر دیا دوسرا منتہائے باغ پر تھا جب وہاں تشریف لے گئے تو اس نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھ کر سجدہ کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے باندھ کر مالک کے سپرد فرمایا صحابہ کرام نے یہ دیکھ کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چوپائے آپ کو سجدہ کرتے ہیں تو اللہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے سے ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ اس سے بہتر ہے۔

اَخْرَجْتَنَا مِنَ الضَّلَالَۃِ وَاسْتَنْقَذْتَنَا مِنَ الْھَلَکَۃِ اَفَلَا تَاْذَنُ لَنَا بِالسُّجُوْدِ لَکَ○

ترجمہ: آپ نے ہمیں گمراہی سے پناہ دی اور ہلاکت سے بچایا کیا آپ ہمیں اجازت نہیں دیتے کہ ہم آپ کو سجدہ کریں۔ ہلاکت سے بچانا یہ دافع البلا ہونا نہیں ہے اور کیا ہے۔ (الامن، ص114)

حدیث نمبر 8.

حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ اور وہ اپنے دادا عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں موجود تھے کہ قبیلہ ہوازن کا وفد حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی یا محمد ہم عربی النسل ہیں اور عرب قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔

وَقَدْ نَزَلَ بِنَا مِنَ الْبَلَاءِ مَا لَا یَخْفٰی عَلَیْكَ فَامْنُنْ عَلَیْنَا مَنَّ اللّٰهُ عَلَیْكَ۝

ترجمہ: ہم پر جو بلا نازل ہوئی ہے وہ آپ پر پوشیدہ نہیں ہم پر احسان فرمائیں اللہ آپ پر احسان فرمائے گا۔

حدیث کے اس جملے کا صاف مطلب یہ ہے کہ آپ ہماری اس بلا کو دفع فرما دیں آپ یہ کام کر سکتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم یا تو اپنے مال واپس لے لو یا اپنی عورتیں انہوں نے کہا ہم اپنے بچے اور عورتیں پسند کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

فَاِذَا صَلَّیْتُ الظُّهْرَ فَقُوْمُوْا فَقُوْلُوْا اِنَّا نَسْتَعِیْنُ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَوِ الْمُسْلِمِیْنَ فِیْ نِسَائِنَا وَاَبْنَائِنَا۝

ترجمہ: جب میں ظہر کی نماز پڑھ چکوں تو تم کھڑے ہو کر یوں کہنا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استعانت کرتے ہیں مومنین پر اپنی عورتوں اور بچوں

کے بارے میں۔

پس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ رُدُّوا عَلَيْهِمْ نِسَاءَهُمْ وَأَبْنَاءَهُمْ o

ترجمہ: اے لوگو ان کی عورتیں اور لڑکے واپس کر دو۔

(الامن، ص115۔ نسائی، جلد 2، ص136)

اس حدیث سے صاف پتہ چلتا ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو تعلیم فرمائی کہ نماز کے بعد یوں کہنا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے استعانت کرتے ہیں اب پوچھو ان لوگوں سے جو رات دن لوگوں کو یہ سبق پڑھاتے ہیں کہ ایاك نعبد و ایاك نستعین o یعنی استعانت صرف اللہ ہی سے کرنی چاہیے اس کے سوا کسی دوسرے سے استعانت شرک ہے اگر یہ عقیدہ درست تسلیم کر لیا جائے تو لازم آئے گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبیلہ ہوازن کو شرک کا حکم دیا تھا حالانکہ اللہ کا نبی شرک پھیلانے نہیں بلکہ شرک مٹانے آتا ہے۔

استعانت کے بارے میں نسائی شریف کی ایک اور حدیث ملاحظہ فرمائیں حضرت سفیان ثوری رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان فرمائی کہ ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر کہنے لگا ایک شخص میرا مال (لوٹنا) چاہتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اسے خدا کا خوف یاد دلاؤ عرض کی اگر وہ خدا سے خوف نہ کھائے تو کیا کروں فرمایا۔

فَاسْتَعِنْ عَلَيْهِ مَنْ حَوْلَكَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ o

ترجمہ: جو تمہارے اردگرد مسلمان ہوں ان سے استعانت کرو۔

اس نے عرض اگر میرے اردگرد مسلمان نہ ہوں تو کیا کروں فرمایا

فَاسْتَعِنْ عَلَيْهِ بِالسُّلْطَانِ پھر اس پر سلطان وقت سے استعانت کر عرض کی اگر سلطان مجھ سے دور ہو تو کیا کروں فرمایا پھر اپنے مال کی حفاظت کرتے ہوئے شہید ہو جاؤ۔ (نسائی شریف، جلد 2، ص 171)

پس ثابت ہوا کہ خدا کے بندوں سے بوقت ضرورت مدد طلب کرنا شرک نہیں اگر یہ شرک ہوتا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استعانت کی تعلیم نہ فرماتے۔

حدیث نمبر 9.

ایک مرتبہ حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنی زوجہ حضرت ام کلثوم دختر مولی علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا انہیں روتا ہوا پایا سبب پوچھا کہا امیر المومنین یہ یہودی یعنی کعب احبار رضی اللہ عنہ (کہ اجلہ ائمہ تابعین واعلم علمائے تورات سے ہیں پہلے یہودی تھے خلافت فاروقی میں مشرف باسلام ہوئے شہزادی کا اس وقت حالت غضب میں انہیں اس لفظ سے تعبیر فرمانا بر بنائے نازک مزاجی تھا کہ لازمہ شہزادی ہے) یہ کہتا ہے کہ آپ جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر ہیں امیر المومنین نے فرمایا جو خدا چاہے بیشک مجھے امید ہے کہ میرے رب نے مجھے سعید پیدا فرمایا ہے۔ پھر حضرت کعب کو بلا بھیجا انہوں نے حاضر ہو کر عرض کی امیر المومنین جلدی نہ فرمائیں قسم ہے اس کی جس ہاتھ میں میری جان ہے۔ ذی الحجہ کا مہینہ ختم نہ ہونے پائے گا کہ آپ جنت میں تشریف لے جائیں گے فرمایا یہ کیا بات کبھی جنت میں کبھی دوزخ میں عرض کی یا امیر المومنین قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آپ کو کتاب اللہ میں جہنم کے دروازوں میں سے ایک دروازے پر پاتے ہیں کہ آپ لوگوں کو جہنم میں

گرنے سے روکے ہوئے ہیں جب آپ انتقال فرمائیں گے تو لوگ قیامت تک جہنم میں گرتے رہیں گے۔

(الامن، ص242۔طبقات ابن سعد، جلد3، ص331)

حضور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ لوگوں کو جہنم میں گرنے سے روکے ہوئے ہیں یہ ہے آپ کا دافع البلا ہونا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے غلام دافع البلا ہیں تو پھر آپ کا کیا مقام ہوگا۔

حدیث نمبر 10.

خلافت فاروقی میں ایک سال قحط عظیم پڑا اس سال کا نام عام الرمادہ یعنی ہلاکت و تباہی کا سال رکھا گیا۔ امیر المومنین نے مصر میں عمرو بن العاص کو فرمان بھیجا یہ خط ہے امیر المومنین کی طرف سے عمرو بن العاص کو سلام کے بعد واضح ہو مجھے اپنی جان کی قسم اے عمرو جب تم اور تمہارے ملک والے سیر ہوں تو تمہیں کچھ پرواہ نہیں کہ میں اور میرے ملک والے ہلاک ہو جائیں فَیَاغَوْثَاہُ فَیَا غَوْثَاہُ۔ ارے فریاد کو پہنچو۔ ارے فریاد کو پہنچو اور اس کلمے کو بار بار لکھا عمرو بن العاص نے جواب حاضر کیا یہ عرضی بندۂ خدا امیر المومنین عمر کو عمرو بن العاص کی طرف سے بعد سلام عرض ہے کہ حضور میں بار بار حاضر ہوں پھر بار بار خدمت کو حاضر ہوں میں نے آپ کے حضور وہ کارواں روانہ کیا ہے جس کا اول آپ کے پاس ہوگا اور آخر میرے پاس اور آپ پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں ہوں۔ حضرت عمرو بن العاص نے ایسا ہی کارواں روانہ کیا مدینہ طیبہ سے مصر تک تمام منزلھائے دور دراز اونٹوں سے بھری ہوئی تھیں۔ یہاں سے وہاں تک ایک قطار تھی جس کا پہلا اونٹ مدینہ طیبہ میں اور آخری مصر میں سب پر اناج تھا۔ امیر

المومنین نے وہ تمام اونٹ تقسیم فرما دیئے ہر گھر کو ایک ایک اونٹ مع اپنے بار کے عطا ہوا فرمایا اناج کھاؤ اونٹ ذبح کر کے گوشت کھاؤ چربی کھاؤ اور کھال کے جوتے بناؤ جس کپڑے میں اناج بھرا ہے اس کا لحاف بناؤ اس طرح لوگوں کی مشکل دفع ہوئی۔ (الامن والعلی، ص246۔ ابن خزیمہ، جلد4، ص68)

حدیث نمبر 11.

جب حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو ابو لُو لُو مجوسی نے خنجر مارا اور امیر المومنین نے شوریٰ حکم دیا کہ میرے بعد عثمان غنی، علی المرتضٰی، طلحہ، زبیر، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین میں سے کسی کو اپنا خلیفہ بنالیں۔ حضرت ام المومنین حفصہ حاضر خدمت ہوئیں اور عرض کی ابا جان بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ چھ اشخاص پسندیدہ نہیں امیر المومنین نے فرمایا مجھے تکیہ لگا کر بٹھا دو بٹھائے گئے تو ارشاد فرمایا علی کی شان میں کیا کہہ سکتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے اے علی اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں دو تو قیامت کے روز میرے ساتھ میرے درجے میں داخل ہو گا۔ بھلا عثمان کی شان میں کیا کہہ سکتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا ہے جس دن عثمان کا انتقال ہوگا آسمان کے فرشتے اس کی نماز جنازہ پڑھیں گے میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ فضیلت خاص عثمان کے لئے ہے یا ہر مسلمان کے لئے ہے۔ فرمایا خاص، عثمان کے لئے ہے۔ طلحہ بن عبیداللہ کو کیا کہیں ایک رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کجاوا پشت مرکب سے گر گیا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کون ہے کہ میرا کجاوا ٹھیک کر دے اور جنت لے لے یہ سنتے ہی طلحہ دوڑے اور کجاوا

درست کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سوار ہوئے اور ان سے فرمایا۔ اے طلحہ یہ جبریل تجھے سلام کہتے ہیں۔

وَيَقُوْلُ اِنَّا مَعَكَ فِيْ اَهْوَالِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ حَتّٰى اُنْجِيَكَ مِنْهَا○

اور بیان کرتے ہیں کہ میں قیامت کے ہولوں میں تمہارے ساتھ ہوں گا یہاں تک کہ ان سے تمہیں نجات دوں۔

زبیر بن العوام کو کیا کہیں گے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما رہے تھے۔ زبیر بیٹھے پنکھا جھلتے تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بیدار ہوئے تو فرمایا اے زبیر کب سے پنکھا جھل رہے ہو۔ عرض کی جب سے آپ آرام فرما ہوئے ہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ جبریل تجھے سلام کہتے ہیں۔

وَيَقُوْلُ اِنَّا مَعَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ حَتّٰى اَذُبَّ عَنْ وَجْهِكَ جَهَنَّمَ○

اور بیان کرتے ہیں کہ میں قیامت کے دن تیرے ساتھ رہوں گا یہاں تک کہ تیرے چہرے سے جہنم دور کر دوں۔

سعد بن ابی وقاص کے بارے میں لوگ کیا کہتے ہیں میں نے روز بدر دیکھا کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے چودہ مرتبہ ان کی کمان چلہ باندھ کر انہیں عطا کی اور فرمایا میرے ماں باپ تجھ پر قربان تیر چلا عبدالرحمٰن بن عوف کو کیا کہیں گے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ حضرت خاتون جنت کے گھر میں موجود تھے۔ دونوں صاحبزادے بھوک کی وجہ سے روتے تھے آپ نے فرمایا کون جو ہماری خدمت میں کچھ پیش کرے اس پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کچھ حلوہ اور دو روٹیاں حاضر خدمت کیں ان کے بیچ میں روغن تھا۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ تیرے دنیا کے کام

درست کردے اور تیری آخرت کے معاملے کا میں ذمہ دار ہوں۔

(الامن والعلیٰ، ص256۔ کنز العمال، جلد13، ص246)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) جبریل ہمارے نبی کے امتی ہیں بمطابق ارشاد نبوی۔ اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَافَّۃً یعنی میں ساری مخلوق کا رسول ہوں اور مخلوق میں جبریل بھی شامل ہیں اور جبریل نے کہا میں طلحہ کو قیامت کے ہولناک مناظر سے نجات دوں گا اور زبیر کو جہنم سے نجات دوں گا گویا جبریل ان کے حق میں دافع البلا ہوئے جب امتی دافع البلا ہے تو نبی دافع البلا کیوں نہیں۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کون ہے کہ میرا کجاوا درست کر دے اور جنت لے لے معلوم ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت کا صلہ جنت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت عبادت ہے کیونکہ عبادت کا صلہ جنت ہے۔

(۳) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی وفات پر آسمان سے فرشتے نازل ہوئے اور انہوں نے آپ کی نماز جنازہ پڑھی اور یہ ایک ایسا شرف ہے جس نے آپ کی حیثیت کو دوسروں سے ممتاز کر دیا چنانچہ حضرت جبیر بن مطعم فرماتے ہیں جب ہم نے باغیوں سے چھپ کر رات کی تاریکی میں آپ کا جنازہ اُٹھایا اور جنت البقیع کی طرف لے چلے تو پیچھے سے کسی کی آہٹ سنائی دی ہم نے سمجھا باغی تعاقب کر رہے ہیں ہم نے جنازے کی چارپائی رکھ کر دوڑ جانے کا ارادہ کیا تو آواز آئی دوڑنا نہیں ہم فرشتے ہیں جو عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھنے آئے ہیں۔

حدیث نمبر 12.

نسائی و ترمذی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ، طبرانی، حاکم اور بیہقی نے سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے ایک نابینا کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا تعلیم فرمائی کے بعد نماز یہ کہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ وَاَتَوَجَّهُ اِلَیْكَ بِمُحَمَّدٍ نَبِیِّ الرَّحْمَةِ یَا مُحَمَّدُ اِنِّیْ قَدْ تَوَجَّهْتُ بِكَ اِلٰی رَبِّیْ فِیْ حَاجَتِیْ هٰذِهٖ لِیُقْضٰی لِیْ اَللّٰهُمَّ فَشَفِّعْهُ فِیَّ٥

ترجمہ: الٰہی میں تجھ سے مانگتا ہوں اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے جو رحمت کے نبی ہیں یا محمد میں آپ کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں تا کہ میری حاجت پوری ہو الٰہی انہیں میرا شفیع کر ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

نابینا ہونا یقیناً ایک مصیبت اور بلا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربار میں آنے سے دفع ہوئی کیونکہ اس صحابی نے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم پر عمل کیا تو خدا نے ان کی آنکھوں میں نورانیت کا دریا جاری فرما دیا جس سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دافع البلا جان کر آپ کے حضور ہوتے تھے اور ان کا عقیدہ تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام دکھوں کا مداوا ہیں تمام مصائب و آلام آپ کے دربار میں حاضری دینے سے دور ہو جاتے ہیں۔

❁❁❁

قبر پر اذان کے دلائل

دلیل نمبر 1.

جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور نکیرین سوالات کرتے ہیں تو شیطان وہاں خلل انداز ہوتا ہے چنانچہ حکیم ترمذی نے نوادر الاصول میں لکھا کہ اِذَا سُئِلَ الْمَیِّتُ مَنْ رَّبُّکَ تَرَاٰی لَہُ الشَّیْطَانَ فِیْ صُوْرَۃٍ فَیُشِیْرُ اِلٰی نَفْسِہٖ اَیْ اَنَا رَبُّکَ ○ جب میت سے سوال ہوتا ہے کہ تیرا رب کون ہے تو شیطان اس پر ظاہر ہوتا ہے اور اپنی طرف اشارہ کر کے کہتا ہے کہ میں تیرا رب ہوں اور حدیث میں آتا ہے۔ اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوۃِ اَدْبَرَ الشَّیْطَانُ لَہٗ ضُرَاطٌ حَتّٰی لَایَسْمَعَ التَّاذِیْنَ ○ جب اذان دی جاتی ہے نماز کے لئے تو شیطان گوز مارتا ہوا دوڑ جاتا ہے یہاں تک کہ اسے اذان کی آواز سنائی نہ دے لہٰذا قبر پر اذان دینے سے شیطان بھاگ جائے گا اور قبر میں جانے والا قبر کے امتحان میں کامیاب ہو جائے گا کیونکہ شیطان لعین کی مداخلت کا خدشہ نہ رہا۔

دلیل نمبر 2.

جب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ دفن ہو چکے اور قبر درست کر دی گئی۔

سَبَّحَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَسَبَّحَ النَّاسُ مَعَہٗ طَوِیْلًا ثُمَّ کَبَّرَ وَکَبَّرَ النَّاسُ ثُمَّ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰہِ لِمَ سَبَّحْتَ ثُمَّ کَبَّرْتَ قَالَ لَقَدْ تَضَایَقَ عَلٰی ھٰذَا الرَّجُلِ الصَّالِحِ قَبْرُہٗ حَتّٰی فَرَّجَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ○

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دیر تک تسبیح پڑھتے رہے اور صحابہ کرام بھی آپ کے ساتھ تسبیح پڑھتے رہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تکبیر کہی اور صحابہ نے بھی تکبیر کہی پھر صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اول تسبیح اور

پھر آپ نے تکبیر کیوں فرمائی۔ آپ نے فرمایا اس نیک بندے پر قبر تنگ ہوگئی تھی یہاں تک کہ خدا تعالیٰ نے اس پر قبر کو کشادہ فرما دیا۔ معلوم ہوا کہ تسبیح و تکبیر سے قبر کشادہ ہو جاتی ہے لہٰذا قبر پر اذان اس لئے دی جاتی ہے کہ اس میں تکبیر چھ مرتبہ آتی ہے اگر قبر میں جانے والے پر قبر تنگ ہوگئی ہو تو اذان کی تکبیر سے قبر وسیع ہو جائے گی۔

دلیل نمبر 3.

حدیث میں ہے۔

لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ o

اپنے مردوں کو لا الہ الا اللہ کی تلقین کرو جو نزع کے عالم میں ہے وہ مجازی مردہ ہے اس کے قریب لا الہ الا اللہ پڑھو تاکہ تمہارے پڑھنے سے وہ بھی پڑھنے لگے اور وہ باایمان اس دنیا سے چلا جائے اور جب وہ قبر میں چلا جائے تو اس وقت بھی شیطان کی مداخلت کا خدشہ ہے لہٰذا وہاں بھی ضرورت ہے کہ اسے تلقین کی جائے اور اذان میں تین مرتبہ لا الہ الا اللہ آتا ہے لہٰذا اذان دو تاکہ اس کو نکیرین کے سوالات کے جوابات یاد آجائیں۔ قبر کا پہلا سوال ہے من ربک اس کا جواب اشھد ان لا الہ الا اللہ میں آجاتا ہے دوسرا سوال ہے مادینک اس کا جواب حی علی الصلوۃ میں آجاتا ہے کہ میرا دین وہ ہے جس میں نماز ہے اور تیسرا سوال ہے مَا کُنْتَ تَقُوْلُ فِیْ ھٰذَا الرَّجُلِ اس کا جواب اشھد ان محمدا رسول اللہ میں آجاتا ہے گویا کہ اذان میں قبر کے تینوں سوالوں کے جوابات آجاتے ہیں اس لئے قبر پر اذان دی جاتی ہے کہ صاحب قبر آسانی سے قبر کے امتحان میں کامیاب ہو سکے۔

دلیل نمبر 4.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا رَأَیْتُمُ الْحَرِیْقَ فَکَبِّرُوْا فَاِنَّہٗ یُطْفِیُ النَّارَ۝

جب آگ دیکھو تو اللہ اکبر اللہ اکبر کی بکثرت تکرار کرو وہ آگ کو بجھا دیتا ہے۔

اگر کوئی قبر میں جانے والا گنہگار ہے اور شامت اعمال کی بنا پر عذاب نار میں مبتلا ہے تو اذان میں تکبیر کی وجہ سے اس کو اس عذاب سے نجات مل جائے گی لہٰذا قبر پر اذان دینا صاحب قبر کے لئے مفید ثابت ہوگا۔

دلیل نمبر 5.

ابو داؤد شریف میں یہ حدیث ہے کہ:

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَیِّتِ وَقَفَ عَلَیْہِ قَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِاَخِیْکُمْ وَاسْئَلُوْا لَہٗ بِالتَّثْبِیْتِ فَاِنَّہُ الْآنَ یُسْئَلُ۝

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دفن میت سے فارغ ہوتے تو قبر پر کھڑے ہو کر ارشاد فرماتے اپنے بھائی کے لئے استغفار کرو اور اس کے لئے جواب نکیرین میں ثابت قدم رہنے کی دعا مانگو کہ اب اس سے سوال ہوگا۔ معلوم ہوا کہ قبر پر کھڑے ہو کر دعا کرنا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے اور ملا علی قاری رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا۔ دُعَاءٌ ذِکْرٌ وَکُلُّ ذِکْرٍ دُعَاءٌ یعنی دعا ذکر ہے اور ہر ذکر دعا ہے اور اذان میں ذکر خدا ہے لہٰذا قبر پر اذان دو کہ اس میں ذکر خدا اور ذکر خدا دعا ہے اور قبر پر دعا مانگنا یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔

دلیل نمبر 6.

حصن حصین میں ہے کہ آداب الدُّعَاءُ مِنْهَا تَقْدِیْمِ عَمَلِ صَالِحٍ یعنی دعا کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ دعا مانگنے سے پہلے کوئی نیک کام کر لیا جائے بلاشبہ اذان بھی ایک نیک عمل ہے لہٰذا قبر پر دعا مانگو تا کہ نبی کی سنت پر عمل ہو جائے لیکن پہلے اذان کہہ دو تا کہ دعا سے پہلے عمل صالح ہو جائے۔

دلیل نمبر 7.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث حاکم نے نقل فرمائی۔ اِذَا نَادٰی الْمُنَادِیْ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَاسْتُجِیْبَ الدُّعَاءُ ۔ جب اذان دینے والا اذان دیتا ہے تو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور دعا قبول ہوتی ہے اور طبرانی اوسط کی ایک اور حدیث میں ہے کہ آسمان کے دروازے پانچ اوقات میں کھلتے ہیں اذان کے وقت، بارش کے وقت، قرأت قرآن کے وقت، دعوۃ مظلوم کے وقت اور کفار سے جنگ کے وقت قبر پر کھڑے ہو کر میت کے لئے دعا مانگنا نبی کی سنت ہے اور اذان کے وقت آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں دعا قبول ہوتی ہے لہٰذا قبر پر اذان دو تا کہ آسمان کے دروازے کھل جائیں اور میت کے لئے کی جانے والی دعا قبول ہو جائے۔

دلیل نمبر 8.

مسند امام احمد میں ہے کہ اذان کی آواز جہاں تک جاتی ہے مؤذن کے لئے اتنی ہی وسیع مغفرت آتی ہے اور جس خشک و تر چیز کو اس کی آواز پہنچتی ہے اذان دینے والے کے لئے مغفرت کی دعا کرتی ہے۔ معلوم ہوا کہ اذان باعث مغفرت ہے اور مغفور کی دعا زیادہ قابل قبول چنانچہ مسند امام احمد میں حضرت

عبداللہ بن عمر کی روایت سے یہ حدیث موجود ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا لَقِیْتَ الْحَاجَّ فَسَلِّمْ عَلَیْہِ وَصَافِحْہُ وَمُرْہُ اَنْ یَّسْتَغْفِرَلَکَ قَبْلَ اَنْ یَّدْخُلَ بَیْتَہٗ فَاِنَّہٗ مَغْفُوْرٌ لَّہٗ○

جب تو حاجی سے ملے اسے سلام کر اور مصافحہ کر اور قبل اس کے کہ وہ اپنے گھر میں داخل ہو اس سے اپنے لئے مغفرت کی دعا کرا کہ وہ مغفور یعنی بخشا ہوا ہے۔

اگر اہل اسلام بعد دفن میت کسی بندہ صالح سے اذان کہلوائیں تا کہ بحکم حدیث اس کے گناہ کی مغفرت ہو اور پھر وہ مغفور میت کے لئے دعا کریں تو قبولیت کی زیادہ امید ہے۔

دلیل نمبر 9.

اذان ذکر الٰہی ہے اور ذکر الٰہی دافع عذاب ہے اس لئے کہ حدیث میں ہے۔مَا مِنْ شَیْءٍ اَنْجٰی مِنْ عَذَابِ اللّٰہِ مِنْ ذِکْرِ اللّٰہِ○ کوئی چیز ذکر خدا سے زیادہ اللہ کے عذاب سے نجات دینے والی نہیں ہے اور ایک حدیث میں یوں ہے کہ اِذَا اُذِّنَ فِیْ قَرْیَۃٍ اٰمَنَھَا اللّٰہُ مِنْ عَذَابِہٖ فِیْ ذَالِکَ الْیَوْمِ○ جب کسی گاؤں میں اذان کہی جائے تو اللہ تعالیٰ اس دن اس بستی کو اپنے عذاب سے محفوظ رکھتا ہے اگر قبر کا ساکن گنہگار ہے اور اپنی بد اعمالیوں کی بنا پر عذاب الٰہی کا شکار ہے تو اذان دینے سے عذاب دور ہو جائے گا کیوں کہ اذان میں ذکر الٰہی ہے نیز اذان سے عذاب دور ہو جاتا ہے۔

دلیل نمبر 10.

اذان میں ذکر رسول ہے اور ذکر مصطفےٰ ذکر خدا ہے۔ قاضی عیاض نے لکھا ہے جَعَلْتُكَ ذِكْرًا مِنْ ذِكْرِي فَمَنْ ذَكَرَكَ فَقَدْ ذَكَرَنِي اور ذکر الٰہی نزول رحمت کا سبب ہے۔ ذکر کرنے والوں کے بارے میں ارشاد نبوی ہے۔ حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِكَةُ وَغَشِيَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ۔ انہیں فرشتے گھیر لیتے ہیں رحمت الٰہی ڈھانپ لیتی ہے اور ان پر سکینہ اور چین نازل ہوتا ہے نیز حدیث میں آیا ہے۔ عِنْدَ ذِكْرِ الصَّالِحِينَ تَنْزِلُ الرَّحْمَةُ ○ نیک لوگوں کے ذکر کے وقت رحمت الٰہی نازل ہوتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام صالحین کے سردار ہیں لہٰذا جب اذان دی جائے تو نزول رحمت الٰہی ہوتا ہے قبر پر اذان دو تاکہ صاحب قبر پر خدا کی رحمت نازل ہو۔

دلیل نمبر 11.

جب حضرت آدم علیہ السلام جنت سے ہندوستان میں نازل ہوئے تو ان پر گھبراہٹ طاری ہوئی حضرت جبریل علیہ السلام نے نازل ہو کر ان کے کان میں اذان دی جس سے ان کی گھبراہٹ دور ہو گئی۔ صاحب قبر نئے مکان میں گیا ہے نہایت تنگ و تاریک جگہ ہے سخت وحشت اور گھبراہٹ سے دوچار ہے لہٰذا اذان دو تاکہ اس کی گھبراہٹ اور وحشت دور ہو جائے نیز اس صاحب قبر کی وحشت کو دور کرنا اس کی مدد ہے اور حدیث میں ہے۔ اَللّٰهُ فِي عَوْنِ الْعَبْدِ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِي عَوْنِ اَخِيهِ ○ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی مدد میں ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں ہے ایک اور حدیث میں ہے۔ مَنْ كَانَ فِي حَاجَةِ اَخِيهِ كَانَ اللّٰهُ فِي حَاجَتِهِ وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُرْبَةً فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ بِهَا كُرْبَةً مِنْ كُرَبِ

يَوْمِ الْقِيَامَةِ ٥ جو اپنے مسلمان بھائی کے کام میں ہو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت پوری کر دیتا ہے اور جو کسی مسلمان کی تکلیف دور کر دے اللہ تعالیٰ اس کے عوض میں قیامت کی تکالیف میں سے ایک تکلیف دور کر دے گا۔

دلیل نمبر 12.

مسند الفردوس میں ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے غمگین دیکھ کر فرمایا اے علی میں تجھے غمگین دیکھتا ہوں اپنے گھر والوں میں سے کسی کو کہو کہ وہ تمہارے کان میں اذان دے کیونکہ اذان غم اور پریشانی کو دور کر دیتی ہے صاحب قبر، قبر میں غمگین ہوتا ہے حزن و پریشانی میں مبتلا ہوتا ہے اس کی قبر پر اذان دو گے تو اس کا غم دور ہو جائے گا اور وہ خوش ہو جائے گا اور فرائض کے بعد اللہ کے نزدیک پسندیدہ عمل کسی کو خوش کرنا ہے چنانچہ حدیث میں ہے۔

اِنَّ اَحَبَّ الْاَعْمَالِ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى بَعْدَ الْفَرَائِضِ اِدْخَالَ السُّرُوْرِ عَلَى الْمُسْلِمِ ٥

ترجمہ: بے شک اللہ کے نزدیک فرضوں کے بعد سب سے زیادہ پسندیدہ عمل مسلمان کا خوش کرنا ہے۔

ایک حدیث میں ہے۔

اِنَّ مِنْ مُوْجِبَتِ الْمَغْفِرَةِ اِدْخَالُكَ السُّرُوْرَ عَلَى اَخِيْكَ الْمُسْلِمِ ٥

ترجمہ: بے شک موجبات مغفرت سے ہے تیرا اپنے مسلمان بھائی کو خوش کرنا۔

دلیل نمبر 13.

خدا تعالیٰ نے فرمایا۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ٥

اے ایمان والو کثرت سے خدا کا ذکر کرو۔ حدیث میں ہے۔ اَكْثِرُوْا ذِكْرَ اللّٰهِ حَتّٰى يَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ ○ اللہ کا ذکر اس کثرت سے کرو کہ لوگ مجنوں کہیں ایک اور جگہ ارشاد نبوی ہے۔ اُذْكُرُ اللّٰهَ عِنْدَ كُلِّ حَجَرٍ وَّشَجَرٍ ہر سنگ و شجر کے پاس اللہ کا ذکر کرو جب ہر پتھر کے پاس ذکر کرنے کا حکم ہے تو جو پتھر قبر پر لگا ہوا ہے وہ بھی اس حکم میں شامل ہے لہٰذا اس کے پاس بھی ذکر کرنا چاہیے لہٰذا قبر پر اذان دو تا کہ قبر کے پاس جو پتھر ہے اس کے قریب ذکر خدا جو اذان میں موجود ہے ہو اور حدیث پر عمل ہو جائے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد 2، ص 545)

میں نے اعلیٰ حضرت فاضل کے دلائل کا خلاصہ بیان کیا ہے طوالت سے دامن بچا کر خاص خاص باتیں بیان کی ہیں ان دلائل کو دیکھ کر آپ اس نتیجے پر پہنچ چکے ہوں گے حضرت العلام مولانا احمد رضا خاں صاحب فاضل بریلوی اپنے موقف کو ثابت فرمانے کے لئے دلائل و براہین کے انبار لگا دیتے ہیں۔ قرآن و حدیث اور فقہی عبارات ان کو ایسی نوک زبان ہیں عقل حیران رہ جاتی ہے کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو کتنا حافظہ اور قوت یادداشت عطا فرمائی تھی۔

سماعِ موتیٰ

حدیث نمبر 1.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

قَالَ اَبُوْرَزِيْنٍ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَنَّ طَرِيْقِيْ عَلَى الْمَوْتٰى فَهَلْ مِنْ كَلَامٍ اَتَكَلَّمُ بِهٖ اِذَا مَرَرْتُ عَلَيْهِمْ قَالَ قُلْ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُؤْمِنِيْنَ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَنَحْنُ لَكُمْ تَبَعٌ وَاِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ قَالَ اَبُوْرَزِيْنٍ يَارَسُوْلُ يَسْمَعُوْنَ قَالَ يَسْمَعُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَسْتَطِيْعُوْنَ اَنْ

یُجِیْبُوْا۝ (شرح الصدور)

ابو رزین نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرا راستہ مقابر پر ہے کوئی کلام ایسا ہے کہ جب ان پر گزر کروں تو پڑھ لیا کروں فرمایا یوں کہہ لیا کرو سلام ہو تم پر اے قبروں والو اہل اسلام اور اہل ایمان سے تم ہمارے آگے ہو اور ہم تمہارے پیچھے اور ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں۔ ابو رزین نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا مردے سنتے ہیں فرمایا سنتے ہیں مگر جواب نہیں دے سکتے۔

حدیث نمبر 2.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مصعب بن عمیر اور ان کے ساتھیوں کی قبروں پر ٹھہرے اور فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَایُسَلِّمُ عَلَیْھِمْ اَحَدٌ اِلَّا رَدُّوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۝

(طبرانی اوسط)

ترجمہ: قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے قیامت تک جو ان پر سلام کرے گا جواب دیں گے۔

حدیث نمبر 3.

حضرت عبداللہ بن ابی فروہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہداء احد کی زیارت کو تشریف لے گئے اور عرض کی۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّ عَبْدَکَ وَنَبِیَّکَ یَشْھَدُ اَنَّ ھٰؤُلَاءِ شُھَدَاءُ وَاَنَّہٗ مَنْ زَارَھُمْ اَوْسَلَّمَ عَلَیْھِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ رَدُّوْا عَلَیْہِ۝ (دلائل النبوۃ بیہقی)

ترجمہ: الٰہی تیرا بندہ تیرا نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہید ہیں اور قیامت تک جو ان

کی زیارت کو آئے گا اور ان پر سلام کرے گا یہ جواب دیں گے۔

حدیث نمبر 4.

عطاف مخزومی کی خالہ نے کہا ایک دن میں نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کے پاس نماز پڑھی اس وقت جنگل میں کسی آدمی کا نام ونشان نہ تھا بعد نماز قبر پر سلام کیا جواب آیا اور اس کے ساتھ یہ فرمایا۔

مَنْ یَّخْرُجُ مِنْ تَحْتِ الْقَبْرِ اَعْرِفُهٗ كَمَا اَعْرِفُ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَنِيْ وَكَمَا اَعْرِفُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ○

جو میری قبر کے نیچے سے گزرتا ہے میں اسے ایسے پہچانتا ہوں جیسا یہ پہچانتا ہو کہ خدا نے مجھے پیدا کیا اور جیسے دن رات کو پہچانتا ہوں۔

(دلائل النبوۃ بیہقی)

حدیث نمبر 5.

اِنَّ الْعَبْدَ اِذَا وُضِعَ فِيْ قَبْرِهٖ وَتَوَلّٰى عَنْهُ اَصْحَابُهٗ اِنَّهٗ يَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ○ (ترمذی)

ترجمہ: جب بندہ قبر میں رکھا جاتا ہے اور اس کے ساتھی واپس جاتے ہیں وہ ان کے جوتوں کی آہٹ سنتا ہے۔

حدیث نمبر 6.

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدان بدر سے واپس ہوئے تو قلب بدر جس میں مشرکین مکہ کے مقتولوں کی لاشیں تھیں کے قریب کھڑے ہوئے اور فرمایا۔

هَلْ وَجَدْتُّمْ مَاوَعَدَكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ حَقًّا فَاِنِّيْ قَدْ وَجَدْتُّ مَاوَعَدَنِيْ

اللّٰهُ حَقًّا قَالَ عُمَرُ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ کَیْفَ تُکَلِّمُ اَجْسَادًا لَا اَرْوَاحَ فِیْهَا قَالَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ غَیْرَ اَنَّهُمْ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ اَنْ یَّرُدُّوْا عَلَیَّ شَیْئًا○

(مسلم شریف)

کیا تم نے خدا اور اس کے رسول کے وعدہ کو سچا پا لیا میں نے تو خدا کے وعدہ کو سچا پا لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ آپ ان جسموں سے کلام کرتے ہیں جن میں روحیں نہیں فرمایا یہ میری بات کو تم سے زیادہ سنتے ہیں لیکن انہیں طاقت نہیں کہ لوٹ کر مجھے جواب دیں۔

حدیث نمبر 7.

ایک عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی اس کا انتقال ہو گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کسی نے خبر نہ دی۔

فَمَرَّ عَلٰی قَبْرِهَا فَقَالَ مَاهٰذَا الْقَبْرُ قَالُوْا اُمُّ مُحَجَّنٍ قَالَ الَّتِیْ تَقُمُّ الْمَسْجِدَ قَالُوْا نَعَمْ فَصَفَّ النَّاسَ فَصَلّٰی عَلَیْهَا ثُمَّ قَالَ اَیَّ الْعَمَلِ وَجَدْتِ اَفْضَلَ قَالُوْا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ تَسْمَعُ قَالَ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهَا فَذَکَرَ اَنَّهَا اَجَابَتْ اَنْ اَقُمَّ الْمَسْجِدَ○

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی قبر سے گزرے دریافت فرمایا یہ قبر کیسی ہے لوگوں نے عرض کی ام مجحن کی فرمایا وہی جو مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ عرض کی ہاں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صف باندھ کر نماز پڑھائی پھر اس عورت سے خطاب کر کے فرمایا تو نے کونسا عمل بہتر پایا صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا یہ سنتی ہے فرمایا تم اس سے کچھ زیادہ نہیں سنتے پھر فرمایا اس نے جواب دیا مسجد میں جھاڑو دینا۔

حدیث نمبر 8.

حضرت ابو امامہ باہلی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تمہارا کوئی مسلمان بھائی مرے اور اس قبر پر مٹی برابر کر چکو تو تم میں سے کوئی اس کے سرہانے کھڑا ہو اور فلاں بن فلاں کہہ کر پکارے بے شک وہ سنے گا لیکن جواب نہ دے گا۔ دوبارہ پھر یونہی ندا کرے وہ سیدھا ہو بیٹھے گا تیسری بار پھر اسی طرح آواز دے اب وہ جواب دے گا کہ ہمیں ارشاد کر اللہ تجھ پر رحم کرے مگر تمہیں اس کے جواب کی خبر نہ ہوگی اس وقت کہے۔

اُذْكُرْ مَا خَرَجْتَ عَلَيْهِ فِي الدُّنْيَا شَهَادَةَ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاَنَّكَ رَضِيْتَ بِاللّٰهِ رَبًّا وَّبِالْاِسْلَامِ دِيْنًا وَّبِمُحَمَّدٍ نَبِيًّا وَّبِالْقُرْاٰنِ اِمَامًا فَاِنَّ مُنْكَرًا وَّ نَكِيْرًا يَاْخُذُ كُلُّ اَحَدٍ مِّنْهُمَا بِيَدِ صَاحِبِهٖ وَيَقُوْلُ اِنْطَلِقْ بِنَا مَا نَقْعُدُ عِنْدَ مَنْ لُقِّنَ حُجَّتَهٗ○ (طبرانی کبیر)

یاد کر وہ بات جس پر تو دنیا سے نکلا تھا گواہی اس کی کہ اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور یہ کہ تو نے پسند کیا اللہ تعالیٰ کو پروردگار اور اسلام کو دین اور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی اور قرآن کو امام منکر نکیر ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر کہیں گے چلو ہم کیا بیٹھیں اس کے پاس جسے لوگ اس کی حجت سکھا چکے۔

حدیث نمبر 9.

حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ ہم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہمرکاب تھے مقابر مدینہ میں داخل ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اہل قبور کو سلام کر کے فرمایا تم ہمیں اپنی خبریں بتاؤ گے یا یہ چاہتے ہو کہ ہم تمہیں خبر

دیں۔ سعید بن مسیب فرماتے ہیں میں نے آواز سنی کسی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سلام کا جواب دیا اور عرض کی یا امیر المومنین آپ بتائیے ہمارے بعد کیا گزری امیر المومنین حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہاری عورتوں نے نکاح کرلیا تمہارے مال تقسیم ہو گئے اور اولاد یتیموں کے گروہ میں اٹھی اور وہ تعمیر جس کا تم نے استحکام کیا تھا اس میں تمہارے دشمن سے ہمارے پاس کی خبریں تو یہ ہیں اب بتاؤ تمہارے پاس کیا خبریں ہیں ایک مردے نے عرض کی کفن پھٹ گئے بال جھڑ گئے، کھالوں کے پرزے پرزے ہو گئے، آنکھوں کے ڈھیلے بہہ کر گالوں تک آ گئے، نتھنوں سے پیپ اور گندہ پانی جاری ہے جو آگے بھیجا اس کا نفع پایا اور جو پیچھے چھوڑا اس کا خسارہ ہوا اور اپنے اعمال میں محبوس ہیں۔

(ابن عساکر، بیہقی)

اس حدیث سے مندرجہ ذیل امور ثابت ہوئے۔

(۱) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مردوں کو پکارنا اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا عقیدہ تھا کہ اہل قبور ہماری آواز سنتے ہیں اور ہمارا عقیدہ وہی ہے جو حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا۔

(۲) مردے نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یا امیر المومنین کہہ کر جواب دیا جس سے پتہ چلا کہ منوں مٹی کے نیچے پڑے ہو مردے کے علم میں ہے کہ میری قبر پر آنے والا کوئی معمولی آدمی نہیں بلکہ وقت کا امیر المومنین ہے۔

(۳) اہل قبور اپنی قبروں میں پڑے اس بات کی تمنا کرتے ہیں کاش ہم فلاں نیک کام بھی کر لیتے اس لئے اہل دنیا کو چاہیے کہ کسی نیکی کو معمولی سمجھ کر نظر انداز نہ کریں بلکہ ہر نیک کام کرنے کی کوشش کریں نہ جانے کونسی نیکی نجات کا سبب بن جائے بعض اوقات چھوٹی نیکی بھی خدا کی

بارگاہ میں مقبول ہو کر انسان کی مغفرت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

حدیث نمبر 10.

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ایک جوان عابد تھا امیر المومنین اس سے بہت خوش تھے دن بھر مسجد میں رہتا تھا بعد عشاء باپ کے پاس جاتا تھا راہ میں ایک عورت کا مکان تھا وہ اس پر عاشق ہوگئی ہمیشہ اپنی طرف متوجہ کرنا چاہتی جوان نظر نہ فرماتا ایک شب قدم نے لغزش کی ساتھ ہو لیا دروازے تک گیا جب اندر جانا چاہا خدا یاد آیا اور بے ساختہ یہ آیہ کریمہ زبان پر جاری ہوگئی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّهُمْ طَآئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ٥

ڈر والوں کو جب کوئی جھپٹ شیطان کی پہنچتی ہے خدا کو یاد کرتے ہیں اسی وقت ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں آیت پڑھتے ہی غش کھا کر گرا عورت نے اپنی کنیز کے ساتھ اٹھا کر اس کے دروازے پر ڈال دیا باپ منتظر تھا آنے میں دیر ہوئی دیکھنے نکلا دروازے پر بے ہوش پڑا پایا گھر والوں کو بلایا اور اٹھا کر اندر لے گیا رات گئے ہوش آیا باپ نے حال پوچھا کہا خیر ہے بتا دے ناچار قصہ بیان کر دیا باپ بولا جان پدر وہ آیت کونسی ہے جوان نے وہ آیت پھر پڑھ دی پڑھتے ہی غش آیا حرکت دی مردہ پایا رات ہی کو نہلا کر کفن دے کر دفن کر دیا۔ صبح کو امیر المومنین کو خبر ہوئی باپ سے خبر نہ دینے کی شکایت کی عرض کی یا امیر المومنین رات تھی پھر امیر المومنین چند ساتھیوں کو ساتھ لے کر اس کی قبر پر تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

يَا فُلَانُ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتَانِ فَاجَابَهُ الْفَتٰى مِنْ دَاخِلَ الْقَبْرِ يَاعُمَرُ قَدْ اَعْطَانِيْهَا رَبِّيْ فِي الْجَنَّةِ مَرَّتَيْنِo

ترجمہ: اے فلاں جو اپنے رب کے پاس کھڑے ہونے کا ڈر کرے اس کے لئے دو باغ ہیں جوان نے قبر سے آواز دی اے عمر مجھے میرے رب نے یہ نعمت عظمیٰ دو مرتبہ عطا کی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد 4، ص 252۔ ابن عساکر۔ کنزالعمال)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ:

(۱) عورت شیطان کا جال ہے اس سے احتراز از حد ضروری ہے عورت ایک عظیم فتنہ ہے مرد کے لئے شیر کے پیچھے چلنا اتنا خطرناک نہیں جتنا عورت کے پیچھے چلنا خطرناک ہے کیونکہ شیر فقط جان کا دشمن ہے لیکن عورت ایمان کے لئے بھی خطرہ ہوسکتی ہے کتنے ہی لوگ ایسے گزرے ہیں جنہوں نے عورت کی خاطر ایمان سے ہاتھ دھوڈالا۔

(۲) اس جوان نے فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی آواز کو قبر میں سنا بھی اور آپ کو پہچانا بھی۔

(۳) جن کے سینوں میں خوف خدا ہو خدا تعالیٰ ان کو جنت کے باغوں سے نوازتا ہے۔

(۴) صحابہ کا عقیدہ تھا کہ اہل قبور ہماری آوازوں کو سن کر جواب دینے پر قادر ہیں۔

اعلیٰ حضرت نے حرمت نکاح کے اسباب پر بحث کرتے ہوئے فرمایا حرمت نکاح کے اسباب متعدد ہیں کچھ تفصیل حسب ذیل ہے۔

(۱) نسب جیسے ماں بیٹی بہن خالہ پھوپھی بھتیجی بھانجی وغیرہ۔

(۲) رضاعت دودھ کے رشتہ سے یہ عورتیں دودھ پلانے والی ماں اور اس کی بیٹی اور جس عورت کا دودھ پیا ان کی بہنیں خالہ پھوپھی اور اپنے رضاعی بہن بھائی کی اولاد یا اپنے بہن بھائی کی رضاعی اولاد بھتیجیاں وغیرہ۔

(۳) مصاہرت کہ اپنے اصول مثلاً باپ دادا نانا اور اپنی فروع مثلاً بیٹا پوتا نواسہ ان کی بیبیاں یا جن عورتوں نے ان کو بشہوت ہاتھ لگایا ہو یونہی اپنی بی بی یا مدخولہ کی ماں دادی نانی۔

(۴) شرک یعنی غیر کتابیہ کافرہ عورت مسلمان پر حرام ہے۔

(۵) ارتداد جو عورت مسلمان ہو کر اسلام سے نکل جائے اس سے نکاح حرام ہے اگرچہ وہ کتابیوں ہی کا دین اختیار کرے۔

(۶) جب چار عورتیں نکاح میں موجود ہوں تو پانچویں سے نکاح حرام ہے۔

(۷) دو محارم کو جمع کرنا حرام ہے مثلاً ایک عورت نکاح میں ہے تو جب تک وہ نکاح میں ہے اس کی بہن پھوپھی خالہ بھتیجی بھانجی سے نکاح حرام ہے۔

(۸) جب کوئی آزاد عورت نکاح میں ہو تو اس کے ہوتے ہوئے کنیز سے نکاح ناجائز ہے۔

(۹) جس عورت کو تین طلاق دے چکا جب تک حلالہ نہ ہو اس سے نکاح حرام ہے۔

(۱۰) جس عورت سے لعان کر چکا جب تک اپنے نفس کی تکذیب نہ کرے اس سے نکاح نہیں ہو سکتا۔

(۱۱) وہ عورت جو دوسرے کے نکاح میں ہو اس سے نکاح حرام ہے۔

(۱۲) وہ عورت جو دوسرے کی عدت میں ہو اس سے نکاح حرام ہے۔

(فتاویٰ رضویہ کتاب النکاح، جلد 5، ص 122)

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے فرمایا کہ اگر گناہ اعلانیہ کیا ہو تو اس کی توبہ بھی اعلانیہ ہونی چاہیے اور اس کی حکمتیں مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) آپس میں صفائی اور صلح کا حکم ہے اور یہ گناہ اعلانیہ میں توبہ اعلانیہ پر موقوف ہے کہ جب مسلمان اس کے گناہ سے آگاہ ہوئے اگر توبہ سے واقف نہ ہوں تو ان کے دل اس سے ویسے ہی رہیں گے جیسے قبل توبہ تھے۔

(۲) جب وہ اسے برا سمجھے ہوئے ہیں تو اس کے ساتھ وہی معاملہ بُعد و تنفر رکھیں گے جو بدوں کے ساتھ درکار ہے اور یہ برکات سے محرومی کا باعث ہے۔

(۳) جب توبہ کرے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔
اَلتَّائِبُ مِنَ الذَّنْبِ كَمَنْ لَّا ذَنْبَ لَهٗ ۝ یعنی گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے گناہ کیا ہی نہ ہو اب اگر مسلمان اس کے بارے میں بُری رائے رکھیں تو یہ اس کا اپنا قصور ہے اگر وہ لوگوں کو اپنی توبہ سے آگاہ کر دیتا تو اس کے حق میں ان کا خیال بُرا نہ رہتا۔

(۴) اگر گناہ ایسا ہے کہ اس سے اس کی بد مذہبی ثابت ہوتی تھی اور اس نے لوگوں کو اپنی اعلانیہ توبہ سے آگاہ نہیں کیا تو لوگ اس کے مرنے کے بعد بھی اس کو بد مذہب ہی سمجھیں گے اور وہ ایصال ثواب وغیرہ سے محروم رہے گا نیز مسلمان اس دنیا میں خدا کا گواہ ہے حدیث میں آتا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کے ساتھ موجود تھے۔ ایک جنازہ گزرا حاضرین نے اس کی تعریف کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا واجب ہوگئی دوسرا جنازہ گزرا صحابہ نے اس کی مذمت کی فرمایا

واجب ہو گئی ۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا چیز واجب ہو گئی۔ فرمایا پہلے کی تم نے تعریف کی اس پر جنت واجب ہو گئی اور دوسرے کی مذمت کی اس کے لئے دوزخ واجب ہو گئی تم زمین میں اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو علاوہ ازیں یہ بھی ہے کہ علماء صلحا اسے بدمذہب سمجھ کر اس کے جنازے میں شریک نہ ہوں گے لہٰذا وہ شفاعت اخیار سے محروم رہے گا۔

(۵) جب اس نے اعلانیہ گناہ کیا تو اس میں سرکشی پیدا ہو گئی جب اعلانیہ توبہ کرے گا تو اپنے قول وفعل یا عقیدہ کی بدی اور شناعت کا سب کے سامنے اقرار کرے گا۔ اس سے انکساری اور عجز پیدا ہو گا جو طغیان و سرکشی کا علاج ہے۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد 10، ص 255)

مسجد میں دنیاوی باتوں کے بارے میں اعلیٰ حضرت نے فرمایا:

(۱) اِنَّہٗ یَأْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ○

مسجد میں دنیاوی باتیں نیکیوں کو اس طرح کھاتی ہیں جیسے آگ لکڑی کو۔

(۲) اَلْحَدِیْثُ فِی الْمَسْجِدِ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ الْبَھِیْمَۃُ الْحَشِیْشَ○

مسجد میں دنیا کی بات نیکیوں کو اس طرح کھاتی ہیں جیسے چوپایہ گھاس کو۔

(۳) مَنْ تَکَلَّمَ فِی الْمَسَاجِدِ بِکَلَامِ الدُّنْیَا اَحْبَطَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ عَمَلَ اَرْبَعِیْنَ سَنَۃً○

جو مسجد میں دنیا کی بات کرے اللہ تعالیٰ اس کے چالیس سال کے اعمال ضائع کر دیتا ہے۔

(۴) اِنَّ مَسْجِدًا مِنَ الْمَسَاجِدِ اِرْتَفَعَ اِلَی السَّمَاءِ شَاکِیًا مِنْ اَھْلِہٖ یَتَکَلَّمُوْنَ

فِيهِ بِكَلَامِ الدُّنْيَا فَاسْتَقْبَلَتْهُ الْمَلَائِكَةُ وَقَالُوا بُعِثْنَا بِهَلَاكِهِمْ ٥

ایک مسجد اپنے رب کے حضور شکایت کرنے چلی کہ لوگ مجھ میں دنیا کی باتیں کرتے ہیں ملائکہ اسے آتے ہوئے ملے اور بولے ہم ان کے ہلاک کرنے کو بھیجے گئے ہیں۔

(۵) اِنَّ الْمَلَائِكَةَ يَشْكُوْنَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى مِنْ نَتْنِ فَمِ الْمُغْتَابِيْنَ وَالْقَائِلِيْنَ فِي الْمَسَاجِدِ بِكَلَامِ الدُّنْيَا ٥

جو لوگ غیبت کرتے ہیں اور جو لوگ مسجد میں دنیا کی باتیں کرتے ہیں ان کے منہ سے وہ گندی بدبو نکلتی ہے جس سے فرشتے اللہ تعالیٰ کے حضور ان کی شکایت کرتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد 6، ص 402)

بعد وفات والدین کے اولاد پر کیا حقوق ہیں اس بارے میں اعلیٰ حضرت کی جمع کردہ احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر 1.

ایک انصاری نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والدین کی وفات کے بعد کوئی ایسی نیکی ہے جو میں کروں فرمایا ہاں چار باتیں ہیں ان پر نماز ان کے لئے دعائے مغفرت اور ان کی وصیت نافذ کرنا اور ان کے دوستوں کی عزت کرنا اور جو رشتہ صرف انہیں کی جانب سے ہو نیک برتاؤ سے اس کا قائم رکھنا یہ وہ نیکی ہے کہ ان کی موت کے بعد ان کے ساتھ کرنی باقی ہے۔

حدیث نمبر 2

اِسْتِغْفَارُ الْوَلَدِ لِاَبِيْهِ بَعْدَ الْمَوْتِ مِنَ الْبِرِّ ٥

ماں باپ کی وفات کے بعد ان کے ساتھ نیکی یہ ہے کہ اولاد ان کے لئے دعائے مغفرت کرے۔

حدیث نمبر 3.

اِذَا تَرَکَ الْعَبْدُ الدُّعَاءَ لِلْوَالِدَیْنِ فَاِنَّہٗ یَنْقَطِعُ عَنْہُ الرِّزْقُ۝

آدمی جب ماں باپ کے لئے دعا کرنی چھوڑ دیتا ہے تو اس کا رزق منقطع ہو جاتا ہے۔

حدیث نمبر 4.

اِذَا تَصَدَّقَ اَحَدُکُمْ بِصَدَقَۃٍ تَطَوُّعًا فَیَجْعَلْھَا عَنْ اَبَوَیْہِ فَیَکُوْنُ لَھُمَا اَجْرُھَا وَلَا یَنْقُصُ مِنْ اَجْرِہٖ شَیْئًا۝

جب تم میں سے کوئی شخص کچھ نفلی خیرات کرے تو چاہیے کہ اسے اپنے والدین کی طرف سے کرے اس کا ثواب انہیں ملے گا اور اس کے ثواب میں کچھ کمی نہ آئے گی۔

حدیث نمبر 5.

ایک صحابی نے حاضر ہو کر عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اپنے والدین کے ساتھ ان کی زندگی میں نیک سلوک کرتا تھا اب وہ مر گئے ہیں ان کے نیک سلوک کا کیا طریقہ ہے فرمایا۔

اِنَّ مِنَ الْبِرِّ بَعْدَ الْمَوْتِ اَنْ تُصَلِّیَ لَھُمَا مَعَ صَلٰوتِکَ وَتَصُوْمُ لَھُمَا مَعَ صِیَامِکَ۝

بعد مرگ نیک سلوک یہ ہے کہ تو اپنی نماز کے ساتھ ان کے لئے نماز پڑھ اور اپنے روزے کے ساتھ ان کے لئے روزے رکھ۔

حدیث نمبر 6.

مَنْ حَجَّ عَنْ وَالِدَیْہِ اَوْقَضٰی عَنْھُمَا مَغْرِمًا بَعَثَہُ اللّٰہُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَعَ الْاَبْرَارِ ٥

ترجمہ: جو اپنے والدین کی طرف سے حج کرے یا ان کا قرض ادا کرے وہ قیامت کے دن نیک لوگوں کے ساتھ اُٹھے گا۔

حدیث نمبر 7.

بوقت وفات حضرت امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ پر اسی ہزار کا قرض تھا آپ نے اپنے بیٹے عبداللہ بن عمر کو بلایا اور فرمایا میرے قرض میں اول تو میرا مال فروخت کرنا اگر کافی ہو جائے فبہا ورنہ میری قوم عدی سے مانگ کر پورا کرنا اگر یوں بھی پورا نہ ہو تو قریش سے مانگنا اور ان کے علاوہ اور کسی سے نہ مانگنا پھر صاجزادہ موصوف سے فرمایا تم میرے قرض کے ضامن بن جاؤ وہ ضامن بن گئے اور امیر المومنین کے دفن سے پہلے اکابر مہاجرین و انصار کو گواہ بنا لیا کہ وہ اسی ہزار مجھ پر ہیں ایک ہفتہ نہ گزرا تھا کہ عبداللہ بن عمر نے وہ سارا قرض اتار دیا۔

حدیث نمبر 8.

ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میری ماں نے حج کی منت مانی تھی وہ ادا نہ کر سکی اور اس کا انتقال ہو گیا کیا میں اس کی طرف سے حج کرلوں فرمایا ہاں تو اس کی طرف سے حج کر پھر فرمایا اگر تیری والدہ پر قرض ہوتا تو ادا کرتی یا نہ عرض کی میں ادا کرتی فرمایا تو خدا کا قرض ادائیگی کا حق زیادہ رکھتا ہے۔

حدیث نمبر 9.

اِذَا حَجَّ الرَّجُلُ عَنْ وَالِدَیْہِ تَقَبَّلُ مِنْہُ وَمِنْھُمَا وَتَبَشَّرُبِہٖ اَرْوَاحُھُمَا فِیْ السَّمَاءِ وَکَتَبَ عِنْدَ اللہِ بَرًّاo

انسان جب اپنے والدین کی طرف سے حج کرتا ہے وہ حج اس کی اور ان کی طرف قبول کر جاتا ہے اور ان کی روحیں آسمان میں اس سے خوش ہوتی ہیں اور یہ شخص اللہ کے نزدیک والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا لکھا جاتا ہے۔

حدیث نمبر 10.

مَنْ حَجَّ عَنْ وَالِدَیْہِ بَعْدَ وَفَاتِھِمَا کَتَبَ اللہُ لَہٗ عِتْقًا مِّنَ النَّارِo

جو والدین کی وفات کے بعد ان کی طرف سے حج کرے خدا اس کے لئے دوزخ سے آزادی لکھ دیتا ہے۔

حدیث نمبر 11.

مَنْ حَجَّ عَنْ اَبِیْہِ وَعَنْ اُمِّہٖ قَضٰی عَنْہُ حَجَّۃً وَّکَانَ لَہٗ فَضْلُ عَشَرِ حِجَجٍo

جو اپنے ماں باپ کی طرف سے حج کرے ان کی طرف سے حج ادا ہو جائے اسے دس حج کا ثواب ملے گا۔

حدیث نمبر 12.

مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَیْہِ اَوْ اَحَدِھِمَا فِیْ کُلِّ یَوْمِ جُمُعَۃٍ مَرَّۃً غَفَرَ اللہُ کَتَبَ بَرًّاo

جو ہر جمعہ کے دن اپنے ماں باپ یا ان میں سے ایک کی قبر کی زیارت کرے اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے والا لکھا جاتا ہے۔

حدیث نمبر 13.

مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَیْهِ اَوْاَحَدِهِمَا یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَرَأَ عِنْدَهٗ یٰسٓ غُفِرَلَهٗ ○

جو جمعہ کے دن اپنے والدین یا ان میں سے ایک کی قبر کی زیارت کرے اور وہاں سورہ یٰسین پڑھے بخش دیا جائے۔

حدیث نمبر 14.

مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَیْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا اِحْتِسَابًا کَانَ کَعَدْلِ حَجَّةٍ مَّبْرُوْرَةٍ وَمَنْ کَانَ زَوَّارًا لَّهُمَا زَارَتِ الْمَلَآئِکَةُ قَبْرَهٗ ○

جو بہ نیت ثواب اپنے والدین یا دونوں میں سے ایک کی قبر کی زیارت کرے حج مقبول کے برابر ثواب پائے اور جو بکثرت ان کی زیارت کرتا ہے فرشتے اس کی قبر کی زیارت کریں گے۔

حدیث نمبر 15.

تُعْرَضُ الْاَعْمَالُ یَوْمَ الْاِثْنَیْنِ وَالْخَمِیْسِ عَلَی اللّٰهِ تَعَالٰی وَتُعْرَضُ عَلَی الْاَنْبِیَاءِ وَعَلَی الْاٰبَاءِ وَالْاُمَّهَاتِ یَوْمَ الْجُمُعَةِ فَیَفْرَحُوْنَ بِحَسَنَاتِهِمْ وَتَزْدَادُ وُجُوْهُهُمْ بَیَاضًا وَاِشْرَاقًا فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُؤْذُوْا اَمْوَاتَکُمْ ○

ہر پیر اور جمعرات خدا تعالیٰ پر اعمال پیش ہوتے ہیں اور انبیاء والدین پر جمعہ کے دن پیش ہوتے ہیں وہ نیکیوں پر خوش ہوتے ہیں اور ان کے چہرے کی صفائی اور روشنی بڑھ جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے مردوں کو اذیت نہ دو۔

حدیث نمبر 16.

ایک صحابی نے حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک راہ میں ایسے پتھروں پر کہ اگر گوشت ان پر ڈالا جاتا تو کباب ہو جاتا چھ میل

تک اپنی ماں کو اپنی گردن پر سوار کر کے لے گیا ہوں۔ کیا میں نے اس کا حق ادا کر دیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیرے پیدا ہونے میں درد کے جتنے جھٹکے اس نے اُٹھائے شاید ان میں سے ایک جھٹکے کا بدلہ ہو سکے۔

(فتاویٰ رضویہ، جلد 10، ص 192)

اعلیٰ حضرت نے فضیلت عمامہ کے بارے میں چند احادیث جمع فرمائی ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

حدیث نمبر 1.

حضرت رکانہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

فَرْقَ مَا بَيْنَنَا وَ بَيْنَ الْمُشْرِكِيْنَ الْعَمَائِمُ عَلَى الْقَلَانِسِ٥

ترجمہ: ہم میں اور مشرکین میں فرق ٹوپیوں پر عمامے ہیں۔

حدیث نمبر 2.

اَلْعَمَائِمُ وَقَارُ الْمُؤْمِنِ وَعِزٌّ لِّلْعَرَبِ فَاِذَا وَضَعَتِ الْعَرَبُ عَمَائِمَهَا وَضَعَتْ عِزَّهَا٥

ترجمہ: عمامے مسلمان کا وقار اور عرب کی عزت ہیں تو جب عرب عمامے اتار دیں اپنی عزت اتار دیں گے۔

حدیث نمبر 3.

مَا تَزَالُ اُمَّتِيْ عَلَى الْفِطْرَتِ مَالَبِسُوا الْعَمَائِمَ عَلَى الْقَلَنْسُوَةِ٥

میری امت ہمیشہ دین حق پر رہے گی جب تک وہ ٹوپیوں پر عمامے باندھیں گے۔

حدیث نمبر 4.

عَلَيْكُمْ بِالْعَمَائِمِ فَإِنَّهَا سِيمَاءُ الْمَلَائِكَةِ وَأَرْخُوالِهَا خَلْفَ ظُهُورِكُمْ ٥

عمامے اختیار کرو کہ وہ فرشتوں کا شعار ہیں اور ان کے شملے اپنی پشت پر

چھوڑو۔

حدیث نمبر 5.

إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى أَكْرَمَ هٰذِهِ الْأُمَّةَ بِالْعَمَائِمِ ٥

بے شک اللہ تعالیٰ نے اس امت کو عماموں سے عزت دی ہے۔

حدیث نمبر 6.

إِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰى أَصْحَابِ الْعَمَائِمِ يَوْمَ

الْجُمُعَةِ ٥

بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے جمعہ کے دن پگڑی باندھنے والوں

پر درود بھیجتے ہیں۔

حدیث نمبر 7.

اَلصَّلٰوةُ فِي الْعَمَامَةِ تَعْدِلُ بِعَشْرِ آلَافِ حَسَنَةٍ ٥

ترجمہ: عمامہ کے ساتھ نماز دس ہزار نیکی کے برابر ہے۔

حدیث نمبر 8.

رَكْعَتَانِ بِعَمَامَةٍ خَيْرٌ مِنْ سَبْعِيْنَ رَكْعَةً بِلَا عَمَامَةٍ ٥

عمامہ کے ساتھ دو رکعتیں بے عمامہ کی ستر رکعتوں سے بہتر ہیں۔

حدیث نمبر 9.

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی اَمَدَّنِیْ یَوْمَ بَدْرٍ وَّ حُنَیْنٍ بِمَلَآئِکَۃٍ یَعْتَمُّوْنَ ھٰذِہٖ الْعِمَّۃِ اِنَّ الْعِمَامَۃَ حَاجِزَۃٌ بَیْنَ الْکُفْرِ وَالْاِیْمَانِo

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے بدر و حنین کے دن ایسے ملائکہ سے میری مدد فرمائی جو اس طرز کا عمامہ باندھتے ہیں بے شک عمامہ کفر اور ایمان کے درمیان فرق کرنے والا ہے۔

حدیث نمبر 10.

حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں اپنے والد عبداللہ بن عمر کے حضور حاضر ہوا اور وہ عمامہ باندھ رہے تھے جب باندھ چکے میری طرف توجہ کر کے فرمایا تم عمامہ کو دوست رکھتے ہو میں نے عرض کی کیوں نہیں فرمایا اسے دوست رکھو عزت، پاؤ گے اور جب شیطان تمہیں دیکھے گا پیٹھ پھیر لے گا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عمامہ کے ساتھ ایک نفل یا فرض بے عمامہ کی پچیس نمازوں کے برابر ہے اور عمامہ کے ساتھ ایک جمعہ بے عمامہ کے ستر جمعوں کے برابر ہے پھر عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے فرزند عمامہ باندھ کہ فرشتے جمعہ کے دن عمامہ باندھے آتے ہیں اور سورج ڈوبنے تک عمامہ والوں پر سلام بھیجتے ہیں۔ (فتاویٰ رضویہ، جلد 3، ص 77)

بکھرے موتی:

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت کے فتاویٰ رضویہ سے چند بکھرے موتی ملاحظہ کریں۔

اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُo

جب شرط ختم ہو جائے تو مشروط خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

وَالذَّنْبُ يَجُرُّ اِلَى الذَّنْبِ وَالْقَلِيْلُ يَدْعُوْا اِلَى الْكَثِيْرِ○

گناہ گناہ کی طرف لے جاتا ہے اور تھوڑا زیادہ کی طرف بلاتا ہے۔

كُلُّ صَلٰوةٍ اُدِيَتْ مَعَ الْكَرَاهَةِ التَّحْرِيْمَةِ تَجِبُ اِعَادَتُهَا○

ہر وہ نماز جس میں مکروہ تحریمہ واقع ہو جائے اس کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

اَلْكِذْبُ مُبَاحٌ لِاِحْيَاءِ حَقِّهٖ وَدَفْعِ الظَّالِمِ عَنْ نَفْسِهٖ○

جھوٹ جائز ہے اپنا حق حاصل کرنے کے لئے اور ظالم کو اپنی ذات سے دور رکھنے کے لئے۔

مَنْ مَشٰى مَعَ ظَالِمٍ وَهُوَ يَعْلَمُ اَنَّهٗ ظَالِمٌ فَقَدْ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ○

جو کسی ظالم کے ساتھ چلے یہ جانتے ہوئے کہ وہ ظالم ہے وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم)

اَلْمُطْلَقُ يَجْرِىْ عَلٰى اِطْلَاقِهٖ○

مطلق کو اپنے اطلاق پر رکھنا واجب ہے۔

اَلْمُسْتَغْفِرُ مِنَ الذَّنْبِ وَهُوَ مُقِيْمٌ عَلَيْهِ كَالْمُسْتَهْزِءِ بِرَبِّهٖ○

گناہ پر قائم رہ کر گناہ سے توبہ کرنے والا خدا سے مذاق کرنے والے کی طرح ہے۔

مَنِ اخْتَضَبَ بِالسَّوَادِ سَوَّدَ اللّٰهُ وَجْهَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ○

جس نے سیاہ خضاب لگایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کا چہرہ سیاہ کر دے گا۔

لَاصَلٰوةَ لِجَارِ الْمَسْجِدِ اِلَّا فِى الْمَسْجِدِ○

جو مسجد کے قریب رہتا ہو اس کی نماز مسجد کے بغیر (کامل) نہیں ہوتی۔

مَنِ اسْتَحْسَنَ فِعْلًا مِنْ اَفْعَالِ الْكُفَّارِ كَفَرَ○

جس نے کافروں کے کسی کام کو اچھا جانا اس نے کفر کیا۔

مَاحَرَّمَ اَخْذُهٗ حَرَّمَ اِعْطَاؤُهٗ○

جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام○

اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِيْحُ الْمَحْظُوْرَاتِ○

مجبوریاں ممنوع اشیاء کو جائز بنا دیتی ہیں۔

مَنِ ابْتَلٰى بِبَلِيَّتَيْنِ اِخْتَاءَ اَهْوَنَهُمَا○

جو دو بلاؤں میں مبتلا کر دیا جائے وہ ان دونوں میں سے آسان کو اختیار کر لے۔

اَلْمُشَقَّةُ تَجْلِبُ التَّيْسِيْرَ○

مشقت آسانی لاتی ہے۔

اَلْاَصْلُ فِي الْاَشْيَاءِ الْاِبَاحَةُ○

چیزوں میں اصل جائز ہونا ہے۔

مَنْ كَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ○

جو کسی قوم میں زیادتی کا سبب بنے وہ اس قوم سے ہوتا ہے۔

مَنْ اَفْتٰى بِغَيْرِ عِلْمٍ لَعَنَتْهُ مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ○

جو بغیر علم کے فتویٰ دے اس پر زمین و آسمان کے فرشتوں کی لعنت ہے۔

لَوْ تَصَدَّقَ عَلٰى فَقِيْرٍ مِنْ مَالٍ حَرَامٍ يَرْجُوا الثَّوَابَ يَكْفُرُ○

حرام مال کسی فقیر پر خرچ کر کے ثواب کی امید رکھنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد سوم)

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى مَلَّكَهُ الْاَرْضَ كُلَّهَا وَاِنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ

كَانَ يَقْطَعُ أَرْضَ الْجَنَّةِ مَاشَاءَ لِمَنْ شَاءَ فَأَرْضُ الْجَنَّةِ أَوْلٰى o

اللہ تعالیٰ نے دنیا و آخرت کی تمام زمینوں کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مالک بنا دیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جنت کی زمین سے جتنی چاہیں جسے چاہیں جاگیر بخشیں دنیا کی زمین کا کیا ذکر۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم)

رُوْحُ نَبِیِّنَا صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ رُبَّمَا تَظْهَرُ فِیْ سَبْعِیْنَ اَلْفَ صُوْرَةٍ o

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح اکثر ستر ہزار صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے۔

وَمَنْ یَّكُوْنُ یَطْعَنُ فِیْ مُعَاوِیَةٍ فَذَاكَ كَلْبٌ مِّنْ كِلَابِ الْهَاوِیَهِ o

جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرتا ہے وہ جہنم کے کتوں میں سے ایک کتا ہے۔

اِذَا جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ o

جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ (فتاویٰ رضویہ جلد نہم)

مَا اَسْكَرَ كَثِیْرُهٗ فَقَلِیْلُهٗ حَرَامٌ o

جس چیز کی کثیر مقدار نشہ پیدا کرے اس کی قلیل مقدار حرام ہوتی ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد یازدھم)

كُلُّ مَا كَانَ اَدْخَلَ فِی الْاَدَبِ وَالْاِجْلَالِ كَانَ حَسَنًا o

جس بات کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب و تعظیم میں زیادہ دخل ہو وہ بہتر ہوتی ہے۔

اَلْفِعْلُ یَدُلُّ عَلَی الْجَوَازِ وَعَدَمُ الْفِعْلِ لَا یَدُلُّ عَلَی الْمَنْعِ o

کسی کام کے کرنے سے جواز تو ثابت ہوتا ہے لیکن نہ کرنے سے

ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ (اقامۃ القیامہ)

تَعْدَادُ الطُّرُقِ یَبْلُغُ الْحَدِیْثَ الضَّعِیْفَ اِلٰی حَدِّ الْحَسَنِ۝

جس حدیث پاک کی سند ضعیف ہو وہ تعدد طرق سے یعنی زیادہ سندیں ہونے سے وہ ضعیف نہیں رہتی بلکہ وہ حسن اور صحت تک پہنچتی ہے۔ (منیر العین)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے فرمایا ہے کہ ابلاغ رسالت کے لئے مندرجہ ذیل گیارہ باتوں کی ضرورت ہوتی ہے جن کے بغیر ادائے امانت نامکمل رہتا ہے۔

(۱) حلم: تاکہ کفار کی گستاخی پر تنگدل نہ ہو خدا فرماتا ہے۔

دَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ۝

(۲) صبر: کفار کی اذیتوں سے گھبرا نہ جائیں خدا فرماتا ہے۔

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ۝

(۳) تواضع: تاکہ ان کی محبت سے نفرت نہ ہو خدا فرماتا ہے۔

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ۝

(۴) افق ولینت: تاکہ دل ان کی طرف راغب ہو خدا فرماتا ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ۝

(۵) رحمت: تاکہ ان کے ذریعہ سے فیض عام ہو خدا فرماتا ہے۔

وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ۝

(۶) شجاعت: تاکہ کثرت اعداء کو خاطر میں نہ لائیں۔ ارشاد ربانی ہے۔

اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ۝

(۷) سخاوت: تاکہ باعث تالیف قلب ہوں ارشاد ہوتا ہے۔

وَلَا تَجْعَلْ یَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰی عُنُقِكَ۝

(۸) مغفرت: تا کہ نادان جاہل فیض پا سکیں۔ خدا فرماتا ہے۔

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ٥

(۹) قناعت: تا کہ لوگ دعویٰ رسالت کو طلب دنیا کا ذریعہ نہ سمجھیں خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

لَاتَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَامَتَّعْنَا بِهٖ اَزْوَاجًا٥

(۱۰) عدل: تا کہ ظلم و تعدی رک جائے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وَاِنْ حَكَمْتَ بَيْنَهُمْ فَاحْكُمْ بِالْقِسْطِ٥

(۱۱) عقل: تبلیغ رسالت میں عقل کامل ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ عورت کو نبوت نہ ملی کہ وہ ناقص العقل ہوتی ہے۔

وھب بن منبہ فرماتے ہیں میں نے اکہتر کتب آسمانی میں دیکھا کہ روز آفرینش دنیا سے قیام قیامت تک تمام جہان کے لوگوں کو جتنی عقل عطا ہوئی ہے وہ سب مل کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عقل کے آگے ایسی ہے جیسے تمام دنیا کے ریگستانوں کے سامنے ریت کا ایک دانہ۔ (تجلی الیقین، ص21)

دنیا کے چند لوگوں کی عقل کا کمال ملاحظہ فرمائیں۔

امام احمد بن حنبل کو دس لاکھ احادیث زبانی یاد تھیں۔

امام بخاری کو چھ لاکھ احادیث ازبر تھیں۔

امام محمد الجیعابی کو چار لاکھ احادیث یاد تھیں۔

امام مسلم کو تین لاکھ احادیث یاد تھیں۔

امام انباری کو کتابوں کے تیرہ صندوق بھرے ہوئے زبانی یاد تھے۔

امام محمد نے سات دن میں قرآن حفظ کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت نے ایک مہینہ میں سن کر قرآن حفظ کر لیا تھا۔

تحقیق مسئلہ جمع بین الصلوٰتین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات سے ہر نماز کا ایک خاص وقت مقرر فرمایا ہے ظہر اور عصر عرفہ میں مغرب اور عشاء مزدلفہ کے سوا دو نمازوں کا قصداً ایک وقت میں جمع کرنا سفر اور حضر میں ہرگز کسی طرح جائز نہیں اور یہ مسئلہ قرآن کریم اور صحیح احادیث سے ثابت ہے دو نمازوں کا جمع کرنا دو طرح سے ہوسکتا ہے۔

(۱) جمع صوری: ایک وقت کی نماز کو اس وقت کے آخری حصہ میں ادا کرنا اور اس سے اگلی نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کرنا درحقیقت یہ دونوں نمازیں اپنے وقت میں ادا ہوئیں مگر صورۃً جمع ہوئیں کہ دیکھنے والے کو وہم ہوا کہ اس نے دو نمازیں اکٹھی پڑھیں اور ایسا کرنا بعذر مرض وضرورت سفر بلا شبہ جائز ہے۔ ہمارے علماء کرام بھی اس کی رخصت دیتے ہیں۔

جمع صوری کے دلائل:

حدیث نمبر 1.

حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر اپنی ایک زمین کو تشریف لے جاتے تھے۔ کسی نے آکر کہا آپ کی زوجہ صفیہ بنت ابی عبید اپنے حال میں مشغول ہیں شاید ہی آپ انہیں زندہ پائیں یہ سن کر آپ جلدی سے چلے اور ان کے ساتھ ایک مرد قریشی تھا سورج ڈوب گیا اور نماز نہ پڑھی اور میں نے ہمیشہ ان کی عادت یہی پائی تھی کہ نماز کی حفاظت کرتے تھے جب دیر لگائی میں نے کہا نماز خدا آپ پر رحم فرمائے۔ میری طرف پھر کر دیکھا اور آگے روانہ ہو

گئے جب شفق کا اخیر حصہ رہا اتر کر مغرب پڑھی پھر عشاء کی تکبیر اس حال میں کہی
کہ شفق ڈوب چکی تھی اس وقت عشاء پڑھی پھر ہماری طرف منہ کر کے کہا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سفر میں جلدی ہوتی ایسا ہی کرتے۔

(نسائی، جلد 1، ص 99)

حدیث نمبر 2.

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ
وَيُقَدِّمُ الْعَصْرَ وَ يُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَيُقَدِّمُ الْعِشَاءَ ٥

(معانی الآثار، ص 113)

ترجمہ: رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سفر میں ظہر کو دیر فرماتے عصر کو اول
وقت پڑھتے مغرب کو تاخیر فرماتے عشاء کو اول وقت پڑھتے۔

حدیث نمبر 3.

حضرت عمر بن علی سے روایت ہے کہ

اِنَّ عَلِيًّا اِذَا سَافَرَ سَارَ بَعْدَ مَا تَغْرُبُ الشَّمْسُ حَتّٰى تَكَادُ اَنْ تَظْلِمَ ثُمَّ
يَنْزِلُ فَيُصَلِّي الْمَغْرِبَ ثُمَّ يَدْعُوْ بِعَشَائِهٖ فَيَتَعَشّٰى ثُمَّ يُصَلِّي الْعِشَاءَ ثُمَّ
يَرْتَحِلُ وَيَقُوْلُ هٰكَذَا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَصْنَعُ ٥

(ابو داؤد، جلد 1، ص 181)

ترجمہ: امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ جب سفر فرماتے تو سورج ڈوبنے پر
چلتے رہتے یہاں تک کہ قریب ہوتا کہ تاریکی ہو جائے پھر اتر کر مغرب پڑھتے پھر
کھانا منگوا کر تناول فرماتے پھر عشاء پڑھ کر کوچ فرماتے اور فرماتے رسول اللہ صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی طرح کیا کرتے تھے۔

حدیث نمبر 4.

حضرت ابو عثمان فرماتے ہیں میں اور سعد بن مالک حج کی جلدی میں:

فَكُنَّا نَجْمَعُ بَيْنَ الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ نُقَدِّمُ مِنْ هٰذِهٖ وَنُؤَخِّرُ مِنْ هٰذِهٖ وَنَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ نُقَدِّمُ مِنْ هٰذِهٖ وَنُؤَخِّرُ مِنْ هٰذِهٖ حَتّٰى قَدِمْنَا مَكَّةَo (معانی الآثار، جلد 1، ص 114)

ترجمہ: ہم مکہ معظمہ تک ظہر اور عصر اور مغرب وعشاء کو یوں جمع کرتے گئے کہ ظہر ومغرب دیر کر کے پڑھتے اور عصر وعشاء جلد۔

حدیث نمبر 5.

حضرت عبدالرحمٰن بن یزید فرماتے ہیں میں حج میں عبداللہ بن مسعود کے ہمرکاب تھا ظہر میں دیر فرماتے اور عصر میں تعجیل مغرب میں تاخیر کرتے اور عشاء میں جلدی اور صبح روشن کر کے پڑھتے الفاظ حدیث یہ ہیں۔

صَحِبْتُ عَبْدَاللّٰهِ بْنَ مَسْعُوْدٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فِيْ حَجَّةٍ فَكَانَ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ وَيُعَجِّلُ الْعَصْرَ وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَيُعَجِّلُ الْعِشَاءَ وَيُسْفِرُ لِصَلَاةِ الْغَدَاةِo (معانی الآثار، جلد 1، ص 114)

حدیث نمبر 6.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ يَجْمَعُ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَيُؤَخِّرُ هٰذِهٖ فِيْ آخِرِ وَقْتِهَا وَيُعَجِّلُ هٰذِهٖ فِيْ اَوَّلِ وَقْتِهَاo

(طبرانی کبیر، جلد 10، ص 47)

ترجمہ: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مغرب اور عشاء کو جمع فرماتے مغرب کو اس کے آخری وقت میں پڑھتے اور عشاء کو اس کے اول وقت میں۔

حدیث نمبر 7.

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کَانَ یَجْمَعُ بَیْنَ الظُّھْرِ وَالْعَصْرِ فِیْ سَفَرِہٖ اِلٰی تَبُوْکٍo (مؤطا امام مالک، ص 124)

ترجمہ: بیشک رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب تبوک کے سفر پر تشریف لے گئے تو ظہر اور عصر کو جمع فرما لیتے۔

حدیث نمبر 8.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اِذَا اَعْجَلَہُ السَّیْرُ فِی السَّفَرِ یُؤَخِّرُ صَلٰوۃَ الْمَغْرِبِ حَتّٰی یَجْمَعَ بَیْنَھَا وَبَیْنَ [illegible]o

(نسائی، جلد 1، ص 99)

ترجمہ: میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جب سفر میں جلدی ہوتی تو نماز مغرب کو مؤخر فرماتے یہاں تک کہ اس کو اور عشاء کو جمع فرما لیتے۔

حدیث نمبر 9.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب سفر میں جلدی ہوتی۔

یُؤَخِّرُ الظُّھْرَ اِلٰی وَقْتِ الْعَصْرِ فَیَجْمَعُ بَیْنَھُمَا وَیُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ حَتّٰی یَجْمَعَ بَیْنَھَا وَبَیْنَ الْعِشَاءِ حِیْنَ یَغِیْبُ الشَّفَقُo (نسائی، جلد 1، ص 99)

ترجمہ: ظہر میں تاخیر کرتے عصر تک پس دونوں کو جمع کرتے اور مغرب میں تاخیر کرتے یہاں تک کہ جب شفق غائب ہو جاتا تو اسے اور عشاء کو جمع کر لیتے۔

حدیث نمبر 10.

حضرت نافع و عبداللہ بن واقد فرماتے ہیں۔

اِنَّ مُؤَذِّنَ ابْنَ عُمَرَ قَالَ الصَّلٰوۃُ قَالَ سِرْ حَتّٰی اِذَا کَانَ قَبْلَ غُیُوْبِ الشَّفَقِ نَزَلَ فَصَلَّی الْمَغْرِبَ ثُمَّ انْتَظَرَ حَتّٰی غَابَ الشَّفَقُ فَصَلَّی الْعِشَاءَ ثُمَّ قَالَ اَنَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا عَجَّلَ بِہٖ اَمْرٌ صَنَعَ مِثْلَ الَّذِیْ صَنَعْتُ فَسَارَ فِیْ ذَالِکَ الْیَوْمَ وَاللَّیْلَۃِ مَسِیْرَۃَ ثَلَاثٍ٥

(ابوداؤد، ص178)

ترجمہ: عبداللہ بن عمر کے مؤذن نے نماز کا تقاضا کیا فرمایا چلو یہاں تک کہ شفق ڈوبنے سے پہلے اتر کر مغرب پڑھی پھر انتظار فرمایا یہاں تک کہ شفق ڈوب گئی اس وقت عشاء پڑھی پھر فرمایا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب کوئی جلدی ہوتی تو ایسا ہی کرتے جیسا کہ میں نے کیا ابن عمر نے اس دن رات تین رات کی راہ قطع کی۔

تلك عشرة كاملة

جمع حقیقی

ایک ہی وقت میں وقتی نماز اور اس کے بعد کے وقت کی نماز کو جمع کر کے ادا کرنا جمع حقیقی ازروئے قرآن وحدیث ناجائز ہے۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

قرآنی دلائل:

دلیل نمبر 1.

خدا فرماتا ہے۔

إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتَابًا مَّوْقُوْتًا ۝

ترجمہ: بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے وقت باندھا ہو۔

اس سے معلوم ہوا کہ نہ وقت سے پہلے نماز جائز ہے نہ وقت کے بعد تاخیر جائز ہے۔

دلیل نمبر 2.

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قَانِتِيْنَ ۝

ترجمہ: محافظت کرو سب نمازوں اور خاص کر بیچ والی نماز کی اور کھڑے ہو اللہ کے حضور ادب سے۔

بیضاوی شریف میں اس آیت کے تحت ہے۔

حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوَاتِ بِالْاَدَاءِ لِوَقْتِهَا وَالْمُدَاوَمَةُ عَلَيْهَا ۝

یعنی نمازوں کی حفاظت کرو وقت پر ادا کر کے اور ہمیشگی کے ساتھ۔

دلیل نمبر 3.

ارشاد خداوندی ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ○ اُولٰئِكَ هُمُ الْوَارِثُوْنَ○ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خَالِدُوْنَ○

ترجمہ: اور وہ لوگ جو اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں کہ اسے وقت سے بے وقت نہیں ہونے دیتے سچے وارث ہیں کہ جنت کی وراثت پائیں گے وہ اس میں ہمیشہ رہنے والے ہیں۔

تفسیر معالم میں ہے کہ یُحَافِظُوْنَ اَیْ یُدَاوِمُوْنَ عَلٰی حِفْظِهَا وَیُرَاعُوْنَ اَوْقَاتِهَا○ یعنی نماز پر ہمیشگی کرتے ہیں اور اس کے وقت پر ادا کرتے ہیں۔

دلیل نمبر 4.

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ○ اُولٰئِكَ فِيْ جَنّٰتٍ مُّكْرَمُوْنَ○

ترجمہ: وہ لوگ جو اپنی نماز کی حفاظت کرتے ہیں وہ جنت میں عزت کئے جائیں گے۔

جلالین شریف میں ہے یُحَافِظُوْنَ بِاَدَائِهَا فِیْ اَوْقَاتِهَا یعنی نماز کو اس کے وقت پر ادا کرتے ہیں۔

دلیل نمبر 5.

خدا فرماتا ہے۔

ثُمَّ خَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ○

ترجمہ: پھر آئے ان کے بعد وہ بُرے پسماندے جنہوں نے نمازیں ضائع کیں

عبداللہ بن مسعود اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ اَخَّرُوْهَا عَنْ مَوَاقِيْتِهَا وَصَلُّوْهَا لِغَيْرِ وَقْتِهَا○ یعنی نماز کو اس وقت سے مؤخر کر دیا اور اسے اس

کے غیر وقت میں پڑھا۔

دلیل نمبر 6.

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ o الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ o

ترجمہ: خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں۔

تفسیر جلالین میں سَاهُوْنَ غَافِلُوْنَ يُؤَخِّرُوْنَهَا عَنْ وَقْتِهَا یعنی نمازوں سے غافل ہیں اس کے وقت میں تاخیر کرتے ہیں۔

ان آیات اور ان کی تفاسیر سے روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ نماز کو وقت پر پڑھنے کی تاکید ہے نماز کو اس کے وقت پر ادا کرنے والا جنت الفردوس کا وارث ہے اور ایسے نمازی کی جنت میں عزت کی جائے گی اور جو لوگ نماز کے وقت کا خیال نہیں کرتے بلکہ وقت میں تاخیر کر دیتے ہیں وہ لوگ نہایت بُرے ہیں اور ان کے لئے عاقبت کی خرابی ہے۔

دلائل احادیث:

یہاں جو احادیث لکھنی ہیں وہ چند اقسام پر مبنی ہیں۔

قسم اول:

اس قسم میں وہ احادیث بیان ہوں گی جن میں محافظت وقت کی ترغیب ہے اور اس کے ترک پر ترہیب ہے۔

حدیث نمبر 1.

حضرت حنظلہ سے روایت ہے۔

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ حَافَظَ

عَلَی الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ رُکُوْعِهِنَّ وَسُجُوْدِهِنَّ وَمَوَاقِيْتِهِنَّ وَعَلِمَ اَنَّهُنَّ حَقٌّ مِّنْ عِنْدِاللّٰهِ دَخَلَ الْجَنَّةَ٥ (مسند امام احمد، جلد 4، ص 267)

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے سنا جو شخص ان پانچوں نمازوں کی ان کے رکوع وسجود واوقات پر محافظت کرے اور یقین جانے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے وہ جنتی ہے۔

حدیث نمبر 2.

حضرت ابو درداء سے روایت ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

خَمْسٌ مَنْ جَاءَ بِهِنَّ مَعَ اِيْمَانٍ دَخَلَ الْجَنَّةَ مَنْ حَافَظَ عَلَی الصَّلَوَاتِ الْخَمْسِ عَلٰی وُضُوْئِهِنَّ وَرُکُوْعِهِنَّ وَسُجُوْدِهِنَّ وَمَوَاقِيْتِهِنَّ .... الخ

ترجمہ: پانچ چیزیں ہیں جو ان کو ایمان کے ساتھ لائے گا۔ جنت میں جائے جو پنجگانہ نمازوں کی ان کے وضو ان کے رکوع ان کے سجود ان کے اوقات پر محافظت کرے اور روزہ وحج وزکوۃ وغسل جنابت بجالائے۔ (الترغیب، جلد 1، ص 241)

حدیث نمبر 3.

حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

خَمْسُ صَلَوَاتٍ اِفْتَرَضَهُنَّ اللّٰهُ تَعَالٰی مَنْ اَحْسَنَ وُضُوْئَهُنَّ وَصَلَّاهُنَّ لِوَقْتِهِنَّ وَاَتَمَّ رُکُوْعَهُنَّ وَخُشُوْعَهُنَّ کَانَ عَلَی اللّٰهِ عَهْدٌ اَنْ يَّغْفِرَلَهٗ وَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ فَلَيْسَ لَهٗ عَلَی اللّٰهِ عَهْدٌ اِنْ شَاءَ غَفَرَلَهٗ وَاِنْ شَاءَ عَذَّبَهٗ٥

(ابوداؤد، جلد 1، ص 67)

ترجمہ۔ پانچ نمازیں اللہ تعالیٰ نے فرض کی ہیں جو ان کا وضو اچھی طرح کرے اور انہیں ان کے وقت پر پڑھے اور ان کا رکوع وخشوع پورا کرے اس کے لئے اللہ پر عہد ہے کہ اسے بخش دے اور جو ایسا نہ کرے تو اس کے لئے اللہ پر کچھ عہد نہیں چاہے بخشے چاہے عذاب کرے۔

حدیث نمبر 4.

حضرت قتادہ بن ربعی سے مروی ہے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

إِنِّيْ فَرَضْتُ عَلٰى اُمَّتِكَ خَمْسَ صَلَوَاتٍ وَعَهِدْتُّ عِنْدِيْ عَهْدًا اَنَّهٗ مَنْ جَاءَ يُحَافِظُ عَلَيْهِنَّ لِوَقْتِهِنَّ اَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَّمْ يُحَافِظْ عَلَيْهِنَّ فَلَا عَهْدَ لَهٗ عِنْدِيْ o (ابوداؤد، جلد 1، ص68)

ترجمہ: میں نے تری امت پر پانچ نمازیں فرض کیں اور اپنے پاس عہد مقرر کر لیا کہ جو ان کے وقتوں پر ان کی حفاظت کرتا آئے گا اسے جنت میں داخل کروں گا اور جو محافظت نہ کرے گا اس کے لئے میرے پاس کچھ عہد نہیں۔

حدیث نمبر 5.

حضرت کعب بن عجرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے رب سے روایت فرماتے ہیں وہ ارشاد فرماتا ہے۔

مَنْ صَلَّى الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا فَاَقَامَ حَدَّهَا كَانَ لَهٗ عَلَيَّ عَهْدٌ اَدْخَلُهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ لَّمْ يُصَلِّ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا وَلَمْ يُقِمْ حَدَّهَا لَمْ يَكُنْ لَهٗ عِنْدِيْ عَهْدٌ اِنْ شِئْتُ اَدْخَلْتُهُ النَّارَ وَاِنْ شِئْتُ اَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ o

(دارمی، جلد 1، ص198)

ترجمہ: جو نماز اس کے وقت میں ٹھیک ٹھیک ادا کرے اس کے لئے مجھ پر عہد ہے کہ اسے جنت میں داخل فرماؤں اور جو وقت میں نہ پڑھے اور ٹھیک ادا نہ کرے اس کے لئے میرے پاس کوئی عہد نہیں چاہوں اسے دوزخ میں لے جاؤں اور چاہوں تو جنت میں۔

حدیث نمبر 6.

حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ جانتے ہو تمہارا رب کیا فرماتا ہے۔ عرض کی خدا اور اس کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا خدا فرماتا ہے۔

وَعِزَّتِیْ وَجَلَالِیْ لَا یُصَلِّیْهَا اَحَدٌ لِوَقْتِهَا اِلَّا اَدْخَلْتُهُ الْجَنَّةَ وَمَنْ صَلَّاهَا لِغَیْرِ وَقْتِهَا اِنْ شِئْتُ رَحِمْتُهٗ وَاِنْ شِئْتُ عَذَّبْتُهٗ○

(طبرانی کبیر، جلد 10، ص 281)

ترجمہ: مجھے اپنے عزت وجلال کی قسم جو شخص نماز وقت پر پڑھے گا اسے جنت میں داخل کروں گا اور جو اس کے غیر وقت میں پڑھے گا چاہوں اس پر رحم کروں چاہوں عذاب کروں۔

حدیث نمبر 7.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ صَلَّی الصَّلَوٰتِ لِوَقْتِهَا وَاَسْبَغَ لَهَا وُضُوْئَهَا وَاَتَمَّ لَهَا قِیَامَهَا وَخُشُوْعَهَا وَرُکُوْعَهَا وَسُجُوْدَهَا فَخَرَجَتْ وَهِیَ بَیْضَاءُ سَفِرَةٌ تَقُوْلُ حَفِظَكَ اللّٰهُ کَمَا حَفِظْتَنِیْ وَمَنْ صَلَّاهَا لِغَیْرِ وَقْتِهَا وَلَمْ یُسْبِغْ لَهَا وُضُوْئَهَا وَلَمْ یُتِمَّ

خُشُوْعَهَا وَلَا رُكُوْعَهَا وَلَا سُجُوْدَهَا خَرَجَتْ سَوْدَاءُ مُظْلِمَةٌ تَقُوْلُ ضَيَّعَكَ اللّٰهُ كَمَا ضَيَّعْتَنِي حَتّٰى اِذَا كَانَتْ حَيْثُ شَاءَ اللّٰهُ لُفَّتْ كَمَا يُلَفُّ الثَّوْبُ الْخَلَقُ ثُمَّ ضُرِبَ بِهَا وَجْهُهٗo (مجمع الزوائد، جلد 1، ص 302)

ترجمہ: جو پانچوں نمازیں اپنے اپنے وقتوں میں پڑھے ان کا وضو و قیام وخشوع و رکوع وسجود پورا کرے وہ نماز سفید روشن ہو کر یہ کہتی ہوئی نکلتی ہے کہ اللہ تیری نگہبانی کرے جس طرح تو نے میری حفاظت کی اور جو غیر وقت پر پڑھے اور وضو وخشوع و رکوع وسجود پورا نہ کرے وہ نماز سیاہ تاریک ہو کر کہتی نکلتی ہے کہ اللہ تجھے ضائع کرے جس طرح تو نے مجھے ضائع کیا یہاں تک کہ جب اس مقام پر پہنچے جہاں تک اللہ تعالیٰ چاہے پرانے چیتھڑے کی طرح لپیٹ کر اس کے منہ پر ماری جاتی ہے۔

حدیث نمبر 8.

حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے۔

قَالَ سَاَلْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اَيُّ الْعَمَلِ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الصَّلٰوةُ عَلٰى وَقْتِهَا o

ترجمہ: میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کو کونسا عمل زیادہ پسند ہے۔ فرمایا وقت پر نماز ادا کرنا۔ (بخاری، جلد 1، ص 76)

حدیث نمبر 9.

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

جَاءَ رَجُلٌ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَيُّ شَيْءٍ اَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ فِي الْاِسْلَامِ قَالَ الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا وَمَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ فَلَا دِيْنَ لَهٗ وَالصَّلٰوةُ عِمَادُ الدِّيْنِo

(شعب الایمان، جلد 3، ص 39)

ترجمہ: ایک شخص نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی یا رسول اللہ اسلام میں سب سے زیادہ کیا چیز اللہ کو پیاری ہے فرمایا وقت پر نماز ادا کرنا جس نے نماز چھوڑی اس کے لئے دین نہ رہا نماز دین کا ستون ہے۔

قسم دوم:

اس قسم میں وہ احادیث بیان ہوں گی جن میں سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پیشینگوئی فرمائی کہ کچھ لوگ وقت گزار کر نماز پڑھیں گے تم ان کا اتباع نہ کرنا اسے مطلق فرمایا کچھ سفر و حضر کی تخصیص ارشاد نہ فرمائی۔

حدیث نمبر 1.

حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَضَرَبَ فَخِذِیْ کَیْفَ اَنْتَ اِذَا بَقِیْتَ فِیْ قَوْمٍ یُؤَخِّرُوْنَ الصَّلَاۃَ عَنْ وَقْتِھَا قَالَ قُلْتَ مَا تَاْمُرُنِیْ قَالَ صَلِّی الصَّلٰوۃَ لِوَقْتِھَاo (مسلم، جلد 1، ص 231)

ترجمہ: حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میری ران پر ہاتھ مارا۔ فرمایا تیرا کیا حال ہوگا جب تو ایسے لوگوں میں رہ جائے گا جو نماز کو اس وقت سے تاخیر کریں گے میں نے عرض کی حضور مجھے کیا حکم دیتے ہیں فرمایا تو وقت پر نماز پڑھ لینا۔

حدیث نمبر 2.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کَیْفَ بِکُمْ اِذَا اَتَتْ

عَلَيْكُمْ اُمَرَاءُ يُصَلُّوْنَ الصَّلٰوةَ لِغَيْرِ مِيْقَاتِهَا قُلْتُ فَمَا تَأْمُرُنِيْ اِذَا اَدْرَكُنِيْ ذَالِكَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَالَ صَلِّ الصَّلٰوةَ لِمِيْقَاتِهَا وَاجْعَلْ صَلٰوتَكَ مَعَهُمْ سُبْحَةًo (ابوداؤد، جلد 1، ص68)

حدیث نمبر 3.

حضرت عبادہ بن صامت سے مروی ہے کہ:

قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّهَا سَتَكُوْنُ عَلَيْكُمْ بَعْدِيْ اُمَرَاءُ تَشْغَلُهُمْ اَشْيَاءُ عَنِ الصَّلٰوةِ لِوَقْتِهَا حَتّٰى يَذْهَبَ وَقْتُهَا فَصَلُّوا الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَاo (ابوداؤد، جلد 1، ص69)

ترجمہ: میرے بعد تم پر کچھ حاکم ہوں گے کہ ان کے کام انہیں وقت پر نماز سے روکیں گے یہاں تک کہ وقت نکل جائے گا تم وقت پر نماز پڑھ لینا۔

قسم سوم:

اس قسم میں وہ احادیث بیان ہوں گی جن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جب ایک نماز کا وقت آیا دوسری کا وقت جاتا رہا اور اس کی ممانعت و مذمت فرمائی۔

حدیث نمبر 1.

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ لِلصَّلٰوةِ اَوَّلاً وَّآخِرًا وَاِنَّ اَوَّلَ وَقْتِ صَلٰوةِ الظُّهْرِ حِيْنَ تَزُوْلُ الشَّمْسُ وَآخِرَ وَقْتِهَا حِيْنَ يَدْخُلُ وَقْتُ الْعَصْرِ وَفِيْهِ اِنَّ اَوَّلَ وَقْتِ الْمَغْرِبِ حِيْنَ تَغْرُبُ الشَّمْسُ وَاِنَّ آخِرَ وَقْتِهَا حِيْنَ يَغِيْبُ الشَّفَقُo (ترمذی، جلد 1، ص22)

ترجمہ: بے شک نماز کے لئے اول و آخر ہے اور بے شک آغاز وقت ظہر کا سورج ڈھلنے سے اور ختم وقت ظہر کا وقت عصر آنے پر ہے اور بے شک ابتدا وقت مغرب کی سورج چھپے ہے اور بے شک انتہا اس کے وقت کی شفق ڈوبے۔

حدیث نمبر 2.

حضرت سعد بن ابی وقاص سے روایت ہے۔

سَأَلْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ عَنْ قَوْلِ عَزَّوَجَلَّ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلٰوتِهِمْ سَاهُوْنَ قَالَ هُمُ الَّذِيْنَ يُؤَخِّرُوْنَ الصَّلٰوةَ عَنْ وَقْتِهَا o

(مسند بزار، جلد 1، ص198)

ترجمہ: میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا وہ کون لوگ ہیں جن کے بارے میں قرآن نے کہا ہے کہ خرابی ہے ان نمازیوں کے لئے جو اپنی نمازوں سے بے خبر ہیں فرمایا وہ لوگ جو اپنی نماز کو وقت سے ہٹا کر پڑھتے ہیں۔

قسم چہارم:

اس قسم میں وہ احادیث بیان ہوں گی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوائے مزدلفہ اور عرفہ کے سفر میں دو نمازوں کو جمع نہ فرمایا۔

حدیث نمبر 1.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَارَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ صَلّٰى صَلٰوةً لِغَيْرِ مِيْقَاتِهَا اِلَّا صَلَاتَيْنِ جَمَعَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ وَصَلَّى الْفَجْرَ قَبْلَ مِيْقَاتِهَا o

(بخاری، جلد 1، ص228)

ترجمہ: میں نے کبھی نہ دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کوئی نماز

اس کے غیر وقت میں پڑھی ہو مگر دو نمازیں کہ ایک ان میں نماز مغرب جسے مزدلفہ میں عشاء کے وقت پڑھا اور وہاں فجر بھی روز کے معمولی وقت سے پیشتر تاریکی میں پڑھی۔

حدیث نمبر 2.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

مَاجَمَعَ رَسُوْلُ اللّٰهَ صَلَّى اللّٰهَ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْمَغْرِبِ وَالْعِشَاءِ قَطُّ فِي السَّفَرِ اِلَّا مَرَّةًo (ابوداؤد، جلد 1، ص 178)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کسی سفر میں مغرب وعشاء ملا کر نہ پڑھی سوا ایک بار کے یعنی مزدلفہ میں۔

حدیث نمبر 3.

حضرت امام محمد فرماتے ہیں کہ ہمیں یہ بات پہنچی ہے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کہ:

اِنَّهٗ كَتَبَ فِي الْاٰفَاقِ يَنْهَاهُمْ اَنْ يَّجْمَعُوْا بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ وَاَخْبَرَهُمْ اَنَّ الْجَمْعَ بَيْنَ الصَّلٰوتَيْنِ فِيْ وَقْتٍ وَّاحِدٍ كَبِيْرَةٌ مِّنَ الْكَبَائِرِo

(مؤطا امام محمد، ص 132)

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تمام آفاق میں فرمان ارسال کیا کہ کوئی شخص دو نمازیں جمع نہ کرنے پائے اور ان کو بتایا کہ دو نمازوں کو جمع کرنا کبیرہ گناہ ہے۔

فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس اعلان پر کسی مسلمان نے اس دور میں انکار نہیں کیا جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ ساری امت کا اس بات پر اجماع تھا کہ دو نمازوں کو جمع کرنا جائز نہیں اگر جائز ہوتا تو کوئی آواز تو آپ کے اعلان

کے خلاف بلند ہوتی۔

لہٰذا ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ہر نماز اس کے وقت میں ادا کرے مقیم ہو یا مسافر بیمار ہو یا تندرست مگر غیر مقلد وہابی بحالت سفر ظہر وعصر ایسے ہی مغرب و عشاء جمع کر کے پڑھتے ہیں یعنی عصر کے وقت میں ظہر وعصر ملا کر اور عشاء کے وقت میں مغرب و عشاء ملا کر ادا کرتے ہیں ان کا یہ عمل قرآن و احادیث کے خلاف ہے۔

❁❁❁

فصل پنجم:

حضرت العلام پیر سید مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ کے علم کی جھلکیاں

پیر طریقت رہبر شریعت نجیب الطرفین سید مہر علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا مولوی احمد علی کے درس میں ہم دو طالب علم حنفی تھے۔ مولانا وصی احمد پیلی بھیت اور میں باقی اکثر و بیشتر طلباء غیر مقلد تھے۔ درس کے دوران اکثر اختلافی مسائل پر بحث چھڑ جاتی تھی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیشہ حنفی مذہب کی فوقیت ثابت ہوتی غیر مقلد میری موجودگی کو اپنی شکست سمجھتے تھے ایک روز قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ پر بحث چلی کہ قیام حضرت سعد کی تعظیم کے لئے تھا یا ان کے زخمی ہونے کی وجہ سے امداد و اعانت کی غرض سے تھا۔ بخاری شریف کی یہ حدیث اس طرح ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ نَزَلَ اَھْلُ قُرَیْظَۃِ عَلٰی حُکْمِ سَعْدِ بْنِ مَعَاذٍ فَاَرْسَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اِلٰی سَعْدٍ فَاَتٰی عَلٰی حِمَارٍ فَلَمَّا اَدْنٰی مِنَ الْمَسْجِدِ قَالَ لِلْاَنْصَارِ قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ ○

ترجمہ: حضرت ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ بنو قریظہ حضرت سعد بن معاذ کے حکم پر اتر آئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو بلوایا وہ گدھے پر سوار ہو کر آئے جب مسجد کے قریب پہنچے تو آپ نے انصار سے فرمایا اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

حضرت استاد نے قیام مامور بہ کو برائے تعظیم قرار دیا مخالفین نے اعتراض کیا اس کا کوئی قرینہ نہیں حضرت سعد زخمی تھے اور قیام کا امر انہیں سواری

سے اتارنے کے لئے تھا۔ استاد صاحب نے میری طرف دیکھا تو میں نے عرض کی قوموا جمع ہے اور زخمی ہونے کی وجہ سے امداد کی حاجت ایک شخص کے قیام سے بھی پوری ہوسکتی تھی سب انصار کو کھڑا ہونے کا حکم اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ یہ حکم برائے تعظیم تھا علاوہ ازیں قاعدہ ہے کہ اگر مشتق پر حکم کیا جائے تو مشتق منہ علت حکم ہوتا ہے جیسے اَلْکَاتِبُ مُتَحَرِّکُ الْاَصَابِعِ میں تحریک اصابع کی علت کاتب کا مبداء اشتقاق کتابت ہوگی۔ کتب علم بلاغت واصول میں یہ مسئلہ مذکور ہے خدا فرماتا ہے۔ اَلسَّارِقُ وَالسَّارِقَۃُ فَاقْطَعُوْا اَیْدِیَھُمَا اور اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ میں قطع اور جلد کی علت سرقہ اور زنا ہے لہٰذا قُوْمُوْا اِلٰی سَیِّدِکُمْ میں قُوْمُوْا یعنی کھڑا ہونا کی علت سید کا مبداء اشتقاق سیادت یعنی سرداری ہے پس ثابت ہوا کہ کھڑے ہونے کا حکم بغرض تعظیم ہے۔

غرض اس قسم کے کئی واقعات ہوئے جن پر غیر مقلد طلباء سخت پریشان ہوئے آخر پیر صاحب نے ان سے عہد لیا کہ آئندہ ائمہ مجتہدین خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت غوث الاعظم اور حضرت خواجہ معین الدین اجمیری کی شان میں قطعاً کوئی نازیبا لفظ منہ سے نہیں نکالیں گے۔ (مہر منیر، ص 82)

آمین بالجہر پر مناظرہ:

غیر مقلد کے ایک بڑے مولوی صاحب سہارن پور آئے جن کے ساتھ پیر صاحب کا بلند آواز سے آمین کہنے کے متعلق مکالمہ ہوا۔ آپ نے فرمایا بلند آواز سے آمین کہنے کے حق میں سب سے قوی دلیل کیا ہے تو انہوں نے ترمذی شریف کی حدیث جَھَرَ بِھَا صَوْتَہٗ کا حوالہ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ شعبہ کی روایت خفض بِھَا صَوْتَہٗ بھی ترمذی میں موجود ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ اس کی امام

ترمذی نے تضعیف کی ہے آپ نے فرمایا کہ اس تضعیف کی امام ابن حجر نے "تلخیص الجبیر" میں تردید کی ہے نیز یہ روایت دوام یا اکثریت پر دلالت نہیں کرتی جس سے اس کا سنت ہونا ثابت ہو یہ تو محض ایک واقعہ ہے جس سے زیادہ سے زیادہ جواز نکلتا ہے جو متنازع فیہ نہیں آیہ کریمہ اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً یعنی اپنے رب کو عاجزی و چپکے سے پکارو بھی آہستہ پڑھنے کی متقاضی ہے اس پر مولوی صاحب خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ (مہر منیر، ص83)

مسجد ضرار کے مسئلہ پر حضرت کا مؤقف:

آپ کے زمانے میں قطبال ضلع کیمبل پور میں ایک مسجد کو مسجد ضرار کہنے کے متعلق علمائے نواح میں ایک مناظرہ ہوا دونوں جانب سے پچیس پچیس علماء تھے۔ آپ بھی وہاں تشریف لے گئے اور آپ کے مقابلے میں موضع سگھری علاقہ پنڈی گھیپ کے ایک مشہور مناظر کو لایا گیا میدان مناظرہ میں پہنچنے سے پیشتر آپ نے اس سے دریافت کیا کہ مسجد زیر بحث کے متعلق آپ کے پاس اسے مسجد ضرار قرار دینے کی علت تامہ کیا ہے اس نے مسجد ضرار کے متعلق نازل شدہ آیت تلاوت کر کے تَفْرِيْقًا مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ کا ذکر کیا۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ (سورہ توبہ، ص107)

ترجمہ: اور بعض لوگ ایسے ہیں جنہوں نے مسجد ضرار بنائی کہ (اسلام) کو ضرر پہنچائیں اور اس میں کفر کی باتیں کریں اور ایمانداروں میں تفریق ڈالیں اور اس شخص کے قیام کا سامان کریں جو پہلے سے خدا اور سول کا مخالف ہے۔

آپ نے فرمایا کہ علت تامہ محض تفریق نہیں بلکہ اس میں چار چیزیں

ضِرَارًا وَّ كُفْرًا وَّ تَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اور اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ شامل ہیں۔ ان میں سے دو یا ایک علت ناقصہ ہے جن پر حکم مرتب نہیں ہو سکتا۔

اس سے وہ صاحب اس قدر متاثر و مرعوب ہوا کہ عین وقت مناظرہ آپ کے ساتھ بحث سے گریز کیا اور کسی جانب سے بھی مناظرہ میں شریک ہوئے بغیر واپس چلے گئے اس مسئلے میں پیر صاحب کا مؤقف یہ تھا کہ کسی بھی مسلمان کی بنا کردہ مسجد پر منافقین کی تعمیر کردہ مسجد کا حکم عائد کرنا درست نہیں۔

(مہر منیر، ص88)

دعا بحق و بحرمت اولیاء اللہ:

ایک مرتبہ سوال ہوا کہ صوفیائے کرام اپنے وظائف میں الٰہی بحق فلان اور الٰہی بحرمت فلاں کے کلمات سے دعا کیوں مانگتے ہیں جب کہ خدا تعالیٰ پر کسی کا کوئی حق نہیں پیر صاحب نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ پر از خود کسی کا کوئی حق نہیں لیکن اگر وہ خود از راہ کرم و فضل وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ یعنی مومنوں کی نصرت ہم پر حق ہے۔ ارشاد فرما کر کسی کو حق عطا کر دے تو کیا اعتراض باقی رہتا ہے۔ پھر فرمایا اگرچہ مشیت حق مخلوق کی آرزوؤں کی پیرو نہیں ہے لیکن مخلوق اپنے خالق کے حضور میں مناجات اور دعائے حاجات کے وقت ایسے الفاظ سے اپنے عجز و الحاح کا اظہار کرتی ہے اور اس میں کوئی اعتراض نہیں۔

(مہر منیر، ص420)

یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ:

ایک دفعہ اعتراض ہوا کہ "یا شیخ عبدالقادر جیلانی شیئا للہ" کی بجائے اللہ تعالیٰ سے اس طرح مانگنا چاہیے کہ یا اللہ مجھے شیخ عبدالقادر جیلانی کا صدقہ

کچھ عطا کر حضرت پیر صاحب نے فرمایا۔ حق تعالیٰ سورہ نساء میں فرمایا ہے۔
وَاتَّقُوا اللّٰہَ الَّذِیْ تَسَاۗءَلُوْنَ بِہٖ○ ڈرو اس اللہ سے جس کا واسطہ دے کر لوگوں سے سوال کرتے ہو حق تعالیٰ نے یہاں اپنے نام کے واسطہ سے سوال کرنے کو اپنے احسان کے طور پر بیان فرمایا ہے اگر اللہ کا واسطہ دے کر سوال جائز نہ ہوتا تو اس پر اپنا احسان نہ جتاتا بلکہ ایسا کرنے سے منع فرما دیتا لہٰذا جملہ مذکورہ جس کا مفاد اللہ کے نام کے واسطہ سے سوال کرنا درست ہوگا۔ (مہر منیر، ص 421)

ایک روز پیر صاحب ملتان میں ایک کتاب کا درس دے رہے تھے دوران درس یہ مسئلہ آیا کہ امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے اے فرزند انسان جب انسان کامل بن جاتا ہے تو اس پر سے بشری قیود اُٹھ جاتی ہیں۔ پیر صاحب کے ایک مخلص شاگرد مولوی شیر محمد درس میں حاضر تھے۔ آپ نے انہیں مخاطب کر کے فرمایا مولوی صاحب کیا وجہ ہے کہ آپ یہاں بیٹھے ہوئے اس سامنے والی کوٹھڑی میں موجود نہیں۔ آخر کوئی بشری قید ہی تو ہے جس نے آپ کو مجبور کر رکھا ہے کہ آپ ایک وقت میں ایک ہی جگہ موجود ہیں جب آپ انسان کامل بن گئے اور آپ پر سے بشری قید اُٹھ گئی تو پھر آپ جیسے یہاں موجود ہیں ویسے ہی اس کوٹھڑی میں بھی موجود ہو سکتے ہیں اور اسی طرح اجمیر اور مدینہ میں بھی پھر یارسول اللہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی کہنے میں کیا حرج ہے۔ (مہر منیر، ص 421)

قصیدہ غوثیہ پر اعتراض کا جواب:

ایک صاحب نے پیر صاحب سے دریافت کیا قصیدہ غوثیہ کس کی تصنیف ہے فرمایا حضرت سیدنا غوث الاعظم کی کہنے لگا وہ تو عالم تھے ایسا کلام ان کی شان سے بعید ہے کیونکہ اس میں آتا ہے۔

وَافْعَلْ مَاتَشَاءُ فَالِاسْمُ عَالِیْ o اے مرید جو چاہے سو کر میرا نام بلند ہے۔

آپ نے فرمایا آپ کے اس اعتراض میں دو چیزیں مراد ہیں ایک ثبوت تصنیف دوسری وجہ استبعاد اب دونوں کا جواب سنئے۔ پہلی چیز کی دلیل ہے تواتر کیونکہ ہر زمانے کے اندر جم غفیر اسی چیز کے قائل چلے آئے ہیں کہ قصیدہ غوثیہ حضور غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی تصنیف ہے اور تواتر دلیل قطعی ہے۔ اب رہی وجہ استبعاد سو آپ نے بخاری شریف میں ہی دیکھا ہو گا۔

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اِطَّلَعَ عَلٰى اَهْلِ بَدْرٍ فَقَالَ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ قَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ o

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے مطلع ہو کر فرمایا جو چاہو سو کرو میں نے تمہیں بخش دیا۔

پس فقرہ اعملوا ماشئتم آیت لَا تَقْرَبُوا الزِّنَا (زنا کے قریب نہ جاؤ) کے ساتھ کیونکر درست آ سکتا ہے یہاں وجہ استبعاد آپ بیان کر دیں وہاں میں بیان کر دوں گا۔

حضرت پیر صاحب نے فرمایا علمائے ظاہر اس حدیث کا مطلب نہ سمجھتے ہوئے غایت مافی الباب یہی کہہ دیں گے کہ ایک کلمہ ہے جو خوشنودی کے اظہار میں کہہ دیا جاتا ہے اور حقیقۃً مراد نہیں ہوتا لیکن در اصل بات یہ نہیں بلکہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی پر نظر رحمت ڈالتے ہیں تو اسے زمرۂ:

اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْهِمْ سُلْطَانٌ o اے ابلیس میرے خاص بندوں پر تجھے کچھ دسترس حاصل نہیں میں داخل فرما کر خود اس کا حافظ و ناصر بن جاتا ہے کہ وہ اول تو ارتکاب معاصی پر قادر نہیں ہوتا اور اگر کسی حکمت کی بنا پر ارتکاب معاصی ہو بھی جائے تو اسے توبہ کی توفیق نصیب فرما دیتا ہے پس لاجرم جملہ افعل ماتشاء میں تخصیص مراد ہو گی نہ کہ تعمیم۔ (مہر منیر، ص 422)

حدیث مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر ایک اعتراض:

حضرت صاحبزادہ محمود صاحب ایک روز حدیث شریف مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ دَخَلَ الْجَنَّۃَ (جس نے لا الہ الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہوا) بیان فرما رہے تھے۔ ایک مولوی صاحب نے اعتراض کیا کہ خواہ وہ شخص فرائض کا منکر ہی کیوں نہ ہو حضرت پیر صاحب اس مجلس میں موجود تھے مگر یہ مولوی صاحب آپ سے متعارف نہ تھا۔ حضرت نے صاحبزادہ سے اجازت لے کر جواب دیا کہ یہاں من قال سے لامحالہ یہ مراد ہے کہ اس شخص نے کلمہ لا الہ الا اللہ کو حق سمجھ کر پڑھا چونکہ یہ کلمہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں لائے لہٰذا وہ شخص اپنے اس قول سے حضور کی صداقت اور رسول برحق ہونے کا اقرار کرتا ہے اور جس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا اقرار کیا وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لائے فرائض کا منکر کیسے ہو سکتا ہے جو منکر ہوگا وہ من قال لا الہ الا اللـــہ کی منشاء اور مصداق میں داخل نہ ہوگا۔ مولوی صاحب تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد کہنے لگے اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اس مجلس میں ایسا فاضل بھی موجود ہے تو یہ اعتراض کر کے شرمندہ نہ ہوتا۔ (مہر منیر، ص423)

خلافت راشدہ کی ترتیب اور ثبوت:

حضرت پیر صاحب فرمایا کرتے تھے چونکہ معیت اور صحبت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کفار پر شدت میں حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ حلم و کرم میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور عبادت و اخلاص میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خصوصی شان رکھتے تھے۔ اس لئے وَالَّذِیْنَ مَعَہٗ سے خلیفہ اول اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ میں حضرت خلیفہ ثانی رُحَمَآءُ بَیْنَھُمْ سے حضرت خلیفہ ثالث اور تَرٰھُمْ

رُکَّعًا سُجَّدًا سے حضرت خلیفہ رابع کی صفات مخصوصہ کی طرف اشارہ ہے۔

ایک مرتبہ ایک شیعہ عالم نے اعتراض پیش کیا کہ خلافت کا حق صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہی کو پہنچتا ہے۔ حضرت پیر صاحب نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ o

اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اے اصحاب رسول تم میں سے جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے عمل کئے انہیں زمین کے اندر خلافت عطا فرمائے گا۔

لہٰذا اس آیت کی رو سے اللہ تعالیٰ نے ایک یا دو نہیں بلکہ دو سے زائد اصحاب رسول کو جو اس آیت کے نزول کے وقت مومنین صالحین کے زمرہ میں موجود تھے خلافت فی الارض کا مستحق قرار دیا ہے اور ان سے اس خلافت کے عطیہ کا وعدہ فرمایا ہے چنانچہ اسی کے مطابق واقعات عمل میں آئے اگر شیعہ لوگ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی خلافت ششق ماہہ کو بھی شمار کر لیں تو ان کے مسلک کے مطابق خلافت فی الارض کا وعدہ الٰہی صرف دو اصحاب رسول تک محدود رہتا ہے یعنی حضرت علی المرتضیٰ اور امام حسن رضی اللہ عنہم حالانکہ آیت میں لفظ جمع ''ھُمْ'' کے تقاضہ کو پورا کرنے کے لئے کم از کم ایک اور خلیفہ برحق کس کو قرار دیں گے۔ اس شیعہ عالم نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کے باوجود ان کو آخری خلیفہ کیوں رکھا گیا پیر صاحب نے فرمایا خاتم الخلفاء ہونا بھی خود ایک فضیلت ہے جیسے کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خاتم الانبیاء تھے۔

(مہر منیر، ص425)

شیخ اکبر کی قبر کا ظہور:

حضرت بابو جی فرماتے تھے کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہٗ نے ایک روز علم الحروف کا ذکر فرماتے ہوئے بیان فرمایا کہ اس علم میں حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی یکتائے روزگار گزرے ہیں۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت ابن عربی کی قبر ان کی وفات کے کچھ عرصہ بعد معدوم ہوگئی تھی لیکن آپ اپنی قبر کے معدوم ہوکر پھر ظاہر ہونے کے متعلق خود ہی ارشاد فرما گئے تھے کہ:

اِذَا دَخَلَ السِّیْنُ فِی الشِّیْنِ ظَھَرَ قَبْرُ مُحْیِ الدِّیْنِ۝

جب سلطان سلیم شام میں داخل ہوگا تو محی الدین کی قبر ظاہر ہو جائیگی۔

چنانچہ جب سلطان سلیم شام میں داخل ہوا تو آپ نے اسے خواب میں فرمایا میری قبر فلاں جگہ پر ہے چنانچہ سلطان نے اس کو برآمد کر کے اس پر قبہ بنا دیا اور اس وقت آپ کے قول کے معنی واضح ہوگئے۔ (مہر منیر، ص429)

پاک پتن کا بہشتی دروازہ:

حضرت پیر صاحب ہر سال پاک پتن شریف میں بابا فرید گنج شکر رحمتہ اللہ علیہ کے عرس پر حاضر ہوتے تھے قصور اور ریاست بہاولپور کے غیر مقلد علماء متواتر کئی سال وہاں پہنچ کر آپ سے سوال کرتے رہے کہ کیا آپ عالم ہو کر اس بات کو درست مانتے ہیں کہ جو شخص بابا صاحب کے روضہ کے بہشتی دروازہ سے گزر جائے تو جنت کا سزاوار ہو جاتا ہے حضرت جواب میں ہر سال نیا استدلال پیش فرماتے۔

مولوی غلام قادر چکو کہ تحصیل منچن آباد نے یہی سوال کیا تو فرمایا کیا یہ حدیث صحیح نہیں کہ مومن کی قبر روضہ من ریاض الجنۃ ہوتی ہے۔ اس نے کہا صحیح

ہے فرمایا جب جنت کا اطلاق مومن کی قبر پر صحیح ٹھہرا تو اس کے دروازے کو بہشتی دروازہ کہنے پر کیا اعتراض ہے۔ مولوی صاحب نے کہا اس لفظ کا اطلاق تو درست ہوا مگر یہ فرمایئے کہ حضرت بابا کے مقبرہ کے اسی دروازے کی کیا خصوصیت ہے کہ اسے بہشتی دروازہ کہا جائے آپ نے فرمایا کہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی کا ارشاد ہے کہ میں نے بچشم سر عالم ظاہری میں حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بجسم اطہر مع چار یار کبار ۶-۷ محرم کی درمیانی رات میں دروازے سے گزر کر مقبرہ کے اندر داخل ہوتے دیکھا ہے اور حضور کا یہ ارشاد ہے کہ مَنْ دَخَلَ هٰذَا الْبَابَ فَقَدْ اٰمِنَ جو اس دروازے سے داخل ہو گیا وہ امن میں آ گیا اور مامون ہوا مشائخ عظام کا بھی اس پر اتفاق ہے۔

اس کے بعد مولوی صاحب نے اعتراض کیا کہ زائرین یا فرید کیوں پکارتے ہیں اللہ اللہ کیوں نہیں کہتے حضرت پیر صاحب نے فرمایا عرس کے موقع پر زائرین کا پورا نعرہ یہ ہوتا ہے۔

"اللہ محمد ...... چار یار ...... حاجی خواجہ قطب فرید"

وہ لفظ فرید کو مکرر کہہ دیتے ہیں اور اس چیز کے جواز میں قرآن کی آیت موجود ہے مولوی نے چونک کر کہا وہ کونسی آیت ہے آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔

فَاذْكُرُوْنِىْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِىْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ....

پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا اور میرا شکر ادا کرو اور کفر نہ کرو۔

اور فرمایا حق تعالیٰ کا ارشاد ہے تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔

حضرت بابا فرید نے آخری دم تک خدا کا ذکر کیا اب اللہ اپنی مخلوق کی زبان پر اپنے پیارے بندے فرید کا ذکر کر رہا ہے سات سو سال سے اذکرکم کا وعدہ پورا ہو

رہا ہے اور قیامت تک انشاء اللہ یونہی ہوتا رہے گا۔ (مہر منیر، ص 430)

تاویل قرآن پر اعتراض:

وزیر آباد کے ایک غیر مقلد مولوی صاحب جو نابینا تھے اور علم کا بڑا دعویٰ رکھتے تھے پیر صاحب کی ملاقات کے لئے آپ کی مجلس میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے پیر صاحب میرے چند سوال ہیں مگر شرط یہ ہے کہ جواب دیتے وقت قرآن کے معانی میں تاویل سے کام نہ لیں کیونکہ میں سنتا ہوں کہ آپ آیات کی تاویل کر دیا کرتے ہیں۔ حضرت پیر صاحب نے فرمایا مجھے منظور ہے مگر شرط یہ ہے کہ آپ بھی قرآن کے معانی میں تاویل سے کام نہ لیں گے۔ پھر فرمایا ذرا تاویل کئے بغیر اس آیت معنی بیان کر دیں۔

مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا○

ترجمہ: جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا اور سخت گمراہ۔

حافظ چپ چاپ اُٹھ گئے اور اس روز سے اس نواح میں ان کا نام ہی حافظ اعمیٰ پڑ گیا۔ (مہر منیر، ص 440)

نجیب الطرفین سیادت کا امتحان:

کہروڑ پکا ضلع ملتان کے فقیر دوست ذیلدار ملک پیر بخش خاں صاحب کانجو جو اُچ شریف کے آستانہ سے متعلق تھے بیان کرتے ہیں کہ ہم اُچ شریف کے سادات کے مریدوں میں مدت سے دوسرے مشائخ کے دعویٰ سیادت کی تحقیق کا خبط چلا آ رہا تھا۔ جب پیر صاحب گولڑہ شریف کی شہرت ہمارے وطن میں پہنچی تو ایک بار مخدوم صدر الدین شاہ صاحب گیلانی سجادہ نشین درگاہ حضرت موسیٰ پاک شہید صاحب ملتان شریف نے مجھ سے ذکر فرمایا کہ جناب پیر صاحب

گولڑوی رزاقی گیلانی سید ہیں۔ پھر میرے اپنے شیخ مخدوم اللہ بخش صاحب گیلانی ایک مرتبہ گولڑہ شریف گئے اور واپسی پر پیر صاحب کے کمالات کا تذکرہ فرماتے رہے چنانچہ آپ کی سیادت کے بارے میں تسلی ہونے کے بعد مجھے اپنے بزرگوں کی اس کہاوت کو آپ پر آزمانے کا خیال پیدا ہوا کہ صحیح النسب اور نجیب الطرفین سید کی پشت پر درود شریف پڑھ کر پھونک دیا جائے تو وہ منہ پھیرنے پر مجبور ہو جاتا ہے ایک بار اطلاع ملی کہ پیر صاحب پاک پتن عرس شریف پر آئے ہوئے ہیں میں کہروڑ سے ریل پر سوال ہو کر وہاں پہنچ گیا اور کوشش کر کے ظہر کی نماز کے وقت آپ سے پچھلی صف میں جگہ لے لی جب آپ نماز سے فارغ ہو کر چلے تو اس جم غفیر میں آہستہ سے درود شریف پڑھ کر آپ کی پشت پر پھونک دیا جس کے ساتھ ہی آپ مڑ کر کھڑے ہو گئے اور غور سے مجھے دیکھنے لگے میں نے شرمندہ اور خوفزدہ ہو کر اپنی گردن جھکا لی اور سلام کے لئے ماتھے پر ہاتھ رکھ دیا اور اس وقت سر نہ اُٹھایا جب تک آپ پھر چل نہ پڑے اسی شرم اور رعب کی وجہ سے میں حاضر نہ ہوا اور پہلی گاڑی سے واپس آ گیا۔ (مہر منیر، ص594)

عالم برزخ کا بیان:

حضرت پیر صاحب عالم برزخ کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

دنیا سے منتقل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے موت کو بواسطہ عذرائیل علیہ السلام مؤکل فرمایا اس نقل و حرکت میں جسم عنصری مادی سے جسم مثالی برزخی میں تبدیلی واقع ہوتی ہے بحکم:

بَلٰی قَادِرِیْنَ عَلٰی اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَکُمْ وَنُنْشِئَکُمْ فِیْمَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

ہاں ہم اس بات پر قادر ہیں کہ تمہارے عنصری اجسام کو برزخی مثالی ابدان

میں تبدیل کر کے تمہیں ایسے ابدان میں پھر اُٹھائیں گے جن کا تمہیں علم نہیں۔

برزخ بھی دو قسم کا ہے ایک یہ کہ سب ارواح خلقت ازلیہ کے بعد اجسام میں آنے سے پہلے اس میں موجود ہیں جو کہ عالم قدس سے تعبیر ہے اور پیدائش اور تکمیل جسم کے بعد برزخ سے منتقل ہو کر دنیوی زندگی کی معیاد مقررہ تک جسم عنصری سے متعلق رہتے ہیں۔ دوسری قسم وہ ہے کہ ارواح دار دنیا سے انتقال کرنے کے بعد اس عالم برزخیہ میں یوم حشر تک جمع رہتے ہیں اور وہاں سے عالم آخرت میں نقل کریں گے اور اس برزخ ثانی میں جنت و دوزخ ہیں علاوہ اس جنت اور نار کے جو عالم آخرت میں دائمی قرار گاہ ہوں گے جنت و دوزخ برزخیہ کی انتہا زمین و آسمان کی بقا تک بحکم۔

فَاَمَّا الَّذِیْنَ سُعِدُوْا فَفِی الْجَنَّةِ خَالِدِیْنَ فِیْهَا مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَاشَاءَ رَبُّكَ وَاَمَّا الَّذِیْنَ شَقُوْا فَفِی النَّارِ لَهُمْ فِیْهَا زَفِیْرٌ وَّشَهِیْقٌ خَالِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَاشَاءَ رَبُّكَ ○

ترجمہ: پس وہ لوگ جو سعید ہوئے وہ جنت میں ہوں گے جس میں وہ داخل ہوں گے جب تک آسمان اور زمین باقی ہیں مگر جو چاہے تیرا پروردگار اور وہ لوگ جو شقی ہوئے وہ آگ میں ہوں گے ان کے لئے وہاں چیخ و پکار اور فریاد ہے اور داخل ہوں گے جب تک آسمان اور زمین باقی ہیں مگر جو چاہے تیرا پروردگار۔

اس جنت و دوزخ برزخیہ سے جنت و دوزخ اُخرویہ مراد نہیں علمائے ظاہر چونکہ اس معنی سے بے خبر ہیں اس لئے قرآن مجید میں جہاں بھی جنت و نار کا ذکر آتا ہے انہوں نے اُسے جنت و نار اُخرویہ پر محمول کیا ہے۔

(مہر منیر، ص 519)

حیاتِ مسیح:

ارشاد باری ہے۔ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ○

ترجمہ: یہود نے حضرت ابن مریم کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی طرف اُٹھا لیا۔

یہ نص قطعی ہے جو دلالت کرتی ہے کہ آپ یہودیوں کے ہاتھوں مقتول نہیں ہوئے بلکہ جسم کے ساتھ زندہ آسمان پر اُٹھا لئے گئے کیونکہ آیت مذکورہ میں حسب محاورہ قرآنیہ اور اہل زبان ''بَـــلْ'' جس کا ترجمہ ہوتا ہے بلکہ ابطال ماقبل کے لئے آتا ہے یعنی اللہ تعالیٰ زُعم یہود کو جو حضرت مسیح علیہ السلام کی مقتولیت اور مصلوبیت کے قائل تھے باطل فرماتا ہے اور بل سے پہلی اور بعد کی عبارت میں تضاد ہوتا ہے دونوں عبارات معاً متحقق نہیں ہوتیں بلکہ پہلی عبارت کا ابطال اور دوسری عبارت کا اثبات کیا جاتا ہے مثلاً: وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ○ میں ولایت کا ابطال اور عبودیت کا اثبات ہے اس مثال میں لفظ بَلْ سے پہلی اور پچھلی کلام کے مضمون کا باہم تضاد واقع ہوتا ہے۔ پس آیت مذکور میں بھی ضروری ہوا کہ مقتولیت اور مرفوعیت میں تضاد ہو اور حضرت مسیح کے قتل اور رفع جسمی میں تضاد پایا جاتا ہے لہٰذا ثابت ہوا جو جسم یہود نے قتل نہ کیا وہی جسم آسمان پر اُٹھایا گیا۔ (مہر منیر، ص526)

طعام اہل ارض وسما:

مرزائی یہ کہتے ہیں کہ خدا فرماتا ہے۔

وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ ○

ترجمہ: ہم نے ان کو ایسا جسم نہیں دیا کہ وہ کھائیں نہ۔

اس سے ثابت ہوا کہ کسی انسان کا نبی ہو یا ولی بغیر طعام زندہ رہنا ممکن نہیں لہٰذا حضرت عیسیٰ علیہ السلام بغیر طعام آسمانوں پر کیسے زندہ رہ سکتے ہیں۔ حضرت پیر صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا ہم بھی مانتے ہیں کہ حسب آیہ مذکور کسی انسان کا زندہ رہنا نہیں ہوسکتا مگر اہل زمین کے لئے طعام گندم وغیرہ ہے اور اہل آسمان کے لئے تسبیح وتہلیل جس ملک میں کوئی جاتا ہے اسی ملک کی غذا سے مایۂ حیات حاصل کرتا ہے۔ زمینی آدمی جب تک زمین میں ہے اہل زمین کی غذا کھائے گا۔ جب اللہ اس کو آسمان پر اٹھالے گا تو اس کو ملائکہ کی طرح تسبیح و تہلیل سے زندہ رکھتا ہے بلکہ محققین کے نزدیک تو اہل زمین ہی میں سے زمانۂ آئندہ میں ایسے لوگ ہوں گے جن کی غذا تسبیح وتہلیل ہوگی صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا جس دن کھانے پینے کا سامان دجال کے ہاتھ میں ہوگا اس دن مومنین کا کیا حال ہوگا۔ آپ نے فرمایا اس دن اہل آسمان کی طرح ان کو تسبیح وتہلیل سے مایۂ حیات میسر ہوگا پھر قرآن مجید سے اصحاب کہف کا تین سو سال سے زاید عرصہ بغیر کھائے پئے زندہ رہنے کا ثبوت مہیا ہے۔

(مہر منیر، ص534)

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ نبوت:

بانیٔ مرزائیت نے اپنے نبی ہونے کی دلیل میں یہ آیت پیش کی ہے۔

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ٥

لکھتے ہیں کہ اس آیت میں ایک پیش گوئی موجود ہے جس کی ہمارے مخالفین کو خبر نہیں اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد پیش گوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے

اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان لفظ نبی کو اپنی نسبت ثابت کر سکے نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرتِ صدیقی کی کھلی رہی یعنی فنافی الرسول کی پس جو اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں۔

اس کے جواب میں حضرت پیر صاحب نے فرمایا اگر صرف فنا فی الرسول کا مقام ہی رسول اور نبی کہلانے کی اجازت دیتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جن کی شان میں لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَابَکْرٍ خَلِیْلًا فرمایا گیا اور ایسا ہی عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے باوجود لقب محدثیت کے اور عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے باوجود کمال اتباع صوری و معنوی کے اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے باوجود بشارت اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی کے اور سیدا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ حسنین نے جن کا مجموعہ بعینہ جمال مصطفیٰ کا آئینہ تھا رسول اور نبی کہلانے کی جرأت نہ کی اور ہزار ہا اہل اللہ جن کو فنا فی الرسول کا مقام حاصل تھا نبی اور رسول نہیں کہلوایا قطب الاقطاب سید الغوث الاعظم جو یقیناً فنا فی الرسول کے مرتبے پر فائز تھے مقام فنا سے مقام نبوت تک نہیں پہنچے۔

(مہر منیر، ص 531)

درود و سلام:

حضرت پیر صاحب نے فرمایا کہ مدینہ طیبہ میں کلمہ اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا مُحَمَّدُ اس قدر کثرت سے پڑھا جاتا ہے کہ ہر طرف سے یہی آواز کانوں میں سنائی دیتی ہے ہمارے ملک کے بعض لوگ اس قسم کی ندا و استغاثہ کو شرک کہتے ہیں

وہ اگرچہ نماز بظاہر اچھی طرح ادا کرتے ہیں لیکن حد ادب بہت کم نگاہ رکھنے کے باعث بے برکت رہتے ہیں کمالات محمدیہ ایسے نہیں کہ نطق و بیان کی حد میں آ سکیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعظیم شعائر اہل ایمان اور نشان اہل اسلام سے ہے خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

فَالَّذِيْنَ آمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○

ترجمہ: جو لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایمان لائے آپ کی تعظیم و توقیر کی اور آپ پر نازل شدہ نور کی اتباع کی وہی لوگ کامیاب ہیں۔

اسی طرح تعلیم ادب کے لئے حکم فرمایا کہ آنجناب کو ایسے نہ بلاؤ جیسے ایک دوسرے کو بلاتے ہو نیز فرمایا کہ اپنی آواز کو نبی کی آواز سے اونچا نہ کرو اور ان کے گھر میں بلا اجازت داخل نہ ہو حد ادب نگاہ رکھو ان کے سامنے کسی چیز کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھو یہ سب احکام تعلیم ادب کے لئے فرمائے مگر یہ لوگ جن کے اعتقاد میں خلل ہے کہتے ہیں کہ جب ایک شخص مر گیا خواہ وہ نبی ہو یا ولی تو وہ معدوم ہو گیا۔ افسوس کہ انہوں نے آثار فیوض حق کو بہت ہی کم سمجھا۔

(ملفوظات مہریہ، ص 79)

درس فتوحات مکیہ:

ایک دن دربار شریف میں آپ نے فتوحات مکیہ کا درس دیتے ہوئے فرمایا اولیاء اللہ کی ایک جماعت ہے جو جس وقت چاہیں اپنا بدل (مثال صورت) قائم کر لیتے ہیں اس طرح کہ بدل کی صورت بعینہ انہی کی مشابہ ہوتی ہے اور دیکھنے والا اسے اصل سمجھتا ہے اس کو گمان بھی نہیں ہوتا کہ یہ بدل ہے حالانکہ

دراصل وہ بدل ہوتا ہے اور اگر کسی شخص کا بدل کہیں ظاہر ہو لیکن وہ خود اس سے بے خبر ہو تو وہ شخص ابدال سے نہیں اور ابدال کی تعداد سات ہے نہ اس سے زائد ہوتے ہیں نہ کم اور یہ سات ابدال سات اقالیم کے اقطاب ہوتے ہیں صاحب اقلیم اول حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدم پر دوم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قدم پر سوم حضرت ہارون علیہ السلام کے قدم پر چہارم حضرت ادریس علیہ السلام کے قدم پر پنجم حضرت یوسف علیہ السلام کے قدم پر ششم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قدم پر اور ہفتم حضرت آدم علیہ السلام کے قدم پر چلتا ہے۔

حضرت شیخ اکبر نے فرمایا گا ہے نقباء کو بھی ابدال کہتے ہیں اور نقباء بروج افلاک کے عدد پر بارہ ہیں نہ اس سے زائد نہ کم اور ہر نقیب برج منسوب کی خاصیت اور اسرار اور ان کواکب کی تاثیرات اور خواص سے باخبر ہوتا ہے جو اس برج میں نزول پذیر ہوتے ہیں اور ان نقباء کو علم شرائع بھی عطا ہوتا ہے اور وہ نفوس میں پوشیدہ خیالات و افکار اور اس قسم کی دوسری چیزوں کا بذریعہ کشف استخراج کرتے ہیں اور ابلیس ان پر مکشوف ہوتا ہے اور وہ ابلیس کے ان امور کو بھی جانتے ہیں جن کو ابلیس خود بھی نہیں جانتا اور وہ سعید اور شقی کو اس کے نقش قدم سے جان جاتے ہیں اور رجبیون کو بھی ابدال کہتے ہیں اور وہ عدد میں چالیس ہیں نہ اس سے زائد نہ کم۔ رجبیون کہلانے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ وہ ماہ رجب میں اپنے مقام پر قائم ہوتے ہیں اور باقی سال گشت کرتے ہیں جب ماہ رجب آتا ہے تو ان پر پہلے روز اتنا بھاری بوجھ مسلط اور غالب ہوتا ہے کہ انگلی ہلانے کی طاقت نہیں رہتی دوسرے روز یہ بوجھ کسی قدر کم ہو جاتا ہے اور تیسرے روز یہ بوجھ بالکل اُتر جاتا ہے اور ان پر تمام ماہ رجب کشف وارد ہوتا ہے جو بعض کی صورت میں تمام سال

باقی رہتا ہے۔ شیخ اکبر فرماتے ہیں میں ان میں سے ایک کو ملا جس کا کشف تمام سال باقی رہتا تھا اور اس پر روافض کا حال کشف ہوتا تھا۔ روافض اس کو خنازیر کی صورت میں نظر آتے تھے اگر ان میں سے کوئی ان کے سامنے توبہ کرتا تو وہ انسانی صورت میں نظر آنے لگتا اور اگر وہ زبان سے صرف جھوٹی توبہ کرتا تو وہ خنزیر ہی کی شکل میں نظر آتا اور یہ شخص اس کو بتادیتا کہ تیرا توبہ کا دعویٰ جھوٹا ہے۔

(ملفوظات مہریہ، ص 55)

فصل ششم:

غزالی زماں مولانا احمد سعید کاظمی کے علم کی جھلکیاں

آپ نے علوم فاتحہ پر بحث کرتے ہوئے فرمایا کہ سورہ فاتحہ کے ستائیس نام ان علوم کو نشاندہی کرتے ہی جن پر یہ سورت مشتمل ہے۔ امام فخر الدین رازی نے تفسیر کبیر میں فرمایا کہ سورت فاتحہ سے دس ہزار مسائل نکالے جاسکتے ہیں۔ علامہ شیخ محمد نووی نے فرمایا کہ سورہ فاتحہ چار قسم کے علوم پر مشتمل ہے۔

قسم اول: علم الاصول: اس کی تین اقسام ہیں۔ اَلْاِلٰهِيَّاتُ، اَلنُّبُوَّاتُ، اَلدَّارُ الْاٰخِرَةِ، تمام علوم الہیات، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں موجود ہیں۔ اور تمام دار آخرت کے علوم مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں موجود ہیں۔

قسم دوم: علم الفروع جن میں سب سے بڑی فرع عبادات ہے۔ عبادات کی دو اقسام ہیں مالی اور بدنی یہ دونوں امور معاش پر موقوف ہیں۔ جن کا تعلق معاملات اور مناکحات سے ہے یہ سب امور اور امر ونواہی کے مقتضی ہیں۔

قسم سوم: تحصیل کمالات کا علم ہے اور وہ علم الاخلاق ہے اسی سے استقامت فی الطریقت حاصل ہوتی ہے۔ ان ہر دو اقسام کے سب علوم کی طرف اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں اشارہ ہے اور الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں پوری شریعت جمع کر دی گئی ہے۔

قسم چہارم: گذشتہ امتوں کے تمام قصص واخبار کا علم ہے۔ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ میں تمام شہداء انبیاء اور اولیاء کا علم ان کے احوال وواقعات جمع کر دیئے گئے اور غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ میں تمام اشقیا کفار ومشرکین وغیرہم کے قصے اور

ان کی خبریں جمع کر دی گئی ہیں۔ علامہ سید محمود آلوسی نے فرمایا سورہ فاتحہ عجیب و غریب دقائق و اسرار پر مشتمل ہے۔ یہاں تک کہ بعض علماء ربانیین نے حوادث زمانہ اور کائنات میں رونما ہونے والے واقعات کا استخراج اسی سورہ فاتحہ سے ثابت کیا ہے۔ غرضیکہ یہ سورت عرفان کا خزانہ اور عالم امکان میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے سب کی لوح محفوظ ہے اور کتاب اللہ اور سنت کی روشنی میں یہ بیان بعد از صواب نہیں۔ قرآن مجید میں ہے وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ہم نے آپ پر کتاب نازل کی جو ہر شے کا واضح بیان ہے اور ظاہر ہے کہ سورہ فاتحہ میں قرآن کے تمام علوم موجود ہیں لیکن ان علوم کا استخراج ہر شخص کے لئے ممکن نہیں یہ صرف ان لوگوں کا کام ہے جن کے بارے میں فرمایا گیا۔ اَمَّنْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ فَهُوَ عَلٰى نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ٥ جن کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا اور وہ اپنے رب کی طرف سے نور عظیم پر ہیں اور جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰهِ ٥ مومن کی فراست سے ڈرو اس لئے کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ اس نور عظیم اور نور فراست کے حاملین اکمل طور پر علماء ربانیین ہی ہیں جو سورہ فاتحہ سے جملہ علوم نکال سکتے ہیں اس سے یہ نکتہ بھی ثابت ہوا کہ جب علماء ربانیین پر سورہ فاتحہ سے یہ تمام علوم منکشف ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر سورہ فاتحہ سے کتنے علوم کا انکشاف ہوا ہو گا۔ (التبیان، ص 37)

علامہ کاظمی صاحب نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا تعالیٰ کی معرفت کی دلیل قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ هُوَ الَّذِيْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى .... اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ کو اپنی معرفت کی روشن دلیل اور نعت عظمہ کی حیثیت

سے پیش فرما کر اپنے بندوں کو اپنی طرف بلایا گویا تمام دلائل معرفت کا مجموعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے۔ اسی طرح تمام نعمتوں کا خزینہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وجود اقدس ہے بلکہ کوئی دلیل جب تک انوار رسالت کی روشنی میں نہ دیکھی جائے معرفت کا فائدہ نہیں دیتی۔ یہی وجہ ہے کہ علوم عقلیہ میں مہارت تامہ رکھنے والے مشہور اکابر عقلاء وحکماء نے ان دلائل سے معرفت حاصل نہیں کی کیونکہ انہوں نے نور نبوت سے روشنی حاصل نہیں کی۔ یہ سب نعمتیں ہمارے لئے اسی وقت نعمت قرار پا سکتی ہیں جب ان کا حصول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت سے ہو اس کے بغیر کوئی نعمت حقیقی طور پر نعمت نہیں ہو سکتی بلکہ جس نعمت کا تعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات سے نہ ہو وہ زحمت بن جاتی ہے مثلاً مال و اولاد اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے الگ ہو کر یعنی زنا سود قمار بازی چوری لوٹ مار کے ذریعے حاصل کی جائیں تو وہ بظاہر نعمت ہونے کے باوجود حقیقتاً زحمت ہوں گی پھر یہ کہ یہ سب دلیلیں معرفت الٰہی کی خاموش دلیلیں ہیں یہی وجہ ہے کہ لوگ ان کی عبادت کرتے رہے اور یہ سب دلیلیں خاموش رہیں ناطق دلیل صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ ہے یا وہ دلیلیں جن کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے روحانی فیض سے ناطق بنا دیا ایمان کا تقاضا یہی ہے کہ تمام دلائل معرفت اور اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ سے حاصل کیا جائے۔

(التبیان، ص 94)

بیہقی وقت علامہ کاظمی نے فرمایا عالم دو ہیں ایک عالم کبیر جس میں تمام مخلوق ہے اور دوسرا عالم صغیر ہے اور وہ حضرت انسان ہے اور اس میں عالم کبیر کی مخلوقات کے نمونے موجود ہیں خدا فرماتا ہے۔ سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي

الْاٰفَاقِ وَفِیْۤ اَنْفُسِهِمْ ○ اس آیت میں عالم کبیر اور عالم صغیر کا ذکر کیا گیا اور آفاق عالم سے نفس انسانی کا تقابل کیا گیا جو ظاہر کرتا ہے کہ عالم کبیر کے سب حقائق عالم صغیر میں پائے جاتے ہیں جسے انسان سے تعبیر کیا گیا ہے خدا نے فرمایا وَفِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ اس کے تحت علامہ بیضاوی نے لکھا۔

اَیْ وَفِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اٰیَاتٌ اِذْ مَافِی الْعَالَمِ شَیْئٌ اِلَّا وَفِی الْاِنْسَانِ لَهٗ نَظِیْرٌ○

تمہاری جانوں میں تمام نشانیاں موجود ہیں اس لئے کہ سارے عالم میں ایسی کوئی شئے نہیں جس کی نظیر نفس انسانی میں موجود نہ ہو۔

علامہ نیشاپوری نے اپنی تفسیر غرائب القرآن میں لکھا ہے۔

وَذَالِكَ اَنَّ الْاِنْسَانَ عَالَمٌ صَغِیْرٌ فِیْهِ تَشَابَهٌ مِنَ الْعَالَمِ الْكَبِیْرِ○

انسان عالم صغیر ہے اور یہ عالم کبیر سے مشابہت رکھتا ہے۔

تفسیر روح المعانی میں ہے۔

اِذْ لَیْسَ فِی الْعَالَمِ شَیْئٌ اِلَّا وَفِیْ ذَاتِ الْاِنْسَانِ لَهٗ نَظِیْرٌ○

عالم (کبیر) میں کوئی شئے نہیں جس کی نظیر انسان میں نہ ہو۔

نوٹ:۔ عالم صغیر میں عالم کبیر کے تمام نمونے موجود ہیں۔ اگر اس حقیقت کی تفصیل درکار ہو تو فقیر کی کتاب "خدا کی ہستی کے دلائل" ملاحظہ فرمائیں۔ (ملتانی)

علامہ کاظمی صاحب نے فرمایا کہ شیطان نے کہا۔ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ○ (ترجمہ) اے اللہ تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور آدم کو مٹی سے بنایا۔

شیطان نے گویا اس طرف اشارہ کیا کہ آگ مٹی سے بہتر ہے لہٰذا میں آدم سے بہتر ہوں لیکن حقیقت یہ ہے مٹی آگ سے افضل ہے وجوہات ملاحظہ فرمائیں:۔

(۱) مٹی اپنی کثافت کی وجہ سے ان تجلیات کو اپنے اندر روک سکتی ہے جو اس پر وارد ہوتی ہیں بخلاف آگ کے کہ وہ کسی تجلی کو اپنے اندر نہیں روک سکتی۔

(۲) اگر کسی جگہ پانی میسر نہ ہو تو مٹی سے تیمم کر کے نماز ادا کی جا سکتی ہے یعنی مٹی آلہ طہارت ہے۔

(۳) ارکان نماز میں سے سجدہ سب سے افضل ہے کہ یہ قرب خداوندی کا سبب ہے اور سجدہ خاک پر کیا جاتا ہے نہ کہ آگ پر۔

(۴) آگ میں علو یعنی بلندی ہے جو سرکشی کی علامت ہے اور خاک میں تواضع اور عاجزی ہے۔

(۵) عمارتی لکڑی زمین سے پیدا ہوتی ہے نہ کہ آگ سے بحری جہاز لاکھوں من سامان بذریعہ سمندر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے ہیں اور بحری جہاز زمین سے پیدا ہونے والی لکڑی سے بنتے ہیں۔

(۶) اگر زمین کے سینے پر ہل چلا کر اس میں کاشت کی جائے اور کاشتکار اس میں گندگی بھی ڈال دے تو اس کے بدلے میں وہ پھول اور گلستان پیدا کر دیتی ہے۔

(۷) انسانی روزی زمین کی مٹی سے پیدا ہوتی ہے بلکہ تمام جانداروں کی غذا کا مخزن زمین ہے نہ کہ آگ۔

(۸) جملہ پھلدار درخت زمین سے پیدا ہوتے ہیں اور پھل انسانی صحت میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔

(۹) خلیفۃ اللہ کا مٹی سے پیدا ہونا مٹی کی شرافت کی چمکتی ہوئی دلیل ہے۔

(التبیان، ص 134)

علامہ کاظمی نے فرمایا کفر اعتقادی کی چار اقسام ہیں۔

(۱) اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہونے کی معرفت نہ ہو اور تصدیق قلبی بھی نہ ہو تو اس وقت زبان سے انکار کرنا کفر انکاری ہے۔

(۲) اگر معرفت ہے مگر تصدیق قلبی نہیں تو زبان سے انکار کرنا کفر جحودی ہے۔

(۳) اگر زبان کا انکار اور دل کا انکار عداوتِ نبوت کی بنا پر ہے تو یہ کفر عنادی ہے۔

(۴) دل سے تکذیب رسالت اور زبان سے اقرار کفر نفاقی ہے۔

(التبیان، ص170)

حضرت العلام مولانا احمد سعید کاظمی صاحب نے فرمایا کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی کتاب تورات لے کر میقات سے واپس تشریف لائے تو انہوں نے اپنی قوم کو بچھڑے کی پوجا میں مبتلا پایا۔ آپ نے بحالت غضب تورات کی تختیاں ڈال دیں اور قوم کو سخت ملامت اور زجر و توبیخ فرمائی اور شدت غضب کی حالت میں ہارون علیہ السلام کی داڑھی پکڑ لی اور سر کے بال پکڑ کر انہیں اپنی طرف کھینچا۔ حضرت ہارون علیہ السلام نے کہا میرے بھائی قوم نے مجھ پر انتہائی سرکشی اختیار کی یہاں تک کہ مجھے قتل کرنے کے درپے ہو گئے۔ آپ دشمنوں کو مجھ پر نہ ہنسائیں اور مجھے ظالم لوگوں میں شامل نہ کریں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غصہ فرو ہو گیا اور انہوں نے دعا کی اے اللہ مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل فرما تو سب پر رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا غضب محض اللہ کے لئے تھا۔ جس نفسانیت کا کوئی شائبہ قطعاً شامل نہ تھا اسی لئے ان کا کوئی فعل اللہ کے نزدیک قابل مواخذہ نہ ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے محبوب بندے جو نفسانیت سے بالکل پاک ہوتے ہیں ان کا غضب خواہ بمقتضائے بشریت ہی کیوں نہ ہو۔

ہوائے نفس سے پاک ہونے کی وجہ سے ان کے حق میں موجب مذمت اور قابل مواخذہ نہیں ہوتا اور جس پر ایسے غضب کا اظہار کیا جائے اگر وہ بے گناہ ہو تو اس کی بھی مذمت نہیں کی جاسکتی جیسے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ناراض ہونا دونوں میں سے کسی کے حق میں موجب مذمت اور ندامت نہیں۔ یہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام حضرت ہارون علیہ السلام سے راضی ہو گئے اور وہاں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے راضی ہو گئیں۔ فتح الباری میں بروایت بیہقی منقول ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عیادت کو حاضر ہوئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدی فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمہاری عیادت کو آئے ہیں اور اجازت کے طالب ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کیا آپ پسند فرماتے ہیں کہ میں انہیں اجازت دے دوں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہاں چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے انہوں نے حضرت سیدہ کو راضی کر لیا۔ (التبیان، ص 204)

شیخ الحدیث والتفسیر مولانا احمد سعید کاظمی نور اللہ مرقدہ نے فرمایا۔

معصیت کا حیلہ بھی معصیت ہی ہے نیز ہر وہ حیلہ جو اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کے ابطال کے لئے یا اس کے ذریعے کسی کی حق تلفی مقصود ہو یقیناً حرام ہو گا لیکن گناہ سے بچنے اور فعل حرام کے ارتکاب سے محفوظ رہنے کے لئے بطریق مباح اگر کوئی حیلہ کیا جائے تو وہ پہلے بھی جائز تھا اور آج بھی ہماری شریعت میں جائز ہے۔

سیدنا حضرت ایوب علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ جو ان کی طویل اور شدید علالت کے زمانہ میں تنہا ان کی تیمارداری کے فرائض انجام دیتی تھیں۔ انہیں کی خدمت گزاری کے کام میں مصروف رہنے کا باعث کچھ تاخیر سے حاضر ہوئیں۔

محض اس معمولی سی فروگذاشت پر ایوب علیہ السلام نے قسم کھا لی اگر میں صحت یاب ہو گیا تو اپنی زوجہ بی بی رحمت کو سو کوڑے ماروں گا۔ ان کی شریعت میں چونکہ قسم توڑنے کا کفارہ نہ تھا۔ اس لئے شفایاب ہونے کے بعد انہیں فکر لاحق ہوئی کہ اگر میں اپنی قسم پوری کرتا ہوں تو میری خدمت گزار اور وفادار اور بے گناہ بیوی کو سو کوڑے مارنے سے اذیت ہو گی اور اگر کوڑے نہیں مارتا تو میری قسم ٹوٹ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کو گناہ سے اور بے گناہ بیوی کو اذیت سے بچانے کا ایک حیلہ بتا دیا ارشاد ہوا۔

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَلَا تَحْنَثْ ۝

اپنے ہاتھ میں ایک مٹھا لے کر اس کے ساتھ ماریں اور اپنی قسم میں حانث نہ ہوں۔

یعنی پتلی پتلی سو شاخوں پر مشتمل ایک مٹھا ہاتھ میں لیں صرف ایک مرتبہ اپنی زوجہ کو ماریں اس طرح آپ کی قسم پوری ہو جائے گی اور آپ کی بے گناہ زوجہ سو کوڑوں کی اذیت سے محفوظ رہیں گی۔

حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اس حیلہ پر عمل کیا ہے۔ ایک انتہائی کمزور بیمار مسلمان نے ایک کنیز کے ساتھ بدکاری کا ارتکاب کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حد زنا قائم کرنے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ سو کوڑوں کی مار برداشت نہیں کر سکتا اگر ہم نے اس پر حد قائم کی وہ مر جائے گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کھجور کے درخت کا ایک خوشہ لے آؤ جس میں پتلی پتلی سو شاخیں ہوں وہ اسے ایک مرتبہ مارو اور بس۔ (التبیان، ص228)

حیلہ کی اس قسم پر کچھ مزید دلائل پیش کیے جاتے ہیں۔

دلیل اول:

حضرت یوسف علیہ السلام اپنے بھائی بنیامین کو اپنے پاس رکھنا چاہتے تھے تو ان کے شاہی کارندوں نے شاہی پیمانہ بنیامین کے سامان میں رکھ دیا اور اس ملک کا قانون یہ تھا کہ جس شخص کے پاس سے مال مسروقہ برآمد ہو تو بطور سزا اس شخص کو مالک کے حوالے کر دیا جاتا تھا سو جب بنیامین کے سامان سے وہ پیمانہ برآمد ہوا تو اس کو حضرت یوسف علیہ السلام کے حوالے کر دیا گیا خدا فرماتا ہے۔

كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ

اسی طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو تدبیر بتائی وہ اپنے کو شاہی قانون کی وجہ سے نہیں لے سکتے تھے مگر یہ کہ اللہ چاہے۔

دلیل دوم:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک شخص کو عامل بنا کر خیبر بھیجا وہ بہت عمدہ کھجوریں لے کر آیا۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھا کیا خیبر کی تمام کھجوریں ایسی ہیں اس نے کہا نہیں بخدا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم دو صاع کھجوریں دے کر ایک صاع ایسی کھجوریں لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو سب کھجوریں درہموں کے بدلے فروخت کر دو پھر درہموں سے عمدہ کھجوریں خدید لو۔

(بخاری شریف، جلد 1، ص 293)

دلیل سوم:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آ کر عرض کی میں فاقہ سے ہوں آپ نے اپنی کسی زوجہ کی طرف پیغام بھیجا انہوں نے کہا اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میرے پاس تو پانی کے سوا کچھ نہیں پھر آپ نے دوسری زوجہ کے پاس پیغام بھیجا انہوں نے بھی اسی طرح کہا حتیٰ کہ سب نے یہی کہا قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میرے پاس تو پانی کے سوا کچھ نہیں۔ بالآخر آپ نے فرمایا جو شخص آج رات اس آدمی کو مہمان بنائے گا اللہ تعالیٰ اس پر رحمت فرمائے گا۔ انصار میں سے ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کو میں مہمان بناؤں گا وہ شخص اس مہمان کو اپنے گھر لے گیا اور بیوی سے پوچھا تمہارے پاس کوئی چیز ہے بیوی نے کہا صرف بچوں کا کھانا ہے اس نے کہا بچوں کو کسی چیز سے بہلا دو جب ہمارا مہمان آئے تو چراغ بجھا دینا اور اس پر یہ ظاہر کرنا کہ ہم کھانا کھا رہے ہیں۔ جب وہ کھانا کھانے لگے تو تم چراغ کے پاس جا کر اسے بجھا دینا پھر وہ سب بیٹھ گئے اور مہمان نے کھانا کھایا جب صبح کو وہ نبی کے پاس پہنچا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

عَجَبَ اللّٰهُ مِنْ صَنِيْعِكُمَا بِضَيْفِكُمَا اللَّيْلَةَ ۝

ترجمہ: تم نے مہمان کے ساتھ جو سلوک کیا اللہ اس پر بہت خوش ہوا۔

(مسلم شریف)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ:

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات زاہدانہ زندگی گزارتی تھیں جیسا کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سب کے گھروں میں سوائے پانی کے کچھ نہ تھا۔

(۲) معلوم ہوا کہ کسی شخص کی مہمان نوازی کے لئے قوم کے سردار کو ابتدا کرنی چاہیے۔

(۳) مہمان کی تعظیم و توقیر اور اس کے لئے ایثار کرنا چاہیے۔

(۴) انصاری کی بیوی نے چراغ اس لئے بجھا دیا کہ مہمان یہ سمجھے کہ وہ بھی کھانا کھا رہے ہیں اس میں حیلہ کرنے کا جواز اور ثبوت ہے۔

(۵) خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب عطا فرمایا ہے کہ جو کچھ انصاری اور اس کی بیوی نے کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خبر کی دے دی۔

دلیل چہارم:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا میں نے قسم کھائی ہے کہ اگر میں نے اپنے بھائی سے بات کی تو میری بیوی کو تین طلاقیں ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اپنی بیوی کو ایک طلاق بائن دے دو اور اپنے بھائی سے کلام کرلو اور بیوی سے دوبارہ نکاح کرلو۔

(المبسوط، جلد 30، ص209)

دلیل پنجم:

زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے اگر کوئی شخص کسی کا مثلاً ہزار روپے کا مقروض ہے اور اس نے ہزار روپے زکوٰۃ میں نکالنے ہیں تو وہ اپنا قرض کس طرح وصول کرے تو اس کے جواز کا حیلہ یہ ہے وہ اپنے مقروض کو جو صاحب نصاب نہ ہو اپنی زکوٰۃ دے اور اس کا مالک بنا دے پھر اس مقروض سے اپنا قرض وصول کرے اگر نہ دے تو اس سے چھین لے کیونکہ وہ اپنا بعینہ قرض وصول کرنے میں

کامیاب ہو گیا ہے اور اگر زکوٰۃ کی رقم سے کسی غریب کا کفن بنانا ہو تو کسی غریب کو زکوٰۃ کی رقم دے دے پھر وہ شخص اس کو کفن پہنا دے اس میں دونوں کو ثواب ملے گا۔ (درمختار، جلد2، ص12)

حضرت رازیٔ دوراں غزالیٔ زماں نے ایک جگہ فرمایا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ وَمَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ o اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر رحمت تمام جہانوں کے لئے روح المعانی میں اس کے تحت فرمایا گیا۔ تمام جہانوں کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کل ممکنات پر ان کی قابلیت اور استعداد کے مطابق فیض الٰہی کا واسطہ عظمیٰ ہیں اس لئے آپ کا نور اول مخلوقات ہے۔

ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اصل کائنات ہیں اور تمام عالم پر فیض الٰہی کا واسطہ ہیں اور تمام عالم کے جمیع افراد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی فرع ہیں۔ پس جس طرح درخت کی ہر شاخ پر پتے بلکہ اس کے ہر جزو میں اصل ہی کا ظہور ہوتا ہے۔ اسی طرح تمام جہانوں یعنی ماسوی اللہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی نورانیت اور روحانیت مقدسہ جلوہ گر ہو گی اور عالم کا ذرہ ذرہ روحانیت اور نورانیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی جلوہ گاہ قرار پائے گا۔

(تسکین الخواطر، ص49)

نیز جس طرح درخت کی تمام شاخیں جڑ سے حیات نباتی حاصل کرتی ہے اسی طرح عالم امکاں کا ہر فرد حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ہر قسم کے فیوض و برکات اور حیات کا استفادہ کرتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہر فرد ممکن کو اس کے حسب حال حیات واقعی عطا فرماتے ہیں اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ حضور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ہر ذرے کی طرف توجہ فرماتے ہیں اور ہر

ایک کو اس کے حسب حال فیض رسانی فرماتے ہیں۔

(السعید حیاۃ النبی نمبر، ص 11)

ان دونوں عبارات سے ثابت ہوا کہ حضور نورانیت و روحانیت کے اعتبار سے ہر جگہ موجود ہیں نیز جس کو جو نعمت مل رہی ہے وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے مل رہی ہے اور آپ کائنات کی روح ہیں ہر ایک کو زندگی کا قیمتی سرمایہ آپ ہی کے واسطہ سے مل رہا ہے۔

حیات محمدی کی جامعیت:

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام جہانوں کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا۟ۙ

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل کیا تا کہ وہ تمام جہانوں کا نذیر بن جائے اور خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ كَآفَّةًo رسالت رسول اور مرسل الیہ کے مابین ایک علمی اور عملی قسم کا مخصوص رابطہ ہے جس کے بغیر رسالت کا کوئی تصور قائم نہیں ہوسکتا یہ الگ بات ہے کہ مختلف جہانوں کے مرسل الیہم کے احوال و کیفیات کے اختلاف اور تفاوت کی وجہ سے اس رابطہ اور تعلق کی نوعیت مختلف اور جداگانہ ہو لیکن فی نفسہ اس تعلق کا وجود رسالت کے لئے ضروری ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسی وقت تمام جہانوں کے رسول ہو سکتے ہیں جبکہ ان کا یہ رابطہ ہر جہان والوں کے ساتھ قائم ہو علمی اور عملی رابطہ حیات کا مقتضی ہے اس لئے عموم رسالت کے اعتقاد کے ساتھ یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ایسی جامع اور کامل حیات کے ساتھ متصف ہیں جو ہر عالم کے حسب حال ہے۔

سردست ہم تین عالموں کو سامنے رکھتے ہیں دنیا برزخ اور آخرت عموم رسالت کا وصف دائمی ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں جلوہ گر تھے تب بھی تینوں عالموں کے رسول تھے اور برزخ میں جلوہ افروز ہو کر بھی حسب سابق تینوں جہانوں کے رسول ہیں اور عالم آخرت میں یہ عموم رسالت منفی نہیں ہوسکتا یہ الگ بات ہے کہ کسی وقت عالم آخرت کے علاوہ کوئی دوسرا عالم باقی نہ رہے کیونکہ یہ عدم بقاء عالم عموم رسالت پر اثر نہیں ڈال سکتا اس کی مثال تو ایسی ہے کہ جیسے چمکتے ہوئے سورج کے سامنے دس آئینے رکھ دیئے جائیں تو وہ سب اس کے نور سے چمک جائیں گے لیکن اگر ان سب کو یا ان میں سے بعض کو اُٹھا لیا جائے تو آفتاب کی چمک بدستور اپنے حال پر باقی رہے گی۔

مختصر یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ میں ہر وقت ہر عالم کے مناسب حیات کا پایا جانا ضروری ہے تا کہ مرسل الیہم کے ساتھ رسالت کا رابطہ قائم ہو سکے مثلاً اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں ہوں تو دنیا برزخ اور آخرت تینوں جہانوں کے مناسب حیات سے متصف ہوں گے اسی طرح برزخ میں رونق افروز ہوں تو برزخ دنیا اور آخرت کے لائق حیات کے حامل ہوں گے آخرت میں جلوہ گر ہوں تب بھی ایسی حیات سے موصوف ہوں گے جو ہر عالم کے حسب حال ہو۔

اللہ تعالیٰ نے باقی مخلوق کو خاص خاص ماحول کے مناسب حیات بخشی ہے چنانچہ پانی کی مخلوق آگ میں اور ہوا کی مخلوق پانی میں زندہ نہیں رہ سکتی حتیٰ کہ جبریل علیہ السلام کے لئے بھی ایک مخصوص ماحول کے آگے زندہ رہنا ممکن نہیں اسی لئے انہوں نے شب معراج عرض کر دیا۔

لَوْ تَجَاوَزْتُ اُنْمِلَةً لَاَحْتَرَقْتُ○ یعنی اگر اپنے ماحول سے ذرا بھی آگے بڑھوں تو جل کر خاک ہو جاؤں۔ مگر انبیاء علیہم السلام خصوصاً حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی حیات کاملہ عطا فرمائی گئی جو ہر عالم کے ہر ماحول سے پوری طرح مناسبت رکھتی ہے۔ اس کی وجہ وہی تعلق نبوت اور رابطۂ رسالت ہے جو عالم وعمل کی بنیادوں پر قائم ہوتا ہے اور علم وعمل ہی حیات ہے اس لئے جہاں تک ان کے علم وعمل کا تعلق ہوتا ہے وہاں تک ان کی حیات پہنچتی ہے دیکھئے قرآن مجید میں ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں بھی زندہ رہے اور اگر تسبیح کی شرط نہ پائی جاتی تو قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں ہی ٹھہرے رہتے۔

بخاری شریف میں حدیث موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ دو قبروں کے پاس سے گزرے۔ ان دونوں قبروں والوں کو عذاب ہو رہا تھا حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔ فَسَمِعَ صَوْتَا اِنْسَانَیْنِ یُعَذَّبَانِ فِیْ قُبُوْرِ ھِمَا○ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دو انسانوں کی آواز سنی جنہیں ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں ٹھہر گئے صحابہ کرام سے فرمایا ان دونوں اہل قبور کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی بات میں عذاب نہیں دیئے جا رہے۔ ایک ان میں سے پیشاب کرتے وقت چھینٹوں سے پرہیز نہیں کرتا تھا دوسرا چغل خوری کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کھجور کی ایک ٹہنی منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کئے دونوں قبروں پر ایک ایک ٹکڑا رکھا اور فرمایا جب تک یہ خشک نہ ہوں ان کی تسبیح کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان دونوں کے عذاب میں تخفیف فرمائے گا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عالم دنیا میں تشریف فرما تھے اور قبروں

والوں کو عالم برزخ میں عذاب ہو رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کی آواز اپنے مبارک کانوں سے سنی پھر یہ بھی بتا دیا کہ ان دونوں کو عذاب کس وجہ سے ہو رہا ہے۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسے دنیاوی حیات سے متصف ہیں اسی طرح برزخ والوں کی حیات سے بھی متصف تھے ورنہ اس عالم کی آوازوں کا سننا اور وہاں کے حقائق و رموز کا جاننا کوئی معنی نہیں رکھتا پھر کھجور کی ٹہنی کے دو ٹکڑے دونوں قبروں پر رکھ کر ان کی تسبیح کی وجہ سے قبروں والوں کے عذاب میں تخفیف کا اظہار فرمانا اپنے عمل سے انہیں فائدہ پہنچانا اہل برزخ سے یہ علم و عمل کا رابطہ اس امر کی روشن دلیل ہے کہ برزخ والوں کی حیات بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ میں پائی جاتی ہے۔

اس واقعہ میں ایک اور لطیف اشارہ پایا جاتا ہے اور وہ یہ کہ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام کے ساتھ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر دو معذب انسانوں کی آوازوں کو سن کر صحابہ کو بتایا۔ پھر اسباب عذاب کا اظہار فرما کر گویا اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ اے میرے صحابہ عالم دنیا میں اس وقت تمہارے ساتھ ہوں مگر یہ نہ سمجھنا کہ اس وقت میں اسی عالم میں صرف تمہارے ساتھ ہوں اس کے علاوہ اور کسی عالم میں کسی کے ساتھ نہیں بلکہ دنیا میں تمہارے ساتھ ہونے کے علاوہ عالم برزخ والوں کے ساتھ بھی ہوں اور ان کے حال سے باخبر ہوں اور ان کے دکھ درد میں ان کا حامی و مددگار ہوں نیز یہ کہ جس طرح دنیا میں رہ کر عالم برزخ والوں سے دور نہیں اسی طرح جب برزخ میں جلوہ گر ہوں گا تو تم سے دور نہ ہوں گا اور تمہارے حال سے بھی خبردار رہوں گا اور تمہارے دکھ درد میں تمہارا حامی و مددگار ہوں گا جیسے دنیا میں رہ کر عالم برزخ والوں کا حامی اور مددگار ہوں۔

اس کے بعد عالم آخرت کی طرف آیئے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی دنیاوی حیات میں جس طرح عالم برزخ کی حیات سے حامل تھے۔ اسی طرح عالم آخرت کی حیات بھی آپ میں پائی جاتی تھی۔ شب معراج حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آسمانوں پر جلوہ گر ہونا انبیاء کرام سے ملاقات فرمانا اور سفر معراج میں تمام پیش آنے والے واقعات اس امر کی روشن دلیل ہیں۔ اسی دنیاوی حیات کے ضمن میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حیات اخروی سے بھی متصف تھے۔ مختصر یہ کہ جس طرح عالم دنیا میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم برزخی اور اخروی حیات سے خالی نہ تھے اسی طرح اب عالم برزخ میں دنیاوی حیات سے خالی نہیں۔ (السعید حیاۃ النبی نمبر، ص 63)

نوٹ:۔ دو قبروں کو عذاب والی حدیث کے فوائد اور نکات معلوم کرنے کے لئے فقیر کی کتاب ''عقائد اہلسنت'' ملاحظہ فرمائیں۔

علامہ کاظمی صاحب کی اس تقریر دلپذیر سے معلوم ہوا کہ:

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے مثل انسان ہیں کیونکہ آپ میں بیک وقت تین عالموں کی حیات پائی جاتی ہے اور یہ بات آپ کی حیثیت کو دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔

(۲) آپ اپنی امت کے دکھ درد سے باخبر ہیں اور ان کے مصائب و آلام کو دور کرنے پر قادر ہیں۔

(۳) خدا تعالیٰ نے آپ کو علم غیب عطا فرمایا ہے۔

(۴) آپ کائنات کے ذرے ذرے کے رسول بن کر آئے ہیں آپ کی رسالت ساری مخلوقات کے لئے ہے۔

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے پوشیدہ اعمال سے بھی واقف

ہیں کیونکہ آپ نے دونوں اہل قبور کے اسباب عذاب کو بیان فرمایا۔

(۶) جیسے دنیا میں رہ کر برزخ والوں کی آواز سن سکتے ہیں اسی طرح برزخ میں رہ کر دنیا والوں کے درود وسلام کو بھی سن سکتے ہیں۔

علامہ کاظمی صاحب نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موت اور ہماری موت میں مندرجہ ذیل فرق ہے۔

(۱) حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا میں رہیں یا رفیق اعلیٰ کی طرف تشریف لے جائیں لیکن ہمیں دنیا میں رہنے یا آخرت کی طرف جانے میں کوئی اختیار نہیں ہوتا بلکہ ہم موت کے وقت سفر آخرت پر مجبور ہوتے ہیں۔

(۲) غسل کے وقت ہمارے کپڑے اتارے جاتے ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انہیں کپڑوں میں غسل دیا گیا جن میں آپ نے وصال فرمایا۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز جنازہ ہماری طرح نہیں پڑھی گئی بلکہ ملائکہ کرام اہل بیت عظام اور حضرات صحابہ نے جماعت کے بغیر الگ الگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نماز پڑھی اور اس میں معروف دعائیں بھی نہیں پڑھی گئیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف و توصیف کے کلمات طیبات عرض کیئے گئے اور درود شریف پڑھا گیا۔

(۴) ہمارے مرنے کے بعد جلد دفن کرنے کا تاکیدی حکم ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد سخت گرمی کے زمانے میں پورے دو دن کے بعد دفن کیئے گئے۔

(۵) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مدفن بحکم شرع وہی مقام رہا جہاں حضور

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وصال فرمایا ہمارے لئے یہ حکم نہیں۔

(٦) ہماری موت کے بعد ہماری میراث تقسیم ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس سے مستثنیٰ ہیں۔

(٧) ہمارے مرنے کے بعد ہماری بیویاں نکاح سے نکل جاتی ہیں لیکن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج مطہرات ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نکاح میں باقی ہیں اور ابد تک یہ حکم جاری ہے۔

(السعید حیاۃ النبی نمبر، ص68)

اب فقیر اس پر کچھ مزید فرق بیان کرتا ہے ملاحظہ فرمائیں۔

(١) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ تندرستی کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا نبی کی روح قبض نہیں ہوتی جب تک اپنا جنتی ٹھکانا نہ دیکھے جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر موت کے آثار ظاہر ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر غشی طاری ہوئی جب ذرا افاقہ ہوا تو آپ چھت کو دیکھنے لگے اور آپ نے فرمایا اَللّٰھُمَّ بِالرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی میں سمجھ گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا کہ نبی کی روح قبض ہونے سے قبل نبی اپنا جنتی ٹھکانا دیکھ لیتا ہے جبکہ عام مسلمان کو یہ اعزاز حاصل نہیں۔

(دلائل النبوت، جلد7، ص208۔ بخاری مصری، جلد3، ص96)

(٢) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دروازے پر ملک الموت نے اجازت لی جبکہ عامۃ الناس سے اجازت نہیں لی جاتی۔

(٣) عام مسلمان کی وفات کے بعد غسل دیتے وقت پیٹ پر ہاتھ پھیرا جاتا ہے تاکہ کوئی غلاظت وغیرہ ہو تو باہر نکل آئے اگر ایسا نہ کیا جائے تو بعد میں کفن خراب ہونے کا خطرہ ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو غسل دیا گیا، حضرت

عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیٹ پر ہاتھ پھیرا لیکن کچھ نہ نکلا عرض کی طِبْتَ حَیّاً وَمَیِّتاً بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کستوری کی طرح خوشبو پھیلی اور سارا گھر معطر ہو گیا۔ (المبسوط، جلد 2، ص 59)

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا گیا آپ کو غسل کون دے گا فرمایا میرے اہلبیت کے مرد۔ (زرقانی، جلد 8، ص 269)

چنانچہ آپ کو حضرت علی، حضرت عباس رضی اللہ عنہم نے غسل دیا اور حضرت فضل بن عباس رضی اللہ عنہ ان کی مدد کرتے تھے اور حضرت قثم بن عباس، اسامہ بن زید اور شقران رضی اللہ عنہم اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ کر پانی دیتے تھے لیکن پردے کے پیچھے سے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو میرے ستر کو دیکھ لے گا وہ اندھا ہو جائے گا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم ایسا نہ کرو گے اس لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آنکھوں پر پٹی نہ باندھی۔

(زرقانی، جلد 8، ص 289)

عام لوگوں کو وفات کے بعد غسل دیا جائے تو آنکھوں پر پٹی نہیں باندھی جاتی۔

(۵) وفات کے بعد میت کو صرف ایک بار غسل دیا جاتا ہے لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین مرتبہ غسل دیا گیا۔ ایک مرتبہ سادہ پانی سے دوسری مرتبہ بیری کے پانی سے اور تیسری مرتبہ کافور اور پانی سے۔ (زرقانی، جلد 8، ص 289)

(۶) عام لوگوں کی وفات پر حضرت خضر علیہ السلام تشریف نہیں لاتے لیکن جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وصال ہوا ہے تو صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گرد جمع ہو کر بغیر آواز کے رو رہے ہیں ایک لمبے بال والا آدمی آیا اس کی چادر اس کے کندھے پر تھی اور اس نے آ کر دروازے کی چوکھٹ کو پکڑ لیا اور

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات پر رویا پھر صحابہ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا ہر مصیبت پر تعزیت ہے اور ہر فنا کا عوض ہے بعد ازاں چلا گیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس آدمی کو واپس لاؤ لوگوں نے اسے دائیں بائیں دیکھا مگر وہ نظر نہ آیا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ حضرت خضر علیہ السلام تھے جو تعزیت کے لئے آئے تھے۔ (زرقانی، جلد 8، ص276)

(۷) حضرت ام سلمہ فرماتی ہیں کہ جس دن حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی میں نے اپنا ہاتھ آپ کے سینے پر رکھا کئی جمعوں تک میرے ہاتھ سے خوشبو آتی رہی حالانکہ میں کھانا کھاتی وضو بھی کرتی رہی لیکن میرے ہاتھ سے کستوری کی خوشبو زائل نہیں ہوئی۔ (خصائص کبریٰ، جلد 2، ص715)

جبکہ عام لوگوں کو یہ شرف حاصل نہیں ہوتا۔

(۸) عام لوگوں کی وفات پر ملک الموت روتا نہیں لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ملک الموت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مبارک قبض کی اور وہ آسمان کی طرف گئے تو وہ رو رہے تھے اور قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا میں نے ملک الموت کی آواز سنی وہ کہہ رہا تھا وَامُحَمَّدَاہُ۔ (خصائص کبریٰ، جلد 2، ص716)

(۹) ہم میں سے اگر کوئی فوت ہو جائے تو وفات کے بعد اس میں خود بخود حرکت کرنے کی طاقت نہیں ہوتی لیکن حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب غسل دیتے وقت ہم آپ کے کسی عضو کو اُٹھانا چاہتے تو وہ خود بخود اُٹھ جاتا تھا۔ (خصائص کبریٰ، جلد 2، ص720۔ دلائل النبوت، جلد 7، ص244)

علامہ کاظمی صاحب کی کتاب معراج النبی سے کچھ فوائد معراج ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات مقدسہ ایک مستقل معجزہ ہے:

معجزہ کے معنی یہ ہیں کہ دعوائے نبوت کے ساتھ اس کی ذات سے ایسے کام یا صفت کا ظاہر ہونا جو عادت کے خلاف ہو اور مخلوقات میں ۔ سے کوئی شخص ایسا کام نبی کے مد مقابل ہو کر نہ کر سکے اسے معجزہ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ صفت مدمقابل کو نبی کے سامنے عاجز کر دیتی ہے۔ جب تک کوئی کام خلاف عادت نہ ہو تو معجزہ نہیں ہو سکتا مثلاً انسان اور بشر کے لئے یہ عادت جاری فرمائی ہے کہ وہ زمین پر ٹھہرے گا ہوا میں سانس لے کر زندہ رہے گا جسمانی اور مادی غذا کے بغیر زندہ نہ رہے گا وہ زمین پر ہی چلے گا آسمان پر جانا اس کے لئے خرق عادت اور خلاف عادت ہے۔

اسی طرح نورانی مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ عادت مقرر فرمائی ہے کہ چشم زدن میں آسمانوں سے زمینوں پر آئے اور آن واحد میں زمینوں سے آسمانوں پر جائے مادی غذا گوشت روٹی وغیرہ نہ کھائے پانی پینا اور ہوا میں سانس لینا نورانی مخلوق کی عادت نہیں نوری شخص آگ پانی ہوا کے بغیر بھی زندہ رہ سکتا ہے اس لئے زمین پر چلنا روٹی کھانا پانی پینا ہوا میں سانس لینا سب خرق عادت خلاف عادت ہیں۔

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نے بشریت بھی عطا فرمائی اور نورانیت بھی آیت قرآنیہ قُلْ اِنَّمَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ اور حدیث شریف فَاَنَا بَشَرٌ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت کی دلیل ہے اور قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ آیت قرآنیہ اور اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ نُوْرًا حدیث حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کی دلیل ہے جب دونوں صفتیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ثابت ہوگئیں اور یہ

امر بھی ثابت ہو گیا کہ جس طرح آسمانوں پر تشریف لے جانا مادی غذا کھائے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زندہ رہنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بشریت مطہرہ کے لئے خرق عادت ہونے کی بنا پر بہت بڑا کمال اور عظیم الشان معجزہ ہے بالکل اسی طرح حضور علیہ السلام کا کھانا پینا چلنا پھرنا اور دیگر اوصاف بشریت کا ذات مقدسہ میں پایا جانا حضور علیہ السلام کی نورانیت کے لئے خرق عادت ہونے کی وجہ سے معجزہ ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ نورانی اوصاف بشریت کے اعتبار سے معجزہ ہیں اور بشری اوصاف نورانیت کے لحاظ سے معجزہ ہیں اور آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات پاک بشریت اور نورانیت کی جامع ہونے کی وجہ سے سراپا معجزہ ہے۔ (معراج النبی، ص 64)

دیئے معجزے انبیاء کو خدا نے
ہمارا نبی معجزہ بن کے آیا

(۲) صفات خداوندی سے متصف:

معراج کی رات جب محبوب خدا اسماء الٰہیہ کی بارگاہ سے گزرے تو ان اسماء کی صفات سے متصف ہو گئے۔

فَاِذَا مَرَّ عَلَی الرَّحِیْمِ کَانَ رَحِیْمًا اَوْعَلَی الْغَفُوْرِ کَانَ غَفُوْرًا اَوْعَلَی الْکَرِیْمِ کَانَ کَرِیْمًا اَوْعَلَی الْحَلِیْمِ کَانَ حَلِیْمًا اَوْعَلَی الشَّکُوْرِ کَانَ شَکُوْرًا اَوْ عَلَی الْجَوَادِ کَانَ جَوَادًاO

جب رحیم پر گزرے تو رحیم ہو گئے اور الغفور الکریم الحلیم الشکور الجواد پر گزرے تو غفور کریم حلیم شکور اور جواد ہو گئے۔ (معراج النبی، ص 41)

وہ نامی کہ نام خدا نام تیرا
رؤف و رحیم علیم و علی ہے

(۳) آن واحد میں دو مقام پر موجود ہونا:

غزالیٔ دوراں نے امام شعرانی کے حوالے سے لکھا ہے۔

مِنھَا شُھُوْدُ الْجِسْمِ الْوَاحِدِ فِیْ مَکَانَیْنِ فِیْ آنٍ وَّاحِدٍ۔

یعنی آن واحد میں ایک جسم کا دو جگہ حاضر ہونا اس کے بعد امام شعرانی فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے آدم علیہ السلام کو دیکھا، موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا اور اپنے اس کلام میں اطلاق رکھا اور روح کی قید لگا کر یہ نہیں فرمایا کہ میں نے آدم علیہ السلام کی روح اور موسیٰ علیہ السلام کی روح کو دیکھا۔ مسجد اقصیٰ کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آسمان پر جن موسیٰ علیہ السلام سے دوبارہ ملاقات کی وہ بعینہ وہی موسیٰ علیہ السلام ہیں جو اپنی قبر شریف میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے تو اے وہ شخص جو ایک جسم کے بیک وقت دو جگہ ہونے کا منکر ہے اس حدیث معراج پر تیرا ایمان کس طرح ہوگا۔ (معراج النبی، ص 39)

(۴) وسیلہ:

معراج کی رات حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نمازوں میں تخفیف طلب کرنے کا مشورہ دیا اس واقعہ میں حکمت یہ تھی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ظاہری حیات کے بعد بھی ہم دنیا والوں کے فائدے کا وسیلہ بن گئے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں اہل قبور خواہ انبیاء علیہم السلام ہی کیوں نہ ہوں دنیا والوں کو کسی قسم کا فائدہ نہیں پہنچا سکتے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت

بالغہ سے اس قول کو رد فرما دیا اور وہ اس طرح کہ پنتالیس نمازیں معاف فرمانے والا اللہ تعالیٰ ہے اور معاف کرانے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معافی کے لئے بھیجنے والے اور معافی کا وسیلہ بننے والے حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جو صاحب قبر ہیں اور غالباً اسی حکمت کو ظاہر فرمانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا فَاِذَا هُوَ قَائِمٌ یُصَلِّیْ فِیْ قَبْرِہٖ کہ جب میں مسجد اقصیٰ جا رہا تھا تو میں نے موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے ہیں۔ خاص طور پر لفظ قبر فرمانے میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ اہل دنیا کو اہل قبور کا فائدہ پہنچانا ثابت ہو جائے اور وہ فائدہ بھی ایسا کہ تمام دنیا والے مل کر وہ فائدہ کسی کو نہیں پہنچا سکتے اگر سارا جہان بھی زور لگا لے تو فرائض کا ایک سجدہ بھی کم نہیں کرا سکتا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بالواسطہ پنتالیس نمازیں معاف کرا دیں۔ (معراج النبی، ص 37)

(۵) حیات النبی:

معراج کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شق صدر ہوا اس میں حکمت بلیغہ یہ تھی کہ صحابہ کرام کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات بعد الممات پر دلیل قائم ہو جائے اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ عادۃً بغیر روح کے جسم میں حیات نہیں ہوتی لیکن انبیاء علیہم السلام کے اجسام مقدسہ قبض روح کے بعد بھی زندہ ہوتے ہیں چونکہ روح حیات کا مستقر قلب انسانی ہے لہٰذا جب کسی کا دل اس کے جسم سے باہر نکال لیا جائے تو وہ زندہ نہیں رہتا لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قلب مبارک سینہ اقدس سے باہر نکالا گیا پھر اسے شگاف دیا گیا اور وہ منجمد خون جو جسمانی اعتبار سے دل کے لئے بنیادی حیثیت رکھتا ہے

صاف کر دیا گیا۔ اس کے باوجود بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدستور زندہ رہے جو اس امر کی روشن دلیل ہے کہ قبض روح مبارک کے بعد بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زندہ ہیں کیونکہ جس کا دل بدن سے باہر نکال لیا جائے اور وہ پھر بھی زندہ رہے اگر اس کی روح قبض ہو کر باہر ہو جائے تو وہ کب مردہ ہو سکتا ہے۔
(معراج النبی، ص34)

(۲) نورانیت:

جو بشریت عیوب و نقائصِ بشریت سے پاک ہو اس کا ہونا نورانیت کے منافی نہیں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور سے مخلوق فرما کر مقدس اور پاکیزہ بشریت کے لباس میں مبعوث فرمایا شق صدر ہونا بشریت مطہرہ کی دلیل ہے اور باوجود سینہ چاک ہونے سے خون نہ نکلنا نورانیت کی دلیل ہے۔

فَلَمْ يَكُنِ الشَّقُّ بِاٰلَةٍ وَلَمْ يَسِلِ الدَّمُ ۝

شق صدر کسی آلہ سے نہ تھا نہ اس شگاف سے خون بہا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خلقت نور سے ہے اور بشریت ایک لباس ہے اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ جب چاہے اپنی حکمت کے مطابق بشری احوال کو نورانیت پر غالب کر دے اور جب چاہے نورانیت کو بشری احوال پر غالب کر دے بشریت نہ ہوتی تو ”شق“ کیسے ہوتا اور نورانیت نہ ہوتی تو آلہ بھی درکار ہوتا اور خون بھی ضرور نکلتا۔

جب کبھی خون بہا جیسے غزوۂ احد میں تو وہاں احوال بشریہ کا غلبہ تھا اور جب خون نہ بہا جیسے معراج کی رات شق صدر میں تو وہاں نورانیت غالب تھی۔
(معراج النبی، ص35)

علامہ کاظمی صاحب نے نورانیت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر معترضین کے اعتراضات کے جو دنداں شکن جوابات دیئے ہیں وہ ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض:

اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقی اور جسمانی نور ہیں تو توریت اور قرآن کو بھی حقیقی اور جسمانی نور سمجھنا چاہیے کیونکہ توریت کے بارے میں فرمایا گیا اِنَّآ اَنۡزَلۡنَا التَّوۡرٰىةَ فِيۡهَا هُدًى وَّ نُوۡرٌ اور قرآن کے بارے میں فرمایا گیا۔ وَاَنۡزَلۡنَاۤ اِلَيۡكُمۡ نُوۡرًا مُّبِيۡنًا ○ (تسکین الخواطر، ص89)

الجواب:

قرآن اور توریت کا نور ہونا مسلم ہے لیکن یاد رکھئے تمام کتب سماویہ پیغامات الٰہیہ ہونے کی حیثیت سے ذوات و اعیان نہیں بلکہ محض معانی ہیں اس لئے یہ امر بالکل ظاہر ہے کہ ان کی نورانیت معانی سے متجاوز ہو کر ذوات و اعیان کی حدود میں نہیں آسکتی لہٰذا نور سے مراد نور ہدایت ہی ہو سکتا ہے اگر وہ نور کے مفہوم کو اعیان و معانی کے لئے عام کر دیا جائے تو قرآن و توریت معانی کی بجائے ذوات و اعیان قرار پائیں گے جو بداہۃً باطل ہے۔ البتہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اعیان و معانی دونوں کے جامع ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس بھی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صفات مقدسہ بھی ہیں۔ ذات عین ہوتی ہے اور صفت معنی لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور بھی اعیان و معانی دونوں کا جامع ہوگا۔ (تسکین الخواطر، ص91)

اعتراض:

اگر حضور واقعی حقیقی اور جسمانی نور ہیں تو بخاری شریف کی اس حدیث کا

کیا جواب ہوگا جس میں صاف وارد ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رات کی تاریکی میں سوئی ہوئی ہوتی تھیں اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز پڑھ رہے ہوتے تھے اور تاریکی کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نقل وحرکت کا پتہ نہ چلتا تھا اور اس وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں جاتے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاؤں کو دبا دیتے تھے جس کی وجہ سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اپنا پاؤں سمیٹ لیتی تھیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ فرماتے تھے۔ (تسکین الخواطر، ص89)

الجواب:

جسمانی نور کے لئے یہ ہرگز لازمی نہیں کہ جہاں اس کا وجود ہو وہاں حس بصری سے محسوس ہونے والا اجالا بھی ضرور پایا جائے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تشریف فرما ہونے کے وقت کراماً کاتبین بھی یقیناً موجود ہوتے تھے اور ان کے جسمانی نور ہونے میں کوئی اختلاف نہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے خُلِقَتِ الْمَلَائِكَةُ مِنَ النُّوْرِ فرشتے نور سے پیدا کئے گئے لیکن اس کے باوجود کہ ملائکہ کرام جسمانی نورانیت رکھتے ہوئے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں موجود ہیں پھر بھی ظاہری آنکھوں سے نظر آنے والا اجالا نہیں ہوا اور اندھیرا ہی رہا۔ اب یا تو ملائکہ کی نورانیت جسمانیہ کا انکار کیجئے یا اعتراض کو غلط سمجھئے۔

حقیقت یہ ہے کہ نور کے ادراک کے لئے اس کے شایان شان نور کی ضرورت ہوتی ہے کسی نور کا ادراک اس وقت تک ناممکن ہے جب تک ادراک کرنے والے میں اس نور کے ادراک کرنے کے قابل نور نہ پایا جائے دیکھئے

ایک نابینا آفتاب مہتاب کے نور کا ادراک نہیں کر سکتا اس لئے کہ نابینا نور بصر سے محروم ہے بالکل اسی طرح ملائکہ کے نور کا ادراک اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کسی شخص کے اندر نور ملکیت علی وجہ الکمال نہ پایا جائے ادراک کے معنی احاطہ کے ہیں جو چیز جتنی زیادہ لطیف ہوگی اسی قدر احاطہ سے بعید ہوگی کسی لطیف شے کے عدم ادراک کی یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ ادراک کرنے والے کے اندر وہ لطیف نور موجود نہیں جو اس لطیف شے کا ادراک کر سکے ملائکہ کا نور آفتاب مہتاب کے نور سے زیادہ لطیف ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور مبارک ملائکہ بلکہ جمیع انوار لطیف سے لطیف بلکہ الطف ہے جب ہماری آنکھوں کا نور ملائکہ کے نور کا ادراک کرنے سے عاجز ہے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو کون ادراک کر سکتا ہے۔ (تسکین الخواطر، ص92)

اعتراض:

اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جسمانی طور پر نور ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرح نور ہوتی کیونکہ ہر ایک کی اولاد اس کی جنس سے ہوتی ہے لیکن ظاہر ہے کہ سادات کرام عام انسانوں کی طرح بشر ہیں۔ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھوک پیاس راحت و آرام تکلیف و مشقت صحت و مرض حتیٰ کہ خون بہنے کے عوارض بھی لاحق ہوئے۔ یہ سب حالات نورانیت کی تردید کرتے ہیں علاوہ ازیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشریت سے نکال کر نورانیت کی طرف لے جانا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں گستاخی ہے اس لئے کہ بشر کا مرتبہ نور سے زائد ہے تمام نوری مخلوق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کم رتبہ رکھتی

ہے اگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نور کہا جائے تو آقا کو ماتحت اور سردار کو غلام بنانے کے مترادف ہے۔ (تسکین الخواطر، ص90)

الجواب:

حقیقت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد یقیناً نور کی ہے مگر وہ نور ایسا نہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کی مثل ہو جائے کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے ہر کمال میں بے مثل ہیں اولاد کریمہ کی نورانیت علم وعمل ایمان وعرفان رشد وہدایت کے مرتبہ سے متجاوز ہو کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت مقدسہ کے مساوی نہیں ہوسکتی تا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بے مثل ہونا باطل ہو یوں کہیے کہ اولاد نور کی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود عین نور ہیں۔

تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا
تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھوک لگنا اور آپ کا کھانا پینا پھر صحت و امراض کا آپ پر طاری ہونا حتیٰ کہ زخمی ہو کر خون آلود ہونا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور ہونے کے منافی نہیں کیونکہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کے ساتھ ساتھ آپ کی بشریت مطہرہ کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ ذات اقدس میں نورانی اوصاف بتقاضائے نورانیت پائے جاتے ہیں اور بشری اوصاف بتقاضائے بشریت ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ نوری حقیقتوں کا بشری صورتوں میں ظاہر ہونا ایک ایسی ناقابل انکار حقیقت ہے جس کے ثبوت پر قرآن وسنت سے آفتاب نصف النہار سے زیادہ چمکتے ہوئے دلائل قائم ہیں۔ فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا حضور صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی بشریت ملائکہ کی ملکیت سے افضل واعلیٰ اور برتر و بالا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشریت ملی لیکن وہ بشریت جو نقائص بشریت سے پاک ہے۔ یوں کہیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت مقدسہ کو بے عیب بشریت کا لباس پہنا کر اس عالم میں مبعوث فرمایا گیا اور یہ بشریت اس لئے نہیں دی گئی کہ ہم اسے دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی مثل بشر کہیں بلکہ صرف اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جامعیت میں کسی قسم کی کمی باقی نہ رہے اور یہ حقیقت کی جامع ہے بالکل اسی طرح وہ ذات پاک عالم شہادت کے حقائق جسمیہ و ماہیت مادیہ کی جامعیت سے بھی متصف ہے اگر بشریت مطہرہ کے ساتھ ذات اقدس متصف نہ ہوتی تو انسانوں کو اپنی جسمانی زندگی کے ہر شعبہ میں رشد و ہدایت کی دولت سے کون سرفراز کرتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشری لباس میں تشریف لا کر انسانی زندگی کے ہر مرحلہ میں اپنی سیرت پاک کے وہ مقدس نمونے پیش فرما دیئے جو ابدالآباد تک بطور اسوۂ حسنہ آسمان ہدایت پر روشن ستاروں کی طرح چمکتے رہیں گے۔

بھوک پیاس وغیرہ جتنے اوصاف بشریہ کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت مقدسہ کے منافی قرار دیا جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات آسمانی کے عرصہ میں وہ سب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے یقیناً منتفی ہیں۔ اگر ان کا ثبوت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نورانیت کے منافی ہے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ان کا انتفاء یقیناً ان کی بشریت کی نفی کی دلیل ہوگا اور اگر یہ بشریت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دلیل نہیں تو وہ انتفاء نورانیت محمدی کی دلیل کیونکر قرار پا سکتا ہے۔

نیز ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بشریت سے نکالتے نہیں بلکہ ہمارا

عقیدہ تو یہ ہے کہ ہم آپ کی نورانیت کے ساتھ ساتھ بشریت کی صفت کے بھی قائل ہیں۔ (تسکین الخواطر، ص115)

اعتراض:

ترمذی شریف کی حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے نور ہونے کی دعا مانگی نور ہونے کی دعا اس امر کی روشن دلیل ہے کہ کم از کم دعا کرتے وقت تک تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور نہ تھے اگر نور ہوتے تو دعا کی حاجت نہ تھی۔ (تسکین الخواطر، ص117)

الجواب:

اگر بقول معترض دعا کرتے وقت تک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نور نہ تھے تو دعا کرنے کے بعد تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نورانیت کا انکار نہیں کیا جا سکتا نیز اگر کسی نعمت کے حصول کی دعا اس امر کی دلیل ہے کہ دعا کرتے وقت تک وہ نعمت حاصل نہیں تو دریافت طلب یہ امر ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ظاہری حیات کے آخری وقت تک اپنی ہر نماز میں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی دعا فرماتے رہے یا نہیں بجز اثبات کے اس کا کوئی جواب نہیں دیا جا سکتا یقیناً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آخری نماز میں بھی اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ پڑھا تو کیا نعوذ باللہ آخری وقت تک بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہدایت یافتہ نہ تھے۔ معلوم ہوا کہ جس طرح صراط مستقیم پر ہوتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ کی دعا فرمائی بالکل اسی طرح نور ہوتے ہوئے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ نُوْرًا کی دعا فرمائی۔

(تسکین الخواطر، ص117)

غزالیؒ زماں نے اہل سنت کے اس عقیدے "کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام دنیا کو اپنی نظر مبارک سے دیکھ رہے ہیں" کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔

یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا ○

اے غیب کی خبریں دینے والے ہم نے تمہیں شاہد بنا کر بھیجا۔

شاہد کے معنی حاضر و ناظر ہیں امام راغب اصفہانی نے مفردات کے ص269 پر لکھا۔

اَلشُّهُوْدُ وَالشَّهَادَةُ اَلْحُضُوْرُ مَعَ الْمُشَاهَدَةِ اِمَّا بِالْبَصَرِ اَوْ بِالْبَصِیْرَةِ ○

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بصر یا بصیرت کے مشاہدہ فرماتے ہوئے حاضر ہیں۔

اب رہا یہ سوال کہ یہ کس پر حاضر ہیں تو اس کا جواب علامہ ابو السعود نے یہ دیا کہ (اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا) عَلٰی مَنْ بُعِثْتَ اِلَیْهِمْ۔ اے نبی بیشک ہم نے بھیجا آپ کو شاہد (حاضر و ناظر) بنا کر ان سب پر جن کی طرف آپ رسول بنا کر بھیجے گئے اور رسول کن کے بنائے گئے تو حدیث مسلم کے یہ الفاظ ہیں کہ اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ کَآفَّةً میں تمام مخلوق کی طرف رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں لہٰذا ساری مخلوق پر شاہد اور حاضر و ناظر ہیں۔ (تسکین الخواطر، ص83)

پھلواروی نامی کسی دیوبندی نے درود تاج پر اعتراض کیا اس پر غزالیؒ زماں کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

درودِ تاج ہر طرح کی غلطی سے مبرّا ہے:

پھلواروی صاحب فرماتے ہیں "درود تاج اگر الہامی بھی ثابت کر دیا

جائے تو اس کی لسانی غلطی، غلطی ہی رہے گی اور لغوی غلطی کی طرح اعتقادی غلطی بھی غلطی کہی جائے گی۔ محض عوامی مقبولیت کسی چیز کی صحت کی ضمانت نہیں'' انتہیٰ۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے مضبوط دلائل کی روشنی میں ہم نے واضح کر دیا کہ درودِ تاج میں کوئی لسانی غلطی نہیں۔ رہی اعتقادی غلطی تو درودِ تاج اس سے بھی پاک ہے۔ دراصل پھلواروی صاحب کے دل میں "دَافِعِ الْبَلَاءِ وَالْوَبَاءِ وَالْقَحْطِ وَالْمَرَضِ وَالْاَلَمْ" کے الفاظ کانٹے کی طرح چبھ رہے ہیں جنہیں اب تک وہ الہامی سمجھتے رہے مگر بقول ان کے "مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَنِیْ مِنَ الْعِلْمِ" اچانک وہ انہیں مشرکانہ سمجھنے لگے مگر یہ بھی علم کی بجائے ان کی لاعلمی کا نتیجہ ہے۔

کوئی مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دافع حقیقی نہیں سمجھتا۔ دافعِ حقیقی صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم محض وسیلہ اور واسطہ ہونے کی حیثیت سے دافعِ مجازی ہیں۔ بایں طور کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دفعِ عذاب کا سبب ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔"وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ"(پ 9، الانفال) یعنی آپ کے ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ لوگوں کو عذاب نہیں دے گا۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دفعِ عذاب کا وسیلہ ہیں۔ نیز فرمایا۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ○ (پ9، الانفال)۔ اللہ تعالیٰ لوگوں کے استغفار کی وجہ سے بھی انہیں عذاب نہیں دے گا۔

استغفار بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے ملا۔ اس لئے جب تک مومنین کا استغفار ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا وسیلہ برقرار ہے۔ مدینہ دارالہجرۃ بننے سے پہلے یثرب کہلاتا تھا۔ یثرب کا ماخذ ثرب ہے یا تثریب۔ ثرب کے معنی ہیں فساد۔ وہاں کی ہر چیز فاسد تھی۔ جو وہاں آتا زہریلے بخار اور

شدید امراض میں مبتلا ہو جاتا تھا۔ اگر اتفاقاً کوئی وہاں پہنچ جاتا تو لوگ اسے ملامت کرتے کہ تو یہاں بیماریوں اور زہریلے بخاروں میں مبتلا ہونے آیا ہے۔ صحابۂ کرام جب وہاں ہجرت کر کے پہنچے۔ انہیں شدید ترین بخار لاحق ہوا۔ وہ بیماری کی حالت میں مکے کو یاد کر کے روتے تھے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لائے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کا یہ حال دیکھا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک قدموں کی برکت سے مدینہ کی بیماریاں دور ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ "غُبَارُ الْمَدِیْنَةِ شِفَاءٌ مِّنَ الْجُذَامِ" مدینے کا غبار جذام سے شفا ہے۔ (الوفاء لابن الجوزی جلد نمبر 10، ص 253۔ وفاء الوفاء جلد 1، ص 67) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل مدینے کی مٹی جذام کے لئے شفاء ہوگئی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل، بلاء، وباء، قحط، مرض اور الم کے دفع ہونے کی صداقت پر مندرجہ ذیل احادیث شاہد عدل ہیں۔

(۱) جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینے تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہم دونوں کو سخت بخار ہوگیا۔ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی۔ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بتایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ اِلَیْنَا الْمَدِیْنَةَ کَحُبِّنَا مَکَّةَ اَوْ اَشَدَّ حُبًّا وَصَحِّحْھَا وَبَارِکْ لَنَا فِیْ صَاعِھَا وَمُدِّھَا وَانْقُلْ حُمَّاھَا نَاجْعَلْھَا بِالْجُحْفَةِ۔

ترجمہ: یا اللہ مکے کی طرح مدینے کو ہمارا محبوب بنا دے۔ بلکہ مکے سے زیادہ اور مدینے کی آب و ہوا ہمارے لئے درست فرما دے اور اس کے صاع اور مُد

یعنی غلہ اور پھلوں میں ہمارے لئے برکت فرما اور مدینے کی بیماریاں (یہود کی بستی) حجفہ کی طرف منتقل کر دے۔ (بخاری جلد 1، ص559)

(۲) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں نے ایک سیاہ فام پراگندہ سر عورت کو خواب میں دیکھا جو مدینے سے نکل کر حجفہ میں پہنچ گئی۔ "فَاَوَّلْتُ اَنَّ وَبَاءَ الْمَدِيْنَةِ نُقِلَ اِلَيْهَا" میں نے اس کی یہ تعبیر کی کہ مدینے کی وباء حجفہ کی طرف چلی گئی۔ (بخاری جلد 2، ص1042)

(۳) یزید بن ابی عبید فرماتے ہیں۔ میں نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کی پنڈلی میں تلوار کی ضرب کا نشان دیکھا۔ اس نشان کے متعلق میں نے ان سے، پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ یہ تلوار کی اس ضرب کا نشان ہے جو مجھے خیبر میں لگی تھی۔ یہ ایسی ضرب تھی کہ لوگ کہنے لگے بس سلمہ اب شہید ہوئے۔ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس میں تین مرتبہ پھونکا اس وقت سے اب تک مجھے کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔

(بخاری جلد 2، ص605۔ مشکوٰۃ ص 533)

(۴) حضرت عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ ابو رافع یہودی کو قتل کر کے زینے سے نیچے اتر رہے تھے کہ اچانک گرے اور ان کی پنڈلی ٹوٹ گئی۔ وہ فرماتے ہیں میں نے اسے اپنے عمامہ سے باندھ دیا۔ سرکار کی خدمت میں حاضر ہوا فرمایا "اُبْسُطْ رِجْلَكَ فَبَسَطْتُ رِجْلِيْ فَمَسَحَهَا فَكَاَنَّمَا لَمْ اَشْتَكِهَا قَطُّ" اپنا پاؤں پھیلاؤ۔ میں نے اپنا پاؤں پھیلا دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری پنڈلی پر مبارک ہاتھ پھیر دیا تو مجھے ایسا محسوس ہوا کہ کوئی تکلیف کبھی پہنچی ہی نہ تھی۔

(بخاری جلد 2، ص 577)

(۵) مسلم شریف میں ایک طویل حدیث وارد ہے۔ جس کے آخری حصے کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عطاء حضرت اسماء کے پاس حاضر ہوئے۔ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جبہ نکالا اور فرمایا۔ "كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَلْبِسُهَا فَنَحْنُ نَغْسِلُهَا لِلْمَرْضٰى لِنَسْتَشْفِيَ بِهَا"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسے پہنتے تھے اور ہم اس جبے کو پانی سے دھو لیتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے اپنے بیماروں کے لئے شفا حاصل کریں۔ (مسلم شریف جلد 2، ص190)

(۶) صحیحین و دیگر کتب احادیث میں باسانید کثیرہ یہ مضمون وارد ہے کہ عہدِ رسالت میں مدینے میں قحط پڑا۔ خطبۂ جمعہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بارانِ رحمت کی دعا کے لئے عرض کیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی اور فوراً ہی بارانِ رحمت شروع ہوگئی اور اس کثرت سے بارش ہوئی کہ اگلے جمعہ کے موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ اب تو بارش کی وجہ سے لوگوں کے مکان گرنے لگے۔ آپ دعا فرمائیں کہ بارش رک جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے اور آسمان کی طرف اپنے دونوں مبارک ہاتھ اُٹھا کر چاروں طرف اشارہ فرمایا اور دعا فرمائی۔ "اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا" حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اشارے کے ساتھ بادل پھٹتا گیا اور صاف آسمان گول دائرے کی طرح نظر آنے لگا۔ مدینہ میں بارش رُک گئی۔ آس پاس جاری رہی قحط دفع ہوا اور خشک سالی خوشحالی میں بدل گئی۔

(بخاری جلد نمبر 1، ص نمبر 506,141,140)

(۷) سلیمان بن عمرو بن احوص ازدی اپنی والدہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رمی جمار کرتے دیکھا۔ رمی جمار فرما کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آگے بڑھے۔ ایک عورت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ عرض کی حضور ﷺ! میرا بیٹا فاتر العقل ہے۔ حضور ﷺ! اس کے لئے دعا فرمائیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے فرمایا۔ پانی لے آ۔ وہ ایک پتھر کے برتن میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس پانی لے آئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس میں لعابِ دہن ڈالا اور اپنا چہرۂ انور اس میں دھویا پھر اس میں دعا فرمائی پھر فرمایا یہ پانی لے جا۔ "فَاغْسِلِيْهِ بِهٖ وَاسْتَشْفِي اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ" اس پانی سے اسے غسل دے اور اللہ سے شفاء طلب کر اس حدیث کی روایت کرنے والی صحابیہ سلیمان بن عمرو بن احوص کی والدہ نے اس عورت سے کہا میرے اس بیمار بچے کے لئے اس میں سے تھوڑا سا پانی مجھے بھی دے دے۔ وہ فرماتی ہیں میں نے اپنی انگلیوں سے تھوڑا سا پانی لے کر اپنے بیمار بیٹے کے بدن پر مل دیا چنانچہ وہ اعلیٰ درجہ کا تندرست ہو گیا فرماتی ہیں اس کے بعد میں نے اس عورت سے پوچھا کہ اس کے بیٹے کا کیا حال ہے؟ اس نے کہا! وہ بہترین صحت کے ساتھ صحت یاب ہو گیا۔ (مسندِ احمد جلد 6، ص 379 طبع بیروت)

قارئین کرام نے آیت قرآنیہ اور احادیث مبارکہ کی روشنی میں ملاحظہ فرما لیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلاء و وباء، قحط و مرض اور الم کے دفع ہونے کا سبب بنایا۔ دافعِ حقیقی محض اللہ تعالیٰ ہے۔

جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ:

حسنین کریمین بلکہ جمیع امت مسلمہ باعث فخر:

پھلواروی صاحب فرماتے ہیں: "رسمِ دنیا کے مطابق چھوٹا اپنے بڑوں کے لئے باعثِ فخر ہو سکتا ہے لیکن صرف اس وقت جبکہ وہ مجموعی حیثیت سے یا کسی خاص امتیازی کارگزاری میں اپنے بزرگوں سے آگے نکل جائے۔ یا کم از کم ان

کے برابر ہو جائے یا کسی ایسے وصف کا مالک ہو جائے جو اس کے بڑوں کو حاصل ہی نہ ہوا ہو۔ نواسۂ رسول ہونا حضرات حسنین کے لئے باعثِ فخر ہو سکتا ہے لیکن آنحضرت کے لئے حسنین کا نانا ہونا قطعاً کوئی شرف نہیں۔ مہاجرین و انصار کو چھوڑ کر کسی ایسے کو باعثِ فخر بنانا جو نہ مہاجر ہے نہ انصار۔ یقیناً ایک ایسی غالیانہ ذہنیت کا غماز ہے جس کا اہلِ سنت سے کوئی تعلق نہیں"......الخ (ملخصاً)

پھلواروی صاحب نے رسمِ دنیا کا سہارا لے کر اپنے دل کی بھڑاس نکالی ہے۔ دین کے کسی گوشے میں انہیں پناہ نہیں ملی۔ ذرا دین کے میدان میں آیئے ہم آپ کو بتائیں گے کہ کسی کا باعثِ فخر ہونا ہرگز اس بات کو مستلزم نہیں کہ جس شخص کے باعث فخر کیا جائے وہ فخر کرنے والے سے افضل یا اس کے برابر ہو۔ دیکھئے حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو مخاطب فرما کر ارشاد فرمایا۔ "اِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاَنْبِیَاءَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ" میں تمہارے باعث قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام پر فخر کروں گا۔ (مسند احمد جلد 3، ص 245 طبع بیروت) اور ترمذی میں ہے: اِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمْ میں تمہارے باعث فخر کروں گا۔ (ترمذی، جلد 1، ص 3 طبع دہلی)

اور ابوداؤد میں ہے فَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمْ بے شک میں تمہارے سبب فخر کروں گا۔ (ابوداؤد، جلد 1، ص 280، طبع اصح المطابع کراچی)

یہی الفاظ نسائی میں بھی ہیں۔ (جلد 2، ص 59 طبع دہلی) اور مسند احمد میں ایک دوسری جگہ وارد ہے۔ وَمُکَاثِرٌ بِکُمْ میں تمہاری وجہ سے فخر کروں گا۔ (ص 351، جلد 4، طبع بیروت) اور ابن ماجہ میں ہے وَاِنِّیْ مُکَاثِرٌ بِکُمُ الْاُمَمَ اور بے شک میں تمہارے باعث دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔ (ابن ماجہ جلد 2، ص 291، طبع اصح المطابع کراچی)

کتب احادیث میں روایات منقولہ بتفاوتِ یسیر متعدد مقامات پر مختلف صحابہ کرام سے مرفوعاً وارد ہیں۔ جن کی دلالت قطعیہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے باعثِ فخر ہے۔ حسنین کریمین، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت ہونے کے علاوہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی بھی ہیں۔ صرف صحابی نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولادِ امجاد اور اہلِ بیت اطہار ہونے کا شرف بھی انہیں حاصل ہے۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے باعثِ فخر ہے تو حسنین کریمین حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے بطریق اولیٰ باعث فخر ہیں جبکہ امت کے کسی ایک فرد کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر ہونا بھی ممکن نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مطلقاً افضل الخلق ہیں۔

ثابت ہوا کہ حسنین کریمین کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے باعث فخر ہونا ہرگز اس بات کو مستلزم نہیں کہ معاذ اللہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل یا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر ہوں۔ پھلواروی صاحب کی غلط فہمی یہ ہے کہ انہوں نے حسنین کریمین کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے باعثِ فخر ہونا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے افضل ہونے کو مستلزم سمجھ لیا اور یہ قطعاً غلط ہے۔ دیکھئے حدیث شریف میں وارد ہے۔ ''اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ یُبَاہِیْ بِکُمُ الْمَلٰئِکَۃَ'' حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے میرے صحابہ بے شک اللہ عزوجل تمہارے باعث ملائکہ پر فخر فرماتا ہے۔ یہ حدیث مسلم شریف جلد 2 ص 346 (طبع اصح المطابع کراچی) اور مسندِ امام احمد جلد 2، ص 186، ص 187 (طبع بیروت) پر وارد ہے۔ نسائی اور ابن ماجہ نے بھی اس حدیث کو

روایت کیا ہے جس سے ثابت ہوا کہ امتِ محمدیہ، اللہ تعالیٰ کے لئے بھی باعثِ فخر ہے۔ کیا پھلواروی صاحب معاذ اللہ یہاں بھی اس استلزام کو تسلیم کریں گے؟ (العیاذ باللہ)۔ ذرا غور کرنے سے یہ بات سمجھ میں آئے گی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر اللہ تعالیٰ کا فخر فرمانا اللہ تعالیٰ ہی کی علوِ شان کی دلیل ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے امت محمدیہ کو یہ فضل وشرف عطا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان کے باعث ملائکہ پر فخر فرماتا ہے۔ معلوم ہوا کہ حسنین کریمین اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باقی امت کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے باعثِ فخر ہونا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے افضل ہونے کو مستلزم نہیں بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت کو مستلزم ہے۔ کیونکہ ان حضرات کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے باعث فخر ہونا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے نواسہ ہونے کی نسبت نہ ہوتی یا حسنین کریمین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض اور نسبت کی وجہ سے ہے اگر امت کی اضافت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف نہ ہوتی یا حسنین کریمین کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیض سے محروم ہوتے تو ان میں سے کوئی بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے باعث فخر نہ ہوسکتا تھا۔ جس سے ظاہر ہوا کہ درحقیقت یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی نسبت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر فضیلت اللہ تعالیٰ کی عظمت شان کی دلیل ہے کہ اسی نے اپنے محبوب کو یہ فضیلت عطا فرمائی ہے۔

علاوہ ازیں یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ یہاں "جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَیْنِ" کے الفاظ محض بطور لقب اور تعریف استعمال ہوئے ہیں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول مبارک "اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ" (صحیح بخاری جلد 2، ص 617۔ طبع اصح المطابع کراچی۔ صحیح مسلم جلد 2، ص 100 طبع اصح المطابع کراچی)

"جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ" کے الفاظ ہوں یا" اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِب"
کے نوری کلمات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے حصول فضل وشرف کے معنیٰ
کا ان سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔

اس کے بعد آگے چل کر "جَدِّ الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ" کے الفاظ کو
پھلواروی صاحب غالیانہ ذہنیت کا غماز قرار دے رہے ہیں جبکہ حسنین کریمین
کے تمام فضائل ومناقب کو نظر انداز کر کے ان کے مہاجر وانصار نہ ہونے کا ذکر
جس انداز میں پھلواروی صاحب نے کیا ہے۔ وہ خود اہلِ بیت اطہار کے حق میں
ان کی متعصبانہ ذہنیت کی غمازی کر رہا ہے۔ فیا للعجب۔

خدا فرماتا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ ۝ ہم نے
جنوں اور انسانوں کو عبادت کے لئے ہی پیدا کیا۔

عبادت تب ہوتی ہے جب معرفت ہو۔ پس اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو
اپنی معرفت کے لئے پیدا کیا۔ اب خدا کی معرفت کا مفاد کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ اللہ
تعالیٰ کی ذات اور صفات کو کوئی جس قدر پہچانتا جائے گا یعنی جتنی معرفت ہوتی
جائے گی اسی قدر اللہ کا قرب اس کے نزدیک بڑھتا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ انسان
کا مقصدِ حیات خدا کی معرفت ہے اور معرفت کا نتیجہ قرب ہے۔ تو یوں کہیے کہ
قربِ الٰہی انسانیت کا کمال ہوا۔ اب اس کمال کو ذرا تفصیل کی روشنی میں دیکھیں تو
تمام مسائل حل ہو جائیں۔ آیئے اس قرب کے مفہوم، قرب کے انجام اور قرب
کے معنیٰ کو دلائل شرعیہ میں تلاش کریں۔

حدیث قدسی:

عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى قَالَ مَنْ

عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلٰی عَبْدِیْ بِشَیْءٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا اِفْتَرَضْتُ عَلَیْہِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّہٗ فَاِذَا یُبْصِرُ فَکُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَاوَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّہٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّـــــہٗ ٥

(بخاری شریف جلد 2، ص 963، مطبوعہ مجتبائی، مشکوٰۃ ج 1

کتاب الدعوات مطبوعہ مجیدی کانپور)

(اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان اقدس پر) فرمایا کہ جس نے میرے ولی سے عداوت کی میرا اس سے اعلان جنگ ہے اور جن چیزوں کے ذریعے بندہ مجھ سے نزدیک ہوتا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ محبوب چیز میرے نزدیک فرائض ہیں اور میرا بندہ نوافل کے ذریعہ میری طرف ہمیشہ نزدیکی حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اُسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو جب میں اُسے اپنا محبوب بنالیتا ہوں تو میں اس کے کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہوجاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتا ہے تو میں اسے ضرور دیتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگ کر کسی بُری چیز سے بچنا چاہے تو میں اُسے ضرور بچاتا ہوں۔

بعض لوگ اس حدیث کا معنیٰ بیان کرتے ہیں کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر کے اس کا محبوب بن جاتا ہے تو پھر وہ اپنے کانوں سے کوئی ناجائز بات نہیں سنتا، اپنی آنکھوں سے خلاف حکم شرع کوئی چیز نہیں دیکھتا، اپنے ہاتھ پاؤں سے خلاف شرع کوئی کام نہیں کرتا۔

یہ معنیٰ بالکل غلط ہے اور حدیث شریف میں تحریف کرنے کے مترادف

ہے کیونکہ اس معنیٰ سے تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے نزدیکی حاصل کرنے والا بندہ محبوب ہونے کے بعد اپنے کسی عضو یا حصہ سے گناہ نہیں کرتا اور وہ اپنے کان، آنکھ، ہاتھ اور پاؤں سے جو کام کرتا ہے وہ سب جائز اور شرع کے مطابق ہوتے ہیں۔ لیکن اس معنیٰ کو جب الفاظ حدیث پر پیش کیا جاتا ہے تو حدیث کا کوئی لفظ اس کی تائید نہیں کرتا۔ کیونکہ ایک معمولی سمجھ والا انسان بھی اس بات کو آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ گناہوں سے بچنے کی وجہ سے تو وہ محبوب بنا۔ اگر گناہوں میں مبتلا ہونے کے باوجود بھی محبوبیت کا مقام حاصل ہو سکتا ہے تو تقویٰ اور پرہیز گاری کی ضرورت ہی باقی نہیں رہتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۝ (پ3)

ترجمہ: آپ فرمایئے (انہیں کہ) اگر تم محبت کرتے ہو اللہ سے تو میری پیروی کرو (تب) محبت فرمانے لگے گا تم سے اللہ۔

معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع یعنی تقویٰ اور پرہیز گاری کے بغیر مقام محبوبیت خداوندی کا حصول ناممکن ہے۔

بندہ پہلے بُرے کاموں کو چھوڑتا ہے ان سے توبہ کرتا ہے، فرائض و نوافل ادا کرتا ہے تب وہ محبوب ہو جاتا ہے، محبوب ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ اس بندے کے کان ہو جاتا ہے جس سے پھر وہ سنتا ہے، اللہ اس کی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتا ہے۔ اللہ اس کے ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ پکڑتا ہے، اللہ اس کے پاؤں ہو جاتا ہے جس سے وہ چلتا ہے۔ یہ سب محبوب بننے کے بعد ہوتا ہے۔ لیکن یہ نہیں ہو سکتا کہ بُرے کام بھی کرے اور محبوب بھی بن جائے اور بعد میں بُرے کام چھوڑے۔

(مولوی انور شاہ صاحب کشمیری صدر مدرس دارالعلوم دیوبند نے بھی

اپنی تصنیف فیض الباری شرح بخاری جزو چہارم ص428 پر اس حدیث قدسی کے تحت یہی معنیٰ لکھے ہیں)

تو بندہ جب اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی صفت سمع، بصر اور قدرت کے انوار بندے کی سمع، بصر اور قدرت میں ظاہر ہونے لگتے ہیں اور اس طرح یہ مقرب بندہ صفات الٰہیہ کا مظہر بن جاتا ہے۔ یعنی یہ بندہ اللہ تعالیٰ کے نورِ سمع سے سنتا ہے، اسی کے نور بصر سے دیکھتا ہے اور اسی کے نور قدرت سے تصرف کرتا ہے۔ نہ خدا بندے میں حلول کرتا ہے نہ بندہ خدا ہو جاتا ہے بلکہ خدا کا یہ مقرب بندہ مظہر خدا ہو کر کمالِ انسانیت کے اس مرتبہ پر فائز ہوتا ہے جس کے لئے اس کی تخلیق ہوئی تھی۔ اگر آپ غور فرمائیں گے تو آپ پر واضح ہو جائے گا کہ آیت کریمہ "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ" کے معنی یہی ہیں جن کا مصداق یہ عبد مقرب ہے۔ عبادت کے معنی پامالی کے ہیں۔ عبدِ مقرب اپنی انانیت اور صفاتِ بشریت کو اپنے رب کی بارگاہ میں پامال یعنی ریاضت ومجاہدہ کے ذریعے ان کو فنا کر دیتا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس بندے میں اس کی اپنی صفات عبدیت کی بجائے صفاتِ حق تجلی ہوتی ہیں اور انوار صفات الٰہیہ سے وہ بندہ منور ہو جاتا ہے۔ جب قرآن سے ثابت ہے کہ درخت سے "اِنِّىْۤ اَنَا اللّٰهُ" کی آواز آسکتی ہے تو عبدِ مقرب کے لئے یہ کیونکر محال ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات سمیع وبصر کا مظہر نہ ہو سکے۔

علامہ امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ اسی حدیث قدسی کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

وَكَانَ الْعَبْدُ اِذَا وَاظَبَ عَلَى الطَّاعَاتِ بَلَغَ اِلَى الْمَقَامِ الَّذِىْ يَقُوْلُ اللّٰهُ كُنْتُ لَهٗ سَمْعًا وَبَصَرًا فَاِذَا صَارَ نُوْرُ جَلَالِ اللّٰهِ سَمْعًا لَّهٗ سَمِعَ الْقَرِيْبَ

وَالْبَعِيْدَ وَاِذَا صَارَ ذٰلِكَ النُّوْرُ بَصَرًا لَهٗ رَاَى الْقَرِيْبَ وَالْبَعِيْدَ وَاِذَا صَارَ ذَالِكَ النُّوْرُ يَدًا لَهٗ قَدَرَ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي الصَّعْبِ وَالسَّهْلِ وَالْبَعِيْدِ وَالْقَرِيْبِ انتہیٰ ٥

(تفسیر کبیر سورۂ کہف، ص 91، جلد 21۔ آیۃ ام حسبت ان اصحٰب الکہف)

ترجمہ: (اور اسی طرح جب کوئی بندہ نیکیوں پر ہمیشگی اختیار کر لیتا ہے تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے "کُنْتُ لَهٗ سَمْعًا وَّ بَصَرًا" فرمایا ہے جب اللہ کے جلال کا نور اس کی سمع ہو جاتا ہے تو وہ دور و نزدیک کی آوازوں کو سن لیتا ہے اور جب یہی نور اس کی بصر ہو گیا تو وہ دور و نزدیک کی چیزوں کو دیکھ لیتا ہے اور جب یہی نور جلال اس کا ہاتھ ہو جائے تو یہ بندہ مشکل اور آسان دور اور قریب چیزوں میں تصرف کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

حدیث قدسی کی شرح میں امام رازی رحمتہ اللہ علیہ نے مقرب بندہ کی شان میں جو کچھ لکھا ہے وہ عبد اور بشر سمجھتے ہوئے لکھا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ اس طرح ان صفات عالیہ کا اس بندہ کے لئے ماننا اس کی عبدیت اور بشریت کے منافی نہیں۔

یہ انسانیت کا کمال ہے کہ بندہ صفات خداوندی کا مظہر ہو جائے۔ جب اللہ تعالیٰ کی صفت سمع کی تجلیاں اس کی سمع میں چمکنے لگیں گی تو یہ ہر قریب و بعید کی آواز کو سن لے گا۔ یہ اس کی ذاتی صفت نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تجلی کا ظل ہے، عکس ہے اور پرتو ہے۔ پرتو اور ظل غیر مستقل ہوتا ہے اور پرتو والا مستقل ہوتا ہے۔ پس اصل توحید تو یہ ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا اتنا قرب حاصل کرے کہ خدا کی صفات کا آئینہ بن جائے۔

امام رازی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی بصر کا نور جب اس کی بصر کے صیقل شدہ آئینے میں چمکے گا تو وہ ہر نزدیک اور دور کی چیز کو دیکھ لے

گا۔ جب اللہ تعالیٰ کی قدرت کے نور کے جلوے اس کے ہاتھ پاؤں، دل اور دماغ میں ظاہر ہوں گے تو یہ ہر آسان ہر مشکل اور ہر دور و نزدیک کی چیز پر قادر ہو جائے گا۔ اب بتائیے کہ جب مشکل بندے کی قدرت میں ہو گئی تو مشکل کشا نہیں تو اور کیا ہے؟

مگر خوب یاد رکھئے کہ خدا کا مشکل کشا ہونا ذاتی ہے اور بندے کا مشکل ہونا عطائی ہے کیونکہ بندہ اگر کسی کی کوئی مشکل حل کرتا ہے یا حاجت پوری کرتا ہے تو اللہ کی دی ہوئی طاقت و اختیار سے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے اذن سے کرتا ہے۔

پس واضح ہو گیا کہ ہمارا یہ عقیدہ شرک کی تمام جڑوں کو کاٹنے والا ہے اب بتائیے کہ عین توحید کو لوگ شرک کہتے ہیں تو اسلام پھر کیا ہو گا؟

پس یہ ادراک، علم، سمع اور بصر جو ان مقربین بارگاہِ الٰہی میں پائے جاتے ہیں اور جن میں دلیل موجود ہے ان میں آسان سے آسان کام پر بھی اولیاء اللہ کی قدرت ثابت ہو گئی اور مشکل و بعید چیزوں پر بھی ان کی قدرت ثابت ہو گئی اور یہ دلیل قائم ہو گئی کہ یہ نفع پہنچانے والے ہیں اور بارگاہ رب العالمین میں دعائیں کر کے رب کو راضی کرنے کی صلاحیتیں رکھنے والے ہیں ان میں مشکل کشائی کی قدرتیں بھی ہیں دور سے دیکھنے کی قدرتیں بھی ہیں اور بعید کی آواز کو بھی سن سکتے ہیں۔

کفار مکہ تو خدا پر یہ بہتان باندھتے تھے کے خدا نے ان پتھروں اور بتوں کو اختیار دے رکھا ہے اور اذن دے دیا ہے حالانکہ ایسا نہیں تھا اور جب ہم نے ان انبیاء و اولیاء پر اذن کی شرط لگائی تو شرک دور ہو گیا اور جب ان کے اختیار کو ثابت کر دیا تو کفر بھی جاتا رہا۔

الحمد للہ! ہم باذن اللہ کا اعتقاد کر کے شرک سے پاک اور انبیاء و اولیاء کے اختیارات ثابت کر کے کفر سے بھی پاک ہیں۔ بعض لوگوں کی یہ عادت ہے کہ جو آیات قرآنی بتوں کے حق میں آئی ہیں ان کو مومنوں پر چسپاں کرتے ہیں اس طرح بھولے بھالے مسلمانوں کو دھوکا دیتے ہیں۔ بخاری شریف میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما خارجی گروہ کو ساری مخلوق سے بُرا جانتے تھے اور فرمایا کہ ان لوگوں نے اپنا طریقہ یہ بنالیا ہے کہ جو آیات کفار و مشرکین کے حق میں نازل ہوئی ہیں ان کو مومنوں پر چسپاں کر دیتے ہیں۔

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَرَاهُمْ شِرَارَ خَلْقِ اللّٰهِ وَقَالَ اِنَّهُمْ اِنْطَلِقُوْا اِلٰى آيَاتٍ نَزَلَتْ فِي الْكُفَّارِ فَجَعَلُوْهَا عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ○

(بخاری شریف، جلد دوم، باب قتال الخوارج، ص1024)

کسی محترم دوست نے ایک سوال پوچھا ہے۔ مناسب ہے کہ اس کے متعلق چند جملے عرض کردوں تا کہ سابقہ مضمون نامکمل نہ رہے۔

سوال:

کمال انسانیت کا جو معیار کتاب وسنت کی روشنی میں ہمارے سامنے آیا وہ ٹھیک ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی صفات کا آئینہ اور مظہر تجلیات ربانی بن جائے۔ یہ بات زندگی میں تو ممکن ہے لیکن مرنے کے بعد تو وہ صرف مٹی کا ایک ڈھیر ہے۔ اس وقت اس کے کمالات کا اعتراف کرنا کہاں مناسب ہے کہ مرنے کے بعد بھی وہ ابھی تک موردِ تجلیات الٰہی ہے اور ابھی تک انسان کامل ہے۔ مرنے کے بعد تو یہ بات ختم ہو جانی چاہیے۔ ان کا سننا، دیکھنا، قریب اور بعید کی آواز سننا۔ نزدیک و دور کی اشیاء کو دیکھنا اور ان پر قدرت رکھنا اور اللہ تعالیٰ کی

قدرتوں کا مظہر قرار پانا ختم ہو جانا چاہیے کیونکہ جب موت آئی تو تمام کمالات ختم ہو گئے۔

جواب:

یہ بات ذہن میں اس لئے پیدا ہوئی کہ ہم نے انسانیت کے مفہوم کو نہ سمجھا۔ ہم نے خیال کیا کہ یہ گوشت اور پوست ہی انسان ہے۔

یہ غلط ہے، یاد رکھئے کہ یہ مفہوم انسانیت، حقیقت انسانیت نہیں۔ حقیقت انسانیت وہ چیز ہے جو مرنے کے بعد بھی زندہ اور باقی رہتی ہے۔ یہ جسم اور روح جن کا مجموعہ ہمیں انسان نظر آتا ہے ان دونوں میں جو اصل حقیقت ہے وہ روح ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جسم تو گل سڑ جاتا ہے۔ اگر جسم کو اصل حقیقت قرار دے دیا جائے تو پھر یہ تو مرنے کے بعد فنا ہو جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اصل حقیقت تو روح ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قبر جنت کا باغ ہے یا جہنم کا گڑھا ہے۔ (شرح الصدور، ص63، عربی)

وہ جنت کا باغ اور دوزخ کا گڑھا کس کے لئے ہے؟ تعین کیجئے اسی روح کے لئے ہے۔ اجزائے جسمانی چاہے بکھرے ہوئے ہوں یا اکٹھے ہوں ان کا تعلق روح سے اس طرح ہوتا ہے جیسے سورج کا تعلق اشیاء سے ہے۔ اگر کہیں ریت کا ڈھیر پڑا ہو یا سنگلاخ زمین ہو یا گرد وغبار میں ہو تو بھی سورج کی کرنوں کا تعلق اس سے ہے۔ اسی طرح جسم کے اجزاء پر روح کی شعاعیں پڑتی ہیں تو مرنے کے بعد بھی روح کا تعلق اس سالم بدن یا جسم کے متفرق اجزاء سے ضرور ہوگا۔ البتہ روح کا تعلق جو بدن سے اَب ہے وہ تعلق مرنے کے بعد اور روح کے بدن سے نکل جانے کے بعد بدل جائے گا۔

پس اصل حقیقت روح ہے جو آفتاب کی حیثیت رکھتی ہے اور جسم فانی ہے۔ ظاہر ہے کہ مرنے کے بعد پھٹ جائے گا، منتشر ہو جائے گا تو اس کا نظام بھی فانی ہے۔ ایک مرتبہ کھانا کھایا پھر ضرورت ہوگئی۔ جسم کا کمال بھی فانی ہے۔ کئی طاقت ور انسان پیدا ہوئے لیکن جب موت آئی تو ان کی انگلی بھی نہیں ہلتی لیکن روح باقی ہے تو اس کی صفات بھی باقی ہیں اور اس کے کمالات بھی باقی ہیں۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے، کہ روح بمنزلہ آفتاب کے ہے۔ روح اگر خوش ہے تو جسم کے اجزاء پر اچھے تاثرات دے گی اور اگر روح ناخوش ہے تو وہ اپنا بُرا اور ناخوش اثر دے گی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ قبر میں کوئی گرمی یا عذاب نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی قبر میں کوئی باغ وغیرہ نظر آتا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ روح اگر خوش ہے تو بدن پر خوشی کے اثرات وقف کرے گی اور اگر تکلیف میں ہے تو بدن پر تکلیف کے اثرات چھوڑ دے گی۔ لیکن وہ خوشی یا تکلیف کے اثرات عالم برزخ میں ہوں گے اور کسی کو نظر نہیں آئیں گے مثلاً کسی کے ذہن میں غمی یا خوشی کے اثرات ہیں یا کسی کے سر میں درد ہے تو اس کے سر کے عالم کو آپ کس طرح جان سکیں گے؟ درد والے سر پر آپ ہاتھ رکھ دیں یا لاکھ آلات لگائیں جائیں تو کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ سر کے اندر درد ہے؟ ہلکا درد ہے یا تیز درد ہے وہ تو اسی کو پتہ ہے جس کو درد ہے اسی طرح قبر میں جو مردہ یا مردے کے اجزاء پڑے ہیں یقیناً ان پر روح نے راحت یا رنج کے اثرات چھوڑے ہیں، مگر وہ ہمیں معلوم نہیں ہوتے مردے کی تکلیف کا اثر مردے کے اجزاء ہی کو محسوس ہوگا نہ کہ زمین کو جس پر وہ اجزاء پڑے ہیں۔

ایک شخص عالمِ خواب میں دیکھتا ہے کہ اس کے مکان کو آگ لگ گئی ہے، اس کی چارپائی جل رہی ہے وہ خود جل رہا ہے، چیخ رہا ہے، آپ اس کو

دیکھیں تو کیا آپ کو اس کی چارپائی جلتی ہوئی نظر آئے گی؟ یقیناً نہیں۔ تو اسی طرح عالم برزخ میں کافروں کو عذاب ہوتا ہے مگر ہمیں قبر کے اندر عذاب کی گرمی اور آگ معلوم نہیں ہوتی۔

فشار قبر:

حدیث شریف میں آتا ہے، مرنے کے بعد جب انسان کو قبر میں دفن کیا جاتا ہے تو قبر تنگ ہو جاتی ہے مومن ہو اس کو بھی دباتی ہے اور کافر ہو اس کو بھی دباتی ہے۔ مومن کو قبر کیوں دباتی ہے؟ یہ اس لئے کہ آغوشِ مادر ہے قبر کی آغوش میں مردہ ایسے ہے جیسے ماں کی گود میں بچہ۔ امّ ماں کو کہتے ہیں اور اصل کو بھی کہتے ہیں، بچے کی اصل ماں ہے اسی طرح تمام بنی آدم کی اصل زمین ہے اور اصل ماں ہوتی ہے۔ پس ہم پیدا ہوئے اور اپنے احوال میں مبتلا ہو گئے اور یہ ایسا ہے کہ جیسے کوئی بچہ پیدا ہوتا ہے اور آغوش مادر کا زمانہ ختم ہونے پر وہ بازار، گلیوں میں جاتا ہے۔ اگر بچہ اچھا ہے اور ماں اس کی خصلتوں سے خوش ہے اس صورت میں ماں منتظر رہے گی کہ کب میرا بچہ آئے میرے سینے سے لگے اور میرے دل کو ٹھنڈا کرے۔ لیکن ایک بچہ بُرا ہے اس صورت میں ماں اس سے جلی بیٹھی ہے اور چاہتی ہے کہ وہ آئے اور میں اس کو سزا دوں۔ اسی طرح قبر ہر بنی آدم کے لئے منتظر ہے۔

ماں جب بچہ کو آغوش میں دبا کر پیار کرتی ہے تو اس بچہ کو کچھ نہ کچھ تکلیف تو ضرور ہوتی ہے لیکن بچہ اس تکلیف کو تکلیف نہیں سمجھتا۔ پس قبر جب مومن کو دباتی ہے تو مومن کو وہ تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔

معلوم ہوا کہ اگر روح کو فانی قرار دیں تو یوں سمجھئے کہ قبر کا عذاب اور

ثواب سب کچھ ختم اور حساب کتاب بھی نہ ہو اور پھر حشر نشر کیسا؟ کیوں کہ ثواب و عذاب تو روح کیلئے ہے اگر روح کو فانی مان لیں تو سارا دین ختم ہو کر رہ جائے۔

ہم نے ثابت کر دیا کہ روح باقی ہے اور جب روح باقی ہے تو حقیقت انسانیت اسی روح کا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دو چیزیں دیں، جسم اور روح۔ ان میں جسم فانی ہے اور روح باقی ہے پس فانی کے اثرات اور وصف بھی فانی۔ کیوں کہ موصوف فانی ہو تو اس کی صفات بھی فانی ہوتی ہیں۔ لہٰذا بدن فانی تو بدن کے سب کمالات بھی فانی ہیں اَب بتایئے کہ مظہرِ تجلیاتِ صفاتِ الٰہی اور آئینہ جمالِ رب ہونا یہ صفت روح کی ہے یا جسم کی؟ یقیناً یہ روح کی صفت ہے تو معلوم ہوا کہ موصوف جب باقی ہے تو اس کی صفت بھی باقی ہو گی۔ نماز روزہ، حج، زکوٰۃ نیکی کے کام ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اللہ کا ذکر ہے یہ روح کی غذا ہے۔ تو کیا مرنے کے بعد ایمان، نماز اور دوسری نیکیاں ختم ہو جائیں گی یا باقی رہیں گی؟ یقیناً باقی رہیں گی تو بھائی مرنے کے بعد تمہاری تمام روحانی صفتیں باقی رہیں اور ولی کے مرنے کے بعد اس کے تمام روحانی کمالات ختم ہو جائیں۔ یہ عجیب بات ہے۔ پس ان حضرات کی قبور کے اندر بھی روحانیت زندہ ہوتی ہے اور روحانی کمالات بھی باقی ہوتے ہیں۔

ترمذی شریف کی حدیث ہے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک صحابیِ رسول نے ایک قبر پر اپنا خیمہ نصب کیا لیکن اس کو اس جگہ قبر ہونے کا علم نہ تھا کچھ دیر کے بعد معلوم ہوا کہ یہاں کسی انسان کی قبر ہے اور اس میں سے سورۂ ملک (پ 29) پڑھنے کی آواز آ رہی ہے۔ جب وہ صحابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو تمام واقعہ بیان کیا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا سورہ ملک روکنے والی اور نجات

دینے والی ہے اپنے پڑھنے والے کو عذاب قبر سے۔

اگر مرنے کے بعد قبر میں کوئی چیز باقی نہ ہوتی تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس صحابی سے فرماتے کہ بھئی یہ تمہارا وہم ہے یا فرماتے کہ کوئی فرشتہ ہوگا یا کوئی جن تلاوت کر رہا ہوگا۔ قبر میں مرنے کے بعد کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا نہیں فرمایا اور کوئی تردید نہیں فرمائی۔

یہ تو عہد رسالت کا واقعہ ہے اب دورِ صحابہ کا واقعہ سنیے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور میں مکہ اور مدینہ کے درمیان نہر کھودی گئی تو اتفاقاً وہ نہر اسی راستے سے آئی جس میں اُحد کا قبرستان آتا تھا۔ مزدور کام کر رہے تھے۔ ایک مزدور نے کھدائی کرتے ہوئے زمین میں پھاوڑا مارا تو اتفاقاً وہیں ایک شہید دفن تھا۔ تو وہ پھاوڑا اس کے پاؤں کے انگوٹھے میں جا لگا اور خون جاری ہوگیا۔ (جذب القلوب، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، ص 203 مطبوعہ کراچی۔ شرح الصدور، امام جلال الدین سیوطی، 299، مطبوعہ کراچی)

یہ تو قبر میں حیات جسمانی کی دلیل ہے کہ مرنے کے بعد ان کے جسم میں بھی زندگی موجود ہے اور چہ جائیکہ روح جو ہے ہی باقی۔

زمانہ تابعین کا ایک واقعہ:

امام ابونعیم ''حلیۃ الاولیاء'' میں حضرت سعید بن جبیر سے روایت نقل کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی قسم! میں نے اور حمید طویل رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ثابت بنانی رضی اللہ عنہ کو لحد میں اُتارا تھا جب ہم کچی اینٹیں برابر کر چکے تو ایک اینٹ گر گئی۔ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ قبر میں نماز پڑھ رہے ہیں۔ وہ دعا کیا کرتے تھے اے اللہ اگر تو نے کسی مخلوق کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دی ہے تو مجھے بھی اجازت فرما۔ اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کی دعا

کو رد فرما دے۔

امام بیہقی رحمتہ اللہ علیہ شعب الایمان میں اپنی سند سے قاضی نیشاپور ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صالح عورت کا انتقال ہو گیا۔ ایک کفن چور اس کے جنازہ کی نماز میں اس غرض سے شامل ہو گیا تا کہ ساتھ جا کر اس کی قبر کا پتہ لگائے۔ جب رات ہو گئی تو وہ قبرستان میں گیا اور اس عورت کی قبر کھود کر کفن کو ہاتھ ڈالا تو وہ خدا کی بندی بول اُٹھی کہ سبحان اللہ ایک جنتی شخص ایک جنتی عورت کا کفن چُراتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے میری اور ان تمام لوگوں کی مغفرت فرما دی جنہوں نے میرے جنازے کی نماز پڑھی اور تو بھی ان میں شریک تھا۔ یہ سن کر اس نے فوراً قبر پر مٹی ڈال دی اور سچے دل سے تائب ہو گیا۔

پس ولیوں کا تو یہ حال ہے کہ چور جائے اور ولی بن کے آئے۔ اب کوئی کہے کہ مرنے کے بعد ان کی کوئی روحانی طاقت نہیں تو یہ سراسر غلط ہے کیونکہ روح تو اپنے لوازمات کے ساتھ باقی ہے۔

حدیث قدسی میں ہے کہ میرا بندہ جب میرا مقرب ہوا تو اس نے اپنے کلام کو میرے کلام کا اور اپنی صفات کو میری صفات کا آئینہ دار بنا دیا تو اب مجھ سے کچھ مانگے تو میں اس کو عطا کروں گا، وہ مجھ سے پناہ مانگے تو میں اسے پناہ دوں گا۔ یہ سب کمالات اس کی روح کے لئے ہیں اور جب تک روح چلے گی یہ سب باتیں بھی ساتھ چلیں گی۔ اس حدیث میں وقت کی کوئی قید نہیں مطلب یہ ہے کہ جب مانگے میں ضرور دوں گا۔ تو اب وہ چاہے دنیا میں مانگیں یا موت کے بعد کے جہان میں مانگیں یا آخرت میں مانگیں۔ وہ مانگ سکتے ہیں اور خدا ضرور دیتا ہے۔

ہم اولیاء اللہ کے مزارات پر اس لئے جاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ (اِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّہٗ) اگر وہ مجھ سے کچھ مانگتے ہیں تو میں ان کو ضرور دیتا

ہوں۔ تو کسی کے مزار پر جا کر یہ کہنا کہ اے اللہ کے ولی خدا سے دعا کریں کہ میرا فلاں کام ہو جائے تو کوئی قباحت نہیں۔ اب اگر کوئی کہے کہ ولی کے پاس جانے سے کچھ نہیں بنتا تو اس نے ولی کا کچھ نہ بگاڑا بلکہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کو جھٹلایا۔

اب بات یہ ہے کہ کسی نے مزار پر جا کر کہا کہ اے اللہ کے ولی باذن اللہ ہمارا یہ کام کر دو، وہ کام نہ ہوا تو اولیاء اللہ کو بُرا کہنے لگے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ تو کسی اذن کا محتاج نہیں وہ فرماتا ہے۔

''میرے بندو مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا''۔ (پ 24)

اب دیکھئے ایک شخص کو پھانسی کا حکم ہو گیا۔ اِدھر تم دعا مانگتے ہو کہ اے اللہ اس کو پھانسی سے بچالے۔ لیکن جب خدا نے تقدیر مبرم میں لکھ دیا تو وہ ضرور پھانسی چڑھے گا۔ اب خدا کا کچھ بگاڑ کر دکھاؤ۔ وہ تو کہتا ہے تم مجھ سے دعا مانگو میں قبول کروں گا۔ اب یہاں تم خدا کا کچھ بگاڑ نہیں سکتے تو اولیاء اللہ کا کیا بگاڑو گے وہ تو اللہ تعالیٰ کی مشیت کے سوا چلتے ہی نہیں۔

جب زندہ لوگوں میں سے اہل خیر اور صالحین سے دعا کی درخواست جائز ہے۔ پھر جب یہ حضرات جن سے زندگی میں طلب دعا کرتے تھے وصال فرما جائیں اور برزخی حیات سے مشرف ہو جائیں تو ان سے اب طلب دعا میں کیا قباحت پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کی بزرگی، ان کا تقرب اور ان کی مبارک روحانیت پر تو موت نہیں آئی۔ موت تو صرف جسم پر ہے نہ کہ روح پر، وہ تو زندہ ہے، اس کا شعور وادراک، قوت سماعت اور استجابت دعا بھی باقی ہے بلکہ ساری کرامتیں باقی ہیں کیونکہ یہ اس کے روحانی کمالات ہیں اور روح فانی نہیں۔ اس لئے یہ کمالات بھی فانی نہیں۔

یہ تو تھی عالم دنیا اور عالم برزخ کی بات۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا عالم

آخرت میں بھی اولیائے کرام کا فائدہ ہوگا یا نہیں؟ تو میں عرض کرتا ہوں کہ آخرت میں بھی ان بزرگوں کا فائدہ ہوگا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت کے علماء حفاظ اور شہداء شفاعت کریں گے حتیٰ کہ ایک بچہ بھی جس کے والدین مومن ہوں وہ ان کے لئے سفارش کرے گا۔

اگر انبیاء اور اولیاء سے مدد مانگنا شرک ہے تو یہ شرک آخرت تک چلے گا۔ یہ نہیں ہوسکتا کہ اب تو شرک ہے لیکن آخرت میں عین توحید ہو جائے۔ کیونکہ شرک تو ہر زمانہ میں شرک ہی رہے گا۔ آخرت میں بھی کوئی غیر اللہ سے مدد مانگے تو شرک ہی ہوگا۔ تو جناب یہ شرک تو قیامت تک چلے گا۔ کیونکہ ہول محشر سے بڑھ کر تو کوئی قیامت نہیں ہوگی اور اس وقت تمام لوگوں کی نظر کسی اللہ کے بندے کو تلاش کرنے میں ہوگی۔ سب آپس میں کہیں گے کہ کوئی ایسی ہستی ڈھونڈو جو تمہاری شفاعت کرے۔

سب لوگ حضرت آدم علیہ السلام کی خدمت میں آئیں گے کہ آپ ابو البشر آدم ہیں، آپ ہماری شفاعت کریں۔ آدم علیہ السلام یہ نہیں فرمائیں گے کہ تم شرک کر رہے ہو، مجھ سے کیا مانگتے ہو، جاؤ خدا کے پاس۔ نہیں بلکہ وہ بھی غیر کی راہ دکھائیں گے اور فرمائیں گے نفسی نفسی "اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِىْ"۔

دیکھئے کہ جب غیر اللہ سے مدد مانگنا شرک ہے تو قیامت کے دن جو لوگ حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے، کیا وہ مشرک ہوں گے؟ یہاں تو پھر حضرت آدم علیہ السلام بھی نہیں بچتے وہ بھی ان کو خدا کا راستہ نہ بتائیں گے بلکہ کسی غیر کا راستہ بتائیں گے اور فرمائیں گے۔ اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِىْ۔ پس تمہارے فتویٰ کی رو سے تو (معاذ اللہ) حضرت آدم علیہ السلام بھی مشرک ہوئے اور ان کے پاس جانے والے بھی مشرک ہوئے۔

تو جناب ! آپ کے تمام فتوے غلط ہیں کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام تو مشرک ہو نہیں سکتے۔ پھر سب لوگ آدم علیہ السلام کی راہنمائی سے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائیں گے۔ ہر ایک یہی کہے گا "اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِىْ"۔

اب ان کو خیال آئے گا کہ چلو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں چلیں جب وہاں پہنچیں گے تو آپ کی بارگاہ میں بھی وہی مدعا عرض کریں گے جو دیگر انبیاء کرام کے حضور عرض کر چکے تھے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سماعت فرمانے کے بعد یہ نہیں فرمائیں گے کہ بھئی تم تو پکے مشرک ہو فلاں فلاں نبی کے پاس گئے پھر میرے پاس آئے ہو جاؤ خدا کے پاس۔ نہیں، نہیں ایسا نہیں فرمائیں گے، بلکہ فرمائیں گے کہ آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام نے نفسی نفسی "اِذْهَبُوْا اِلٰى غَيْرِىْ" اس لئے کہا تھا کہ تم مجھ تک پہنچ جاؤ اور اس کام کے لئے تو میں ہوں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مجھ ہی کو یہ اعزاز عطا فرمایا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے نفسی نفسی کہنے میں حکمت یہ ہے کہ جب سردار موجود ہو تو سردار کے ہوتے ہوئے اس کا کام نیچے والے نہیں کریں گے۔ کمشنر موجود ہو تو کمشنر کا کام ڈپٹی کمشنر نہ کرے گا۔ پس مطلب یہ تھا کہ تم سب کے پاس گھوم آؤ جو کام کوئی نہ کرے وہ میرا محبوب کرتا ہے اور حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اَنَا لَهَا.......... کہ اس کام کے لئے تو میں ہوں۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس وقت اللہ تعالیٰ کے دربار میں سر جھکا دیں گے۔ فَيُقَالُ يَا مُحَمَّدُ اِرْفَعْ رَأْسَكَ وَقُلْ تَسْمَعْ وَسَلْ تُعْطَهْ وَاشْفَعْ تُشَفَّعْ۔ حکم دیا جائے گا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سر اُٹھاؤ اور کہو آپ کی

بات کی شنوائی ہو گی اور جو مانگو عطا ہو گا اور شفاعت فرمایئے آپ کی شفاعت قبول ہو گی، حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کی شفاعت فرمائیں گے پھر انبیاء اولیاء اور مومنین کو شفاعت کرنے کی اجازت مرحمت ہو جائے گی۔

دیکھئے اگر انبیاء و اولیاء کے پاس جانا اور ان سے مدد مانگنا شرک ہے تو یہ شرک تو پھر آخر تک چلے گا۔ پس معلوم ہوا کہ جو یہاں شرک سمجھتے ہیں وہ وہاں بھی نہیں جائیں گے اور جو جائیں گے نہیں تو شفاعت کیسے پائیں گے؟ کرنے والا تو سب کچھ خدا ہے، مگر خداوند کریم اپنے بندوں کا احترام کرتا ہے اور اعزاز بخشتا ہے۔ جو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے ولی کچھ نہیں ہوتے، سب فراڈ ہے تو وہ بھی سن لیں۔ حدیث قدسی کے شروع ہی میں ہے کہ "مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبْ" یعنی جس نے میرے ولی سے عداوت کی اس کے ساتھ میرا اعلان جنگ ہے۔

تو دوستو! اولیاء کرام نہ خدا کے شریک ہیں نہ ساجھی ہیں وہ تو خدا کے اذن اور حکم کے تابع ہیں۔ معلوم ہوا "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" تو ایک تنکا بھی نہیں ہلا سکتا اور "بِاِذْنِ اللّٰهِ" سے مردے بھی زندہ ہو جاتے ہیں۔ اب جو لوگ "مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ" کی باتیں "بِاِذْنِ اللّٰهِ" پر چسپاں کرتے ہیں خدا ان کو ہدایت دے۔

اب ایک بات میری نظر میں ایسی باقی ہے جو اہل علم طبقہ کے لئے قابل تشریح ہے وہ یہ ہے کہ جو لوگ اللہ کے مقربین اور حضرات اولیاء کرام کے تصرفات بعد الوفات اور علم و ادراک بعد الممات کے قائل نہیں اور اس امر کو توحید کے منافی سمجھتے ہیں۔ ان کی طرف سے علی العموم یہ شبہ پیش کیا جاتا ہے اور اچھے خاصے پڑھے لکھے طبقہ کو متاثر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ آپ لوگ تو اولیاء اللہ کے علم و ادراک بعد الوفات کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ حالانکہ قرآن پاک میں

صاف وارد ہے کہ انبیاء کرام کو موت کے بعد کوئی ادراک اور کوئی علم نہیں ہوتا اور جو انبیاء نہیں بلکہ اولیاء ہیں ان کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کیونکر صحیح ہوگا۔

اس شبہ کو کہ مرنے کے بعد اولیاء اللہ بے خبر ہوتے ہیں قرآن مجید کی ایک آیت سے مؤید کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ میں اس آیت کا جواب دیتا ہوں تا کہ اس شبہ کا ازالہ ہو جائے۔ وہ آیت یہ ہے۔

اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّهِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ ○

(پ3، سورہ بقرہ آیت نمبر 259)

ترجمہ: یا مثل اس شخص کے جو گزرا ایک بستی پر وہ اس حال میں تھی کہ گری پڑی تھی اپنی چھتوں کے بل، کہنے لگا کیوں کر زندہ کرے گا اسے اللہ تعالیٰ اس کے ہلاک ہونے کے بعد، پس حالتِ مرت میں رکھا اسے اللہ تعالیٰ نے سو سال تک، پھر زندہ کیا اسے فرمایا کتنی مدت تو یہاں ٹھہرا رہا۔ اس نے عرض کی میں ٹھہرا ہوں گا ایک دن یا دن کا کچھ حصہ، اللہ نے فرمایا نہیں بلکہ ٹھہرا رہا ہے تو سو سال۔

اللہ تعالیٰ نے کچھ امثال بیان فرمائے ایک یہ کہ حضرت عزیر علیہ السلام جو ایک دراز گوش یا حمار شریف پر سوار ہو کر تشریف لے جا رہے تھے اور کسی ایسے مقام سے گزرے جہاں عمارتیں گر چکی تھیں اور اس بستی کے کھنڈرات پڑے تھے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس بستی سے مراد بیت المقدس ہے۔ جب آپ وہاں سے گزرے تو فرمانے لگے اے اللہ! تو ان کے مرنے کے بعد ان کو کس طرح زندہ فرمائے اور کس طرح اُٹھائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان کو سو سال تک حالت موت میں رکھا اور پھر ان کو اٹھایا اور فرمایا تم یہاں کتنی دیر ٹھہرے رہے

انہوں نے جواب دیا میں تو ایک دن یا اس کا کچھ حصہ ٹھہرا رہا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم تو یہاں سو برس تک ٹھہرے رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ان کے ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرے رہنے کے جواب میں بتایا اور ثابت کر دیا کہ ان پر سو برس تک موت طاری رہی۔ اب شبہ پیدا ہوا کہ اگر ان کو معلوم ہوتا تو وہ سو برس کی بجائے ایک دن یا دن کا کچھ کیوں کہتے؟ پس معلوم ہوا کہ مرنے کے بعد ان کو کوئی علم وادراک نہ رہا تھا۔

جس آسان طریقہ سے یہ شبہ بیان کیا جاتا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اسی آسان اور سہل طریقہ سے اس شبہ کو دور کر دوں۔ تو سنیئے۔

سب سے پہلے میں یہ عرض کروں گا کہ قرآن مجید میں حضرت عزیر علیہ السلام کا ذکر نہیں آیا بلکہ فرمایا۔ ''كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ'' (مثل اس شخص کے جو گزرا ایک بستی پر) یہاں ''الذی'' کا لفظ آیا ہے اور ''الذی'' کی تفسیر میں کئی قول آئے ہیں۔ جن میں سے کوئی قول ایسا نہیں جس پر قطعیت کا حکم لگایا جا سکے۔ (قطعیت سے مراد یہ ہے کہ جس طرح قرآن کا انکار کفر ہے وہ بھی کفر ہو) ''الذی'' سے مراد اکثر مفسرین کے نزدیک عزیر علیہ السلام ہیں۔ لیکن یہ قول محض مفسرین کا قول ہے۔ پس یہاں قطعیت کا حکم نہیں آ سکتا۔ اس کے علاوہ تفاسیر میں چند اقوال ہیں جن میں سے ایک قول یہ بھی ہے کہ ''الذی'' سے مراد ایک کافر ہے (تفسیر بیضاوی) لہٰذا اگر ہم اس سے مراد ایک مرد کا ذکر لیں تو اب جہاں ایک قول کافر کے بارے میں آئے وہاں عزیر علیہ السلام کو کیسے لائیں؟ کیونکہ ایسی بات سے قطعی طور پر کسی نبی کو متعین کرنا باطل ہے۔ لہٰذا تمہارا یہ قول قابل سماعت نہیں۔

اس کا دوسرا جواب یہ ہے کہ اگر ''الذی'' سے مراد عزیر علیہ السلام ہیں

اور مرنے کے بعد ان کو کوئی علم نہیں تو یہ سوال پیدا ہوگا کہ جس کو کسی بات کا علم نہ ہو اس سے کسی علم کی بات کا دریافت کرنا کیسے صحیح ہے۔ جماد، پتھر اور مٹی کے اندر تو کوئی علم نہیں ہوتا اور جب وہ (معاذ اللہ) مٹی، پتھر ہیں تو کیا علم کی بات ان سے پوچھنا غلط نہیں؟ شاید آپ کہیں کہ خدا کی شان یہ ہے کہ خدا کوئی کام کرے تو خدا کے کام پر کوئی سوال نہیں کر سکتا کہ اللہ نے ایسا کیوں کیا۔

میں عرض کروں گا کہ اگر آیت کا مطلب یہ لے لیا جائے تو خدا تعالیٰ کے کمال حکمت پر دھبہ آئے گا اور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے۔ خدا تعالیٰ سب پر قادر ہے اور قاہر ہے۔ سب کو اپنی قدرت اور احاطہ میں لینے والا ہے، وہ جو چاہے کرے اور جو کرے گا حکمت کے تقاضے سے کرے گا۔ وہ کسی سے مقہور نہیں ہے۔ تو جو علم و ادراک نہ رکھتا ہو اس سے علم کی بات پوچھنا حکمت کے تقاضے کے خلاف ہے اور وہ بات جو حکمت کے تقاضے کے خلاف ہو اللہ تعالیٰ سے منسوب کرنا حماقت ہے۔ پس یہ سوال اس سے کیا جا رہا ہے جو محل ادراک ہے اور علم رکھتا ہے۔

یہاں دو چیزیں ہیں۔ سائل اور مسئول عنہ۔ (جس سے سوال کیا جائے) سائل کا سوال ہی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ محل ادراک ہے یعنی ادراک والا ہے کیونکہ سوال کرنے والا حکمت کے تقاضوں سے دور نہیں۔ وہ علیم و خبیر ہے اور اللہ تعالیٰ کا علیم و خبیر ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ جس سے سوال فرما رہا ہے وہ علم اور ادراک والا ہے۔

اگر عزیر علیہ السلام کو علم و ادراک نہ ہوتا تو چاہیے تھا کہ وہ خاموش ہو جاتے یا کہتے کہ میں تو مرنے کے بعد مٹی پتھر اور جماد ہو گیا تھا۔ میں تو جب بتاؤں کہ مجھے کچھ علم ہو۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ میرے مولا میں "یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ" یعنی ایک دن یا دن کا کچھ حصہ ٹھہرا تو پتہ چلا کہ وہ اپنے علم و ادراک کا

اعتراف کر رہے ہیں اور اس کے مطابق بیان کر رہے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کا سوال ''کَمْ لَبِثْتَ'' (کتنی دیر ٹھہرے) حکمت کے مطابق ہے۔ دوسرے یہ کہ اگر ان کو کوئی علم نہ ہوتا تو وہ یہ بات نہ کہتے۔ یہ دونوں باتیں دلیل ہیں کہ وہ محلِ ادراک ہیں۔

اب یہاں ایک شبہ پیدا ہو گیا کہ جو بات واقع میں تھی وہی بتاتے۔ علم معلوم کے مطابق ہونا چاہیے لیکن یہاں ان کا علم تو معلوم کے خلاف ہے اور جو علم معلوم کے خلاف ہو وہاں تو لاعلمی پیدا ہو گئی۔

دیکھئے لوگوں نے اس حقیقت کو نہ سمجھا۔ جتنی گفتگو میں نے کی ہے اس کا مفاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عزیر علیہ السلام کو محل ادراک جان کر سوال کیا اور انہوں نے اپنے علم و ادراک کو مان کر جواب دیا۔ یہ دونوں باتیں ذہن میں رکھ کر یہ بات سمجھئے۔

اب اس جگہ ''یَوْماً اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ'' کی بنا پر شبہ یہ ہے کہ اگر واقعی ان کو علم تھا تو یوماً کے بعد اَوْ جو کہا اس سے تو شک معلوم ہوتا ہے۔ لہٰذا ان کو شک تھا اور صحیح مدت کا علم نہیں تھا۔

میں کہتا ہوں کہ دیکھئے ''اَوْ کَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَۃٍ'' میں بھی ''اَوْ'' موجود ہے اور یہ اللہ کا کلام ہے۔ اب بتاؤ کیا یہاں بھی ''اَوْ'' شک کے لئے متعین ہو گا؟ نہیں۔ میں عرض کرتا ہوں کہ اَوْ ہمیشہ شک کے لئے نہیں آتا۔ یہاں اَوْ تاخیر کے لئے ہے۔ یعنی ''اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ'' سے مراد یوم تقرر نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ میں اتنی دیر ٹھہرا کہ جو مدت قلیلہ تھی۔ اب اس کا اندازہ تو یَوْماً سے لگا لے یا ''اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ'' سے۔ معلوم ہوا کہ محض مدت قلیل ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کئی جگہ ''اَوْ'' اس لحاظ سے استعمال کیا ہے کہ وہاں مخاطب کو اختیار دیا ہے کہ یہ

بات ہے۔ اب تو اس کو اس سے اندازہ کر لے یا اس سے۔

اب آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "بَلْ لَبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ" (بلکہ تو ٹھہرا رہا ہے سو برس تک) اب پھر سوال پیدا ہو گیا کہ بل تو ابطال کے لئے آتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے "بَل" کہہ کر عزیر علیہ السلام کے کلام کو باطل کر دیا اور اس سے یہ معلوم ہوا کہ وہ قلیل مدت باطل ہے اور طویل مدت "مِائَةَ عَامٍ" یعنی سو برس صحیح ہے۔ بس اگر "مِائَةَ عَامٍ" صحیح ہے تو "يَوْماً أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ" غلط ہے اور حضرت عزیر علیہ السلام نے مدت قلیلہ کا اظہار کیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ باطل ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ان کا کلام واقع کے مطابق نہیں ہے۔ لہٰذا کذب ہوا، کیونکہ کلام کا واقع کے مطابق ہونا صدق ہے اور کلام کا واقع کے مطابق نہ ہونا کذب ہے۔

اب اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے تو ان کا یہ قول باطل ہوا یعنی واقع کے مطابق نہ ہوا اور یہی کذب ہے اور حضرت عزیر علیہ السلام نے یہی کیا یعنی واقع کے مطابق نہ بتایا تو ان کا کلام سچا نہ رہا۔

لیکن نبی نہ تو قصداً جھوٹ بولتا ہے اور نہ بلا قصد جھوٹ بولتا ہے۔ لہٰذا صاف معلوم ہوا کہ آیت کے معنیٰ یہ نہیں ہیں۔ اگر یہ بات تسلیم کر لی جائے تو حضرت عزیر علیہ السلام کی طرف کذب منسوب ہو گیا، اور نبی جھوٹ بولتا نہیں کیونکہ جو جھوٹا ہو وہ نبی ہو ہی نہیں سکتا۔ لہٰذا آیت کے معنیٰ غلط کئے گئے ہیں۔

پس اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات پر قادر ہے کہ وہ ایک امر کو دو واقعوں کی صورت میں ظاہر کر دے۔ اگر حضرت عزیر علیہ السلام کی طرف جھوٹ کی نسبت کریں تو یہ غلط ہے کیونکہ نبی جھوٹ نہیں بول سکتا اور اگر وہ جھوٹے نہیں تو پھر (معاذ اللہ) خدا تعالیٰ کا قول جھوٹا ہو گا۔ یہ تو اور بھی زبردست مصیبت ہو گئی۔ تو معلوم ہوا دونوں قول جھوٹ نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اس

بات پر قادر ہے کہ ایک امر کو دو واقعی صورتوں میں نمایاں کر دے۔

حقیقت تو یہ ہے کہ مدت تو سو برس کی تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اس سو برس کی مدت کو عزیر علیہ السلام کے لئے اتنا چھوٹا کر کے گزارا کہ ان کے لئے وہ "یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ" ہو کر گزرا۔ پس حضرت عزیر علیہ السلام کا علم اس واقعہ کے مطابق ہے جو ان پر گزرا اور اللہ جل جلالہٗ کا کلام اس واقع اور حقیقت کے مطابق ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر گزارا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کا کلام بھی سچا ہے اور حضرت عزیر علیہ السلام کا کلام بھی سچا ہے۔ اس کی دلیل میں ایک واضح اور روشن بات یہ ہے کہ قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا مگر اہل ایمان صلحاء و اولیاء اور شہداء کے لئے ایک وقت کی نماز سے بھی جلدی گزر جائے گا۔ قیامت میں اگر صالحین سے دریافت کیا جائے گا کہ تم یہاں کتنا عرصہ ٹھہرے تو وہ اپنے تجربہ و مشاہدہ کے مطابق وقت کا اختصار بیان کریں گے اور اگر کفار و مشرکین سے دریافت کیا جائے تو وہ اپنا ماجرا بیان کریں گے اور ہر ایک اپنے قول اور دعوے میں سچا ہوگا۔

اب بتایئے کہ جو اللہ پچاس ہزار برس کو ایک وقت کی نماز کے عرصہ میں تبدیل کر سکتا ہے، تو کیا وہ سو برس کے عرصہ کو ایک دن یا دن کے کچھ حصے میں تبدیل نہیں کر سکتا؟ پس اللہ تعالیٰ کا کلام اس اصل واقع کے مطابق ہے اور حضرت عزیر علیہ السلام کا کلام ان کے علم کے مطابق ہے۔

اب دوسری مثال پڑھیئے: قرآن مجید میں ارشاد ربانی ہے۔

"پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی رات کے تھوڑے سے حصہ میں"۔ (پ15)

اب اندازہ لگایئے کہ وہ تھوڑا عرصہ کتنا ہے کہ جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک تشریف لے جاتے ہیں اور اسی

عرصہ میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء کرام علیہم السلام سے مصافحہ فرماتے ہیں۔ اسی مسجد اقصیٰ میں تمام انبیاء علیہم السلام کو نماز پڑھائی۔ پھر حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آسمانوں پر تشریف لے جانا، ابواب سے گزرنا وہاں انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کرنا، بیت المعمور ملاحظہ فرمانا، سدرۃ المنتہیٰ پر جبریل علیہ السلام کا علیحدہ ہونا، پھر رفرف پر جلوہ گر ہونا، پھر دریائے نور میں غوطہ زن ہونا اور پھر ظاہر ہونا، پھر اللہ تعالیٰ کے حجابات عظمت کو مشاہدہ فرماتے ہوئے وہاں جانا جہاں نہ کوئی مکان ہے نہ زمان ہے پھر عرشِ عظیم پر جلوہ گر ہونا عرش سے اوپر جانا اس کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اللہ تعالیٰ کے قرب خاص سے مشرف ہونا اور دیدار فرمانا پھر نمازیں لینا پھر نمازوں کی تعداد کم کرانے کے لئے بار بار حضرت موسیٰ علیہ السلام تک جا کر اللہ تعالیٰ کے حضور جانا۔ اب آپ بتائیں کہ ان سب کاموں میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کتنا عرصہ تھا اور یہ کتنا وقت گزرا۔ پس حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے تو سفر معراج کا یہ اتنا طویل عرصہ تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اٹھارہ سال تک سیر فرماتے رہے لیکن دنیا کے لئے اتنا طویل تھا کہ جب تشریف لائے تو بستر گرم تھا، دروازے کی کنڈی ہل رہی تھی اور وضو کا پانی چل رہا تھا۔

پس ثابت ہو گیا کہ خدا تعالیٰ قادر ہے کہ ایک ہی وقت کو کسی کے لئے طویل کر دے اور کسی کے لئے کم کر دے۔ اسی طرح اولاً وہ واقع سو برس کا تھا لیکن حضرت عزیر علیہ السلام کے لئے وہ قلیل کر دیا گیا۔ معلوم ہو گیا کہ "بَل" کا ابطال اس واقعہ کے مطابق تھا جو کہ علم الٰہی میں تھا۔

اب میں اس ساری بحث کا فیصلہ قرآن کریم سے عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اسی آیت میں آگے ارشاد فرمایا۔

فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ ۝ (پ3)

ترجمہ: ''اب (ذرا) دیکھ اپنے کھانے اور پینے (کے سامان) کی طرف یہ باسی نہیں ہوا اور دیکھ اپنے گدھے کو''۔

یعنی انگور اور انجیر کے رس کو دیکھئے کہ ویسا ہی ہے اس سے بو تک نہیں آئی اور گدھے کے اعضاء بکھر گئے اور ہڈیاں چمک رہی ہیں۔ (تفسیر بن عباس رضی اللہ عنہ)

اب دیکھئے اللہ تعالیٰ نے جب سو برس کا عرصہ گزارا تو وہ سب کے لئے سو برس گزرنا چاہیے تھا یعنی کھانے پینے کی چیزوں پر بھی اور حمار پر بھی سو برس گزرتے لیکن ہوا کیا؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ذرا اپنے کھانے اور پانی کو تو دیکھ کہ باطل متغیر نہیں ہوئے ان میں ذرا فرق نہ آیا۔ اب غور کرو جو چیز جلد خراب ہو جانے والی تھی وہ بالکل نہ بدلی اور گدھا جو طاقت ور ہوتا ہے اس کی تمام ہڈیاں منتشر پڑی ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے عزیز علیہ السلام میں نے یہ سو برس کا عرصہ تجھ پر ''يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ'' کر کے گزارا۔ جس طرح تیرے لئے یہ عرصہ تھوڑا کیا تیرے کھانے اور پینے کی چیزوں کے لئے بھی قلیل کر دیا تا کہ تیرے کھانے اور پینے کا تازہ ہونا تیرے ''يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ'' کی دلیل ہو جائے۔ پس تیرے دعوٰی کی دلیل تو یہ طعام اور انگوروں کا رس رکھا ہے۔ اب میرے دعوٰی کی دلیل یہ ہے کہ تو اپنے حمار یعنی گدھے کی طرف دیکھ، سو برس میں اس کا جو حال ہونا چاہیے وہی اس کا ہے۔ پس دونوں قول سچے ہیں۔

میں نے ایک ایک جزو الگ الگ کر کے بیان کر دیا۔ اب کوئی کانٹا نہیں ڈال سکتا۔ یہ دھوکہ میرے ساتھ بھی لیہ (ضلع مظفر گڑھ) کے مناظرہ میں پیش

آیا۔ میں نے جواب اسی طرح جامعیت کے ساتھ بیان کر دیا۔ خدا کو گواہ کر کے بتاتا ہوں کہ اس جواب کے بعد حاضرین وناظرین پر صُمٌّ بکمٌ کا منظر طاری تھا۔

تو دوستو! جس کو صاحب قرآن سے نسبت نہیں اس کو قرآن سے کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ یہ قرآن کی حقیقتیں تب کھلتی ہیں جب صاحب قرآن سے نسبت ہو۔ وما علینا الا البلاغ o

نوٹ:۔ یہ تقریر بروز پیر 9 رمضان المبارک 1382ھ بمطابق چار فروری 1963ء کو مدرسہ انوار العلوم کچہری روڈ ملتان میں بسلسلہ درس قرآن حکیم کی گئی۔ جناب محمد مختار احسن صاحب مرحوم۔ پاکستان کے مشہور ابنِ کلیم کے بڑے بھائی تھے۔ (فانی)

جامع معقول منقول استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر حضرت علامہ مولانا احمد سعید کاظمی رحمتہ اللہ علیہ کی اس علمی اور پر مغز تقریر سے مندرجہ ذیل علمی موتی حاصل ہوئے۔

(۱) خدا تعالیٰ کی عبادت کا نتیجہ قرب الٰہی ہے اور خدا تعالیٰ کے کسی بندے کو جب قرب الٰہی کی دولت میسر آ جائے تو علماء نے فرمایا کہ اس کو چار انعام ملتے ہیں۔ ایک یہ کہ وہ بندہ خدا کا محبوب بن جاتا ہے دوسرا یہ کہ اسے اللہ تعالیٰ صاحب کرامت بنا دیتا ہے تیسرا یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے کشف کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے اور چوتھا یہ کہ اسے اللہ تعالیٰ الہام کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے۔

(۲) خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندے صفات الٰہیہ کے مظہر بن جاتے ہیں ان کا دیکھنا خدا کا دیکھنا ان کا سننا خدا کا سننا ہو جاتا ہے وہ دور سے اشیاء کو دیکھ بھی لیتے ہیں اور دور کی آوازوں کو سن بھی لیتے ہیں۔

(۳) اولیاء کرام خدا کی بارگاہ کے ایسے مقبول ہوتے ہیں کہ وہ جو خدا سے مانگتے ہیں خدا ان کو ضرور عطا فرماتا ہے۔

(۴) جب اللہ تعالیٰ کے نور کے جلوے ولی کے ہاتھ پاؤں دل و دماغ میں ظاہر ہوتے ہیں تو وہ ہر آسان ہر مشکل اور ہر دور و نزدیک کی چیز پر قادر ہو جاتے ہیں لہٰذا وہ خدا کی عطا سے مشکل کشا ہو جاتے ہیں۔

(۵) ولی کی وفات کے بعد اس کے روحانی کمالات باقی رہتے ہیں کیونکہ جسم فانی ہے اس کے کمالات بھی فانی روح باقی ہے اس کے کمالات بھی باقی ہیں لہٰذا ولی اپنی قبر میں رہ کر اپنے زائر کو دیکھ کر پہچان لیتا ہے اور اس کی آواز کو سن بھی لیتا ہے۔

(۶) اولیاء کے مزارات پر حاضر ہو کر کہنا کہ اے صاحب مزار میرے لئے فلاں دعا کر دو جائز ہے کیونکہ خدا نے ان سے عطا کا وعدہ کر رکھا ہے جو کہتے ہیں کہ ولی کے مزار پر جانے سے کچھ نہیں وہ خدا کے وعدے کو جھٹلاتا ہے۔

(۷) خدا تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں سے مدد مانگنا جائز ہے شرک نہیں قیامت کے دن مخلوق خدا پیغمبروں سے مدد مانگیں گے۔

(۸) اللہ اس بات پر قادر ہے کہ وہ ایک امر کو دو واقعوں کی صورت میں ظاہر کر دے وہ ایک وقت کو کسی کے لئے کم کر دے اسی وقت کو دوسرے کے لئے زیادہ وہ اس پر قادر ہے معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اٹھارہ سال کی کر دی۔ قیامت کا پچاس ہزار سال کا دن مسلمانوں کے لئے ایک نماز کے وقت کے برابر کر دے گا۔

❁❁❁

فصل ہفتم:

علامہ مولانا شاہ عبدالعزیز کے علم کی جھلکیاں

سنی اور شیعہ میں کون حق پر ہے؟

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنی تصانیف میں لکھا ہے کہ سنی اور شیعہ میں کون حق پر ہے؟ اس بات کو معلوم کرنے کے لئے پہلے ہر مذہب کی بنا اور بنیاد معلوم کرنی چاہیے جب ہر مذہب کی بنا معلوم ہو جائے گی تو پھر اس بنا کو آیات قرآنی پر مطابق کرو جس کی بنا قرآن کے موافق ہو اور مضبوط اور مستحکم ہو اس کو حق جان کر اس مذہب کی کتابوں کا مطالعہ کرو اور ان پر عمل کرو اور جس مذہب کی بنا خراب اور باطل ہو اس مذہب کی کتابوں کو وسوسہ شیطان جان کر نذر آتش کر دو اور یقین کر لو کہ وہ مذہب اہلبیت نہیں بلکہ شیطانوں کا مذہب ہے۔

بنائے مذہب اہلسنت:

مذہب اہلسنت کی بنیاد اصحاب اربعہ اور دیگر صحابہ کرام کے تقویٰ راستی اور ایمان پر ہے۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام صحابہ ایمان نماز جہاد زکوٰۃ مدد رسول عدل وانصاف میں کامل تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد بھی اصحاب اربعہ ایمان پر کامل رہے اور عدل و انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور اصحاب ثلاثہ کی وفات کے بعد جناب امیر نے ان کے حق میں دعائیں کیں ان کی زندگی میں ان کی امامت میں نمازیں ادا کیں۔

بنائے مذہب شیعہ:

اس مذہب کا عقیدہ ہے کہ اصحابہ ثلاثہ معاذ اللہ نفاق اور کفر پر رہے ان کے جہاد اور ان کی عبادت میں ریاء تھی۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد اہلبیت کو ایذائیں پہنچائیں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مددگار نہیں ہوئے بلکہ آپ کا حق خلافت چھینا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کی اقتدا میں بطور تقیہ نماز ادا کرتے تھے حتیٰ کہ آپ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا نکاح حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے ساتھ تقیہ کے طور پر کیا خاص صحابہ چند تھے حضرت ابوذر، مقداد، سلمان، عمار اور جابر رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اہل سنت کا مذہب قرآن سے:

خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ○ (پارہ نمبر 11)

ترجمہ: سب سے اگلے پہلے مہاجرین و انصار اور جو بھلائی کے ساتھ ان کے پیرو ہوئے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ان کے لئے تیار کر رکھے ہیں باغ جن کے نیچے نہریں بہیں ہمیشہ ان میں رہیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ مہاجرین و انصار اور سابقین سب جنتی ہیں اور ان کے پیروکار جو بعد میں ہوئے اور انہوں نے ان کا طریقہ اختیار کیا وہ لوگ بھی بہشتی ہیں اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مہاجر اول ہونے میں کسی کو شک نہیں کیونکہ ہجرت میں وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ تھے اسی طرح

حضرت عمر، حضرت عثمان غنی، حضرت علی اور دیگر کئی صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بھی مہاجرین اولین میں شامل ہیں۔ پس جو آدمی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو مہاجرین اولین میں سے نہ جانے وہ بوجہ انکار اس آیت کے کافر ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہجرت پر قرآنی دلیل:

ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْهُمَا فِی الْغَارِ اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِهٖ لَاتَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا٥

ترجمہ: صرف دو جان سے جب وہ دونوں غار میں تھے جب اپنے یار سے فرماتے تھے غم نہ کھا بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ہجرت خاص خدا کے لئے نہ تھی بلکہ طمع کے لئے تھی ان لوگوں کے جواب میں درج ذیل مدلل بیان پر غور فرمائیں۔

اُذِنَ لِلَّذِیْنَ یُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا٥

ترجمہ: کافروں سے لڑائی کے لئے اجازت دی گئی ان لوگوں کو یعنی مہاجرین کو اس سبب سے کہ کفار کے ہاتھوں سے انہوں نے ظلم برداشت کیا۔

وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰی نَصْرِهِمْ لَقَدِیْرُ٥

ترجمہ: بے شک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔

اَلَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ بِغَیْرِ حَقٍّ اِلَّا اَنْ یَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ٥

ترجمہ: جن لوگوں کو ان کے گھروں سے نکالا گیا ناحق طور پر صرف اس بات کی وجہ سے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

یعنی ان سے کوئی ایسا گناہ سرزد نہیں ہوا کہ باعث اخراج وجلاوطن ہو مگر فقط ایمان لانے کی وجہ سے اور خدا مصطفےٰ کے احکام ماننے کی وجہ سے پس آیت

مذکور سے معلوم ہوا کہ ہجرت کل صحابہ خالصاً لوجہ اللہ تھی نہ کہ کسی غرض وطمع کے لئے
اور نہ ہی جلب منفعت اور حصول زر کے لئے تھی ثابت ہوا کہ تمام مظفر و منصور ہیں
جو آدمی صاحب ایمان ہے اس پر ثابت ہو جائے گا کہ جن کو خدا تعالیٰ جنتی کہے وہ
ابدالآباد جنتی ہیں ان کے حق میں کل اعتراضات ساقط ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ عالم
الغیب ہے وہ جانتا ہے کہ فلاں بندہ سے فلاں وقت میں کوئی نیکی اور فلاں وقت
میں کوئی بُرائی ظاہر ہو گی اس کے باوجود اگر خدا اس کو جنتی کہہ دے تو اس کا
مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کی غلطیوں اور لغزشوں کو معاف فرما دیا ہے پس
دوسرے لوگ اس پر زبان طعن دراز کریں تو درحقیقت یہ خدا پر اعتراض ہے گویا
معترض خدا پر اعتراض کرتا ہے کہ خدا نے اس بندہ کو جنتی کیوں بنا دیا ہے اور ظاہر
ہے کہ خدا پر اعتراض کفر ہے جس بندہ کو خدا تعالیٰ بہشتی کہہ دے وہ درحقیقت بہشتی
ہے کسی کا اعتراض اس کے حق میں مضر نہیں اور اس کے اعتراض سے دوزخی نہیں
ہو جائے گا بلکہ اس کا معترض کافر ہے۔

بعض لوگ ان مہاجرین کو منافق تصور کرتے ہیں ایسے لوگوں کو معلوم ہونا
چاہیے کہ منافق اکثر وہ اعرابی لوگ تھے جو کہ مدینہ کے اردگرد مکانات تعمیر کر کے
جاگزیں ہوئے تھے یا پھر وہ جو دوسرے شہروں میں رہتے تھے باشندگان مکہ
مہاجرین و انصار اور جن کے ایمان کا قرآن میں ثبوت موجود ہے ان میں سے
کوئی بھی منافق نہیں ہوا چنانچہ خدا فرماتا ہے۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مُنَافِقُوْنَ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ O

ترجمہ: اور تمہارے آس پاس کے کچھ گنوار منافق ہیں اور کچھ مدینے والے ان
کو نفاق کی عادت ہو گئی ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ کوئی مہاجر منافق نہیں ہوا لہٰذا ثابت ہوا کہ

کوئی خلیفہ بھی اصحاب ثلاثہ میں منافق نہ تھا ہمارا ایمان ہے کہ مہاجرین میں سے کوئی بھی منافق نہیں ہوا چنانچہ خدا فرماتا ہے۔

فَاِنْ یَّتُوْبُوْا یَکُ خَیْرًا لَّھُمْ ۝

ترجمہ: اگر منافق اپنے نفاق سے توبہ کریں تو ان کے لئے بہتر ہوگا۔

پھر فرماتا ہے۔

وَاِنْ یَّتَوَلَّوْا یُعَذِّبْھُمُ اللّٰہُ عَذَابًا اَلِیْمًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ ۝

ترجمہ: اور اگر منافق توبہ سے منہ پھیریں تو خدا تعالیٰ ان پر سخت عذاب کرے گا دنیا اور آخرت میں۔

تیسری جگہ فرمایا۔

وَمَا لَھُمْ فِی الْاَرْضِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَا نَصِیْرٍ ۝

ترجمہ: ایسے لوگوں کے لئے زمین میں کوئی یار و مددگار نہیں۔

یعنی زمین میں ان کی کوئی مدد نہ کرے گا اور مہاجرین کے متعلق تو خدا تعالیٰ نے اوصاف ذمیمہ کے برخلاف خصال حمیدہ بیان کئے ہیں اور ان کی مدد کا وعدہ کیا ہے۔ جیسے کہ ارشاد ہوا۔

وَاِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصْرِھِمْ لَقَدِیْرٌ ۝

ترجمہ: بیشک اللہ ان کی مدد پر قادر ہے۔

چنانچہ خدا نے کل صحابہ خصوصاً اصحاب اربعہ کی خوب امداد فرمائی ہزاروں مشرکین کو انہوں نے تہ تیغ کیا مرتدین کا قلع قمع کیا ممالک قیصر و کسریٰ فتح کئے اور خلفائے راشدین کی تمام صحابہ نے مدد کی۔ پس معلوم ہوا کہ خلفائے راشدین از جملہ مہاجرین فی سبیل اللہ ہیں پس وعدہ خداوندی ان کے حق میں صادق آتا ہے بالفرض اگر منافق ہوتے تو کوئی ان کا ساتھ نہ دیتا اور زمین پر کوئی ان کا

یار و مددگار نہ ہوتا اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ منکرین قرآن مجید جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافت طلب کی اور مہاجرین و انصار کے گھروں میں جا کر ان سے مدد مانگی لیکن کسی نے ان کی مدد نہ کی اور کوئی ان کا حامی و مددگار نہ ہوا۔ یہ ان لوگوں کا محض جھوٹ ہے اور یہ بات صریح کفر ہے کیونکہ خدا نے مہاجرین کی مدد کا وعدہ کیا ہے اور شک نہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ مہاجرین اولین میں سے ہیں۔ پس محال ہے کہ ان کی کوئی مدد نہ کرتا پس ثابت ہوا کہ جو لوگ ان باتوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ وہ آپ کے دشمن اور گستاخ ہیں کیونکہ زمین میں کسی کا کوئی مددگار نہ ہونا یہ منافقین کا وصف ہے جیسے کہ آیت مذکور سے ثابت ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کے سچے دوست اہل سنت ہیں جو نفاق کی نسبت آپ کی طرف نہیں کرتے بلکہ اہل سنت کا ایمان ہے کہ اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافت کے لئے اُٹھتے تو تمام مہاجرین و انصار آپ کی مدد کرتے پس معلوم ہوا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو حق جان کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور ہمیشہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ناصر و مددگار رہے۔

خدا تعالیٰ منافقین کی رسوائی کے بارے میں فرماتا ہے۔

لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنَافِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَا إِلَّا قَلِيْلًا مَّلْعُوْنِيْنَ ۝

ترجمہ: اگر منافق باز نہ آئے اور جن کے دلوں میں روگ ہے اور مدینہ میں جھوٹ اڑانے والے تو ضرور ہم تمہیں ان پر شہ دیں گے پھر وہ مدینہ میں تمہارے پاس نہ رہیں گے مگر تھوڑے دن پھٹکارے ہوئے۔

دوسری جگہ فرمایا۔

أَيْنَمَا ثُقِفُوْا أُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيلًا ۝

ترجمہ: منافق جہاں بھی پائے جائیں گے گرفتار کیے جائیں گے اور قتل کیے جائیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ مدینہ میں جن لوگوں نے نفاق سے توبہ نہیں کی ان میں سے کوئی بھی نہیں رہا بلکہ وہ سب خراب اور ہلاک ہو گئے اور مارے گئے۔ پس معلوم ہوا کہ سارے صحابہ جو مدینے میں رہتے تھے سب خدا کے دین کے محافظ مددگار تھے حق پرست تھے اور ایمان میں مخلص تھے اور جس چیز پر وہ لوگ اجماع کریں عین حق اور ہدایت ہے۔

مہاجرین کے اوصاف حمیدہ:

خدا تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۝

ترجمہ: جن لوگوں نے کفار کے ظلم و تشدد کی بنا پر خدا کی راہ میں ہجرت کی ان کو ہم دنیا میں عمدہ ٹھکانہ یعنی مدینہ دیں گے۔

اور ارشاد فرماتا ہے۔

وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۝ آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے۔

ان آیات میں خدا تعالیٰ نے مہاجرین کے ساتھ دو وعدے فرمائے ایک دنیا میں اور ایک آخرت میں اس میں شک نہیں کہ دنیا کا وعدہ پورا ہو گیا کہ تمام مہاجرین نے مدینہ کو اپنا ٹھکانہ بنایا۔ خصوصاً اصحاب ثلاثہ کہ اپنی حیات تک وہیں

رہے اور بعد وفات بھی وہیں مدفون ہوئے شیخین کی قبور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیوستہ ہیں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنت البقیع میں رونق افروز ہیں معاذ اللہ اگر وہ منافق ہوتے تو خدا تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پر تسلط دیتا اور وہ مدینہ سے باہر نکالے جاتے گرفتار ہوتے اور ذلت سے مارے جاتے پس یہ حقیقت اظہر من الشمس ہوگئی کہ وہ حضرات مہاجرین فی سبیل اللہ تھے اور وہ قطعی بہشتی ہیں آخرت میں ان کا ثواب بہت ہوگا اصحاب ثلاثہ نے اپنے عہد خلافت میں جو کام بھی کیے اجر و ثواب کی خاطر کیے اور وہ تمام احکام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی غرض سے کیے جیسے کہ خدا فرماتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ؁

ترجمہ: اگر ہم ان کو زمین میں قدرت اور تمکین دیں تو وہ نماز کو قائم کریں زکوۃ ادا کریں نیکی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں۔

پس ثابت ہوا کہ مہاجرین سے بوقت تمکین فی الارض کوئی ظلم نہیں ہوا۔

ارشاد خداوندی ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِیْنِهٖ فَسَوْفَ یَاْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗۤ اَذِلَّةٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّةٍ عَلَی الْكٰفِرِیْنَ یُجَاهِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآىِٕمٍ ؁

ترجمہ: اے ایمان والو جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے اور مرتد ہو جائے پس بہت جلد اللہ تعالیٰ مرتدوں کے قتال کے لئے ایک قوم کو لائے گا جس سے خدا محبت کرے اور وہ خدا سے محبت کریں مسلمانوں پر نرم کافروں پر سخت اللہ کی راہ میں لڑیں گے اور کسی ملامت کرنے والی کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے۔

اس آیت میں صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دیگر اصحاب رسول ﷺ کے کمال مناقب بیان ہوئے ہیں کہ انہوں نے مسیلمہ کذاب کو عہد خلافت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں قتل کیا دوسرے بہت سے فرقے جو کہ زکوٰۃ کے منکر ہوئے اور مرتد ہو گئے اصحاب نبی نے ان کے ساتھ جہاد کیا اور ان کو قتل کیا ان میں بہت سے دوبارہ مسلمان ہو گئے۔ اس سے بھی معلوم ہوا کہ مہاجرین میں سے کوئی مرتد نہیں ہوا اگر ایسا ہوتا تو دوسرے کامل الایمان لوگ ان سے جہاد کرتے اور ان کو مار ڈالتے شک نہیں کہ خلفائے ثلاثہ کے ساتھ کسی نے بھی جنگ نہیں کی بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ان کی پیروی کی۔

اہل ایمان کی تین اقسام:

خدا تعالیٰ نے اہل ایمان کو تین اقسام پر منقسم کیا ہے۔

قسم اول: خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِيْنَ الَّذِيْنَ أُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَيَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ أُولٰئِكَ هُمُ الصَّادِقُوْنَ○

ترجمہ: ان فقیر ہجرت کرنے والوں کے لئے جو اپنے گھروں اور مالوں سے نکالے گئے اللہ کا فضل اور اس کی رضا چاہتے اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کرتے وہی لوگ سچے ہیں۔

قسم دوم: وَالَّذِيْنَ تَبَوَّءُو الدَّارَ وَالْإِيْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ يُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُوْنَ فِيْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوْتُوْا وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ○

ترجمہ: اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا دوست رکھتے

ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر گئے اور اپنے دلوں میں کوئی حاجت نہیں پاتے اور چیز کی جو دیئے گئے اور اپنی جانوں پر ان کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ انہیں شدید محتاجی ہو اور جو اپنے نفس کے لالچ سے بچایا گیا تو وہی کامیاب ہیں۔

قسم سوم: وَالَّذِیْنَ جَاءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ آمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ○

ترجمہ: اور وہ ان کے بعد آئے عرض کرتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہمیں بخش دے اور ہمارے بھائیوں کو جو ہم سے پہلے ایمان لائے اور ہمارے دل میں ایمان والوں کی طرف سے کینہ نہ رکھ اے رب ہمارے بیشک تو ہی نہایت مہربان رحم والا ہے۔

شیعہ نہ تو مہاجرین سے ہیں اور نہ ہی انصار سے اور نہ وہ ان لوگوں سے ہیں جو صحابہ کے حق میں دعائے خیر کرتے ہیں بلکہ وہ تو صحابہ کرام کے حق میں نازیبا کلمات کہتے ہیں اور تبرا بازی کرتے ہیں لہٰذا وہ ان تینوں اقسام سے خارج ہیں۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے تفسیر عزیزی کے نام سے سورہ بقرہ انتیسویں پارہ اور پارہ عم یتساءلون کی تفسیر لکھی ہے اس تفسیر میں آپ کا اسلوب یہ ہے کہ آپ قرآن کی تفسیر قرآن و حدیث اور ارشادات ائمہ مفسرین سے کرتے ہیں ائمہ تصوف کے اقوال بھی پیش کرتے ہیں لغوی تحقیق پیش کرتے ہیں صرفی نحوی تحقیقات بھی پیش کرتے ہیں اور آیت کریمہ کے بارے میں وارد ہونے والے سوالات کے جوابات بھی دیتے ہیں۔ مذہب حنفی کی تقویت تائید کے لئے قرآن و حدیث سے دلائل بھی پیش کرتے ہیں موقع محل کے مطابق تاریخی

واقعات بھی پیش کرتے ہیں قرآن پاک کی بلاغت پر بھی اظہار خیال فرماتے ہیں۔ غرض، یہ کہ کسی پہلو کو تشنہ نہیں چھوڑتے اور لطف یہ کہ طوالت سے دامن بچاتے ہوئے گزر جاتے ہیں۔ تفسیر عزیزی کے چند جواہر پارے ملاحظہ ہوں۔

بسم اللہ شریف کے نکات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بادشاہوں کا یہ طریقہ ہے کہ جب اپنے لئے سامان یا گھوڑے خریدتے ہیں تو ان پر شاہی مہر لگا دیتے ہیں تا کہ چور اور ڈاکو اس مہر کر دیکھ کر دست درازی سے باز رہیں۔ انسان جب اطاعت و بندگی میں مصروف ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے عمل پر خدائی مہر لگا لے یعنی اس سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھ لے کہتے ہیں کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی پر سوار ہوئے تو انہیں کشتی ڈوب جانے کا خطرہ تھا اس خطرے سے بچاؤ کے لئے انہوں نے پڑھا بسم اللہ مجرھا ومرسھا کشتی ڈوبنے سے محفوظ رہی جب بسم اللہ کی برکت سے کشتی ڈوبنے سے محفوظ رہی تو جو شخص ساری عمر ہر نیک کام سے پہلے پوری بسم اللہ پڑھتا ہے وہ کس طرح نجات سے محروم رہے گا۔

نیز فرماتے ہیں کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے انیس حرف ہیں اور دوزخ پر مقرر کردہ فرشتے بھی انیس ہیں ہر حرف کے ذریعے ان میں سے ایک کے ضرر کو دور کیا جا سکتا ہے علاوہ ازیں دن رات کے چوبیس گھنٹے ہیں پانچ ساعتوں کے لئے پانچ نماز میں مقرر کی گئی ہیں باقی انیس ساعتوں کے لئے یہ انیس حرف ہیں تا کہ ہر نشست و برخاست اور ہر حرکت وسکون میں انیس ساعتوں کو ان انیس حروف کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رکھا جائے۔

(تفسیر عزیزی، جلد 1، ص 13,14)

شاہ عبدالعزیز نے ایک جگہ فرمایا کہ انسانوں کی سات اقسام ہیں اس لئے کہ قرآن کی نص سے یہ بات ثابت ہے کہ آدمی یا سعید ہے یا شقی خدا تعالیٰ

فرماتا ہے۔ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيْدٌ۔ ان میں سے کچھ شقی ہیں اور کچھ سعید اور قرآن کی اصطلاح میں اشقیا کو اصحاب شمال اور اصحاب مشامۃ کا نام دیا گیا ہے اور یہ دو گروہ ہیں۔

(۱) مطرودین: ان کے بارے میں قرآن نے فرمایا۔

وَلَقَدْ ذَرَأْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ○

ترجمہ: اور بے شک ہم نے جہنم کے لئے پیدا کئے بہت جن اور آدمی وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں اور وہ آنکھیں جن سے دیکھتے نہیں اور وہ کان جن سے سنتے نہیں وہ چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ وہی غفلت میں پڑے ہیں۔

یہ گروہ اگرچہ بظاہر انسان ہیں لیکن درحقیقت دائرہ انسانیت سے خارج ہیں یہ اپنی فطرت اور ظلمت کی وجہ سے نور الہی کو قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے ان کی پیدائش محض دوزخ بھرنے کے لئے ہوئی۔

(۲) منافقین: یہ وہ گروہ ہے جن میں نور الہی کو قبول کرنے کی صلاحیت موجود تھی لیکن ان کے رذائل صغائر و کبائر کا ارتکاب ان پر قوت بہیمیہ کا غلبہ اور ان پر شیطان لعین کا تسلط یہ ایسے امور تھے کہ آہستہ آہستہ ان کے دل سیاہ ہو گئے اور وہ پہلے گروہ سے بھی بدتر ہو گئے خدا فرماتا ہے۔

إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الدَّرْكِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّارِ○

ترجمہ: بے شک منافق دوزخ کے سب سے نچلے طبقے میں ہیں۔

پھر سعید کی بھی دو اقسام ہیں۔

قسم اول کو اصحاب یمین و مقتصدین اور اصحاب المیمنہ کہتے ہیں اور اس کی پھر تین اقسام ہیں۔

(۱) اہل فضل و ثواب: جن کے نیک اعمال ایمان کے ساتھ قبول ہوتے ہیں اور ان کو ثواب ملتا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

فَوَجَدُوْا مَاعَمِلُوْا حَاضِرًا وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٍ مِّمَّا عَمِلُوْا ○

ترجمہ: انہوں نے اپنے اعمال (کا ثواب) حاضر پایا اور نیک اعمال کی بنا پر ہر ایک کے لئے درجات ہیں۔

(۲) اہل عفو: اس کی پھر دو اقسام ہیں۔

(۱) یہ وہ لوگ ہیں جن کا عقیدہ درست ہوتا ہے اور ان کے گناہ ان کی نیکیوں سے مغلوب ہوتے ہیں ان کو بغیر شفاعت اور عذاب کے بخش دیا جاتا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ○

ترجمہ: انہوں نے نیک اور بُرے دونوں عمل کیے خدا نے ان کو توبہ کی توفیق دی

(۲) یہ وہ لوگ ہیں جن کے ہر عمل کے مقابلے میں توبہ واقع ہوتی ہے اور اللہ گناہ نیکیوں میں تبدیل کر دیتا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ○

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ان کے گناہ نیکیوں میں تبدیل کر دے گا۔

(۳) معذبین: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے گناہوں کے مطابق عذاب دیئے جائیں گے اور آخرکار انبیاء علماء شہداء اور ملائکہ کی شفاعت سے نجات پا جائیں گے۔ خدا فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْ هٰٓؤُلَاۤءِ سَيُصِيْبُهُمْ سَيِّئَاتُ مَا كَسَبُوْا ○

ترجمہ: اور وہ جو ظالم ہیں ان میں سے عنقریب ان پر پڑیں گی ان کی کمائیوں کی برائیاں۔

سابقین اور مقربین کی دو اقسام ہیں۔ مجتبیٰ اور منیب خدا فرماتا ہے۔

اَللّٰهُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَیَهْدِیْٓ اِلَیْهِ مَنْ یُّنِیْبُ ۝

ترجمہ: اللہ اس کے لئے جو چاہتا ہے چن لیتا ہے اور اس کو ہدایت ہے جو اس کی طرف رجوع کرے۔

اہل سلوک کی اصطلاح میں ان دونوں فرقوں کو محبوبین محبین مجذوبین اور سالکین کہتے ہیں۔ محبین وہ ہیں جو پہلے مجاہدہ کرتے ہیں پھر ان کو معرفت حاصل ہوتی ہے اور محبوبین وہ ہیں کہ پہلے ان کو معرفت حاصل ہوتی ہے پھر وہ مجاہدہ کرتے ہیں اور ان سب کو اہل اللہ کہتے ہیں۔ (تفسیر عزیزی، جلد 1، ص 84)

تقویٰ کی تشریح کرتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ تقویٰ قرآن میں چند معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

(۱) ایمان: خدا فرماتا ہے۔ وَاَلْزَمَهُمْ كَلِمَةَ التَّقْوٰى ۝ اور اللہ نے ان کے لئے ایمان لازمی کر دیا۔

(۲) توبہ: ارشاد ہوتا ہے۔ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا ۝ اگر بستی والے ایمان لاتے اور توبہ کرتے۔

(۳) اطاعت: اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝ میرے سوا کوئی معبود نہیں میری اطاعت کرو۔

(۴) اخلاص: حکم الٰہی ہے۔ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ ۝ یہ ان کا دلی اخلاص ہے۔ (تفسیر عزیزی، جلد 1، ص 85)

ترک گناہ: خدا فرماتا ہے۔ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۝

خرچ کی تین اقسام ہیں۔

(1) انفاق:

خدا کے راستے میں نیک کاموں پر خرچ کرنے کو نفاق کہتے ہیں اس خرچ پر خدا کی طرف سے ثواب ملتا ہے اور اس کی سات اقسام ہیں۔

(۱) زکوٰۃ: صاحب نصاب مسلمان پر چالیسواں حصہ بطور زکوٰۃ فرض ہے شرط یہ ہے مال ایک سال تک اس کے پاس رہے اور مال از قسم تجارت، مویشی اور عشری زمین ہو۔

(۲) صدقہ فطر: عید الفطر کا چاند دیکھنے پر گھر کے ہر فرد پر واجب ہے۔

(۳) خیرات: فقرا مساکین پر یتیموں وضعیفوں پر خرچ کرنا مہمانوں کی ضیافت کرنا وغیرہ۔

(۴) وقف: تعمیر مسجد، مدارس اسلامیہ قائم کرنا کنویں کھدوانا مہمان خانے بنوانا وغیرہ۔

(۵) مصارف حج: مکہ میں حج میں ایک روپے خرچ کریں تو سات سو کے برابر ثواب ملتا ہے۔

(۶) مصارف جہاد: جہاد میں خرچ کرنے سے بھی خدا کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ اسلام کی تقویت کا باعث ہے۔

(۷) نفقات واجبہ: اپنی بیوی اور چھوٹی اولاد کی پرورش پر خرچ کرنا۔

(2) اسراف:

کسی کام پر ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا اسراف کہلاتا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ۝

(3) تبذیر:

حرام کاموں پر خرچ کرنے کو تبذیر کہتے ہیں مثلاً شراب، جوا، سود، رشوت، سینما فلموں کے لئے وی سی آر، ٹی وی وغیرہ اس خرچ کے بارے میں خدا نے فرمایا۔

اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ کَانُوْا اِخْوَانَ الشَّیَاطِیْنَ○

حرام کاموں پر خرچ کرنے والے شیطانوں کے بھائی ہیں۔

(تفسیر عزیزی، جلد 1، ص 92)

بنی اسرائیل پر خدائی نعمتیں:

(۱) بادل کا سایہ: جب بنی اسرائیل میدان تیہ میں گرفتار کر دیئے گئے تو گرمی کی شدت سے حفاظت کے لئے خدا تعالیٰ ان پر ایک سفید اور لطیف بادل بھیجتا جو ان پر سایہ فگن ہوتا۔ اس بادل میں خنکی اور ٹھنڈک ہوتی تھی اور یہ بادل وہی تھا جس میں غزوہ بدر کے دن فرشتے نازل ہوئے تھے اور قیامت کے دن خدا تعالیٰ اسی بادل میں ظاہر ہوگا۔ حضرت مجاہد فرماتے ہیں۔

هُوَالْغَمَامُ الَّذِیْ یَاْتِیَ اللّٰهُ فِیْهِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ○

(۲) جب رات ہو جاتی تو خدا تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے ایک نورانی ستون قائم فرما دیتا جو ساری رات روشنی دیتا اور بنی اسرائیل اس کی روشنی میں اپنے مختلف کام سرانجام دیتے اور ان کا سلسلہ آمد و رفت جاری رہتا۔

(۳) جب تک بنی اسرائیل میدان تیہ میں گرفتار رہے ان کے کپڑے میلے نہ ہوئے اور نہ ہی پرانے ہوئے گویا کپڑے دھونے اور نئے لباس کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔

(۴) اس میدان میں بنی اسرائیل کے ہاں جو بھی بچہ پیدا ہوتا اس کے جسم پر اس کے کپڑے بھی ساتھ پیدا ہوتے جو عمر کے ساتھ ساتھ بڑھتے رہتے۔

(۵) بنی اسرائیل کے بال اور ناخن اس میدان تیہ کے قیام کے دوران بڑھے نہیں تاکہ کاٹنے کی مشقت سے محفوظ رہیں۔

(۶) میدان تیہ میں بنی اسرائیل کے لئے صبح صادق سے طلوع آفتاب تک برف کی مانند مَنّ نازل ہوتا ہر آدمی کے لئے بقدر ایک صاع نازل ہوتا جس کو وہ شکر کی طرح استعمال کرتا اور بھوک سے نجات پاتا یہ مَنّ ہفتہ کے روز نازل نہ ہوتا اور جمعہ کے روز دو دن کے برابر نازل ہو جاتا۔

(۷) علاوہ ازیں ان پر خدا تعالیٰ ''سلویٰ'' بھی نازل فرماتا۔ سلویٰ ایک پرندہ تھا جو مصر اور حبشہ کی طرف دریائے شور کے ساحل پر عام پایا جاتا تھا اور اس کے نزول کا طریقہ یہ تھا کہ ایک ہوا چلتی جو اس کو اُڑا کر میدان تیہ میں لا کر پھینک دیتی اور بنی اسرائیل ان آنے والے پرندوں کو لکڑی وغیرہ سے شکار کر لیتے یا چادر میں پکڑ لیتے اور ذبح کر کے استعمال میں لاتے اس پرندے کے گوشت کا ذخیرہ کرنا منع تھا لیکن بنی اسرائیل نے اس کا ذخیرہ کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گوشت میں بدبو پیدا ہو گئی حالانکہ اس سے پہلے گوشت میں بدبو پیدا نہ ہوتی اور نہ ہی گوشت خراب ہوتا تھا۔ (تفسیر عزیزی، جلد 1، ص 249)

عقل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے فرمایا خدا تعالیٰ نے عقل کے سو حصے پیدا فرمائے ہیں ایک حصہ عقل اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات میں تقسیم فرمائی اور باقی ننانوے حصے عقل اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کو عطا فرمائی ہے۔

حضرت وھب بن منبہ سے مروی ہے کہ میں نے اکہتر کتابوں میں پڑھا اور یہ کتابیں سابق انبیاء علیہم السلام کی تھیں۔ جن میں لکھا تھا کہ حق تعالیٰ نے ابتدائے آفرینش خلق سے لے کر اس کی انتہا تک جتنی عقل تمام عقلمندوں کو دی وہ عقل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے برابر نہ تھی تمام دنیا کے ریگستانوں کی ریت کو اکٹھا کر لیا جائے اور اس میں سے ایک ذرہ ریت علیحدہ کر دیا جائے تو ساری مخلوق کی عقل ایک ذرے کے برابر اور باقی ریت کے برابر امام الانبیاء کی عقل ہے۔

آپ کی عقل سے متعلق چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

(۱) ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مجھ میں چار عادات ہیں ایک یہ کہ میں زانی ہوں دوسرا یہ کہ میں چوری کرتا ہوں تیسرا یہ کہ میں شراب پیتا ہوں چوتھا یہ کہ میں جھوٹ بولتا ہوں۔ بیک وقت ان چاروں خصائل کا میرے لئے چھوڑنا مشکل ہے۔ ان میں سے میں ایک آپ کے ارشاد پر چھوڑ سکتا ہوں آپ نے فرمایا جھوٹ بولنا ترک کر دو جب رات ہوئی تو اس کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شراب نوشی کر کے زنا کا ارتکاب کروں پھر اسے خیال آیا کہ اگر صبح کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پوچھ لیا کیا رات تم نے زنا کیا اور شراب نوشی کی تو کیا جواب دوں گا اگر سچ کہوں گا تو رسوائی ہوگی اور زنا اور شراب کی حد مجھ پر لگے گی اور اگر جھوٹ بولوں گا تو اس کے ترک کا تو وعدہ کر چکا ہوں۔ پس اس نے زنا اور شراب نوشی کا ارادہ ترک کر دیا جب ذرا رات اور گزری اور لوگ گہری نیند سو گئے تو چوری کا ارادہ کیا پھر اسی پہلے خیال نے اسے چوری سے بھی روک دیا کہ اگر

چوری کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضری دوں گا اور وہ پوچھیں گے کیا تم نے چوری کی ہے اگر سچ بولوں گا تو حد جاری اور جھوٹ سے تائب ہو چکا ہوں۔ صبح کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جھوٹ چھوڑنے سے چاروں بُری عادتیں چھوٹ گئی ہیں آپ یہ سن کر خوش ہوئے۔

(۲) ایک آدمی ایک اور شخص کو پکڑ کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لایا اور عرض کی کہ اس نے میرے بھائی کو قتل کر دیا ہے آپ نے اس سے فرمایا۔ کہ اس سے دیت لے لو اس نے قبول نہ کیا آپ نے فرمایا اسے معاف کر دو تا کہ تجھے ثواب آخرت حاصل ہو۔ اس نے کہا مجھے یہ بات بھی منظور نہیں آپ نے فرمایا تو پھر اسے لے جا کر قتل کر دو جب وہ اسے قتل کے لئے لے گیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا اگر یہ شخص اس قاتل کو قتل کر دے گا تو یہ اسی کی مانند ہو جائے گا۔ صحابہ کرام نے دوڑ کر اس کو آپ کے ارشاد سے آگاہ کیا اس نے فوراً اس قاتل کو معاف کر دیا اور اس کو چھوڑ دیا۔ جب صحابہ واپس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا میرے اس ارشاد کا مطلب یہ تھا کہ نفس قتل میں وہ قاتل کی طرح ہو جائے گا نہ کہ گناہ میں اس کی مثل ہو گا یعنی جس طرح اس قاتل نے اس کے بھائی کا قتل کیا ہے یہ اس قاتل کو قتل کر کے اس کی مثل فعل کا ارتکاب کرے گا نہ یہ کہ اس قتل سے اس کو گناہ ہو گا۔

(۳) ایک آدمی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کی میرا ہمسایہ میرے لئے بہت موذی ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ اپنے گھر کا سازوسامان گھر سے نکال کر باہر راستے پر ڈال دو اور اگر لوگ تجھے پوچھیں کہ تو یہ

کیا کر رہا ہے تو کہہ دینا کہ میرا ہمسایہ بہت موذی ہے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس کی شکایت کی تھی۔ انہوں نے مجھے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس شخص نے جا کر اپنے گھر کا سارا سامان باہر راستے پر ڈال دیا وہاں لوگوں کی بھیڑ ہو گئی۔ انہوں نے اس کی وجہ پوچھی اس نے سارا واقعہ بیان کر دیا۔ لوگوں نے اس ہمسایہ کو لعن طعن کی اور سارے شہر میں یہ خبر پھیل گئی وہ موذی ہمسایہ اس سے آ کر کہنے لگا۔ خدا کے لئے میری اور رسوائی نہ کرو اپنا سامان اپنے گھر میں رکھ لو آئندہ میں تجھے کوئی ایذا نہ دوں گا۔

(۴) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اعلان نبوت سے پہلے مکہ میں ایک بہت بڑا سیلاب آیا اس نے حجر اسود کو اپنی جگہ سے ہٹا دیا اور کعبہ کی بنیاد بھی خاص متاثر ہوئی۔ سیلاب ختم ہونے کے بعد سرداران قریش نے کعبہ کو مرمت کیا جب حجر اسود کو اس کے مقام پر رکھنے کی باری آئی تو ہر قبیلہ کے سردار نے چاہا کہ یہ سعادت مجھے نصیب ہو دوسروں نے مزاحمت کی اور جھگڑا کھڑا ہو گیا۔ آخر کار نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن کی عمر اس وقت پچیس سال کی تھی کو منصف مقرر کیا گیا اور کہا کہ قریش میں ان سے بڑھ کر کوئی عقلمند نہیں ہے جو وہ فیصلہ کریں ہمیں منظور ہو گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ایک چادر بچھا کر اس میں حجر اسود رکھ دیا جائے اور اس کے ایک ایک کونے کو ایک ایک قبیلہ کا سردار پکڑ لے چنانچہ سب اس طرح حجر اسود کو اُٹھانے میں شریک ہوئے۔ جب پتھر اپنے مقام کے برابر پہنچا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام سرداروں سے فرمایا تم سب مجھے اپنی طرف سے وکیل بنا دو سب نے اس بات کو منظور کیا اور آپ کی وکالت عامہ کا اعلان ہو گیا اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سب کی طرف سے حجر اسود کو اُٹھا کر اس کے مقام پر رکھ دیا اس طرح تمام سردار راضی ہو

گئے اور آپ کی کمال عقلمندی نے اس مسئلے کو حل کر دیا۔

(۵) جب مقام حدیبیہ پر کافروں سے مغلوبانہ صلح ہوئی تو صلح کی من جملہ شرائط میں سے ایک شرط یہ تھی جو مسلمان بھاگ کر کافروں سے جا ملے گا اسے اہل مکہ واپس نہیں کریں گے اور جو کافر مسلمان ہو کر مسلمانوں سے جا ملے گا وہ واپس کرنا ہوگا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس شرط کو قبول فرما لیا لیکن صحابہ کرام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ شرط ہم قبول نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ اس شرط کی قبولیت ہماری ذلت و رسوائی ہے اگر وہ اپنے بھاگے ہوئے واپس لے لیں گے تو ہمیں بھی اپنے بھاگنے والے کو واپس لینا چاہیے۔ آپ نے فرمایا ذرا غور و فکر اور تدبر سے کام لو اگر ہم میں سے کوئی بھاگ کر کافروں سے جا ملے گا تو وہ وہی ہوگا جو کفر و شرک کو پسند کرے گا اور اسلام کو ناپسند کرے گا ایسے آدمی کو واپس لینے میں ہمیں کیا فائدہ ہوگا بلکہ ایسا آدمی تو اس قابل ہے کہ ہم خود اسے اپنے ہاں سے نکال دیں اس لئے کہ ایسا آدمی کہیں کسی دوسرے مسلمان کا ذہن خراب نہ کر دے لہٰذا یہ تو بہت اچھا ہوگا۔ ایسا عضو معطل خود بخود ہم سے دور ہو جائے جب صحابہ کی سمجھ میں یہ نکتہ آیا تو انہوں نے عقل مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر تحسین و آفرین کے پھول برسائے۔ (تفسیر عزیزی، جلد 2 ص 43 تا 46)

❁❁❁

فصل ہشتم:

محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد کے علم کی جھلکیاں

جب زبان پر ''اعلیٰ حضرت'' کا لفظ آجائے تو ہر سنی مسلمان سمجھتا ہے کہ اس سے مراد مولانا احمد رضا خان صاحب ہیں اسی طرح ''حجۃ الاسلام'' سے مراد مولانا رضا خاں صاحب بریلوی ہیں ''مفتی اعظم ہند'' سے مراد مولانا مصطفیٰ رضا نوری صاحب ہیں۔ ''صدر الشریعۃ'' سے مراد مولانا امجد علی اعظمی صاحب ہیں۔ ''صدر الافاضل'' سے مراد مولانا نعیم الدین مراد آبادی ہیں۔ ''فقیہ اعظم'' سے مراد مولانا نور اللہ صاحب ہیں۔ ''سراج الفقہاء'' سے مراد مولانا سراج احمد خانپوری ہیں۔

علماء ومشائخ کی اس جماعت کے فرد وحید مولانا محمد سردار احمد کو ''محدث اعظم'' کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا جب بھی کسی کی زبان پر ''محدث اعظم'' کا لفظ جاری ہوتا تو ہر کوئی سمجھ جاتا تھا کہ اس سے مراد حضرت مولانا محمد سردار احمد ہیں۔

محدثین کی تصریح کے مطابق حضرت محدث اعظم پاکستان ان تمام علوم میں کمال مہارت رکھتے تھے جو حدیث فہمی کے لئے لازمی ہیں کم وبیش آٹھ سال تک اجلہ اساتذہ کرام سے سبق پڑھتے تکرار کرتے اس محنت شاقہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کے اساتذہ کرام آپ کے علم وفضل کے قائل ہو گئے چنانچہ آپ کے استاد گرامی صدر الشریعہ مولانا امجد علی اعظمی فرمایا کرتے تھے۔

'' میری زندگی میں دو ہی باذوق پڑھنے والے ملے ایک مولوی سردار احمد اور دوسرے حافظ عبدالعزیز''۔

حضرت محدث اعظم پاکستان کے ہم سبق "جامعہ اشرفیہ" اعظم گڑھ کے بانی حضرت شیخ الحدیث مولانا حافظ عبدالعزیز علیہ الرحمہ نے علماء کے ایک مجمع میں آپ کا تعارف یوں کرایا کہ:

"آپ عدل العلم یعنی علم کی گٹھڑی ہیں"

حضرت مفتی اعظم ہند نے آپ کے وصال پر اپنے تاثرات کا اظہار یوں فرمایا۔

"اگرچہ مولانا سردار احمد کو میں نے پڑھایا مگر آج وہ اس قابل تھے کہ مجھے پڑھاتے"۔

مولانا محمد شریف الحق مفتی دارالافتاء بریلی شریف فرماتے ہیں۔ جب میں نے دورۂ حدیث پڑھا تو میرے ساتھ بتیس طلباء اور تھے جن میں بعض افغانی طالب علم وہ تھے جو دیوبند سہارن پور اور دہلی وغیرہ سے دورہ حدیث پڑھ کر آئے تھے۔ انہی میں ایک طالب علم عبدالوہاب نام کے تھے یہ پانچ جگہ دورہ پڑھ کر سندیں لے کر آئے تھے۔ یہ قدرے ذہین اور سمجھ دار تھے بہت قادرالکلام تھے اسباق شروع ہونے کے ایک ہفتہ بعد میں نے دریافت کیا آپ تو گھاٹ گھاٹ کا پانی پی چکے ہیں۔ بتایئے یہاں اور دوسری جگہوں میں کیا فرق ہے جواب دیا شروع شروع میں ہر جگہ جوش وخروش ہوتا ہے وہ یہاں بھی ہے لیکن دوسری جگہ خاص خاص جگہ جوش ہوتا ہے اور یہاں نقطہ نقطہ پر علم کا دریا بہا رہے ہیں آخر میں ایسے گردیدہ ہوئے کہ ہر وقت تعریف میں رطب اللسان رہتے کہتے تھے میں نے دورہ حدیث کی حقیقت صرف یہ سمجھی تھی کہ برکت کے لئے پڑھا جاتا ہے مگر اب یہاں آکر معلوم ہوا کہ فن حدیث کیا ہے اور دورہ حدیث کیا ہے۔ اختلافی مسائل پر بہت کثرت سے سوال کرتے تھے اور ان کے معقول جوابات پر مسرور ہوتے

چند ماہ کے بعد کہنے لگے اب تک ہم اندھیرے میں تھے اب آنکھیں کھلیں وہابیت سے بالکل بیزار ہو گئے۔

یہ محدث اعظم پاکستان کا فیض تھا کہ کئی جگہوں پر دورۂ حدیث پڑھنے والی کی آخر کار کما حقہ تسلی آپ کی بارگاہ میں ہوئی اور جو علم کے دریا آپ کی صحبت میں رواں دیکھے وہ کہیں اور نظر نہ آئے اور عقیدہ کی درستگی بھی آپ ہی کے درس حدیث سے نصیب ہوئی۔

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
میرے جرم خانہ خراب کو تیرے کوئے بندہ نواز میں

مولانا مجیب الاسلام رضوی دوران تعلیم اپنا ایک واقعہ لکھتے ہیں جو انہیں محدث اعظم پاکستان سے حدیث پڑھتے ہوئے پیش آیا انہیں کے الفاظ ملاحظہ ہوں۔

حاضر درس طلباء میں شبہات پیش کرنے میں فقیر ذرا بیباک تھا۔

ایک مرتبہ حضرت سفر سے تشریف لائے ابھی مدرسہ کے کچھ گھنٹے باقی تھے ہم نے سامان کمرے میں رکھ دیا۔ حضرت نے کمرے کا رُخ بھی نہ کیا درس گاہ میں رونق افروز ہو گئے اور عبارت پڑھنے کا حکم صادر فرمایا چہرہ صعوبت سفر سے کملایا ہوا تھا ہماری محبت کا تقاضا یہی تھا کہ حضرت آرام فرمائیں مگر الامر فوق الادب کے ماتحت میں نے عبارت پڑھنی شروع کر دی۔ حضرت نے مطالعہ نہ فرمایا تھا اس لئے ہم نے سوچا کہ آج اعتراض اس انداز سے کریں کہ حضرت فرمائیں اچھا آج رہنے دو کل.......... ابھی پہلی ہی حدیث تھی میں نے شبہ پیش کیا حضرت نے جواب دیا میں نے اس جواب پر پھر اعتراض کیا غرض کچھ دیر سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا میری اس خلاف معمول حرکت سے میرا رجحان طبع سمجھ گئے اور فرمایا آج تمہارے ذہن میں ہے کہ میں نے مطالعہ نہیں کیا تمہارا

یہ انداز فکر ہے تو ذرا دیر خاموش ہو کر قلب و دماغ کو مجتمع کر کے اس حدیث پر میری گفتگو سن لو اس کے بعد جو شبہ ہو پیش کرو انشاءاللہ میری گفتگو مزیل شکوک ثابت ہو گی اس سے میرے بدن میں جھرجھری آ گئی اور چہرے پر شرم و ندامت کی زردی دوڑ گئی چنانچہ ایک گھنٹہ سے زائد زیر بحث حدیث پر نقد و تبصرہ فرمایا اور اس طرح کہ کتب صحاح میں یہ حدیث ان ان طریقوں سے آئی ہے۔ علامہ بدر الدین عینی نے اس پر اس طرح کلام فرمایا ہے۔ امام طحاوی نے مسلک حنفی کو یوں واضح فرمایا غرض کہ ایسے نفیس انداز میں تقریر فرمائی کہ سارے شبہات غبار راہ بن کر اڑ گئے۔ میں نے فرط عقیدت سے آپ کے قدم چوم لئے اور آپ نے مجھے گلے سے لگا کر دعائیں دیں۔ حقیقت یہ ہے کہ علم و عمل کا وہ نیر اعظم اپنے دور کا بخاری اور رازی تھا اس کا سرمایۂ مطالعہ اتنا عظیم تھا جس کی مثال عہد حاضر میں نہیں۔

فقہائے احناف کے نزدیک حج کے موقعہ پر عرفات میں ظہر اور عصر اور مزدلفہ میں مغرب و عشاء کے ماسوا کسی نماز کو دوسری نماز کے وقت میں ادا کے قصد سے جمع کرنا جائز نہیں جبکہ بعض ائمہ کرام بارش سفر یا مرض کے عذر سے ادا کے قصد سے جمع بین الصلوٰتین کے قائل ہیں۔

حضرت محدث اعظم پاکستان نے احناف کے مسلک کے مطابق وضاحت اس طرح فرمائی کہ وہ بے غبار نظر آتا ہے، آپ نے فرمایا۔

دو نمازوں کا جمع کرنا دو طرح ہو سکتا ہے۔

(۱) جمع حقیقی یعنی ایک ہی وقت میں وقتی نماز اور اس سے بعد کے وقت کی نماز کو جمع کر کے ادا کرنا۔

(۲) جمع صوری یعنی ایک وقت کی نماز کو اس کے آخری حصہ میں ادا کرنا اور اس سے اگلی نماز کو اس کے اول وقت میں ادا کرنا درحقیقت یہ دونوں نمازیں اپنے

وقت میں ادا ہوئیں مگر صورۃً جمع ہوئیں کہ دیکھنے والے کو وہم ہوا کہ اس نے دو نمازیں اکٹھی پڑھیں حدیث میں دو نمازوں کے جمع کا مطلب جمع صوری ہے جمع حقیقی نہیں یہی مسلک احناف ہے۔

بخاری شریف کے محشی نے ایک جگہ صلوٰۃ تراویح کی تعداد رکعت میں اختلاف کی روایات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے۔

وَاَمَّا مَارَوَى ابْنُ شَيْبَةَ وَغَيْرُهٗ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّيْ فِيْ رَمَضَانَ عِشْرِيْنَ رَكْعَةً سِوَى الْوِتْرِ فَضَعِيْفٌ○

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان میں وتر کے علاوہ بیس رکعت پڑھا کرتے تھے۔ یہ حدیث ضعیف ہے۔ (بخاری شریف، جلد 1، ص269)

لٰكِنَّهٗ صَارَ قَوِيًّا مَقْبُوْلًا بِاعْتِبَارِ عَمَلِ الْاُمَّةِ مِنْ لَّدُنْ عَهْدِ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ اِلٰى يَوْمِنَا هٰذَا فَصِيْرُ حَسَنًا لِغَيْرِهٖ بِلَاشُبْهَةٍ وَهُوَ كَفٰى بِالْحُجَّةِ○

یعنی ابن ابی شیبہ وغیرہ کی حدیث مذکور اگرچہ باعتبار سند ضعیف ہی سہی مگر جب عمل امت اجماع صحابہ کرام سے آج تک بیس رکعت پر ہے تو اصول حدیث کے مطابق عمل امت سے ضعیف حدیث بھی قوی ہو کر حسن لغیرہ کے مرتبے پر فائز ہو جاتی ہے اور حسن لغیرہ احکام میں معتبر ہے پس محشی کا روایت مذکور کو محض ضعیف کہنا درست نہیں۔

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے عائشہ: اِنَّ عَيْنِيْ تَنَامَانِ وَلَايَنَامُ قَلْبِيْ۔

(بخاری شریف، جلد 1، ص269)

بے شک میری آنکھیں سوتی ہیں اور میرا دل نہیں سوتا۔

اس حدیث پر محشی بخاری نے مجمع البحار کے حوالے سے یوں لکھا ہے۔

هٰذَا لَایُنَافِیْ نَوْمِهٖ عَنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فِیْ لَیْلَةِ التَّعْرِیْسِ اِذَا لْقَلْبُ یُدْرِكُ مِثْلَ الْحَدَثِ وَلَا یُدْرِكُ طُلُوْعَ الشَّمْسِ○

اور یہ بات لیلۃ التعریس میں نماز فجر قضا ہونے کے منافی نہیں ہے اس لئے کہ دل حدث وغیرہ کا ادراک کر لیتا ہے لیکن طلوع شمس کا ادراک نہیں کرتا۔

گویا محشی کے نزدیک دل صرف معقولات کا ادراک کر سکتا ہے محسوسات کا نہیں اس پر محدث اعظم پاکستان نے یوں مواخذہ فرمایا۔

وَفِیْهِ نَظْرٌ لِاَنَّ الْقَلْبَ یُدْرِكُ الْمَعْقُوْلَاتِ وَالْمَحْسُوْسَاتِ وَالْاَوْجَهُ اَنْ یُّقَالُ اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ مُسْتَغْرِقًا فِیْ مُشَاهَدَةِ الْاَنْوَارِ الْمَلَكُوْتِیَّةِ وَالتَّجَلِّیَاتِ الرَّبَّانِیَّةِ○

خلاصہ کلام یوں ہے کہ قلب معقولات ومحسوسات کا ادراک کر لیتا ہے لہٰذا لیلۃ التعریس حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کی نماز فجر اس لئے قضا نہ ہوئی کہ دل طلوع شمس کا ادراک نہیں کر سکتا بلکہ وہ فجر یوں قضا ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس وقت خاص میں انوار وتجلیات کے مشاہدہ میں آپ کے دل کو مستغرق فرما دیا تھا تا کہ امت کو قضاء نماز کی مشروعیت حاصل ہو سکے لہٰذا حدیث اِنَّ عَیْنِیْ تَنَامَانِ وَلَایَنَامُ قَلْبِیْ اور حدیث لیلۃ التعریس میں کوئی تضاد وتعارض نہیں۔

جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر منافقوں نے تہمت لگائی اور آپ اپنے والدین کے گھر تشریف لے گئیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں تشریف لے گئے لیکن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا آپ کے لئے تعظیما کھڑی نہ ہوئیں محشی بخاری نے اس کی وجہ یہ لکھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر شک کیا حضرت محدث اعظم پاکستان نے گرفت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے شک کر سکتے

تھے اس لئے کہ:

(۱) آپ نے فرمایا۔ وَاللّٰہِ مَاعَلِمْتُ عَلٰی اَھْلِیْ اِلَّاخَیْرًاo خدا کی قسم میں اپنی اہلیہ کے بارے میں یہی جانتا ہوں کہ وہ بھلائی پر ہیں۔

(۲) پھر خلفائے راشدین میں سے فاروق اعظم، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے دلائل نفیسہ کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی برأت کا اعلان کیا۔

(۳) امام فخر الدین رازی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا نبی کی زوجہ فاجرہ نہیں ہوسکتی اور یہ مسئلہ عقیدہ سے متعلق ہے لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی زوجہ کے بارے میں شک نہیں ہوسکتا۔

(۴) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے لحاف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی نازل ہوتی تھی۔

(۵) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نکاح سے پہلے جبریل امین علیہ السلام آپ کی تصویر جنتی ریشمی کپڑے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں لے کر حاضر ہوئے جن کی اتنی عظیم شان ہو ان کی برأت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیسے شک کر سکتے ہیں۔

(۶) محدث اعظم پاکستان نے فرمایا خدا فرماتا ہے۔ ھُنَّ لِبَاسٌ لَّکُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّھُنَّo یعنی تمہاری بیویاں تمہارا لباس ہیں اور تم اپنی بیوی کا لباس ہو۔ اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی نعلین میں کچھ نجاست لگ گئی جبریل امین علیہ السلام کو خدا نے بھیج کر وہ نعلین پاؤں سے الگ کرا دی جو اللہ تعالیٰ نعلین کے ساتھ نجاست برداشت نہیں کرسکتا وہ آپ کے لباس حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ نجاست کیسے برداشت کرے گا لہٰذا حضرت عائشہ

صدیقہ رضی اللہ عنہا پاکدامنہ ہیں۔

مسلم شریف میں حدیث ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ رَاٰنِیْ فِی الْمَنَامِ فَسَیَرَانِیْ فِی الْیَقْظَۃِ ٥ جس نے مجھے خواب میں دیکھا عنقریب مجھے بیداری میں بھی دیکھ لے گا۔

اس حدیث کی شرح میں امام نووی نے تین احتمال بیان کئے ہیں۔ لیکن محدث اعظم پاکستان نے ایک نئے احتمال کی طرف اشارہ کر کے اس کی ترجیح ثابت کی اور لکھا ہے کہ چوتھا احتمال یہ ہے کہ بندہ مومن اپنی وفات سے قبل کرامت کے طور پر بیداری میں آپ کی زیارت سے مشرف ہو جائے گا جیسا کہ حضور غوث اعظم اور بعض دیگر اولیاء کرام کے لئے ثابت ہے کہ انہوں نے بیداری میں آپ کے دیدار سے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا اور امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ نے اس چوتھے احتمال کو راجح قرار دیا ہے۔

نوٹ:۔ جو حضرات اس تفصیل کو ملاحظہ کرنا چاہیں کہ آپ کو کن خوش نصیب بزرگوں نے بیداری میں دیکھا ہے وہ فقیر کی کتاب ''من دون اللہ کون ہیں'' کا مطالعہ کریں۔

ایک مرتبہ محدث اعظم پاکستان نے جودھ پور بھارت میں قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ .... الخ پر وعظ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا اس کی تفسیر میں اختلاف ہے۔

(۱) اہل شریعت فرماتے ہیں اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ محض تواضعاً فرمایا گیا ہے جیسے ایک استاد (بلاتشبیہ) اپنے شاگرد کو سند فراغت و دستار فضیلت مرحمت فرما کر فرمائے کہ دیکھو اپنے عالم فاضل ہونے کا دعویٰ نہ کرنا .... اب وہ شاگرد وعظ کرنے کھڑا ہو اور کہے میں کوئی عالم فاضل تو نہیں

محض ایک طالب علم ہوں تو کیا اس تواضعا کہنے سے وہ فہرست علماء سے خارج کر دیا جائے گا ہر گز نہیں اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ۔

(۲) اہل طریقت فرماتے ہیں کہ متکلم کی ضمیر تمام جہان والوں کی طرف ہے جو ہو چکے اور جو ہونے والے اور یہ بھی محض تواضعاً ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک امتی کے برابر تولا گیا تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھاری نکلے پھر فرشتوں نے دس مردوں کے برابر تولا تو بھی سرکار ان سب مردوں پر بھاری نکلے دوسرے فرشتے نے وزن کرنے والے فرشتے سے کہا چھوڑیئے اگر سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ساری امت کے ساتھ وزن کیا جائے جب بھی یہ سب پر بھاری ہوں گے اوران کا پلہ بھاری رہے گا۔

(۳) اہل معرفت اس سے بھی دو قدم آگے بڑھ کر فرماتے ہیں بشریت کے معنے ہیں ظاہری جسم یعنی میرا ظاہری جسم تمہاری روحانیت کی مثل ہے۔

(۴) اہل حقیقت فرماتے ہیں قُلْ اِنَّمَا اَنَا............بس جملہ ختم ہو گیا ارے میں ہی ہوں اِنَّمَا اَنَا میرے سوا کیا ہے میری ہی خوبی ہے ساری کائنات میں جو کچھ جہاں میں ہے میری ہی برکت اور وسیلے سے اگر میں نہ ہوتا تو کچھ نہ ہوتا۔

(۵) اہل نکات کہتے ہیں کہ یہاں ہمزہ استفہام انکاری محذوف ہے۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یعنی کہہ دیجئے کیا میں تمہاری مثل بشر ہوں ہمزہ استفہام بعض جگہ قرآن میں محذوف ہے۔

دلیلاً فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام سے عمداً صغیرہ گناہ بھی ہونا محال ہے

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ قرآن میں موجود ہے خدا فرماتا ہے۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰى كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّا اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ۝

ترجمہ: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام غار سے نکلے تو چمکتے ہوئے ستارے کو دیکھا فرمایا ہذا ربی یہ میرا رب ہے۔

مگر یہ کلمات تو شرکیہ ہیں اور نبی سے شرک تو کجا گناہ صغیرہ بھی عمداً محال ہے۔ اب تفاسیر اُٹھا کر دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ یہاں بھی ہمزہ استفہامیہ انکاری محذوف ہے یعنی اَہذا ربی کیا یہ میرا رب ہے (ہرگز) نہیں یہ اپنی قوم سے بحث ہو رہی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی جیسا کہ آگے فرمایا گیا۔

قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ۝ اے قوم میں ان مشرکانہ باتوں سے بری ہوں اور تم شرک میں مبتلا ہو تو معلوم ہوا کہ یہ قوم سے مناظرہ تھا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ ہمزہ استفہام انکار محذوف بھی ہوتا ہے۔ اسی طرح اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں ہمزہ استفہام انکاری محذوف ہے۔

(۶) اس میں ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چند معجزات ان کی قوم نے دیکھے تو ان کو خدا کہنا شروع کر دیا ہماری سرکار کو خدا تعالیٰ نے سراپا معجزہ بنا کر بھیجا اب خدشہ تھا کہ آپ کے معجزات دیکھ کر لوگ آپ کو بھی خدا کہنے لگیں اور کافر ہو جائیں اس لئے آپ سے کہلوایا گیا قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ تم فرما دو میں تمہاری مثل بشر ہوں لیکن مجھ پر وحی ہوتی ہے میں خدا نہیں ہوں۔

ایک مرتبہ ایک تعلیم یافتہ طبقہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا انہوں نے آپ سے سوال کیا کہ قیام کی حالت میں تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے جیسے نماز اور صلوٰۃ وسلام کی محفل میں اگر قیام کیا جائے تو یہ عبادت الٰہیہ سے مشابہ ہو

جائے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صلوٰۃ وسلام میں قیام ناجائز ٹھہرا آپ نے جواب دیا کہ تمام اعمال نیت پر موقوف ہیں اگر دیوار پر کلام مجید رکھا ہو تو قاری اس کو لینے کے لئے قیام کرتا ہے اور وہاں دیوار تک جاتا ہے اس کا قرآن مجید لینے کے لئے دیوار تک جانا اور قیام کرنا باعث اجر ہے اور اگر اسی دیوار تک جانا اور قیام کرنا نیت کے اختلاف کے باعث موجب اجر اور باعث گناہ بن سکتا ہے۔ پھر فرمایا اسی طرح قیام کرنا اگر نماز میں نیت عبادت سے ہے تو باعث اجر ہے اور اگر صلوٰۃ وسلام میں نیت تعظیم سے ہے تو باعث خیر وبرکت ہے لہٰذا جائز ہے۔

اس جواب سے وہ تعلیم یافتہ طبقہ بہت متاثر ہوا بلکہ ان میں سے چند ایک نے اسی مجلس میں آپ سے بیعت کر لی۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا بخاری شریف جلد اول ص29 میں حدیث پاک میں جو فرمایا گیا کہ مَنْ اَمَنَّ النَّاسَ عَلَیَّ اس کا معنی یہ کرنا کہ مجھ پر زیادہ احسان کرنے والے ہیں۔ یہ غلط ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کسی کا کوئی احسان نہیں بلکہ تمام مخلوق پر رسول پاک علیہ السلام کا احسان ہے اس حدیث کے معنے یہ ہوں گے کہ سب سے زیادہ مجھ پر خرچ کرنے والے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

آپ نے فرمایا دنیا کا مال و دولت خاک سے پیدا ہوا اور دولت دین سینہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور اس دولت سے کونسی دولت بہتر ہے جو کہ سینہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پیدا ہوئی۔ آپ نے فرمایا حدیث کی نو اقسام ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول فعل وتقریر صحابہ کرام کا قول فعل اور تقریر اور تابعین عظام کا قول فعل اور تقریر۔

آپ نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک نام "حق" ہے

جیسے کہ بخاری شریف جلد 2، ص 935 میں ہے۔ اور خدا فرماتا ہے۔

مَاخَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ ۝

فرمایا کہ بالحق میں با مصاحبت کے لئے ہے توسل ثابت ہوا اب آیت کے معنے یہ ہوئے کہ ہم نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے سب کو حق یعنی رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وسیلے سے پیدا کیا۔

چنانچہ اس کی تائید میں ایک حدیث ملاحظہ فرمائیں علامہ زرقانی رحمتہ اللہ علیہ نے لکھا ہے:

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کو الہام فرمایا تو انہوں نے عرض کیا اے پروردگار تو نے میری کنیت ابو محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کس لئے رکھی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم اپنا سر اُٹھاؤ انہوں نے اپنا سر اُٹھایا تو ان کو عرش کے پایوں پر نور محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نظر آیا عرض کیا اے پروردگار یہ نور کیا ہے ارشاد ہوا یہ نور تمہاری اولاد میں سے اس نبی کا ہے جس کا نام آسمانوں میں احمد اور زمینوں میں محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے اور:

لَوْلَاهُ مَاخَلَقْتُكَ وَلَا خَلَقْتُ سَمَاءً وَّلَا اَرْضًا ۝

ترجمہ: اگر یہ نور نہ ہوتا میں نہ تمہیں اور نہ آسمان و زمین کو پیدا کرتا۔

(زرقانی، جلد 1، ص 44)

آپ نے فرمایا جب کسی نجدی سے علم غیب کلی میں گفتگو ہو تو اس سے پوچھو کہ بتاؤ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت کلی ہے یا جزوی اگر کہے کہ جزوی ہے تو اسے کہو کہ دلیل لائے اور اگر کہے کہ کلی ہے تو جب رحمت کلی ہے تو علم بھی کلی ہے۔

فرمایا کہ حدیث میں ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ۔ اس حدیث میں صورت بمعنی صفت ہے اب اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ خدا تعالیٰ نے

حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی صفات کا مظہر بنایا ہے۔

حضرت محدث اعظم پاکستان میں حاضر جوابی کا ملکہ بدرجہ اتم موجود تھا ایک حدیث پر بحث فرماتے ہوئے فرمایا خدا تعالیٰ کی اعلیٰ نعمت علم ہے اور یہ نعمت حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ اور وسیلہ کے بغیر نہیں ملتی تو دوسری نعمتیں کیسے مل سکتی ہیں اس مقام پر ایک طالب علم نے عرض کی حضرت خضر علیہ السلام کے بارے میں خدا فرماتا ہے۔

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ○ ہم نے خضر علیہ السلام کو اپنی طرف سے علم دیا۔

یہاں تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوئی ذکر نہیں آپ نے فوراً بڑے جامع الفاظ میں جواب دیا۔

عدم ذکر عدم وجود کو مستلزم نہیں.......... پھر امام بوصیری کا یہ شعر پڑھا۔

وَكُلُّهُمْ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ مُلْتَمِسٌ

غَرْفًا مِنَ الْبَحْرِ اَوْ رَشْفًا مِنَ الدِّيَمِ

تمام انبیاء حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ سے اس طرح فیض پاتے ہیں جیسے دریا سے پیاسا پانی کا چلو لے کر یا باران رحمت سے چھینٹے پا کر پیاس بجھاتا ہے۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا ایک حدیث میں یہ الفاظ ہیں۔ مُحَمَّدٌ نَبِيُّ الرَّحْمَةِ اس کی تشریح کرتے ہوئے ملا علی قاری نے لکھا ہے۔ اَیْ دَافِعُ الرَّحْمَةِ وَكَاشِفُ الْغُمَّةِ وَشَفِيْعُ الْاُمَّةِ۔ یعنی کسی کی مصیبت کو دور کرنا اس کے غم کا مداوا کرنا اور امت کی شفاعت فرمانا یہ سب باتیں رحمت کے مفہوم میں شامل ہیں۔

احادیث کی روشنی میں تشریح ملاحظہ ہو۔

(۱) زحمت دور فرمانا:

حضرت ام جندب رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جمرۃ العقبہ کے پاس رمی فرماتے ہوئے دیکھا رمی فرمانے کے بعد آپ منیٰ میں واپس اپنے مقام پر تشریف لے گئے وہاں ایک عورت اپنے لڑکے کو لے کر حاضر ہوئی جو آسیب زدہ تھا اور عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے اس لڑکے پر کوئی بلا مسلط ہے کہ بات نہیں کرتا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عورت سے فرمایا کہ پانی لاؤ تو وہ ایک برتن میں پانی لے آئی آپ نے اس سے پانی لے کر اس برتن میں کلی کی اور دعا فرمائی اور اس کو دے کر فرمایا یہ پانی اس لڑکے کو پلاؤ اور اس میں نہلاؤ۔ ام جندب کہتی ہے کہ جب وہ جانے لگی تو میں بھی اس کے ہمراہ ہوگئی اور اس سے کہا کہ اس میں سے تھوڑا سا پانی مجھے بھی دو اس نے کہا لے لو میں نے وہ لے کر اپنے لڑکے عبداللہ کو پلایا وہ بہت روز زندہ رہا اور بہت نیک بخت ہوا پھر اس عورت سے میری ملاقات ہوئی تو اس نے کہا کہ وہ لڑکا صحت یاب ہوگیا اور اپنے ہم عمر لڑکوں میں ایسا ہے کہ اس کی نظیر نہیں اور عقل و فراست میں بھی اوروں سے کہیں زیادہ ہے۔

(طبرانی، جلد 25، ص 160۔ ابن ابی شیبہ، جلد 8، ص 52)

(۲) غم دور کرنا:

حضرت حارث بن سراقہ غزوہ بدر میں شہید ہو گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدر سے واپس تشریف لائے تو حارث کی والدہ اور بہن جن کو حارث کی موت کا بڑا صدمہ ہوا آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئیں اور عرض کی اگر میرا بیٹا جنت میں ہے تو خوشی کا مقام ہے رونے کی ضرورت نہیں اور اگر دوزخ میں ہے تو خدا

کی قسم میں چلا چلا کر روؤں گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا خدا کی قسم تمہارا بیٹا جنت الفردوس میں ہے وہ بولی اب میں اس کو ہرگز نہ روؤں گی اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پانی کا ایک پیالہ طلب فرمایا پھر اس میں اپنے ہاتھ مبارک دھوئے اور کلی کر کے اس میں ڈال دی اور حارث کی والدہ اور اس کی بہن کو پلایا اور فرمایا اس میں سے تھوڑا سا پانی اپنے گریبانوں میں چھڑک لو۔ ان دونوں نے ایسا ہی کیا اور اپنے گھر چلی گئیں، اس کے بعد پورے مدینہ میں ان سے بڑھ کر کوئی عورت خوش وخرم نہ تھی۔ (مقاصد الاسلام)

(۳) شفاعت فرمانا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔

شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ ٥

ترجمہ: میری شفاعت میری امت کے بڑے بڑے گناہ گاروں کے لئے ہے۔

ایک اور جگہ فرمایا۔

اَسْعَدُ النَّاسِ بِشَفَاعَتِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ خَالِصًا مِنْ قَلْبِہٖ ٥ (بخاری، جلد 1، ص 30)

ترجمہ: قیامت کے دن میری شفاعت حاصل کرنے میں سب سے زیادہ کامیاب وہ ہوگا جس نے خلوص دل سے کلمہ پڑھا۔

ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ وہابیہ کہتے ہیں کہ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ کہ اللہ ہی کے پاس ہے قیامت کا علم یعنی قیامت کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں اور وہ اس کا علم کسی کو عطا نہیں کرتا۔ آپ نے ارشاد فرمایا قرآن مجید میں ارشاد خداوندی ہے۔ عِنْدَہٗ حُسْنُ الثَّوَابِ۔ اللہ ہی کے پاس ہے حسن ثواب تو وہابیہ کو چاہیے

کہ کوئی نیکی نہ کریں کیونکہ ثواب تو اسی کے پاس ہے۔ جس طرح عِنْدَہٗ وہاں ہے یہاں بھی عِنْدَہٗ ہے اس سے تو دہابیہ کا مدعا ثابت نہیں ہوتا۔

ایک مرتبہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ مسئلہ نصوص شرعیہ آیات قرآنیہ احادیث طیبہ اور اقوال ائمہ کرام سے ثابت ہے کہ محبوبان خدا انبیاء و اولیاء کرام کو خطاب کرنا جائز ہے اگرچہ یہ محبوبان خدا سامنے موجود نہ ہوں اس لئے کہ یہ کریم حضرات اپنے رب کی عطا کردہ قوت سے ندا کرنے والے کی ندا سنتے ہیں اس میں قبل از وصال یا بعد وصال کی کوئی تخصیص نہیں بلکہ علماء تو فرماتے ہیں کہ مومن کے علاوہ کافر بھی بعد موت اپنی قبر میں منادی کی پکار سنتا ہے قبرستان میں چلنے والے کی جوتی کی آہٹ سنتا ہے قوم کو عذاب آنے کے بعد حضرت شعیب علیہ السلام نے ان کی میتوں پر جا کر انہیں ندا دی غزدہ بدر میں کفار کے مقتولین کو سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ندا دی یہ دلائل ہر ذی علم کے سامنے ہیں۔

بعد ازاں آپ نے درج ذیل حدیث سے اس مسئلے کو ثابت فرمایا۔

ارشاد نبوی ہے۔

یَآ اُمَّۃَ مُحَمَّدٍ وَاللّٰہِ لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَآ اَعْلَمُ لَضَحِکْتُمْ قَلِیْلًا وَّلَبَکَیْتُمْ کَثِیْرًا ۝

ترجمہ: اے امت مصطفٰے اگر تم وہ کچھ جانتے جو میں جانتا ہوں تو تم بہت گریہ زاری کرتے اور کم ہنستے۔

آپ نے نہایت مختصر دو جملوں میں دو مسئلوں کے اثبات کی طرف اشارہ فرما دیا۔

(۱) یا سے تمام امت کو ندا (۲) علم غیب کی طرف اشارہ

اب دیکھنا یہ ہے کہ آپ کی امت میں کون کون سی مخلوق شامل ہے اور

آپ کس کس کے نبی بن کر آئے ہیں۔ خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا۝

ترجمہ: برکت والی ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل فرمایا تا کہ وہ تمام جہانوں کا نذیر ہو جائے۔

نذارت صفت نبوت ہے معلوم ہوا آپ تمام جہانوں کے نبی ہیں اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے اور آپ نبی العالمین ہیں ثابت ہوا کہ جس طرح کائنات کے ذرے ذرے کا خدا رب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذرے ذرے کے نبی ہیں قدرے تفصیل ملاحظہ ہو۔

(۱) نبی الانبیاء:

خدا فرماتا ہے۔ قُلْ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعًا۝

ترجمہ: اے محبوب تم فرمادو اے لوگو! میں تم سب کا رسول ہوں اور لوگوں میں نبی بھی شامل ہیں۔

حدیث میں ہے۔ اُرْسِلْتُ اِلَی الْخَلْقِ كَافَّةً۔ میں ساری مخلوق کا رسول ہوں اور مخلوق میں نبی بھی داخل ہیں۔ خدا فرماتا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ .... الخ

ترجمہ: جب اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے عہد لیا کہ میں تم کو جو کتاب و حکمت دے دوں پھر تمہارے پاس وہ عظیم رسول آ جائیں جو اس کی تصدیق کریں جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور ضرور ان پر ایمان لانا اور ان کی مدد کرنا۔

اس سے معلوم ہوا کہ انبیاء سابقین نے آپ پر ایمان لانے کا وعدہ کیا

تھا اور انہوں نے شب معراج آپ کی اقتداء میں مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھ کر اس وعدے کو پورا کر دیا۔

ثابت ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انبیاء کرام کے بھی نبی ہیں۔

انبیاء سے کروں عرض کیوں مالکو
کیا نبی ہے تمہارا ہمارا نبی (ﷺ)

(۲) نبی الملائکہ:

جب حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان میں نازل ہوئے تو ان پر وحشت طاری ہوئی جبریل امین نازل ہوئے اور انہوں نے آپ کے کان میں اذان کہی اور دو مرتبہ کہا۔

اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِo یعنی جبریل علیہ السلام نے رسالت مصطفےٰ کی گواہی دی۔ اس سے ثابت ہوا کہ آپ جبریل علیہ السلام کے بھی رسول ہیں۔ حدیث نبوی ہے کہ:

اِذَا كَانَ الرَّجُلُ فِیْ اَرْضٍ فَاَقَامَ الصَّلٰوةَ صَلّٰی خَلْفَهٗ مَلَكَانِ فَاِنْ اَذَّنَ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ صَلّٰی خَلْفَهٗ مِنَ الْمَلَائِكَةِ مَالَا يُرٰی طَرْفَاهُ يَرْكَعُوْنَ بِرُكُوْعِهٖ وَيَسْجُدُوْنَ بِسُجُوْدِهٖ وَيُؤْمِنُوْنَ عَلٰی دُعَائِهٖo (الحاوی، جلد 2 ص 143)

ترجمہ: جب کوئی آدمی کسی زمین پر نماز قائم کرتا ہے تو اس کے پیچھے دو فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور اگر وہ اذان دے کر نماز قائم کرتا ہے تو اس کے پیچھے دونوں طرف حد نگاہ تک فرشتے نماز پڑھتے ہیں جو اس کے رکوع کے ساتھ رکوع کرتے ہیں اور اس کے سجدہ کے ساتھ سجدہ کرتے ہیں اور اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں۔

معلوم ہوا وہ فرشتے ہماری طرح نماز پڑھتے ہیں اس لئے کہ جس طرح

ہم امام الانبیاء کے امتی ہیں اسی طرح وہ بھی آپ کے امتی ہیں۔ ثابت ہوا کہ آپ فرشتوں کے بھی نبی ہیں۔

ان دلائل سے معلوم ہوا کہ تمام انبیاء ملائکہ اور عام انسان بلکہ ساری مخلوق آپ کی امت ہے اور ان سب کو آپ نے حرف ندا سے خطاب فرمایا اور واضح کر دیا کہ ندا کے لئے ضروری نہیں کہ منادی سامنے حاضر ہو بلکہ آنکھوں سے بظاہر پوشیدہ کو بھی ندا کرنا جائز ہے لہٰذا یارسول اللہ اور یاغوث اعظم کہنا جائز ہے۔

خیبر کے یہودی ابو رافع عبداللہ بن ابی الحقیق کے قتل کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کی ایک جماعت روانہ کی حضرت عبداللہ بن عتیک کو اس جماعت کا امیر مقرر فرمایا ابو رافع رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اذیت دیتا تھا۔ اسلام کے خلاف مشرکین ومنافقین کی امداد کرتا تھا عبداللہ بن عتیک نے قلعہ میں داخل ہو کر رات کی تاریکی میں اسے قتل کر دیا۔ صبح کے وقت اعلان کیا کہ:

فَقَدْ قَتَلَ اللّٰهُ اَبَا رَافِعٍ○ اللہ تعالیٰ نے ابو رافع یہودی کو قتل کر دیا ہے۔

محدث اعظم پاکستان فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عتیک نے ابو رافع کو قتل کر کے اس فعل کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی لہٰذ۔

اِذَا كَانَ فِعْلُ الْوَلِيِّ مَنْسُوْبٌ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ
فَالْاِسْتِعَانَةُ مِنَ الْوَلِيِّ مَنْسُوْبٌ اِلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ
فَاِعْطَاءُ النَّبِيِّ وَالْوَلِيِّ هُوَ اِعْطَاءُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ

کسی ولی کا فعل جب اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا جائز ہے تو ولی اللہ سے استعانت درحقیقت اللہ تعالیٰ سے استعانت ہے کسی نبی ولی کا عطیہ حقیقت میں اللہ کی عطا ہے۔

فصل نہم:

حضرت العلام مفتی احمد یار خاں کی چند جھلکیاں

سادات سے متعلق اہم امور:

آپ نے سادات کرام کے بارے میں مفید ہدایات تحریر فرمائی ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

(۱) حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی وہ اولاد جو حضرت خاتون جنت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا سے ہے اسے سید کہتے ہیں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وہ اولاد جو دوسری بیویوں کے بطن سے ہے اسے علوی کہتے ہیں سید نہیں کہتے۔ جیسے محمد بن حنفیہ اولاد فاطمہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نسب شریف میں داخل ہے۔

(۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اولاد کو دو وجہ سے سید کہتے ہیں۔ ایک یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے دونوں شہزادوں حضرات حسنین رضی اللہ عنہما کے متعلق فرمایا۔

اِنَّ الْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ٥

امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما نوجوانان جنت کے سردار ہیں۔

علاوہ ازیں امام حسن رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا۔

اِنَّ اِبْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ لَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یُّصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ٥

میرا یہ فرزند سید ہے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے سے مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں کے درمیان صلح کرا دے گا۔

چونکہ ان شہزادوں کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سید فرمایا۔ اس لئے ان کی اولاد کو سید کہا جاتا ہے۔ دوسرے اس لئے کہ سید کے معنیٰ ہیں سردار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا لقب ہے سید المرسلین۔ یہ حضرات ان کی اولاد ہیں تو رسولوں کے سردار کی اولاد بھی مسلمانوں کی سردار کہلاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیاروں کو خود رب نے سید فرمایا ہے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ربانی ہے۔ سَیِّدًا وَّ حَصُوْرًا وَّنَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ۔

(۳) سید وہ ہوگا جس کا باپ سید ہوگا اگر ماں سیدہ اور باپ غیر سید تو وہ سید نہیں، نہ اس پر سید کے احکام جاری ہوں گے۔ اسے زکوٰۃ کھانا جائز ہے کیونکہ نسب باپ سے۔ چلتا ہے نہ کہ ماں سے اور اگر باپ سید ہے اور ماں غیر سید تو اولاد سید ہی ہے اور اگر دونوں ماں باپ سید ہوں تو وہ نجیب الطرفین سید ہے جیسے حضور غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے والد حسنی سید والدہ حسینی سیدہ۔

(۴) سادات کرام کو دوسروں سے زیادہ نیک اعمال کرنے چاہئیں تاکہ وہ حضرات اوروں کے لئے مثال بنیں فرسٹ کلاس والے مسافر کو تھرڈ کلاس والے مسافر سے زیادہ کرایہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ انہیں لازم ہے کہ وہ اپنے اسلاف کا نمونہ بنیں۔ امام حسین رضی اللہ عنہ نے خنجر کے نیچے نماز پڑھی اگر ان کی اولاد بلاوجہ نماز چھوڑے تو بڑے افسوس کی بات ہے۔

(۵) سادات کرام کے جتنے بھی فضائل ہیں وہ ان کے لئے ہیں جو صحیح النسب خاندانی سید ہیں۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے لے کر ان تک ان کی نسل میں غیر سید نہ آیا ہو۔ فی زمانہ نقلی سید بہت بن گئے ہیں کہ سید نہیں مگر سید بن گئے ہیں

یہ سخت حرام اور شدید ترین جرم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس غلام پر لعنت فرمائی ہے جو اپنے کو غیر مولیٰ کی طرف نسبت کرے اور اس شخص پر لعنت فرمائی جو اپنے کو غیر خاندان سے منسوب کرے جو سید نہ ہو اور سید کہلائے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی لعنت کا بھی مستحق ہے نیز در پردہ اپنی ماں کو گالی دیتا ہے اس کا نکاح غیر سید سے ہوا ہے اور وہ سید کو اپنی ماں کا خاوند بناتا ہے۔ مسلم شریف کتاب الایمان میں ہے۔

مَنْ اِدَّعٰی اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ وَھُوَ یَعْلَمُ اَنَّہٗ غَیْرُ اَبِیْہِ فَالْجَنَّۃُ عَلَیْہِ حَرَامٌ۔

ترجمہ: جو اپنے کو اپنے غیر باپ کی طرف نسبت کرے اور جانتا ہو کہ یہ اس کا باپ نہیں تو اس پر جنت حرام ہے۔ (الکلام المقبول، ص18 تا ص22)

نماز کی اہمیت:

مفسر قرآن حضرت مفتی احمد یار خان صاحب نور اللہ مرقدہ دیگر عبادات پر نماز کی افضلیت پر بحث فرماتے ہیں کہ نماز چند وجوہات کی بنا پر دیگر عبادات سے افضل ہے۔

وجہ اول: نماز کی حالت میں دوسرا کام نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس میں سارے اعضاء پر مکمل کنٹرول ہے دوسری عبادات میں دنیاوی کام بھی ہو سکتے ہیں حج میں تجارت روزے میں دنیاوی کاروبار ہو سکتے ہیں لہٰذا نماز میں اخلاص زیادہ ہے اسی لئے ارشاد ہوا۔

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْکَرِ ○

ترجمہ: بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔

وجہ دوم: نماز سارے ظاہری اور باطنی اعضاء سے ادا ہوتی ہے۔

وجہ سوم: نماز سارے فرشتوں کی عبادات کا مجموعہ ہے کہ کوئی فرشتہ رکوع میں ہے کوئی قیام میں کوئی سجدہ میں۔

وجہ چہارم: نماز ساری مخلوق الٰہی کی عبادات کا مجموعہ ہے کہ درخت قیام میں ہیں چوپائے جانور رکوع میں ہیں کیڑے مکوڑے سجدے میں ہیں مینڈک پہاڑ قعدہ میں ہیں لہٰذا نماز ساری مخلوق کی عبادات کی جامع ہے۔

وجہ پنجم: نماز سب پر فرض ہے زکوٰۃ و حج غریب پر نہیں روزہ مسافر پر نہیں لہٰذا یہ عبادت عام ہے۔

وجہ ششم: نماز روزانہ ادا کی جاتی ہے۔ روزہ زکوٰۃ سال میں ایک مرتبہ حج زندگی میں ایک مرتبہ۔

وجہ ہفتم: نماز آدمی کی زندگی سنوار دیتی ہے۔ نمازی کو اپنا کپڑا اور جسم ہر وقت پاک رکھنا پڑتا ہے اور دن رات ہر وقت نماز کی فکر رکھنی پڑتی ہے لہٰذا نمازی ہر وقت عبادت میں رہتا ہے۔ فکر عبادت بھی عبادت ہے۔ (اسرار الاحکام، ص282)

چار بیویوں کے جواز اور چار خاوندوں کے عدم جواز کی حکمت:

حضرت حکیم الامت سے ایک مرد کا چار عورتوں سے نکاح میں حکمت کے بارے میں سوال ہوا۔ آپ نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ عورتوں کی پیداوار زیادہ ہے مردوں کی کم۔ پھر مرد جنگوں میں مارے جاتے ہیں اس لئے اگر چند نکاحوں کی اجازت نہ ہو تو عورتوں کی کھپت نہیں ہو سکتی۔ پھر چند نکاحوں سے قوم کی پیداوار زیادہ ہو گی کہ ایک بیوی سے جتنی مدت میں ایک بچہ پیدا ہو سکتا ہے اتنی مدت میں چار بیویوں سے چار بچے حاصل ہوں گے وہ جو حدیث پاک میں ہے کہ زیادہ بچے پیدا کرنے والی عورت سے نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت پر

فخر کروں گا اس میں یہ راز بھی ہے۔

اس سوال کہ اگر ایک مرد بیک وقت چار بیویاں رکھ سکتا ہے تو ایک عورت چار خاوند کیوں نہیں کر سکتی اس پر مفتی صاحب نے فرمایا کہ (۱) مرد حاکم اعلیٰ ہے اور وہ ایک ہی چاہیے نیز (۲) انسان کا بچہ پرورش اور تربیت دونوں کا محتاج ہے پرورش ماں کے ذمے ہے تربیت باپ کے ذمے۔ اگر عورت کے چار شوہر ہوں تو کوئی بھی بچہ کی تربیت کا ذمہ دار نہ بنے اور (۳) نسب کسی سے ثابت نہ ہو قدرت نے ہاتھ میں انگوٹھا ایک رکھا ہے اور انگلیاں جو کہ مؤنث ہیں چار تجویز فرمائیں۔ معلوم ہوا کہ مرد ایک ہی چاہیے نیز چار شوہروں میں سے عورت کے (۴) خرچہ کا کفیل کوئی نہ بنے گا جیسے چند اولاد کے لئے ایک ہی باپ چاہیے ایک شخص کے چند باپ نہیں ہو سکتے ایسے ہی بیوی کے لئے ایک ہی شوہر ضروری ہے۔

اب فقیر حقیر محمد صدیق ملتانی اس مسئلے کے بارے میں کچھ عرض کرتا ہے توجہ سے ملاحظہ فرمائیں۔ اگر ایک عورت کے چند خاوند ہوں تو بوجہ استحقاق نکاح ہر ایک کو قضائے وظیفۂ زوجیت کا استحقاق ہوگا اور اس میں غالب اندیشہ فساد اور اعناد کا ہے۔ شاید ایک ہی وقت میں سب کو ضرورت ہو اور عجب نہیں کہ قتل تک نوبت پہنچے۔ مرد حاکم ہے اگر عورت کے چار خاوند ہوں تو اس کے چار حاکم ہوں گے اور اس میں عورت کی ذلت ہے وہ بیک وقت کس کس کا حکم مانے گی فرد واحد کئی پر حاکم ہو سکتا ہے۔ ایک فرد پر کئی حاکم نہیں ہو سکتے۔ معلوم ہوا کہ ایک عورت کا متعدد شوہروں کی خدمت بجا لانا اور سب کو خوش رکھنا ناقابل برداشت مشقت ہے اس لئے شریعت اسلامیہ نے ایک عورت کو چار مردوں سے نکاح کی اجازت نہیں دی تا کہ عورت تحقیر، تذلیل اور ناقابل برداشت مشقت سے محفوظ رہے۔ پھر نہ معلوم کہ ایک عورت کے چار شوہر ایک ہی مکان میں سکونت پذیر ہوں گے یا

ایک محلہ میں یا ایک شہر میں یا دوسرے شہر میں اور یہ عورت ان چار شوہروں کی کس طرح خدمت بجالائے گی نیز ایک عورت کے اگر چار خاوند ہوں تو چاروں سے اولاد ہوگی وہ تقسیم کیسے ہوگی لڑکا کس کو اور لڑکی کس کو ملے گی پھر اولاد میں شکل و صورت اور عقل و دانش کی بنا پر تفاوت ہوتا عقلمند اولاد کس کو اور بدشکل کس کو اور کند ذہن کس کو ملے گی غرضیکہ اس طرح متعدد نقائص پیدا ہوسکتے ہیں۔

ضرورتِ پیر:

ضرورتِ پیر کی اہمیت پر بحث کرتے ہوئے مفتی صاحب نے فرمایا جیسے خدا تک پہنچنے کے لئے پیغمبر کی ضرورت ہے ایسے ہی رسول تک پہنچنے کے لئے پیر کی حاجت ہے۔ کتے کے گلے میں پٹہ چاہیے نفس کتا ہے اسے آزاد نہ رہنے دو اس کے گلے میں زنجیر ڈال کر کسی کے حوالے کر دو زنجیر میں کڑیاں ہوتی ہیں۔ آخری کڑی پٹے میں پہلی کڑی مالک کے ہاتھ میں شجر مشائخ اس زنجیر کی کڑیاں ہیں جس کی پہلی کڑی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں اور آخری کڑی ہمارے نفس کے گلے میں جو کوئی شمع سے دور ہو اسے چاہیے کہ ایسے آئینوں کے سامنے بیٹھ جائے جن سے نور چھن کر آرہا ہو۔ مشائخ کے سینے شفاف آئینے ہیں اور جمال مصطفےٰ شمع ہے جسے بارش کا پانی نہ ملے وہ تالاب سے لے لے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت کی بارش ہیں اور مرشد تالاب اپنی ایمانی کھیتیاں اس سے سیراب کرو مشائخ خاص مصائب و آلام میں کام آتے ہیں نجم الدین کبریٰ نے امام فخر الدین رازی کو شیطان کے مکروفریب سے بچایا۔ پاور ہاؤس کا تعلق تمام شہر سے بذریعہ تار بجلی ہوتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نور ایمان کے پاور ہاؤس ہیں ساری دنیا آباد شہر پیران عظام گویا بجلی کے تار علماء کرام ان تاروں کے

کھبے آتشی شیشے کے ذریعہ آفتاب کی شعاعیں کپڑے کو جلا دیتی ہیں۔ ہمارے دل کپڑا کی مانند ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آفتاب نبوت ہیں مرشد کامل آتشی شیشہ اگر یہ واسطہ موجود نہ ہو تو عشق کی جلن اور سوزش پیدا نہ ہو۔

(اسرار الاحکام، ص327)

مولانا مفتی احمد یار خان صاحب سے کسی نے سوال کیا یہ بات عقل میں نہیں آتی کہ مومن کی نیکی اس کے کندھے پر تو ہلکی ہو اور میزان پر بھاری ہو جائے۔ آپ نے فرمایا اس کی مثالیں دنیا میں موجود ہیں لکڑی پانی پر ہلکی ہے اس لئے ڈوبتی نہیں مگر ترازو میں بھاری پانی گھڑے میں بھر کر سر پر رکھو تو بھاری ہے مگر حوض یا تالاب کی تہ میں بیٹھ جاؤ اگرچہ اب پانی گھڑے کی نسبت بہت زیادہ ہے اور سارا سر پر ہے مگر اتنا ہلکا ہے کہ اس کا وزن محسوس نہیں ہوتا۔ ہوا بہت وزنی ہوتی ہے ہم لاکھوں من ہوا کا بوجھ اپنے سر پر لئے پھرتے ہیں مگر محسوس نہیں ہوتا۔ جس سونے کے زیور میں موتی جڑے ہوں اس کو پانی کی سطح پر رکھ کر تولو تو سونے کا وزن تو آئے گا لیکن موتی کا وزن نہ آئے گا۔ ایسے ہی بھوک سے کم کھانا کھاؤ تو تم کھانے پر سوار اگر زیادہ کھاؤ تو کھانا تم پر سوار ایسے ہی میزان پر نیکیوں کا حال ہوگا۔ (اسرار الاحکام، ص361)

کون سے دن کونسا کام کرنا چاہیے اس بارے میں قبلہ مفتی صاحب نے فرمایا۔ اتوار باغ لگانے مکان بنانے اور کھیت بونے کے لئے زیادہ موزوں ہے کیونکہ اس دن جنت میں باغ لگا پیر کا دن تجارتی سفر کے لئے بہتر اس دن حضرت شعیب علیہ السلام نے تجارتی سفر کیا منگل کا دن خون کا دن ہے اس دن حضرت حوا کو خون آیا۔ حضرت زکریا و یحییٰ علیہ السلام قتل ہوئے۔ لہٰذا یہ دن کسی کام کے لئے اچھا نہیں۔ بدھ کے دن علم شروع کرو جمعرات کے دن ابراہیم علیہ

السلام نے نمرود سے مناظرہ کر کے فتح حاصل کی یہ دن امراء سے ملنے کے لئے بہتر ہے۔ جمعہ کے دن آدم وحوا کا نکاح ہوا زلیخا و یوسف کا سلیمان و بلقیس کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خدیجہ رضی اللہ عنہا کا نکاح ہوا لہٰذا یہ دن نکاح کے لئے بہتر ہے۔ (اسرار الاحکام، ص380)

وضو میں منہ ہاتھ اور پاؤں کا دھونا اور سر کا مسح یہ چار فرض ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جو پہلی لغزش ہوئی ہے یعنی گندم کھانا اس میں انہیں چار اعضاء نے کام کیا تھا کہ دماغ میں کھانے کا خیال پیدا ہوا پاؤں اُدھر چلے ہاتھ سے گندم پکڑا منہ شریف سے کھایا لہٰذا حکم ہوا کہ نماز میں انہیں اعضاء پر پانی پہنچاؤ۔ (اسرار الاحکام، ص286)

نماز باجماعت مسجد میں ادا کرنے کی حکمتوں پر بحث کرتے ہوئے مفتی صاحب نے فرمایا جماعت میں دینی اور دنیوی بہت سی حکمتیں ہیں دنیاوی حکمتیں تو یہ ہیں کہ جماعت کی برکت سے قوم میں تنظیم رہتی ہے کہ مسلمان اپنے ہر کام کے لئے امام کی طرح صدر اور امیر چن لیا کریں پھر امیر کی ایسی اطاعت کریں، جیسے مقتدی امام کی جماعت سے آپس کا اتحاد و اتفاق بڑھتا ہے روزانہ پانچ بار کی ملاقات اور دعا وسلام دل کی عداوت دور کرتا ہے۔ قوم میں پابندی اوقات کی عادت پڑتی ہے۔ سب لوگ جماعت کے وقت پر دوڑتے آتے ہیں ۔ جماعت سے متکبرین کا غرور ٹوٹتا ہے کہ یہاں بادشاہ کو فقیر کے ساتھ کھڑا ہونا پڑتا ہے۔ نیز مسجد ہمارا کمیٹی گھر یا دارالشوریٰ ہے جہاں جمع ہو کر مسلمان اہم مشورے کر سکتے ہیں گویا مسجد میں روزانہ محلہ کی پانچ کانفرسیں ہوتی ہیں۔ مسجد نبوی سے اسلامی فوج نکل کر جہاد وغیرہ کرتی تھی۔

دینی فائدے یہ ہیں کہ اگر جماعت میں ایک کی نماز قبول ہوگئی تو سب

کی قبول ہوگئی۔ جماعت میں گویا مسلمانوں کا وفد بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ حاکم کے یہاں تنہا کے مقابل وفد کا زیادہ احترام ہوتا ہے۔ جماعت میں انسان رب کی کچہری میں وکیل یعنی امام کے ذریعہ عرض و معروض کراتا ہے بات کا وزن بڑھ جاتا ہے مسجد کی طرف آنے جانے میں ہر قدم پر دس نیکیاں ملتی ہیں جماعت سے آدمی کو دینی پیشوا علماء اور صوفیاء کرام کا ادب سکھایا جاتا ہے۔ (اسرار الاحکام، ص288)

تراویح میں قرأت اور اس کی رکعتوں کی تعداد کی حکمت پر حکیم الامت نے فرمایا نماز تراویح میں قرآن اس لئے پڑھا جاتا ہے کہ ہر رمضان میں حضرت جبریل امین علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو پورا قرآن سناتے تھے اور اچھوں کی نقل بھی اچھی ہوتی ہے ایک بندہ مومن دن رات میں بیس رکعت فرض واجب پڑھتا ہے۔ 17 فرض اور 3 وتر رمضان ان 20 کی تکمیل کے لئے 20 رکعت تراویح پڑھوائی گئی تاکہ اس مبارک مہینے میں وہ رکعتیں جو ناقص رہی ہوں تو ان سے کامل ہو جائیں۔ (اسرار الاحکام، ص 297)

حج کی فرضیت کی حکمتیں بیان فرماتے ہوئے مفتی صاحب نے فرمایا حج میں دینی اور دنیاوی بہت سی حکمتیں ہیں دنیاوی حکمتیں یہ ہیں۔

(۱) جیسے جسمانی تفریح کے لئے باغ کی سیر کو جاتے ہیں کہ وہاں کی ہوا دماغ کو تازگی بخشتی ہے اور وہاں کی مہک سے معطر کر دیتی ہے۔ ایسے ہی حرمین کی زمین ایمانی باغ ہیں جہاں کی ہوا ایمان کو تازگی بخشتی ہے اور چونکہ وہ جگہ ہزاروں انبیاء کی گزرگاہ ہے اور سینکڑوں انبیاء کرام کا مدفن لہٰذا وہاں کی مہک ایمان کو معطر کرتی ہے۔

(۲) حج میں خشکی وتری کا سفر کرنا پڑتا ہے جس سے آدمی کا تجربہ بڑھتا ہے۔

(۳) حج میں دنیا کے ہر ملک کے مسلمان آتے ہیں ملاقاتیں ہوتی ہیں جس سے دنیا کے مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق رہتا ہے۔

(۴) حج میں سفر کی قدر اور مسافر کی تکلیف کا احساس ہوتا ہے۔

(۵) حج سے آدمی میں مشقت برداشت کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔

(۶) حج میں مسلمان اپنا وطن چھوڑتا ہے جس سے مہاجر کا ثواب ملتا ہے۔

(۷) حج سے پہلے پیغمبروں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جس سے ان کے ساتھ محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور پیغمبروں کی محبت اصل ایمان ہے۔

(۸) حج میں حضرت ہاجرہ، حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہم السلام کی نقل ہے اور اچھوں کی نقل بھی اچھی ہے۔

(۹) حج میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کی بیکسی اور خدا کی قدرت یاد آتی ہے جس سے انسان میں صبر اور حلم پیدا ہوتا ہے۔

حضرت حکیم الامت مفسر قرآن علامہ مولانا مفتی احمد یار خان صاحب سے پوچھا گیا کہ حاجی میدان عرفات منیٰ اور مزدلفہ میں کیوں ٹھہرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا جہاں اللہ والوں کا گزر ہو جائے یا جس جگہ کسی پیارے پر اللہ کا فضل ہو جائے وہ جگہ تا قیامت نزول رحمت کی جگہ ہو جاتی ہے۔ یہی حال تاریخوں اور دنوں کا ہے منیٰ میں حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ قبول ہوئی عرفات میں حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کی ملاقات ہوئی، مزدلفہ میں بعد قبولیت توبہ حضرت آدم علیہ السلام نے خدا کی عبادت کی، منیٰ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند کی قربانی کی۔ اس لئے یہ مقامات تا قیامت متبرک ہو گئے چونکہ یہ کام ان ہی تاریخوں میں ہوئے تھے اس لئے یہ تاریخیں بھی وہی مقرر ہوئیں۔

(اسرار الاحکام، ص305)

مثلیتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مراد:

خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ○

ترجمہ: اے محبوب تم فرمادو کہ میں تم جیسا بشر ہوں۔

اس کی تشریح حکیم الامت مولانا مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی نے اس طرح فرمائی ہے کہ:

(۱) یہاں فرمایا گیا ہے قل اے محبوب آپ فرمادو تو یہ کلمہ فرمانے کی صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اجازت ہے کہ آپ بطور عجز و انکساری فرما دیں یہ نہیں کہ قُوْلُوْا اِنَّمَا هُوَ بَشَرٌ مِّثْلُنَا۔ اے لوگو تم کہا کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم جیسے بشر ہیں نیز اس آیت میں کفار سے خطاب ہے کیونکہ ہر چیز اپنی غیر جنس سے نفرت کرتی ہے لہذا فرمایا گیا کہ اے کفار تم مجھ سے گھبراؤ نہیں میں تمہاری جنس سے ہوں یعنی بشر ہوں شکاری جانوروں کی آواز نکال کر شکار کرتا ہے اس میں کفار کو اپنی طرف مائل کرنا مقصود ہے اگر دیوبندی بھی کافر ہیں تو ان سے بھی یہ خطاب ہوسکتا ہے۔ ہم مسلمانوں سے فرمایا گیا اَیُّكُمْ مِثْلِیْ طوطے کے سامنے آئینہ رکھ کر خود پیچھے ہو کر بولتے ہیں تا کہ طوطا اپنا عکس آئینے میں دیکھ کر یہ سمجھے کہ یہ میرے ہم جنس کی آواز ہے انبیائے کرام رب تعالیٰ کا آئینہ ہیں آواز و زبان ان کی ہوتی ہے اور کلام رب کا۔

(۲) مِثْلُكُمْ پر آیت ختم نہیں ہوتی بلکہ آگے آرہا ہے یُوْحٰی اِلَیَّ اور یُوْحٰی اِلَیَّ کی قید ایسی ہے جیسے ہم کہیں کہ زید دیگر حیوانات کی طرح حیوان ہے۔ مگر ناطق ہے۔ تو ناطق کی قید نے زید اور دیگر حیوانات میں ذاتی فرق پیدا کر دیا۔ اس قید سے زید تو اشرف المخلوقات انسان ہوا اور دوسرے حیوانات اسی طرح وحی

کی صفت نے نبی اور امتی میں بہت بڑا فرق بتا دیا۔ حیوان اور انسان میں صرف ایک درجہ فرق ہے مگر بشریت اور شان مصطفوی میں 27 درجہ فرق ہے۔ اولاً بشر پھر مومن پھر متقی پھر ولی پھر ابدال پھر اوتاد پھر قطب پھر غوث پھر غوث اعظم پھر تبع تابعی پھر تابعی پھر صحابی پھر مہاجرین پھر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پھر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پھر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ پھر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پھر نبی پھر رسول پھر اولوالعزم رسول پھر خلیل پھر خاتم النبیین پھر رحمۃ للعالمین پھر مقام مصطفٰے۔

(۳) ارشاد خداوندی ہے۔ مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِیْهَا مِصْبَاحٌ ؕ رب کے نور کی مثال ایسی ہے ایک طاق کہ اس میں ایک چراغ ہے۔ اس آیت میں کلمہ مثل ہے تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ نور خدا چراغ کی طرح روشن ہے اسی طرح قرآن میں ہے۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ

ترجمہ: نہیں ہے کوئی جانور زمین میں نہ کوئی پرندہ جو اپنے بازوؤں سے اڑتا ہو مگر وہ تمہاری مثل امتیں ہیں۔

یہاں بھی کلمہ امثالکم موجود ہے تو کیا یہ کہنا درست ہوگا کہ ہر انسان گدھے بیل کی طرح ہے ہرگز نہیں۔

(۴) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایمان عبادات اخلاقیات معاملات غرضیکہ کسی شئے میں ہم جیسے نہیں ہر بات میں فرق عظیم ہے۔ (۱) حضور علیہ السلام کا فرمان ہے۔ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ میں اللہ کا رسول ہوں اگر ہم یہ کہیں تو کافر ہو جائیں۔ (۲) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایمان دیکھی ہوئی چیزوں پر کہ رب کو، جنت کو، دوزخ کو دیکھا۔ ہمارا ایمان سنا ہوا (۳) ہمارے لئے ارکان اسلام پانچ حضور صلی

اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے چار زکوۃ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر فرض نہیں۔ (۴) ہم پر پانچ نمازیں فرض حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ان کے علاوہ تہجد بھی فرض۔ (۵) ہمیں چار بیویوں کی اجازت اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کوئی قید نہیں، جس قدر چاہیں۔ (۶) ہماری بیویاں ہمارے مرنے کے بعد دوسرے سے نکاح کر سکتی ہیں مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج دوسرے مومنوں کی مائیں ہیں۔ وَاَزْوَاجُهٗۤ اُمَّهٰتُهُمْ۔ کسی کے نکاح میں نہیں آسکتیں۔ وَلَآ اَنْ تَنْكِحُوْۤا اَزْوَاجَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖۤ اَبَدًا۔ (۷) ہمارے بعد ہماری میراث تقسیم ہو۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث تقسیم نہ ہو۔ (۸) ہمارا پیشاب اور پاخانہ ناپاک لیکن نبی کی یہ چیزیں امت کے لئے پاک۔ یہ تو شرعی احکام میں فرق بتائے گئے ہیں ورنہ بہت سے امور میں فرق عظیم ہے۔ ہمیں اس ذات کریم سے کیا نسبت وہ تو بے مثل خالق کے بے مثل بندے ہیں۔

(۵) اس آیت میں بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ہے یہ نہیں ہے کہ اِنْسَانٌ مِّثْلُكُمْ بَشَرٌ کے معنی ہیں ذو بشرہ یعنی ظاہری چہرے مہرے والا بشرہ کہتے ہیں۔ ظاہری کھال کو تو اب معنی یہ ہوئے کہ میں ظاہری رنگ و روپ میں تم جیسا ہوں کہ میرے ظاہری اعضاء تم جیسے معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہمارے ظاہری اعضاء کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعضاء سے کیا نسبت۔ قدرت الٰہی دیکھو کہ منہ کا لعاب شریف کھاری کنویں میں پڑے پانی کو میٹھا کر دے۔ حدیبیہ کے کنویں میں پڑ جائے تو پانی پیدا کر دے۔ صدیق رضی اللہ عنہ کے پاؤں کو لگ جائے تو زہر کا اثر ختم ہو جائے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ہنڈیاں میں پڑ جائے تو شوربا اور گوشت زیادہ ہو جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دکھتی آنکھ میں لگ جائے تو شفا مل جائے ہمارے ہر عضو کا سایہ ہے جبکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

سارے جسم کا سایہ نہ تھا۔

(۶) بہت سے الفاظ ایسے ہیں جو پیغمبر اپنے لئے استعمال فرما سکتے ہیں مگر دوسرا اگر ان کی شان میں یہ الفاظ استعمال کرے تو گستاخی ہے مثلاً حضرت آدم علیہ السلام نے اپنے بارے میں فرمایا۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا۔ حضرت یونس علیہ السلام نے عرض کی اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ فَعَلْتُهَا اِذًا وَّاَنَا مِنَ الضَّآلِّیْنَ۔ لیکن اگر کوئی دوسرا ان حضرات کو ظالم یا ضال کہے تو ایمان سے خارج ہوگا۔ اسی طرح بشر کا لفظ بھی ہے۔

(۷) بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ میں یہ تو فرمایا گیا کہ ہم تم جیسے بشر ہیں مگر یہ نہ فرمایا گیا کہ کس وصف میں تم جیسے ہیں یعنی جس طرح تم بندے ہو نہ خدا نہ خدا کے بیٹے اسی طرح میں بھی خدا کا بندہ ہوں خدا نہیں ہوں عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چند معجزات دیکھ کر ان کو خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا کہیں ہمارے صدہا معجزات دیکھ کر ہمیں بھی یہ نہ کہہ دینا بلکہ کہنا عَبْدُ اللّٰهِ وَرَسُوْلُهٗ۔

(جاء الحق، ص175)

قرآن میں تمام علوم:

حضرات صحابہ کرام سے لے کر آج تک قریباً تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ رہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام آسمانی کتابوں پر قرآن کریم کو بہت سی وجہ سے فوقیت دی ہے ان میں سے ایک وجہ یہ بھی ہے کہ قرآن کریم میں تمام دینی اور دنیاوی علوم جمع فرمائے۔ از ازل تا ابد ہر چیز کا اس میں ذکر فرما دیا اور اپنے محبوب کو سارے علم ماکان وما یکون کا عالم بنا دیا اس مضمون کو سمجھنے کے لئے پہلے ایک بات سمجھ لو کہ ایک ہے صفت اور ایک ہے صفت کا فعل۔ خدا تعالیٰ کی صفات قدیم ہیں اور

اس کی صفات کا فعل دائمی ہے وہ ہر وقت دیکھتا سنتا اور جانتا ہے مگر مخلوق کی صفات کے فعل دائمی نہیں دیکھو جب ہم سو جاتے ہیں تو ہمارے اندر سننے دیکھنے سونگھنے اور بولنے کی صفات تو رہتی ہیں ہم اس وقت اندھے بہرے گونگے نہیں ہو جاتے مگر ان صفات کے کام بند ہو جاتے ہیں کہ سونے کی حالت میں نہ کچھ دیکھ سکتے ہیں نہ سن سکتے ہیں اور نہ بول سکتے ہیں ۔ صفات میں افعال نہیں یہی حال ہماری صفت علم کا ہے حضرات انبیاء کو صفت علم عطا ہوتی ہے مگر بعض اوقات فعل نہیں ہوتا اگر کسی وقت نبی کو کسی چیز کی خبر نہ ہو تو اس کی وجہ بے علمی نہیں بلکہ وجہ وہی ہے جو ہم نے عرض کی ہے چنانچہ قرآنی علوم کے متعلق بہت سی جگہ اعلان فرمایا گیا کہ اس میں تمام علوم موجود ہیں مثلاً فرمایا گیا۔ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِكُلِّ شَيْءٍ ۝ ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی جس میں ہر چیز کا بیان ہے ایک جگہ فرمایا۔ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتَابٍ مُّبِيْنٍ ۝ نہیں ہے کوئی خشک و تر چیز مگر اس کتاب میں ہے بلکہ قرآن کو قرآن اسی لئے کہتے ہیں کہ یہ تمام آسمانی کتابوں سارے اولین و آخرین کے علوم کا جامع ہے پھر یہ بھی فرما دیا گیا کہ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ رحمان نے اپنے محبوب کو سارا قرآن خوب اچھی طرح سکھا دیا جس سے معلوم ہوا کہ ہر چیز کا علم قرآن میں ہے اور قرآن مجید حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم میں ہے اب اس کے متعلق اہل اسلام کے عقائد سنئے۔

(۱) ابن جریر اور ابن ابی حاتم نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے روایت کی ہے کہ قرآن مجید میں سارے علوم ہیں اور اس میں ساری چیزیں بیان کر دی گئی ہیں مگر یہ ہمارے علوم میں کوتاہی ہے کہ اس سے ہر شے نکال نہیں سکتے۔

(۲) حضرت ابن عباس فرماتے ہیں لَوْ ضَاعَ لِيْ عِقَالُ بَعِيْرٍ لَوَجَدْتُهٗ فِي

کِتَابِ اللّٰہِ۔ اگر میرے اونٹ کی رسی گم ہو جائے تو میں قرآن مجید سے اس کی جگہ معلوم کرلوں۔

(۳) امام موسیٰ فرماتے ہیں کہ اولین و آخرین کے سارے علوم قرآن میں ہیں مگر انہیں اللہ اور اس کا رسول ہی جانتے ہیں۔

(۴) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

جَمِیْعُ الْعِلْمِ فِی الْقُرْآنِ لٰکِنْ تَقَاصَرَ عَنْہُ اِفْھَامُ الرِّجَالِ○

سارے علم قرآن میں موجود ہیں لیکن لوگوں کی سمجھ ان کی تفہیم سے عاجز ہے۔

(۵) حضرت شیخ محی الدین ابن عربی اپنی سواری سے ایک مرتبہ گر گئے لوگوں نے اٹھانا چاہا فرمایا ٹھہر جاؤ پھر فرمایا اچھا مجھے اب اُٹھا لو آپ کا پاؤں سوج چکا تھا لوگوں نے روکنے کی وجہ پوچھی تو فرمایا میں نے قرآن کی طرف رجوع کیا اس میں میرا یہ سواری سے گرنا اور پاؤں سوج جانا موجود ہے سورہ فاتحہ میں یہ پورا واقعہ موجود ہے۔

(۶) بعض علماء نے آل عثمان کے بادشاہوں کے نام ان کی مدت حکومت اور ان کے حالات سورہ فاتحہ سے نکالے ہیں۔

(۷) ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں امام شافعی نے فرمایا کہ ایسا مسئلہ کوئی نہیں ہے جس کی طرف قرآن رہبری نہ کرتا ہو۔ کسی نے پوچھا فرمایئے کہ بحالت احرام حاجی کو بھڑ مارنا جائز ہے یا نہیں۔ فرمایا قتل کر سکتا ہے قرآن کریم فرماتا ہے۔ وَمَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ تم میری اور میرے خلفاء راشدین کی سنت اختیار کرو اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یَجُوْزُ لِلْمُحْرِمِ قَتْلَ الزُّنْبُوْرِ محرم کو بھڑ مارنا جائز ہے

لہٰذا یہ قرآنی مسئلہ ہے۔

(۸) کسی نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے حضرت امام مہدی کے ظہور کی تاریخ دریافت کی آپ نے فرمایا کہ ان کی تاریخ پیدائش بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے مبسوطی عدد میں ہے ان کی پیدائش کے پانچ سو سال کے بعد قیامت آئے گی لہٰذا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے قیامت کا پتہ چلتا ہے پھر فوراً زبان روک لی۔

(۹) حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی لاٹھی چلانے کے بڑے ماہر تھے اور اہل فن اس کو نبوت بولتے ہیں کسی نے آپ سے پوچھا نبوت کا ذکر قرآن میں ہے فرمایا ہاں ہے خدا فرماتا ہے فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ کافروں کی گردنوں سے اوپر مارو ان کے ہر جوڑ پر چوٹ لگاؤ فرمایا جب دشمن کو جان سے مارنا ہو تو نبوت والا گردن کے اوپر یعنی کھوپڑی پر مارتا ہے اگر کوئی عضو بیکار کرنا ہو تو اس کے جوڑ پر چوٹ لگاتا ہے اور ضرب حیدری میں ایسی چوٹ ماری جاتی ہے کہ سارے جوڑ بیکار ہو جاتے ہیں کسی نے پوچھا کیا قرآن میں علم طب ہے آپ نے فرمایا ہاں علم طب قرآن میں موجود ہے ایک آیت کریمہ تو بہت ہی جامع ہے ارشاد ہے كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا۔ کھاؤ پیؤ اور زیادتی نہ کرو۔

یعنی کھانے پینے میں زیادتی نہ کرو بیماریاں اسی فیصد معدے سے پیدا ہوتی ہیں اور معدہ زیادہ کھانے پینے سے خراب ہوتا ہے کسی نے صدر الافاضل سے پوچھا کہ قرآن میں قمری مہینوں کا تو ذکر ہے کیا شمسی مہینوں کا بھی ذکر ہے آپ نے فرمایا ہاں رب تعالیٰ نے فرمایا۔ وَلَبِثُوْا فِیْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ سِنِیْنَ

وَازْدَادُوْا تِسْعًا اصحاب کہف اپنے غار میں تین سو سال رہے اور نو زیادہ بڑھائے
یعنی شمسی مہینوں سے تین سو سال اور قمری مہینوں سے تین سو نو سال۔

(تفسیر نعیمی، جلد 7، ص385)

اس سلسلے کی کچھ مزید معلومات ملاحظہ ہوں۔

(۱) ایک امریکن پادری گولڑہ شریف آیا اور مجلس میں داخل ہوتے ہی سوال پیش کیا کہ مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ قرآن میں ہر چیز کا ذکر موجود ہے حالانکہ امام حسین جن کی زندگی میں قرآن چھ برس تک نازل ہوتا رہا ان کا نام تک قرآن میں موجود نہیں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اسلام کے لئے بڑی قربانی دی ہے ایسے خادم اسلام کا ذکر قرآن میں ضرور ہونا چاہیے تھا۔ حضرت پیر مہر علی شاہ نے فرمایا پادری صاحب کیا آپ نے قرآن پڑھا ہے کہنے لگا میں نے قرآن پڑھا ہے اور اس وقت بھی میری جیب میں موجود ہے فرمایئے کہاں سے پڑھوں آپ نے اپنے علماء کی طرف دیکھا اور فرمایا سبحان اللہ پادری صاحب کو بھی قرآن دانی کا دعویٰ ہے یہاں "عمر گزاری ہے اسی دشت کی سیاحی میں" مگر اس دعوے کی مجال نہیں پھر پادری سے فرمایا اچھا قرآن پڑھیئے کہیں سے پڑھ دیجئے وہ مؤدب ہو کر بیٹھ گیا اور عربی لہجے میں ترتیل سے پڑھنے لگا۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ پیر صاحب نے اشارے سے روک دیا اور فرمایا اعوذ تو قرآن کا حصہ نہیں بسم اللہ الرحمن الرحیم ہے اور بقاعدہ ابجد اس کے عدد 786 ہیں اب ذرا دیکھئے امام حسین رضی اللہ عنہ کے عدد ہیں 210 سن ولادت ہے 4 ہجری سن شہادت ہے 61 کرب و بلا کے عدد ہیں 261 امام حسن کے عدد ہیں 200 سن شہادت ہے 50 ہجری ان کو جمع کرو تو بنتے ہیں 786 لہٰذا امام حسین رضی اللہ عنہ کا نام بھی آ گیا اور ان کے بھائی امام حسن

رضی اللہ عنہ کا نام بھی آ گیا۔ (مہر منیر، ص 425)

(۲) حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ عنہ سے ایک یہودی نے پوچھا مسلمانوں کا دعویٰ ہے کہ قرآن میں ہر چیز کا علم موجود ہے بتاؤ میری اور تمہاری داڑھی کا ذکر قرآن میں کہاں ہے اس یہودی کی داڑھی کے چند بال کنپٹیوں کے پاس اور کچھ بال ٹھوڑی پر تھے اور باقی میدان صاف لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی داڑھی اتنی گھنی تھی کہ آپ کا سینہ ڈھانپ لیتی تھی۔ آپ نے اس یہودی سے فرمایا تیری میری داڑھی کا ذکر قرآن میں موجود ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ اَلْبَلَدُ الطَّیِّبُ یَخْرُجُ نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ وَالَّذِیْ خَبُثَ لَا یَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ۝ پاکیزہ زمین اپنے رب کے حکم سے خوب سبزہ نکالتی ہے لیکن ناکارہ زمین تھوڑا سبزہ نکالتی ہے۔

(۳) حضرت ابوبکر بن مجاہد نے فرمایا دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو کتاب اللہ میں نہ ہو لوگوں نے پوچھا بتایئے سرائے کا ذکر قرآن میں کہاں ہے آپ نے فرمایا خدا فرماتا ہے۔

لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِیْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۝

ایسے گھروں میں داخل ہونے میں تمہیں گناہ نہیں جن میں مستقل رہائش پذیر نہ ہو اور ان میں تمہارا سامان ہو۔ فرمایا یہ مقام سرائے ہی تو ہے۔

(الاتقان فی علوم القرآن، جلد 2، ص 382)

(۴) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر 63 سال ہوئی ہے اور یہ قرآن سے ثابت ہے اور وہ اس طرح کہ سورہ منافقون قرآن کی تریسٹھویں سورت ہے جس کے آخر میں موت کا ذکر ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا۔ اللہ ہرگز کسی کی موت کے وقت میں تاخیر نہیں کرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عمر 63 سال کی ہو جائے گی تو پیغام

موت آجائے گا۔ (الاتقان، جلد2، ص382)

(۵) حضرت سعد بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

مَابَلَغَنِیْ حَدِیْثٌ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَّآلِہٖ وَسَلَّمَ عَلٰی وَجْھِہٖ اِلَّا وَجَدْتُ مِصْدَاقَہٗ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ۔

ترجمہ: مجھے جو حدیث بھی پہنچی ہے میں نے اس کا مصداق کتاب اللہ میں پایا ہے۔ (الحاوی، جلد2، ص160)

امام جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ عنہ نے فرمایا:

(۶) مَامِنْ شَیْءٍ اِلَّا یُمْکِنُ اِسْتِخْرَاجُہٗ مِنَ الْقُرْآنَ لِمَنْ فَھِمَہُ اللّٰہُ٥

کوئی چیز ایسی نہیں جو قرآن سے ثابت نہ ہو سکے لیکن ثابت وہ کرے گا جس کو خدا نے قرآن سمجھنے کی صلاحیت دی ہے۔

فقہی معمے:

حکیم الامت مولانا احمد یار خان صاحب نعیمی نے چند فقہی معمے لکھے ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

معمہ: وہ کونسا مسلمان ہے جس کا ذبیحہ حرام ہے۔

حل: وہ احرام یا حرم والا مسلمان ہے جس کا ذبیحہ شکار حرام ہے۔

معمہ: وہ کونسا مسلمان ہے جس پر اس کی بیوی حرام ہے۔

حل: یہ وہ حاجی ہے جو حج کر کے طواف زیارت کئے بغیر واپس آجائے وہ جب تک پھر مکہ جا کر طواف زیارت نہ کرے تب تک اس کی بیوی اس پر حرام ہے۔

معمہ: وہ کونسا مسلمان ہے کہ جب نماز پڑھے تو ہو جائے مگر بعد میں وہ

درست نماز خود بخود باطل ہو جائے۔

حل: یہ وہ شہری ہے جو جمعہ کے دن نماز ظہر اپنے گھر پڑھ لے پھر وہ جمعہ کی نماز کیلئے مسجد میں آئے وہاں جمعہ کی نماز تیار پائے اس کی ظہر پہلے درست ہوئی تھی اب نماز جمعہ پالینے کی وجہ سے اس کی نماز ظہر باطل ہو گئی۔

معمہ: وہ کون مسافر ہے جو اپنے گھر میں نماز ادا پڑھے مگر قصر پڑھے۔

حل: یہ وہ آدمی ہے جس کا گھر کنارہ شہر پر ہو وہ اپنے گھر سے بارادہ سفر نکلا کچھ دور جا کر نماز قصر شروع کر دی دوران نماز وضو ٹوٹ گیا وہ گھر میں لوٹ کر آئے وضو کرے وہاں ہی نماز پوری کرے تو یہ آدمی نماز قصر پڑھے گا۔

دس چیزیں:

دس چیزوں کو خواب میں دیکھنے میں شیطان کو دخل نہیں۔

اول فرشتے دوسرے پیغمبروں کا دیدار تیسرے جامع القرآن چوتھے آسمان پانچویں بادل چھٹے بارش ساتویں تاروں کا دیکھنا آٹھویں سورج نویں چاند اور دسویں متقی پرہیزگاروں کا دیدار۔ (حاشیہ احسن القصص، ص20)

تین چیزیں:

جاننا چاہیے کہ تین مقبول پیغمبروں نے تین چیزیں تین آدمیوں کو سونپیں ان کو تین حال پیش آئے اول حضرت موسیٰ علیہ السلام میقات پر گئے اور اپنی امت کو اپنے بھائی کو سونپا جب واپس آئے تو امت گوسالہ پوج رہی تھی۔ دوسرے حضرت سلیمان نے اپنی انگوٹھی اپنی کنیز کے سپرد کی دیو کے قبضے میں آئی اس نے دریا میں ڈالدی تیسرے حضرت یعقوب نے یوسف کو ان کے بھائیوں

کے سپرد کیا انہوں نے کنویں میں ڈالا اور قید میں مبتلا ہوئے۔

تین چیزیں تین اشخاص نے حق تعالیٰ کے سپرد کیں نتیجہ اچھا برآمد ہوا۔

اول حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ نے حق تعالیٰ کے سپرد کیا حق تعالیٰ نے ان کو ان کی والدہ کے ہاں سلامتی سے واپس کر دیا دوسرے حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹے بنیامین کو خدا کے سپرد کیا حق تعالیٰ نے ان کی امانت سلامتی کے ساتھ واپس کر دی اور بنیامین حضرت یوسف علیہ السلام کی ملاقات کے ساتھ مشرف ہوئے تیسرے ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کو حق تعالیٰ کو سونپا فرمایا اَللّٰہُ خَلِیْفَتِیْ مِنْ بَعْدِیْ حق تعالیٰ سلامتی کے ساتھ آپ کی امت کو قیامت کے دن ان کے پاس پہنچا دے گا۔ اے درویش تو بھی اپنی ہر چیز خدا کو سونپ دے تاکہ تیری ہر چیز کا حافظ و ناصر خدا ہو جائے۔

(حاشیہ احسن القصص، ص32)

صبر کی تین اقسام ہیں۔

(۱) صبر مصیبت پر: اس صبر پر حق تعالیٰ بندے کو تین سو درجات عطا فرماتا ہے۔

(۲) صبر اطاعت پر: اس صبر پر اللہ تعالیٰ بندے کو چھ سو درجات عطا فرماتا ہے۔

(۳) صبر معصیت پر: اس صبر پر خدا تعالیٰ بندے کو نو سو درجات عطا فرماتا ہے۔

تین قیصوں نے تین قسم کے لوگوں کو شرمندہ کیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے کرتے نے ان کی قوم کو شرمندہ کیا۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی قمیص نے ان کے بھائیوں کو شرمندہ کیا اور ہمارے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کرتے نے منافقوں کو شرمندہ کیا۔

(حاشیہ احسن القصص، ص48)

اللہ کا ارادہ غالب ہے:

خدا فرماتا ہے۔ وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ یعنی اللہ اپنے کام پر غالب ہے۔ مطلب یہ کہ خدا کا حکم اور ارادہ سب کے ارادوں پر غالب ہے امثلہ ملاحظہ ہوں۔

(۱) حضرت یعقوب علیہ السلام نے چاہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنا خواب بھائیوں کے سامنے نہ بیان کریں حق تعالیٰ نے چاہا کہ بیان کریں جو خدا نے چاہا وہی ہوا۔

(۲) حضرت یعقوب علیہ السلام نے چاہا کہ بھائی حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت کریں خدا نے نہ چاہا وہی ہوا۔

(۳) بھائیوں نے چاہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کریں خدا نے چاہا قتل نہ کریں خدا کا حکم غالب ہوا۔

(۴) بھائیوں نے چاہا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت یوسف علیہ السلام سے محبت نہ کریں خدا نے چاہا کہ باپ کے دل میں محبت روز افزوں ترقی کرے آخر وہی ہوا جو خدا نے چاہا۔

(۵) بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کی ذلت و خواری کا ارادہ کر کے کنویں میں ڈالا خدا تعالیٰ نے ان کی عزت کا قصد کیا آخر جو خدا نے ارادہ فرمایا وہی ہوا۔

(۶) بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بیچا تا کہ غلام اور محکوم رہیں خدا نے چاہا کہ مالک اور حاکم بنیں اور دوسرے لوگ ان کے مملوک اور غلام بن کر رہیں خدا کا چاہا ہو کر رہا۔

(۷) زلیخا نے چاہا کہ یوسف علیہ السلام کو فسق و فجور میں مبتلا کرے اور حق تعالیٰ نے چاہا کہ طاہر اور پاک رہیں آخر خدا کا ارادہ غالب آیا۔

(۸) زلیخا نے چاہا کہ اپنے خاوند کے سامنے یوسف علیہ السلام پر تہمت لگا دے حق تعالیٰ نے چاہا کہ تہمت سے بری رہیں آخر خدا کا چاہا ہوا۔

(۹) حضرت یوسف علیہ السلام نے چاہا کہ قید خانے سے جلد چھٹکارا حاصل کریں اس لئے انہوں نے ساقی سے کہا۔ اُذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ خدا نے چاہا کہ وہ ساقی سے التجا نہ کرے بلکہ مجھ پر توکل کرے آخر خدا کا ارادہ غالب رہا۔

(۱۰) بھائیوں نے چاہا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو باپ کی نظروں سے غائب کر دیں اور خود باپ کے منظور نظر بن جائیں اور خدا نے چاہا کہ تمام باپ کی نظر سے محروم رہیں قوت بینائی جاتی رہی تا کہ کوئی باپ کا منظور نظر نہ ہو یہ اس لئے کہ سب لوگ جان لیں خدا کا ارادہ سب ارادوں پر غالب ہے۔ (حاشیہ احسن القصص، ص125)

❁❁❁

فصل دہم:

علامہ ملا معین کاشفی کے علم کی جھلکیاں

سات انبیاء کے سات کلمات:

خدا تعالیٰ نے سات پیغمبروں کو سات کلمات عطا فرمائے اور ان کلمات کی سعادت برکت ان پیغمبروں کو بھی ملی اور اس امت کو بھی عطا ہوئی۔

(۱) حضرت آدم علیہ السلام کو چھینک آئی تو انہوں نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ خدا نے فرمایا۔ یَرْحَمُکَ رَبُّکَ۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جو امتی الحمد للہ کہے گا وہ خدا کی رحمت کا مستحق ہو جائے گا۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن ایک منادی ندا کرے گا حمد کرنے والے کھڑے ہو جائیں ایک گروہ کھڑا ہو جائے گا ان کے لئے جھنڈا نصب کیا جائے گا اور وہ جنت میں داخل ہو جائیں گے پوچھا گیا حمد کرنے والے کون ہوں گے فرمایا ہر حال میں خدا کا شکر کرنے والے۔

ایک حدیث میں ہے کہ خدا تعالیٰ فرشتوں کے سامنے اس مریض پر فخر کرتا ہے جو مرض میں الحمد للہ کہتا ہے خدا فرماتا ہے دیکھو میرا بندہ مصیبت میں بھی میری حمد بیان کرتا ہے اے فرشتو! اس کے لئے جہنم سے برأت لکھ دو۔

حضرت کعب احبار فرماتے ہیں میں نے اللہ کی کتاب میں یہ بات لکھی دیکھی ہے کہ جب بندہ ہر لقمہ پر بِسْمِ اللّٰہِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہتا ہے تو لقمہ حلق سے اترنے سے پہلے خدا سارے گناہ معاف فرما دیتا ہے۔ یہی حال پانی

پینے کا ہے۔

(۲) حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی میں سوار ہوتے وقت بسم اللہ کہا خدا نے ان کو طوفان سے نجات دی اگر بندہ مومن تسمیہ کا ورد رکھے گا تو خدا اس کو آخرت کے مصائب سے نجات دے گا۔

(۳) حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب نار نمرود میں ڈالا جانے لگا تو جبریل علیہ السلام نے امداد کی پیشکش کی آپ نے قبول نہ کی اور فرمایا حسبی اللہ خدا نے آپ کو آگ سے نجات دی جو بندۂ مومن اس کلمہ کو ورد بنالے گا خدا اسے دوزخ کی آگ سے نجات دے گا۔

جو سات مرتبہ صبح و شام حَسْبِیَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ٥ پڑھے خدا اس کی مہمات کے لئے کافی ہے۔ جو ہر نماز کے بعد حَسْبِیَ اللّٰهُ لِدِيْنِیْ ....الخ پڑھے خدا اسے مقامات پر کفایت کرے گا۔

(قرطبی، جلد8، ص303)

(۴) جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ذبح کا ذکر کیا تو آپ نے فرمایا: يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِیْٓ اِنْشَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ٥ اس انشاء اللہ کی برکت سے آپ ذبح کی تکلیف سے نجات پا گئے جو یہ کلمہ کہے گا وہ دوزخ کی آگ میں جلنے سے محفوظ رہے گا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کی 99 بیویاں ۔ انشاء اللہ نہ کہا تو کسی کے ہاں اولاد نہ ہوئی۔

(۵) حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اس کے نتیجے میں فرعون کے شر سے محفوظ رہے جو بندہ ان کلمات کو کہے گا وہ نفس و شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا۔

(۶) حضرت یونس علیہ السلام نے فرمایا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِیْنَ ۝ شکم ماہی سے نجات ہوئی جو کسی مصیبت میں یہ کلمات کہے۔ اس کی قبر روشن ہو جائے رحمت و مغفرت کا مژدہ پائے۔

(۷) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج کہا۔ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوَاتُ وَالطَّیِّبَاتُ ۔ خدا نے فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّهَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ۔ جو یہ کلمات کہے موت کے وقت اس کا ایمان سلامت رہے گا۔ جو بندہ مومن ان سات کلمات کو ورد بنائے متذکرہ سات پیغمبروں کی شفاعت سے سرفراز ہو اس کے جسم کے سات اعضا گوشت پوست ہڈیاں رگیں خون مغز پٹھے جہنم کے سات درکات سے نجات۔

تسمیہ میں خدا کے تین نام کیوں ہیں؟

وجہ اول:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے وقت لوگوں کے تین فرقے تھے مشرکین عرب جو اللہ کو جانتے تھے خدا فرماتا ہے۔ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ۝ یہ لوگ رحمان کو نہ جانتے تھے۔ خدا فرماتا ہے۔ وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ ۝ دوسرے یہودی تھے جو رحمان کو جانتے تھے چنانچہ جب عبداللہ بن سلام ایمان لائے تو انہوں نے عرض کی یَارَسُوْلَ اللّٰهِ لَا اَرٰی فِیْ كِتَابِكُمْ ذِكْرَ الرَّحْمٰنِ ۝ خدا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ۔ تیسرے عیسائی تھے جو رحیم کو جانتے تھے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا واسطہ ان تین قوموں سے تھا جو خدا کے ان تین ناموں کو جانتے تھے اس لئے تسمیہ میں ان تین ناموں کا ذکر ہوا۔

(اسرار الفاتحہ، ص136)

وجہ دوم:

خدا تعالیٰ کے تین ہزار نام ہیں ایک ہزار نام کو فرشتے جانتے ہیں ایک ہزار نام کو نبی جانتے ہیں تین سو نام تورات میں ہیں تین سو نام زبور میں ہیں تین سو نام انجیل میں ہیں اور ننانوے نام قرآن میں ہیں اور ایک نام ایسا ہے جس کو صرف خدا جانتا ہے۔ ان تین ہزار کے معنے ان تین ناموں میں پائے جاتے ہیں اس لئے تسمیہ میں ان تین ناموں کا ذکر ہے۔ (اسرار الفاتحہ، ص 137)

وجہ سوم:

خدا کا نام اللہ ولایت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا خدا کا نام الرحمٰن محبت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا۔ اور خدا کا نام الرحیم رحمت کی طرف اشارہ کرتا ہے وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا۝

(کبیر، جلد 1، ص 88)

وجہ چہارم:

قرآن کے مخاطبین تین طرح کے لوگ ہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ۔ خدا تعالیٰ اللہ ہے سابقین کے لئے رحمٰن ہے مقتصدین کے لئے اور رحیم ہے ظالمین کے لئے یا اللہ نعمتوں کا عطا کرنے والا ہے الرحمٰن اولیاء کی لغزشوں سے درگزر کرنے والا ہے اور الرحیم ظالموں کی جفاؤں کو معاف کرنے والا ہے اور یہ خدا کا کرم ہے کہ بندہ ایسے ایسے گناہ کرتا ہے کہ اگر اس کے والدین دیکھ لیں تو اس سے کنارہ کش ہو جائیں بیوی دیکھ لے تو بھاگ جائے ہمسائے دیکھ لیں تو ناراضگی و بیزاری کا

اظہار کریں لیکن خدا اپنے کرم سے پردہ پوشی کرتا ہے کیونکہ وہ رحیم و کریم ہے۔

(کبیر، جلد 1، ص 88)

تسمیہ میں چار کلمات ہیں.......... کیوں؟

زمانے کی بھلائی چار موسموں میں ہے گرمی، سردی، خزاں اور بہار میں۔ اجسام کا قیام عناصر اربعہ سے ہے زمین کی مٹی کی کثافت پانی کی لطافت سے ہوا کی نرمی سے آگ کی حرارت سے جسد انسانی کا قیام بھی چار چیزوں سے ہے۔ حرارت، برودت، رطوبت اور پوست سے کسی بادشاہ کی حکومت کا قیام بھی چار چیزوں سے ہے کثرت خزائن وزیر باتدبیر طاقتور لشکر اور مملکت استقامت سے بادشاہ کی رعیت کی بھلائی بھی چار چیزوں سے ہے بادشاہ کے عدل سے تاجروں کی امانت، لوگوں کی باہمی شفقت اور امن وامان علماء کی بھلائی بھی چار چیزوں میں ہے صدق مقال اصلاح احوال، ترک طمع در اموال اور علم کے مطابق عمل شریعت کا قیام چار چیزوں سے ہے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج انسان کے ظاہر کی تکمیل کے لئے چشم بینا کان زبان اور قوت شامہ باطن کے لئے عقل، علم، اطاعت اور گناہ سے اجتناب نماز کے لئے قیام رکوع سجود اور قعود وضو کے لئے چار فرض دین کا قیام تعظیم شیخین محبت ختنین میں آسمانی کتب میں چار آسمانی کتابیں مقرب فرشتے چار اسی طرح تمام آیات قرآنی کی بھلائیاں اور برکات ان چار کلمات میں ہیں۔ (اسرار الفاتحہ، ص 185)

تسمیہ میں 19 حروف ہیں.......... کیوں؟

وجہ اول:

یہ دوزخ میں عذاب دینے والے زبانیہ 19 ہیں خدا فرماتا ہے۔ عَلَيْهَا

تِسْعَةَ عَشَرَ جوتسمیہ پڑھتا ہے وہ ان 19 زبانیہ سے محفوظ ہو جاتا ہے گویا تسمیہ کا ہر حرف ان 19 زبانیہ میں سے ہر ایک کے لئے ایک ڈھال ثابت ہوتا ہے۔

وجہ دوم:

دن رات رات کے گھنٹے 24 ہیں نمازیں پانچ ہیں ہر نماز نے ایک ایک گھنٹے کو گھیرا ہوا ہے باقی 19 گھنٹے بچتے ہیں اور تسمیہ کے 19 حروف ہیں لہذا تسمیہ پڑھنے سے باقی 19 گھنٹے عبادت میں لکھے جاتے ہیں۔

وجہ سوم:

علامہ ملا معین نے لکھا کہ موجودات کی تعداد من وجہ 19 ہے۔ عقل کل، جان نفس، عرش و کرسی، سات فلک، آگ، ہوا، پانی، مٹی، حیوانات، نباتات، جمادات اور انسان اشرف المخلوقات ہونے کی بنا پر الگ حیثیت رکھتا ہے۔ یہ کل 19 ہیں تسمیہ کے حروف بھی 19 ہیں نتیجہ یہ نکلا کہ ان 19 موجودات کا قیام تسمیہ کے 19 حروف کی بنا پر ہے۔ (اسرار الفاتحہ، 184)

وجہ چہارم:

شیطان کے 19 نام ہیں۔

(۱) ابلیس .... فَسَجَدُوْا اِلَّا اِبْلِیْسَ ٥ (۲) شیطان .... اَلَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ۔ (۳) غرور .... لَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ۔ (۴) خناس۔ (۵) وسواس ...... مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ۔ (۶) کافر .... وَكَانَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ۔ (۷) صاغر .... فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ۔ (۸) مارد .... مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ۔ (۹) المرید .... اِلَّا شَيْطَانًا مَّرِيْدًا۔ (۱۰) ملعون .... وَاِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْ۔ (۱۱) فاتن

.... یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطٰنُ۔ (۱۲،۱۳) مدحور + مذموم .... قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا۔ (۱۴) کفور .... کَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا۔ (۱۵) خذول .... وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ خَذُوْلًا۔ (۱۶) عصی .... اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا۔ (۱۷) عدو .... اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ۔ (۱۸) مضل .... اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ۔ (۱۹) طائف .... طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّیْطٰنِ .... اور تسمیہ کے بھی 19 حروف ہیں۔ جو تسمیہ پڑھتا وہ شیطان کے ان 19 ناموں کی شرارتوں اور برائیوں سے محفوظ رہتا ہے۔

(اسرار الفاتحہ، ص40)

وجہ پنجم:

قیامت کے دن 19 واقعات سخت اضطراب کے ہوں گے چھ نفخہ اولیٰ کے بعد (۱) آسمان کا پھٹنا (۲) زلزلہ میں (۳) انتشار کواکب (۴) مہر و ماہ کا بے نور ہونا۔ (۵) پہاڑوں کا ریزہ ریزہ ہونا۔ (۶) دریاؤں کا جلنا اور تیرہ واقعات نفخہ ثانی کے بعد (۱) مُردوں کا زندہ ہونا۔ (۲) میدان محشر میں جمع ہونا۔ (۳) پسینہ آنا (۴) دوزخ کی گرمی (۵) آفتاب کی گرمی (۶) سایہ نہ ہونا (۷) خدا کی بارگاہ میں کھڑا ہونا (۸) قہر الٰہی کا ظہور (۹) حساب ہونا (۱۰) وزن اعمال (۱۱) دائیں یا بائیں ہاتھ میں نامہ اعمال۔ (۱۲) پل صراط سے گزرنا (۱۳) جنت یا دوزخ میں داخلہ جو تسمیہ پڑھے گا وہ ان 19 شدائد سے محفوظ و مصئون رہے گا۔

(عزیزی، جلد 2، ص339)

وجہ ششم:

انسان جن آلات سے گناہ کرتا ہے۔ وہ 19 ہیں۔ دو ہاتھ، دو پاؤں، زبان، دل، دو شرمگاہیں، شکم، پشت، حواس خمسہ، عقل، خیال، شہوت، غصہ۔ اگر بندہ مومن کثرت سے تسمیہ کا ورد کرے تو ان 19 آلات گناہ سے محفوظ و مصئون رہے گا۔ (تفسیر عزیزی، جلد2، ص335)

سورۃ فاتحہ میں سات حروف نہیں ہیں۔ ث، ج، ز، ش، ظ، ف، خ

(۱) ث: یہ حرف ثبور کا پہلا حرف ہے اس کے معنی ہیں ہلاکت سورہ فاتحہ کے پڑھنے والا ہلاک نہ ہوگا۔

(۲) ج: یہ جہنم کا پہلا حرف ہے اس سورت کے پڑھنے والا جہنم میں نہ جائے گا۔

(۳) ز: یہ زقوم کا پہلا حرف ہے اس سورت کے پڑھنے والا جہنم کے زقوم یعنی تھوہر سے محفوظ ہوگا۔

(۴) ش: یہ شقاوت کا پہلا حرف ہے اس سورت کے پڑھنے والا شقاوت سے پاک رہے گا۔

(۵) ظ: یہ ظلمت کا پہلا حرف ہے اس سورت کے پڑھنے والا قبر و حشر کے اندھیرے سے محفوظ ہوگا۔

(۶) ف: یہ فراق کا پہلا حرف ہے اس سورت کے پڑھنے والا فراق کے صدمے سے دو چار نہ ہوگا۔

(۷) خ: یہ خواری کا پہلا حرف ہے اس سورت کے پڑھنے والا خواری سے محفوظ رہے گا۔

سورہ فاتحہ شریف کے پچیس کلمات ہیں اور قیامت کا دن پچاس ہزار سال کا ہوگا قیامت کے دن حساب میں اس کا نصف یعنی پچیس ہزار صرف ہوگا

جو سورہ فاتحہ کے پچیس کلمات پڑھے گا اس کے لئے پچیس ہزار سال حساب کا دورانیہ آسان ہوگا۔

نیز اس سورت کے حروف ایک سو تیس ہیں اور قیامت کے دن صفیں بھی اہل جنت کی ایک سو تیس ہوں گی اسی صفیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی چالیس باقی تمام امتوں کی ایک صف حملۃ العرش کی ایک صف عام ملائکہ اور ایک صف میں فرشتہ الروح ہوگا جو شخص سورہ فاتحہ کے ایک سو تیس حروف پڑے گا خدا تعالیٰ اس بندہ مومن کو ان ایک سو تیس صفوف میں غمگین نہ ہونے دے گا۔ (اسرار الفاتحہ، ص20)

حضرت ملا معین فرماتے ہیں کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات میں دس معجزات تھے۔

اول: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مختون پیدا ہوئے تاکہ آپ کی شرمگاہ دیکھ کر کوئی اندھا نہ ہو اسی طرح مسرور پیدا ہوئے یعنی والدہ کے بطن میں ان کا خون آپ کی غذا نہیں بنا۔

دوم: آپ کو خدا نے احتلام سے محفوظ رکھا کیونکہ احتلام شیطانی اثر سے ہوتا ہے اور آپ شیطانی اثر سے پاک ہیں۔

سوم: خواب کی حالت میں آپ کی آنکھ سوتی لیکن دل جاگتا تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی کی خواب میں بھی وحی ہو سکتی ہے اگر خواب کی حالت میں دل پر غفلت طاری ہو جائے تو وحی کون وصول کرے۔

چہارم: مکھی آپ کے جسد اقدس پر نہ بیٹھتی تھی کیونکہ وہ نجاست پر بیٹھتی ہے۔

پنجم: آپ جس طرح اپنے آگے سے دیکھتے تھے اسی طرح پیچھے سے دیکھتے تھے جس طرح روشنی میں دیکھتے اسی طرح رات کی تاریکی میں دیکھتے تھے۔

ششم: کتنا بھی کوئی تیز رفتار ہوتا آپ کی رفتار اس سے تیز ہوتی تھی اور لوگوں میں سب سے بلند ہوتے تھے۔

ہفتم: جس جانور پر سوار ہوتے تھے وہ کبھی ضعیف اور کمزور نہ ہوتا اور نہ کبھی بوڑھا ہوتا۔

ہشتم: زمین آپ کے بول و براز کو نگل لیتی ہے اور وہاں سے خوشبو آنے لگ جاتی ہے۔

نہم: چونکہ جمائی میں بھی شیطانی اثر شامل ہوتا ہے لہٰذا آپ کو جمائی نہ آتی تھی۔

دہم: آفتاب اور مہتاب کی روشنی میں آپ کا سایہ پیدا نہ ہوتا تھا اس کی وجوہات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) آپ کا جسم نوری تھا اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

(۲) ہر چیز کا سایہ اس کی مثل ہوتا ہے اور آپ کی مثل کوئی مخلوق ہو نہیں سکتی۔

(۳) اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سایہ ہوتا تو زمین پر کسی گندی جگہ پر بھی پڑتا تو آپ کے سایے کی بے حرمتی ہوتی۔

(۴) اگر آپ کا سایہ زمین پر پڑتا تو کوئی کافر آپ کے سائے پر قدم رکھ کر آپ کے سائے کی بے حرمتی کر دیتا۔

(۵) اگر آپ کا سایہ ہوتا تو کبھی آپ کے آگے آجاتا اور آپ کی پیشوائی میں فرق آجاتا حالانکہ آپ تمام مخلوق کے پیشوا ہیں۔

(۶) آپ نے دعا مانگی یا اللہ مجھے نور کر دے خدا نے آپ کو اندر باہر آگے پیچھے اوپر نیچے ہر جہت سے نور کر دیا اس لئے آپ کا سایہ نہ تھا۔

(تتمہ معارج النبوۃ، جلد 2، ص 12)

حضرت ملا معین نے ایک جگہ لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ سات مقامات پر اپنے نام کے ساتھ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کا ذکر خیر کیا ہے ان مقامات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

اطاعت: اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ۔

ولایت: اِنَّمَا وَلِیُّکُمُ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔

مراقبت: قُلِ اعْمَلُوْا فَسَیَرَی اللّٰہُ عَمَلَکُمْ وَرَسُوْلُہٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ۔

عزت: وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ۔

موالات: فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

شہادت: شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ۔

صلوات: اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۝ (مقدمہ معارج النبوت، ص 102)

حضرت العلام ملا معین نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے قرآن میں متعدد مقامات پر جو نام اپنا بیان فرمایا وہی نام اپنے محبوب اپنی کتاب قرآن اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امۃ کو دیا ہے تفصیل ملاحظہ ہو۔

خدا تعالیٰ	رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم	قرآن	امۃ
نور: اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ	وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْ	فَھُوَ عَلٰی نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّہٖ
عزیز: اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیْزٌ	لَقَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ عَزِیْزٌ	وَاِنَّہٗ لَکِتٰبٌ عَزِیْزٌ	وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَلِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ

عظیم: وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيمُ	وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ	وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ	فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا
کریم: بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ	إِنَّهُ لَقَوْلُ رَسُولٍ كَرِيمٍ	إِنَّهُ لَقُرْآنٌ كَرِيمٌ	وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ
شہید: وَكَفَىٰ بِاللَّهِ شَهِيدًا	وَيَكُونَ الرَّسُولُ عَلَيْكُمْ شَهِيدًا	وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ	وَتَكُونُوا شُهَدَاءَ عَلَى النَّاسِ
حق: بِأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْحَقُّ	يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ حَقٌّ	حَتَّىٰ جَاءَهُمُ الْحَقُّ	أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا
ذوالرحمۃ: وَرَبُّكَ الْغَفُورُ ذُو الرَّحْمَةِ	وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ	وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ	فَفِي رَحْمَةِ اللَّهِ
طیب: إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ	وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ	وَهُدُوا إِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ	يَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ طَيِّبِينَ
داعی: وَاللَّهُ يَدْعُوا إِلَىٰ دَارِ السَّلَامِ	وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِإِذْنِهِ	أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ	يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ
صادق: وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا	مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ	وَالَّذِينَ جَاءَ بِالصِّدْقِ	الصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ
احسن: فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ	لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ	اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ	وَمَنْ أَحْسَنُ مِمَّن دَعَا إِلَى اللَّهِ

مبین: هُوَ الْحَقُّ الْمُبِیْنُ	اَنَا النَّذِیْرُ الْمُبِیْنُ	وَالْکِتَابُ الْمُبِیْنُ	وَاَصْلِحُوْا وَابَیِّنُوْا

(رکن دوم معارج النبوۃ، ص30)

حضرت ملا معین نے بیان فرمایا کہ جب حضرت نوح علیہ السلام قوم کے ایمان سے نا امید ہو گئے تھے اللہ کی بارگاہ میں التجا کی۔

رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِیْنَ دَیَّارًا○

اے میرے رب کافروں کو زمین پر آباد نہ چھوڑ۔

حضرت جبریل علیہ السلام آئے اور کہا اے نوح (علیہ السلام) آپ نے کافروں کے لئے عذاب کی دعا مانگی ہے مومنوں کی مغفرت کی دعا بھی مانگو آپ نے دعا مانگی۔ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا۔ اے میرے رب میری، میرے والدین کی اور ہر اس آدمی کی مغفرت فرما دے جو میرے گھر میں مومن ہو کر داخل ہو جائے۔ جبریل علیہ السلام پھر آئے اور کہا۔ اُدْعُ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ الَّذِیْنَ یَكُوْنُوْنَ مِنْ بَعْدِكَ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔ ان مومن مردوں اور عورتوں کے لئے بھی دعا مانگو جو تمہارے بعد امۃ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہوں گے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے ان کو بھی اپنی دعا میں وَالْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ کہہ کر شامل کیا۔ جب حضرت نوح علیہ السلام کی دعا کے نتیجے میں ہر کافر عذاب کا شکار ہوا تو آپ کی دعائے مغفرت کے نتیجے میں ہر مومن مرد اور عورت بخشے جائیں گے اللہ کے کرم سے یہ قوی امید ہے۔ (رکن اول معارج النبوۃ، ص78)

جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی میں سوار ہوئے تو آپ نے پڑھا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا کشتی کا چلنا اور ٹھہرنا اللہ کے نام سے ہے جب کشتی پانی کی

سطح پر تیرنے لگی تو آپ نے پڑھا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ۔ تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ظالموں کی قوم سے نجات دی طوفان فرو ہونے پر جب حضرت نوح علیہ السلام کشتی سے نیچے اترے تو آپ نے سلامتی کے ساتھ خشکی پر قدم رکھا خدا فرماتا ہے۔ یٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ۔ اے نوح ہماری سلامتی اور برکات جو تم پر ہیں ان کی بنا پر کشتی سے اتر جاؤ۔ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو تین چیزیں دیں۔ ابتداء میں تسمیہ درمیان میں الحمد اور آخر میں سلام اور یہی تین چیزیں خدا تعالیٰ نے ہمیں بھی عطا فرمائی ہیں۔ نماز کی ابتداء میں تسمیہ درمیان میں الحمد اور آخر میں سلام حضرت نوح علیہ السلام کو یہ تین چیزیں ملیں تو انہوں نے طوفان آب سے نجات پائی اور ہمیں خدا نے یہ تین چیزیں عطا فرمائیں تاکہ ہم اس کے فضل و کرم سے طوفان عذاب سے نجات پالیں۔

(رکن اول معارج النبوۃ، ص 80)

پانچ پیغمبر ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ ان کو ان کی قوم کا بھائی کہا ہے ایک نوح علیہ السلام خدا فرماتا ہے۔ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ نُوْحٌ۔ دوسرے حضرت ہود علیہ السلام خدا فرماتا ہے۔ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا تیسرے حضرت صالح علیہ السلام خدا فرماتا ہے۔ وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا چوتھے حضرت شعیب علیہ السلام خدا فرماتا ہے وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا اور پانچویں حضرت لوط علیہ السلام خدا فرماتا ہے وَاِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ لُوْطٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ لیکن جب ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی باری آئی تو آپ کو قوم کا بھائی نہیں کہا گیا بلکہ قوم کی جان کہا گیا۔ خدا فرماتا ہے۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اس کی وجہ یہ ہے کہ بھائی کتنا بھی شفیق و مہربان کیوں نہ ہو لیکن پھر بھی عداوت ہو جانا ممکن ہے چنانچہ

حضرت ہابیل اور قابیل میں عداوت ہوگئی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائی ان کے دشمن ہو گئے لیکن کوئی اپنی جان کا دشمن نہیں ہوتا۔ ان پانچ پیغمبروں نے احکامات الٰہیہ کی تبلیغ فرمائی قوموں نے انکار کیا انہوں نے ان کی ہلاکت کی دعا مانگی لیکن ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کی مغفرت کی دعائیں مانگیں۔ (رکن اول معارج النبوۃ، ص85)

جب حضرت ہود علیہ السلام کی نافرمان قوم کو خدا تعالیٰ نے ہلاک کرنا چاہا تو ان پر ہوا کا عذاب بھیجا اور حضرت ہود علیہ السلام کو حکم ہوا کہ مومنوں کو لے کر آبادی سے باہر چلے جاؤ اور ان کو ایک جگہ کھڑا کر کے ان کے گرد ایک دائرہ کھینچ لو اور خبردار کوئی دائرہ کے باہر قدم نہ رکھے چنانچہ آپ نے حکم خداوندی کی تعمیل کی مومنوں کو دائرے کے اندر لے لیا اب ہوا کا عذاب آیا لیکن جو ہوا دائرے کے باہر اونٹوں کو اڑا کر اوپر لے جاتی ہے وہ ہوا دائرے کے اندر داخل نہیں ہوتی گویا وہ دائرہ حضرت ہود علیہ السلام کی امت کے مومنوں کے لئے ایک عظیم قلعے کی صورت اختیار کر گیا لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کی امت کے لئے جو قلعہ مقرر کیا وہ ہے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ چنانچہ حدیث قدسی ہے خدا فرماتا ہے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ حَصَنِیْ فَمَنْ دَخَلَ حَصَنِیْ اَمِنَ مِنْ عَذَابِیْ ٥ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میرا قلعہ ہے جو اس میں داخل ہوگیا وہ میرے عذاب سے امن میں رہا۔

(رکن اول معارج النبوۃ، ص86

حضرت ملا معین کاشفی نے التحیات کے لطائف پر بحث کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ:

(۱) جب معراج کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا تعالیٰ کی بارگاہ خاص میں حاضر ہوئے تو آپ نے تین چیزیں پیش فرمائیں۔ التحیات والصلوات

اور الطیبات اور ان کے عوض خدا تعالیٰ نے چار چیزوں سے نوازہ سلامتی، نبوت، رحمت اور برکات ان میں تین چیزیں سلامت، نبوت، رحمت منفرد اور برکات جمع ہے جو اس طرف اشارہ ہے کہ اے محبوب ہر آن تجھ پر برکات کی بارش ہوتی رہے گی۔ یہی وجہ ہے کہ متعدد مقامات پر آپ نے تھوڑے کھانے اور تھوڑے مشروب سے بہت سے لوگوں کو سیر اور سیراب فرما دیا چنانچہ ایک مرتبہ ایک دودھ کے پیالہ سے ستر اصحابِ رسول سیراب ہو گئے۔

کیوں جناب بوہریرہ کیسا تھا وہ جام شیر
جس سے ستر صاحبوں کا دودھ سے منہ پھر گیا

(رکن سوم معارج النبوۃ، ص120)

(۲) جب معراج کی رات خدا کی طرف سے سلام کا تحفہ ملا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جواب میں کہا: اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ٥ حالانکہ خدا کی بارگاہ میں تنہا تھے اس لحاظ سے اَلسَّلَامُ عَلَیَّ ہونا چاہیے تھا لیکن آپ نے ضمیر جمع متکلم لا کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ اے میرے اللہ تیرا سلام صرف مجھ پر ہی نہ ہونا چاہیے بلکہ میرے دامن رحمت کے ساتھ میری گنہگار امت بھی لپٹی ہوئی ہے اس پر بھی تیرا سلام ہو گویا عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ کہہ کر اپنی امت کے نیکو کاروں کو شامل کر لیا اور اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا کہہ کر ہم گناہ گاروں کو سلام میں شامل فرما لیا قربان جائیں اس محبوب خدا کے جو خدا کی بارگاہ میں جا کر بھی ہمیں نہیں بھولا۔

ادھر سے تھیں نذر شہ نمازیں اُدھر سے انعام خسروی میں
سلام و رحمت کے ہار گندھ کر گلوئے پُر نور میں پڑے تھے

(اعلیٰ حضرت)

(۳) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلام میں اپنی امت کو اپنے ساتھ شریک فرمایا رحمت اور برکت میں شریک نہ فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ رحمت اور برکت سلامت کے تابع ہے علاوہ ازیں ایک روایت یہ بھی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔ تو خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا سلام بھی میرے ہی لئے چھوڑ دیا جاتا تو تیری امت کے لئے زیادہ بہتر تھا لیکن اے محبوب جب تو نے سلام کو اپنے لئے اختیار کر لیا ہے اور تو نے سلام کی ابتداء کر لی تو میں نے سلام کو تیرے حوالے کر دیا اس لئے قرآن میں ہے۔ اِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ اور جہاں تک رحمت اور برکت کا تعلق ہے تری امت پر ان دونوں چیزوں کی بارش میری طرف سے ہوتی رہے گی چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ اور دوسری جگہ فرمایا تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ اب نتیجہ یہ نکلا کہ رحمت و برکت کی بارش حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت پر خدا کی طرف برس رہی ہے اور سلام کی برسات مصطفیٰ کی طرف سے آپ کی امت پر ہو رہی ہے کیسی خوش نصیب ہے یہ امت کہ خدا کی بھی محبوب اور مصطفیٰ کی بھی محبوب۔

خدا کی رحمتیں لا ریب ہوتی ہیں اس امت پر
عمل کرتی ہے سچے دل سے جو قانون قدرت پر

(۴) خدا تعالیٰ نے گویا ارشاد فرمایا اے محبوب تو نے ہمارے سلام میں اپنی امت کو شامل فرما کر امت کے ساتھ کامل محبت و وابستگی کا اظہار کیا تو ہم بھی تیری امت سے اظہار محبت کرتے ہوئے ان کو ایک عظیم رات عطا فرمائیں گے جس کی عبادت ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہو گی اور وہ شب قدر ہے خدا فرماتا ہے۔ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ اور اس عظیم رات میں ساری رات ہماری طرف

سے تیری امت پر سلامی برتی رہے گی۔ خدا فرماتا ہے سَلَامٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ○

سلام اس پر جو حامی بن کے آیا غم نصیبوں کا
رہا جو بیکسوں کا آسرا مشفق غریبوں کا

(۵) معراج کی رات خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے محبوب آج میں نے بلا واسطہ تجھے اپنے سلام و کلام اور دیدار سے سرفراز فرمایا اور کل قیامت کے دن جب تیری امت داخل جنت ہو گی تو میرے فرشتے ان کو سلام پیش کریں گے چنانچہ خدا فرماتا ہے۔

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِنْ كُلِّ بَابٍ ○ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ ○

اور فرشتے ہر دروازے سے ان پر یہ کہتے آئیں گے سلام ہو تم پر بدلہ تمہارے صبر کا اور جب اہل جنت، جنت میں قیام پذیر ہو جائیں گے تو خدا تعالیٰ اپنی رضا اور جنت والوں کی عظمت کے اظہار کے لئے ان کو بلا واسطہ اپنے سلام سے سرفراز فرمائے گا چنانچہ خدا فرماتا ہے۔ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ○ ان پر سلام ہو گا مہربان رب کا فرمایا ہوا۔

اس سلام سے مومنوں کو دیدار الٰہی کا شوق ہو گا اور خدا تعالیٰ اپنے کرم سے انکا شوق پورا فرما دے گا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اگر معراج کی رات خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام و کلام اور اپنے دیدار سے مشرف فرمایا ہے تو آپ کی برکت سے آپ کی امت پر جنت میں خدا کا کرم یہ ہو گا کہ ان سے بھی خدا سلام و کلام فرمائے گا اور اپنا دیدار کرائے گا مشکوٰۃ کی حدیث ہے کہ خدا اہل جنت کو دیدار بھی کرائے گا اور ہر جنتی سے کلام بھی فرمائے گا کتنی خوش

نصیب ہے یہ امت کہ جو محبوب خدا کے طفیل خدا کے سلام و کلام اور دیدار سے مشرف ہوگی۔

(۲) معراج کی رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ ○ اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے تمنا کی کہ اے خدا میری امت میں ایک جماعت صالحین کی بھی ہونی چاہیے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کی تمنا اور درخواست کو قبول فرما کر ارشاد فرمایا اور آپ کو صالح امت کی خوشخبری سنائی۔ اِنَّ الْاَرْضَ یَرِثُھَا عِبَادِیَ الصَّالِحُوْنَ○ زمین کے وارث میرے صالح بندے ہیں اور قیامت کے دن ان کو پل صراط کے اوپر سے گزارا جائے گا حکم الٰہی ہے۔ وَاِنَّ مِنْکُمْ اِلَّا وَارِدُھَا ○ تم میں سے ہر آدمی جہنم کے اوپر سے گزرے گا دوزخ کے اوپر سے گزرنے کا مقصد ان کا جلانا نہیں ہے بلکہ یہ ظاہر کرنا مقصود ہے۔ اے محبوب یہ وہی صالح امت ہے جس کی تو نے تمنا کی تھی ان کی صالحیت اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ آج جہنم پکار پکار کر یہ کہتی ہے۔ جُزْیَا مُؤْمِنُ فَاِنَّ نُوْرَکَ اَطْفَاءَ لَھَبِیْ○ اے مومن جلدی سے گزر جا تیرے نور نے میری نار کو بجھا دیا۔ ارشاد ربانی ہے۔ ثُمَّ نُنَجِّی الَّذِیْنَ اتَّقَوْا○ پھر متقی نجات پا جائیں گے اور جب صالحین جنت میں چلے جائیں گے تو ان کے لئے جنت میں کیا ہوگا۔ اس کے لئے فرمایا گیا اُعِدَّتْ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَالَا عَیْنٌ رَأَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ۔ میں نے اپنے صالح بندوں کے لئے وہ کچھ تیار کیا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی بشر کے دل میں اس کا خیال پیدا ہوا۔ جب خدا کے صالح بندے خدا کی عطا سے اس کی زمین کے وارث ہیں تو لاہور کو داتا کی نگری کہہ سکتے ہیں۔ حضور داتا علی ہجویری بلاشبہ خدا کے نیک اور صالح بندے ہیں مخلوق خدا کے دلوں پر ان کی حکومت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر

وقت ان کے مزار پر مخلوق خدا کا اژدھام رہتا ہے۔

ارے مے گسارو سویرے سویرے
خرابات کے گرد پھیرے پہ پھیرے
ذرا اس طرف تم آ کر تو دیکھو
بڑی رونقیں ہیں فقیروں کے ڈیرے

(۷) جب اللہ تعالیٰ نے قلم کو پیدا فرمایا تو اسے حکم دیا لکھ عرض کی کیا لکھوں فرمایا میری مخلوق میں میرا علم عرض کی ابتداء کس سے کروں فرمایا لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ قلم نے چار ہزار سال میں یہ کلمہ تحریر کیا پھر خدا نے حکم دیا لکھ عرض کی کیا لکھوں فرمایا محمد رسول اللہ پھر چار ہزار سال میں یہ کلمہ لکھا بعد ازاں قلم نے رو کر پوچھا الٰہی یہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون ہے جو تیرے نام سے اتنا قریب ہے فرمایا اگر یہ نہ ہوتا تو کوئی چیز پیدا نہ ہوتی یہ محمد عربی نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے قلم کو آپ سے محبت ہوگئی اور اس نے آپ کو سلام پیش اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ خدا تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے یہ جواب دیا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِاللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ۔ معراج کی رات قلم کا سلام اور اپنا جواب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچایا ہم بھی نماز میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وہی سلام بھیجتے ہیں جو قلم نے بھیجا جب خدا نے قلم کا سلام ضائع نہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچایا تو ہمارا سلام بھی خدا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ پہنچادے گا اور ہمارا یہ سلام ہمارے گناہوں کی مغفرت کا سبب نیکو کاروں کے درجات کی ترقی کا سبب ہوگا۔

سلام اس پر کہ جس کا تذکرہ قرآن کرتا ہے
سلام اس پر کہ جس کا ذکر خود رحمان کرتا ہے

(۸) جب بندہ کہتا ہے اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ خدا فرماتا ہے میں بھی قیامت کے دن تیری تعریف کروں گا ارشاد ہے۔ تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ جب کہتا ہے۔ وَالصَّلَوَاتُ تو خدا فرماتا ہے میں بھی تجھ پہ صلوٰۃ کروں گا ارشاد ہے هُوَ الَّذِي يُصَلِّي عَلَيْكُمْ صاحب کہتا ہے اَلطَّيِّبَاتُ تو خدا فرماتا ہے میں تیرا مسکن پاک کردوں گا۔ ارشاد ہے وَمَسَاكِنَ طَيِّبَةً فِي جَنَّاتِ عَدْنٍ جب کہتا ہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ خدا فرماتا ہے میں بھی تجھے سلام کروں گا۔ ارشاد ہے سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيمٍ جب کہتا ہے اَيُّهَا النَّبِيُّ خدا فرماتا ہے تیرے حق میں اپنے نبی کی شفاعت قبول کروں گا جب کہتا رَحْمَةُ اللّٰهِ خدا فرماتا ہے میں بھی تجھ پر رحمت کروں گا۔ ارشاد ہے كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ جب کہتا ہے وَبَرَكَاتُهُ خدا فرماتا ہے میں بھی تجھ پر برکات نازل کروں گا۔ ارشاد ہے وَبَرَكَاتٌ عَلَيْكَ وَعَلٰى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ جب کہتا ہے۔ السلام علینا خدا فرماتا ہے میں دنیا میں تجھ کو سلام کرتا ہوں مِنْ كُلِّ اَمْرٍ سَلَامٌ جب کہتا ہے عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِينَ تو زمین وآسمان کی مخلوق یعنی فرشتے اور نیک بندوں کی تعداد سے دس گناہ نیکیاں دیتا ہوں۔ جب کہتا ہے اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ تو خدا فرماتا ہے میں اپنے محبوب کو تیرا شفیع بناؤں گا۔

شفاعت کرے حشر میں جو رضا کی
سوا ترے کس کو یہ قدرت ملی ہے

(رکن سوم معارج النبوۃ، ص120)

سورہ فاتحہ شریف کی سات آیات کے اسرار بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں۔

(۱) اللہ کی عبادت میں اس کے بندوں کے سات مقاصد ہوتے ہیں طلب زیادہ، سوال مغفرت، خوف قیامت، رجاء توفیق و نصرت، بقا الاسلام والسنۃ،

موافقت اہل النبوۃ والولایۃ اور خوف قطعیہ سورہ فاتحہ پڑھنے سے یہ ساتوں مقاصد پورے ہو جاتے ہیں۔

☆ جو شخص اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ کہتا ہے اسے نعمت میں زیادتی نصیب ہوتی ہے۔

☆ جو اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہتا ہے اسے عفو و مغفرت کا مژدہ ملتا ہے۔

☆ جو مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ کہتا ہے اسے خوف قیامت سے امن مل جاتا ہے

اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ سے خدا کی نصرت مل جاتی ہے۔

☆ جو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ پڑھتا ہے اسے ایمان و سنت پر ثابت قدمی مل جاتی ہے۔

☆ جو صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ پڑھتا ہے اسے انبیاء اور اولیاء کی صحبت کا مژدہ مل جاتا ہے۔

☆ جو غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ پڑھتا ہے اسے یہ خوشخبری مل جاتی ہے کہ وہ دین حقہ دین اسلام کے دائرے میں سلامتی کے ساتھ رہے گا۔

(۲) نیک لوگوں کی سات اقسام ہیں۔ حمادون، راجون، خائفون، مخلصون، متوکلون، مستقیمون اور عارفون سورہ فاتحہ میں ان ساتوں کا حصہ موجود ہے۔

☆ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ میں حمد کرنے والوں کا حصہ ہے۔

☆ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ میں امید کرنے والوں کا حصہ ہے۔

☆ مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ میں خوف کرنے والوں کا حصہ ہے۔

☆ اِيَّاكَ نَعْبُدُ میں اخلاص والوں کا حصہ ہے۔

☆ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ میں توکل کرنے والوں کا حصہ ہے۔

☆ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں مستقیم لوگوں کا حصہ ہے۔

اور باقی حصہ میں عارفوں کا حصہ ہے۔

(۳) جنت کے آٹھ دروازے ہیں اور سورہ فاتحہ کی سات آیات ہیں اگر کوئی بندہ مومن بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ پڑھ کر سورہ فاتحہ شریف پڑھے گا تو اب آٹھ آیات ہو جائیں گی کیونکہ تسمیہ بھی ایک آیت ہے لہٰذا تسمیہ کے ساتھ سورہ فاتحہ شریف پڑھنے والا جنت کے آٹھوں دروازوں کا مستحق ہو جاتا ہے۔

(۴) جہنم کے سات دروازے ہیں اور سورہ فاتحہ شریف کی سات آیات ہیں جو بندہ مومن خلوص نیت سے سورہ فاتحہ شریف پڑھے گا۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس پر جہنم کے ساتوں دروازے بند کر دے گا۔

(۵) خدا تعالیٰ نے انسان کا جسم سات چیزوں سے بنایا ہے گوشت، پوست، ہڈیاں، مغز، خون، رگیں اور پٹھے اور سورہ فاتحہ شریف کی سات آیات ہیں جو مومن خلوص نیت کے ساتھ سورہ فاتحہ شریف کا ورد رکھے گا خدا تعالیٰ اپنے فضل عمیم سے اس کے جسم کی ساتوں چیزوں کو جہنم پر حرام فرما دے گا۔

(۶) سورہ فاتحہ شریف کی سات آیات ہیں اور بندہ مومن کے سامنے سات خطرات ہیں۔

خطرہ اول: اس دنیا سے با ایمان جائے گا یا خاتمہ کفر پر ہو گا۔

خطرہ دوم: جب مرنے کے بعد قبر میں جائے گا قبر نورانی ہو گی یا ظلمانی۔

خطرہ سوم: جب قبر میں منکر نکیر سوالات کریں گے جواب باصواب دے گا یا نہیں

خطرہ چہارم: جب قیامت کے دن قبر سے نکلے تو چہرہ نورانی ہو گا یا سیاہ کیونکہ وہ دن ایسا ہو گا کہ يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ اس دن چہرے سفید اور سیاہ ہوں گے۔

خطرہ پنجم: جب خدا تعالیٰ حساب لے گا تو کامیاب ہو گا یا ناکام۔

خطرہ ششم: میزان پر نامۂ اعمال تولا جائے گا نیک اعمال بھاری ہوں گے یا بُرے اعمال۔

خطرہ ہفتم: قیامت کے دن دو راستے ہوں گے ایک جنت کا دوسرا دوزخ یہ کونسے راستے پر جائے گا جنت کے راستے پر یا دوزخ کے راستے پر۔

جب بندہ مومن سورہ فاتحہ کی سات آیات کو زبان پر جاری رکھے گا تو ان متذکرہ بالا سات خطرات سے محفوظ و مصئون ہو جائے گا اور موت کے وقت بشارت ملے گی۔

اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا

فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ

يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ

يَا عِبَادَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ

فَسَوْفَ يُحَاسَبُ حِسَابًا يَّسِيْرًا

فَاَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ

ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا

وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْ اَنْفُسُكُمْ

وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا

وَزَوَّجْنَاهُمْ بِحُوْرٍ عِيْنٍ

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ

❁❁❁

فصل پنجم:

علمی مناظرے

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مناظرہ:

ہجرت سے پہلے کفار قریش نے یہود عرب کی ایک جماعت کو جن میں مالک بن صیف بھی تھا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مناظرہ کرنے کے لئے بلایا مالک بن صیف یہود کا بڑا عالم تھا کفار قریش کا مقصد تھا کہ لوگوں کے سامنے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے علمی یا علماء یہود کے مقابلے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے بسی ظاہر کی جائے اور لوگ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لائیں۔ جب مالک بن صیف مناظرہ کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے ہوا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس سے پوچھا اے مالک بن صیف کیا تو توریت جانتا ہے وہ بولا اس وقت عرب میں مجھ سے بڑا عالم توریت کا کوئی نہیں فرمایا تجھے قسم ہے اس رب کی جس نے موسیٰ علیہ السلام پر توریت نازل کی کیا تورات میں یہ آیت ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُبْغِضُ الْحَبْرَ السَّمِیْنَ۔ اللہ تعالیٰ موٹے پادری کو ناپسند کرتا ہے۔ وہ بولا ہاں فرمایا تو بہت پلا ہوا موٹا عالم ہے بحکم توریت تو مردود بارگاہ الٰہی ہے کہ تو اپنی قوم سے رشوتیں لے کر حرام خوری کر کے بہت موٹا ہوا ہے۔ (مالک بن صیف بہت موٹا تازہ تھا) تو مجھ سے مناظرہ بعد ہی کرنا پہلے بحکم توریت اپنا ایمان ثابت کر حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان عالی پر گھبرا گیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منہ کر کے بولا۔ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰہُ عَلٰی بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ اللہ نے کسی بشر پر کچھ نہ اتارا نہ وحی نہ کتاب اس

کی اس بکواس پر خود یہودی اس کو لعنت ملامت کرنے لگے اور بولے کہ تو نے تو
توریت شریف کے نزول کا انکار کر دیا وہ بولا مجھے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے
غصہ دلا دیا تھا جس میں آپے سے باہر ہو کر یہ بات کہہ بیٹھا یہود بولے پھر تو
ہماری سرداری کے قابل نہیں تو غصے میں ہمارے مذہب ہی کا خاتمہ کر ڈالتا ہے۔
اسے ریاست سے معزول کر کے اس کی جگہ کعب بن اشرف کو اپنا پوپ پادری بنا
لیا۔ (تفسیر نعیمی، جلد 7، ص 694)

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مناظر:

اول مناظرہ: پہلا مناظرہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی والدہ سے کیا وہ
اس طرح جب آپ بولنے کے قابل ہوئے تو آپ نے اپنی والدہ سے کہا کہ
اے ماں میرا پروردگار کون ہے اس نے کہا میں۔ آپ نے فرمایا تیرا پروردگار کون
ہے اس نے کہا تیرا باپ کہا میرے باپ کا پروردگار کون ہے کہا بادشاہ کہا کہ
بادشاہ کا پروردگار کون ہے اس نے کہا وہ سب سے بڑا رب ہے۔ بعد ازاں
حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی والدہ سے پوچھا کہ میرا چہرہ خوبصورت یا تیرا
چہرہ، ماں نے کہا تو مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے آپ نے پوچھا کہ تو زیادہ
خوبصورت ہے یا میرا باپ ماں نے کہا میں تیرے باپ سے زیادہ خوبصورت
ہوں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے پھر دریافت فرمایا کہ میرا باپ خوبصورت
ہے یا بادشاہ نمرود خوبصورت ہے ماں نے جواب دیا تیرا باپ بادشاہ سے زیادہ
خوبصورت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا اے ماں اگر بادشاہ میرے
باپ کا پروردگار ہے تو اس نے میرے باپ کو اپنے سے بہتر کیوں پیدا کیا اور اگر
میرا باپ تیرا پروردگار ہے تو اس نے تجھے اپنے سے بہتر کیوں پیدا کیا اور اگر تو

میرا پروردگار ہے تو تُو نے مجھے اپنے سے بہتر کیوں پیدا کیا اس پر آپ کی والدہ لاجواب ہوگئی۔ (رکن اول معارج النبوت، جلد 1، ص89)

مناظرہ دوم: جب حضرت ابراہیم علیہ السلام بڑے ہو کر اس غار سے باہر تشریف لائے جس میں آپ کی ولادت ہوئی تھی تو شام کا وقت تھا اپنی قوم کو دیکھا کہ زمینی بتوں اور آسمانی ستاروں اور چاند سورج کی پوجا کرتی ہے۔ آپ نے چاند تاروں اور سورج کی ربوبیت کی تردید میں نہایت حکیمانہ انداز میں قوم سے مناظرہ کیا جب رات ہوگئی تو آپ نے قوم سے فرمایا۔ اے میری قوم یہ جو ستارہ طلوع ہوا ہے کیا یہ میرا خدا ہے قوم نے کہا ہاں جب تھوڑی دیر میں تارہ ڈوب گیا تو پوچھا کہ وہ رب کہاں گیا جو حرکت کرے جس پر انقلاب آئے وہ ادلے بدلے جو اپنے پجاریوں کو چھوڑ کر غائب ہو جائے میں اس کی عبادت سے سخت متنفر ہوں وہ رب کیسے ہوسکتا ہے۔ قوم بالکل خاموش ہوگئی رات پندرہویں یا سولہویں چاند کی تھی تھوڑی دیر میں چاند نکل آیا۔ آپ نے اس قوم سے پھر پوچھا کہ کیا میرا رب یہ ہے اب قوم چپ رہی کہ اس کے پاس آپ کی حکیمانہ گفتگو کا کوئی جواب نہ تھا۔ جب چاند بھی ڈوب گیا تو آپ نے فرمایا اگر مجھ پر اللہ کا فضل نہ ہوا ہوتا اور اس نے مجھے ایمان کی ہدایت سے سرفراز نہ کیا ہوتا تو میں گمراہ قوم میں سے ہو جاتا اور تمہاری طرح میں بھی اس کی روشنی سے دھوکا کھا کر اسے خدا مان لیتا۔ میرا ماحول ہی ایسا گندہ ہے مگر میرے رب نے میری دستگیری فرمائی اس لئے میں اس دلدل میں نہ پھنسا پھر جب صبح کو چمکتا دمکتا آفتاب نکلا تو پھر اسی قوم سے آپ نے خطاب فرمایا کہ کیا یہ میرا رب ہے یہ نورانی بھی ہے اور چاند تاروں سے بڑا بھی مگر جب شام کو سورج بھی قلابازی کھاتا ہوا ڈوب گیا۔ تو آپ نے اعلان فرمایا اے قوم گواہ رہنا میں تمہارے شرک و کفر سے اور تمہارے

ان باطل معبودوں سے بیزار ہوں میں دنیا میں دھوکا کھانے نہیں آیا بلکہ دھوکے سے لوگوں کو نکالنے آیا ہوں۔ اے قوم کے لوگو ان چیزوں کی چمک اور جگمگاہٹ سے دھوکا نہ کھاؤ بلکہ ان سب کا رب وہ ہے جس کے قبضے میں یہ سب ہیں۔ خدا تعالیٰ نے اس مناظرے کو قرآن میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّا اَفَلَ قَالَ لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ○ فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ فَلَمَّا اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ○ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّيْ هٰذَآ اَكْبَرُ فَلَمَّآ اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ○

ترجمہ: پھر جب ان پر رات کا اندھیرا آیا ایک تارا دیکھا بولے اسے میرا رب ٹھہراتے ہو پھر جب وہ ڈوب گیا بولے میں پسند نہیں کرتا ڈوبنے والے کو پھر جب چمکتا دیکھا اسے میرا رب بتاتے ہو پھر جب وہ ڈوب گیا فرمایا اگر میرا رب مجھے ہدایت نہ کرتا تو میں بھی انہیں گمراہوں میں ہوتا پھر جب سورج چمکتا دیکھا بولے اسے میرا رب کہتے ہو یہ تو ان سب سے بڑا ہے جب وہ ڈوب گیا کہا اے قوم میں بیزار ہوں ان چیزوں سے جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو۔

(تفسیر نعیمی، جلد 7، ص 626)

مناظرہ سوم: حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندان کے لوگ بُت تراش اور بُت فروش تھے چنانچہ آپ کا چچا آذر بُت تراشی میں یکتائے زمانہ تھا۔ گھر کے دوسرے افراد کی طرح آذر نے آپ کو بھی کچھ بُت دے کر بازار میں فروخت کرنے کی غرض سے بھیجا۔ آپ ان بتوں کو بازار میں لے گئے اور آواز لگائی کون ان بُتوں کو خریدنا چاہتا ہے جو نہ کسی کو نفع دیں نہ کسی کا کوئی نقصان کریں کسی نے بھی آپ سے کوئی بُت نہ خریدا شام کو ان کو رسی سے باندھ کر گھسیٹتے ہوئے لائے

اور ایک گندی نالی کے پاس ان کو لا کر کہا لو پانی پی لو تمہیں پیاس لگی ہو گی غرضیکہ ان کی تذلیل و توہین کرتے ہوئے ان کو گھر لے آئے۔ آذر نے کہا یہ بکے کیوں نہیں آپ نے فرمایا آج ان کا بازار مندہ تھا پھر آپ نے فرمایا۔

يٰۤاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْـًٔا ۝

ترجمہ: اے چچا ان کی کیوں عبادت کرتے ہو جو نہ سن سکتے ہیں نہ دیکھ سکتے ہیں نہ کسی کے کام آ سکتے ہیں۔

آذر نے کہا اگر میرے یہ بت تیرا کلمہ پڑھ لیں تو میں تجھ پر ایمان لے آؤں گا۔ آپ نے خدا سے دعا مانگی تو بتوں نے پڑھا۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ اللّٰهِ۔ آذر ایمان نہ لایا اور آپ کو جادوگر کہا۔

(معارج النبوت، جلد 1، ص 95)

مناظرہ چہارم: خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِيْ رَبِّهٖۤ اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّيَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ قَالَ اَنَا اُحْيٖ وَاُمِيْتُ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِيْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ فَبُهِتَ الَّذِيْ كَفَرَ ۝

ترجمہ: اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا اسے جو ابراہیم سے جھگڑا اس کے رب کے بارے میں اس پر کہ اللہ نے اسے بادشاہی دی جبکہ ابراہیم نے کہا میرا رب وہ ہے جلاتا ہے اور مارتا ہے بولا میں جلاتا ہوں مارتا ہوں ابراہیم نے فرمایا اللہ سورج لاتا ہے مشرق سے تو اسے مغرب سے لے آ تو کافر کے ہوش اُڑ گئے۔

نمرود کے دربار کا طریقہ یہ تھا کہ جو اس کے دربار میں آتا وہ پہلے اسے سجدہ کرتا حضرت ابراہیم علیہ السلام دربار میں تشریف لائے لیکن آپ نے سجدہ نہ کیا جس پر نمرود نے وجہ پوچھی آپ نے فرمایا میں صرف اللہ تعالیٰ کو سجدہ کرتا ہوں

اس نے پوچھا آپ کا خدا کون ہے۔ آپ نے فرمایا میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا اور مارتا ہے اس نے کہا یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں چنانچہ اس نے اپنے قید خانے سے دو قیدی منگوائے ایک کو قتل کر دیا دوسرے کو چھوڑ دیا اور بولا اسے میں نے زندہ کر دیا اور اسے مار دیا۔ اگرچہ اس کوڑھ مغز کو موت و حیات کی سمجھ نہ آئی لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایک ایسی مناظرانہ گرفت میں لیا جس سے وہ نکل نہ سکا آپ نے فرمایا میرا خدا سورج کو مشرق سے طلوع کرتا ہے اگر تو خدا ہے تو سورج کو مغرب سے طلوع کر دے۔ وہ لاجواب ہو گیا نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے یہ نہ کہا کہ تو اپنے رب سے کہہ کہ وہ سورج کو مغرب سے نکالے کیونکہ وہ قرائن سے جان گیا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اگر خدا تعالیٰ سے دعا کر دی تو خدا سورج کو مغرب سے نکال دے گا چنانچہ خدا تعالیٰ نے حضرت جبریل امین علیہ السلام سے فرمایا اگر نمرود نے یہ کہہ دیا کہ سورج کو مشرق سے میں نکالتا ہوں تو اپنے رب سے کہہ کر وہ مغرب سے نکال کر دکھائے تو سورج کو مغرب سے نکال دینا تاکہ میرا خلیل سچا ثابت ہو جائے اور مغرب سے سورج کا طلوع ناممکن بھی نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خیبر سے واپسی پر مقام صہبا پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نماز عصر کے لئے سورج کو مغرب سے طلوع کرا دیا۔

مناظرہ پنجم: قوم نمرود کا سالانہ میلا لگتا تھا۔ انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی دعوت دی لیکن معذرت فرما کر شہر میں رہ گئے اور وہ سب لوگ باہر چلے گئے۔ آپ نے ان کے پیچھے ان کے مندر کے سارے بتوں کو توڑ پھوڑ دیا اور کلہاڑا بڑے بُت کے کندھے پر رکھ دیا جب وہ اپنے میلے سے واپس ہو کر بُت خانے میں گئے تو دیکھا سارے بُت تہس نہس ہو چکے ہیں۔ آپس میں کہنے لگے یہ

سب کچھ کس نے کیا ہے ان میں سے بعض نے کہا یہ کام حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ہوگا وہی ان کی برائیاں بیان کرتا رہتا ہے۔ نمرود نے کہا اس کو بلاؤ جب آپ تشریف لائے تو انہوں نے آپ سے دریافت کیا، کیا تم نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا ہے آپ نے فرمایا۔

بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ٥

ترجمہ: بلکہ ان کے اس بڑے نے کیا ہوگا تو ان سے پوچھو اگر یہ بولتے ہوں۔

اس پر نمرودی شرمسار ہوئے اور اپنے آپ کو ستمگار قرار دے کر کہنے لگے اے ابراہیم تو جانتا ہے کہ یہ بت بولتے نہیں آپ نے ان سے فرمایا۔

قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ٥

ترجمہ: کیا اللہ کے سوا ایسے کو پوجتے ہو جو تمہیں نفع دے نہ نقصان پہنچائے تف ہے تم پر اور ان بتوں پر جن کو اللہ کے سوا پوجتے ہو کیا تمہیں عقل نہیں یوں آپ نے ان سب کو اس مناظرہ میں ساکت دبے بس کر دیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا مناظرہ:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے خوارج سے مناظرہ کیا خود ان کا اپنا بیان ہے کہ جب خارجیوں نے بغاوت کا منصوبہ بنایا تو امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خبریں پہنچنے لگیں مگر آپ یہی فرماتے جب تک بغاوت نہیں کرتے تعرض نہ کرو ایک دن میں نے عرض کیا یا امیر المومنین ظہر کی نماز ذرا تاخیر سے پڑھئے گا میں ان لوگوں سے ملنے جا رہا ہوں۔ جب میں خارجیوں میں پہنچا تو دیکھا کہ شب بیداری سے ان کے منہ اترے ہوئے ہیں کثرت سجود سے ان کی

پیشانیاں اور ہتھیلیاں ایسی کھرّی ہو چکی ہیں جیسے اونٹ کے گھٹنے پرانے کرتے پہنے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی چلا اُٹھے ابن عباس کیسے آئے ہو اور یہ لباس فاخرہ کیوں کیوں میں نے کہا اس لباس پر تمہیں کیا اعتراض ہے۔ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہترین یمنی کپڑے پہنے دیکھا ہے پھر میں نے یہ آیت پڑھی۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ○

ترجمہ: اے پیغمبر کہو خدا نے زینت اور کھانے پینے کی جو پاک چیز اپنے بندوں کے لئے پیدا کیں انہیں کس نے حرام کیا۔

انہوں نے آپ سے پوچھا آپ کس غرض سے آئے ہیں۔ فرمایا میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ابن عم کی طرف سے آیا ہوں یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور صحابہ کے پاس سے آرہا ہوں مگر ان میں سے کوئی بھی تمہاری اس بھیڑ میں مجھے نظر نہیں آتا حالانکہ ان پر قرآن اُترا اور وہی قرآن کے معانی سب سے زیادہ سمجھنے والے ہیں۔ میں اس لئے آیا ہوں کہ ان کی بات تمہیں اور تمہاری بات ان تک پہنچاؤں اس پر بعض نے کہا قریش سے بات نہ کرو کیونکہ خدا فرماتا ہے۔ بَلْ هُمْ قَوْمٌ خَصِمُوْنَ بلکہ وہ جھگڑالو لوگ ہیں اور بعض نے کہا تمہیں گفتگو کرنی چاہیے اس پر تین آدمیوں نے مجھ سے بات چیت شروع کی۔ میں نے کہا آخر تمہیں امیر المومنین پر کیا اعتراض ہے انہوں نے کہا ہمیں تین اعتراض ہیں۔ انہوں نے امر الٰہی میں انسانوں کو حکم بنایا حالانکہ خدا فرماتا ہے۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ۔ حکومت صرف خدا ہی کی ہے۔ میں نے پوچھا اور اعتراض انہوں نے جنگ تو کی لیکن نہ مال غنیمت حاصل کیا اور نہ قیدیوں کو غلام اور لونڈی بنایا حالانکہ حریف اگر مومن تھے تو ان سے لڑائی کیوں کی اور اگر وہ کافر تھے تو جنگ کی طرح لونڈی اور غلام بنانا بھی جائز تھا۔ میں نے کہا یہ دو اعتراض ہوئے آگے

بڑھو انہوں نے اپنے نام سے امیر المومنین کا نام مٹا دیا۔ خود ہی بتایئے اگر وہ امیر المومنین نہیں تو کیا وہ امیر الکافرین ہیں ۔ میں نے کہا میں نے تمہارے اعتراضات سن لئے اگر میں قرآن سنت سے انکا جواب دے دوں تو کیا تم رجوع کرلو گے۔ انہوں نے کہا بیشک ہم رجوع کرلیں گے میں نے کہا تو سنو تمہارا یہ کہنا کہ انہوں انسانوں کو حکم بنایا خدا اپنی کتاب میں فرماتا ہے۔

وَاِنْ خِفْتُمْ شِقَاقَ بَيْنِهِمَا فَابْعَثُوْا حَكَمًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَحَكَمًا مِّنْ اَهْلِهَا ۝

اگر میاں بیوی میں پھوٹ کا خوف محسوس کرو تو ایک پنچ شوہر کی طرف سے اور ایک عورت کی طرف سے بھیجو۔

ان دونوں کے معاملے کا فیصلہ اللہ تعالیٰ انسانوں کے سپرد کیا۔ اب خود ہی بتاؤ انسانوں کا فیصلہ مسلمانوں کو خونریزی سے روکنے اور ان میں صلح کرانے کے لئے بہتر ہے یا نہیں۔ انہوں نے کہا بہتر ہے فرمایا تمہارا دوسرا اعتراض کہ جنگ کی لیکن لونڈی اور کنیز غلام نہ بنائے تو اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر کہہ دو کیا تم اپنی اور سب مسلمانوں کی ماں کو کنیز بنانا پسند کرو گے اگر کہو ہاں کہ ہم انہیں کنیز بنا سکتے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سب کچھ جائز رکھ سکتے ہیں جو کنیز کے ساتھ جائز ہے تو یقیناً تم کافر ہو اور اگر کہو وہ ہماری ماں ہے ہی نہیں تو بھی کفر لازم آتا ہے کیونکہ خدا انہیں ام المومنین قرار دے چکا ہے۔

دیکھو تمہارے اس اعتراض سے دو گمراہیاں لازم آتی ہیں بتاؤ کیا جواب ہے پس یہ اعتراض بھی اُٹھ گیا۔ انہوں نے تسلیم کرلیا رہا یہ اعتراض کہ انہوں نے اپنے نام سے امیر المومنین کا لقب ہٹا دیا تو یہی جواب میں ایک ایسا واقعہ پیش کرتا ہوں جس سے تم انکار نہیں کرسکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حدیبیہ کے مقام پر ابوسفیان اور سہیل بن عمرو کے ساتھ صلح کی تھی۔ صلح نامہ

امیر المومنین علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ہی لکھا تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ لکھو یہ ہے وہ عہدنامہ جس پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صلح کی تو ابوسفیان اور سہیل بن عمرو نے اعتراض کیا کہ ہم آپ کو رسول نہیں مانتے اگر آپ کو رسول تسلیم کرتے تو پھر جھگڑا کس بات کا اس پر رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اے خدا تو جانتا ہے کہ میں تیرا رسول ہوں اے علی یہ تحریر مٹا دو اور اس کی جگہ یہ لکھو کہ یہ ہے وہ عہدنامہ جسے محمد بن عبداللہ اور ابوسفیان اور سہیل بن عمرو نے منظور کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مٹانے سے انکار کیا تو خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے یہ الفاظ مٹا دیئے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس مناظرے کا نتیجہ یہ ہوا کہ دو ہزار خارجیوں نے رجوع کرلیا باقی نے بغاوت کی اور مارے گئے۔ (العلم والعلماء، ص202)

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مناظرہ:

مفسرین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک مناظرہ یہودیوں کے ساتھ روایت کیا ہے لکھتے ہیں اطراف مدینہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک زمین تھی جہاں اکثر تشریف لے جاتے تھے۔ راستے میں یہودیوں کی ایک بیٹھک ملتی تھی۔ حضرت ادھر سے گزرتے ہوئے ان کے یہاں بھی چلے جاتے تھے۔ ایک یہودیوں نے کہا اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے آپ سب سے زیادہ ہم سے محبت کرتے ہیں ان کا ادھر سے گزر ہوتا ہے تو ہمیں تکلیف پہنچاتے ہیں اور آپ نے ہمیں کبھی ستایا نہیں اور ہمیں امید ہے کہ آپ ہمارے گروہ میں آجائیں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارے نزدیک سب سے بڑی قسم کونسی

ہے کہنے لگے رحمان کی قسم حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں تمہیں رحمان کی قسم دیتا ہوں۔ جس نے طور سینا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی سچ سچ بتاؤ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا تمہارے ہاں کچھ تذکرہ ملتا ہے۔ وہ سب خاموش ہو گئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بولو جواب دو چپ کیوں ہو بخدا یہ سوال میں نے اس لئے نہیں کیا کہ اپنے دین میں مجھے کوئی شک ہے اس پر وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے آخر ایک آدمی نے اُٹھ کر کہا بتانا ہو تو بتاؤ ورنہ میں بولتا ہوں مجبور ہو کر کہنے لگے ہاں بیشک ہم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر اپنے یہاں لکھا پاتے ہیں لیکن ان کے پاس جو فرشتہ آتا ہے وہ جبریل ہے اور جبریل ہمارا پرانا دشمن ہے۔ یہی فرشتہ ہر قسم کا عذاب خونریزی اور بربادی ہم پر لاتا رہا ہے۔ اگر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرشتہ میکائیل ہوتا تو ہم ان پر ضرور ایمان لے آتے کیونکہ میکائیل رحمت اور خیر و برکت کا فرشتہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تمہیں اسی رحمان کی قسم جس نے طور سینا پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی سچ سچ بتاؤ کہ میکائیل بائیں طرف رہتا۔ ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو سن لو میں گواہی دیتا ہوں کہ جو کوئی خدا کے داہنی طرف والے فرشتے کا دشمن ہے وہ بائیں طرف والے فرشتے کا بھی دشمن ہے اور جو بائیں طرف والے فرشتے کا دشمن ہے وہ دائیں طرف والے فرشتے کا بھی دشمن ہے اور جو کوئی ان دونوں فرشتوں کا دشمن ہے وہ خود خدا کا دشمن ہے پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے واپس ہوئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو واقعہ کی اطلاع دینی چاہی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود ہی یہ آیت سنا دی۔

مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِلّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰلَ فَاِنَّ اللّٰهَ

عَدُوٌّ لِّلْکَافِرِیْنَ○

ترجمہ: جو اللہ اور اس کے رسولوں اس کے فرشتوں اور جبریل و میکائیل کا دشمن ہے تو اللہ ایسے کافروں کا دشمن ہے۔ (العلم والعلماء، ص200)

اسی مناظرے سے پتہ چلا کہ حضرت جبریل اور میکائیل کا دشمن ہے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے:

مَامِنْ نَبِیٍّ اِلَّا وَلَہٗ وَزِیْرَانِ مِنْ اَھْلِ السَّمَاءِ وَوَزِیْرَانِ مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ فَاَمَّا وَزِیْرَایَ مِنْ اَھْلِ السَّمَاءِ جِبْرَائِیْلُ وَمِیْکَائِیْلُ وَوَزِیْرَایَ مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ فَاَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرُ○

یعنی ہر نبی کے دو وزیر آسمانی اور دو وزیر زمینی ہوتے ہیں میرے دو آسمانی وزیر جبرئیل و میکائیل اور دو زمینی وزیر صدیق اکبر اور عمر فاروق رضی اللہ عنہم ہیں۔ جس طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آسمانی وزیروں کا دشمن کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اسی طرح حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمینی وزیروں یعنی صدیق اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کا دشمن بھی یقیناً کافر ہے اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ جو کوئی ان کے دشمن کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اس لئے کہ مَنْ شَکَّ فِیْ کُفْرِ کَافِرٍ فَھُوَ کَافِرٌ جو کسی کافر کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہوتا ہے۔ ان لوگوں کو اپنی حیثیت پر غور کرنا چاہیے جو ان دونوں نفوس قدسیہ کی شان میں گالیاں بکتے ہیں اور اپنے دلوں میں ان کا بغض وعناد رکھتے ہیں۔ اپنا نامہ اعمال سیاہ کرتے ہیں یقیناً ایسے لوگ خدا کی بارگاہ کے مردود ہیں ان کا ایمان سے کوئی تعلق نہیں۔

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ کا مناظرہ:

خلیفہ وقت کے دربار میں ہر سال روم سے خراج آتا تھا۔ ایک دفعہ قیصر روم نے مال کے ساتھ اپنی قوم کے مذہبی عالموں کو بھیجا اور پیغام دیا کہ تم جا کر مسلمانوں سے مناظرہ کرو اگر مسلمان غالب آ گئے تو خراج بھیج دیا جائے گا اور اگر تم غالب آ گئے تو مال خراج بند کر دیا جائے گا چنانچہ حسب خواہش قیصر روم خلیفہ نے تمام علماء کو جمع کیا سب نے بالاتفاق کہا کہ امام شافعی بحث کریں گے۔ پھر خلیفہ کے حکم سے سب لوگ دریائے دجلہ کے کنارے جمع ہوئے۔ امام شافعی بھی تشریف لائے آپ نے اپنا جائے نماز پانی کے اوپر یعنی دریا کے درمیان بچھا دیا اور بیٹھ گئے اور کہا کہ جس شخص نے میرے ساتھ مناظرہ کرنا ہے وہ یہاں آ جائے یہ حال دیکھ کر وہ سب کے سب عیسائی عالم مسلمان ہو گئے۔ جب قیصر روم کو اس بات کا علم ہوا تو کہنے لگا کہ شکر ہے وہ شخص روم میں نہیں آیا ورنہ سب لوگ مسلمان ہو جاتے۔ (تذکرۃ الاولیاء، ص150)

امام اعظم کے مناظرے:

خوارج کو معلوم ہوا کہ گناہ کرنے کی وجہ سے حضرت امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ اہل قبلہ کو کافر نہیں کہتے لہٰذا ان کے ستر آدمی آپ کی محفل میں آئے چونکہ محفل میں جگہ نہ تھی وہ کھڑے رہے اور انہوں نے کہا اے ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ ہم ایک ہی ملت کے ہیں تم اہل مجلس سے کہو کہ وہ ہمیں جگہ دیں چنانچہ ان کے واسطے کشائش کر دی گئی اور وہ آ کر حضرت امام کے چاروں طرف کھڑے ہو گئے اور ان سب نے اپنی تلواروں کو میانوں سے نکال لیا۔ پھر انہوں نے حضرت امام سے کہا اے اس امت کے دشمن بعض نے کہا اے اس امت کے شیطان اور پھر

انہوں نے کہا ہم میں سے ہر ایک کے لئے تمہارا قتل کرنا ستر سال کے جہاد سے افضل ہے اور ہم نہیں چاہتے کہ تم پر ظلم کریں۔ آپ نے فرمایا کیا تم میرے ساتھ انصاف کرنا چاہتے ہو۔ انہوں نے کہا ہاں ہم انصاف کریں گے، آپ نے کہا تم اپنی تلواروں کو نیام میں کرلو کیونکہ تلواروں کی چمک سے دل ہولتا ہے۔ انہوں نے کہا ہم اپنی تلواروں کو نیام میں کیسے کریں جبکہ اپنی تلواروں کو تمہارے خون سے رنگین کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا تو پھر اللہ کا نام لے کر بات کہ وہ بولے مسجد کے دروازے پر دو جنازے ہیں۔ ایک عورت کا جس نے زنا کیا جب احساس حمل ہوا خودکشی کرلی اور دوسرا جنازہ مرد کا ہے۔ اس نے پیٹ بھر کر گلے تک شراب پی پھر غرغر کرتا ہوا مر گیا۔ حضرت امام نے ان سے پوچھا ان دونوں افراد کا تعلق کس مذہب سے ہے کیا یہودی ہیں وہ بولے نہیں آپ نے پوچھا کیا نصرانی ہیں جواب ملا نہیں۔ آپ نے دریافت کیا کیا مجوسی ہیں اس کا جواب بھی نہیں سے ملا آپ نے فرمایا یہ تو بتاؤ وہ کس ملت سے ہیں۔ انہوں نے کہا ان دونوں کا تعلق اس ملت سے ہے جو اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ کہتی ہے۔ آپ نے ان سے پوچھا کہ یہ شہادت ایمان کا کتنا حصہ ہے۔ انہوں نے کہا یہ شہادت پورا ایمان ہے آپ نے فرمایا ایسے افراد کے متعلق تم مجھ سے کیا پوچھتے ہو جن کے متعلق تم کہتے ہو کہ وہ مومن ہیں۔ انہوں نے کہا ان باتوں کو چھوڑ دیہ بتاؤ کہ دونوں اہل جنت میں سے ہیں یا اہل نار سے آپ نے فرمایا میں ان دونوں کے متعلق وہ بات کہوں گا جو اللہ کے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس قوم کے بارے میں کہی جن کا جرم ان دونوں کے جرم سے بڑا تھا۔ فَمَنْ تَبِعَنِیْ فَاِنَّهٗ مِنِّیْ وَمَنْ عَصَانِیْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ جس نے میری پیروی کی وہ میرا ہے اور جس نے میرا کہنا نہ مانا تو تو بخشنے والا مہربان ہے اور میں

وہ بات کہوں گا جو اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس قوم کے بارے میں کہی جنکا جرم ان دونوں کے جرم سے بڑا تھا۔ اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَاِنْ تَغْفِرْلَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر ان کو معاف کر دے تو تُو ہی زبردست حکمت والا ہے اور میں وہ بات کہوں گا جو حضرت نوح علیہ السلام نے کافروں سے کہی جبکہ کافروں نے کہا۔ اَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ الْاَرْذَلُوْنَ ○ کیا ہم تجھ پر ایمان لے آئیں اور تیرے ساتھ کمینے لوگ ہیں۔ فرمایا وَعَلَّمَنِیْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ اِنْ حِسَابُهُمْ اِلَّا عَلٰى رَبِّیْ لَوْ تَشْعُرُوْنَ وَمَا اَنَا بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ جو کام وہ کر رہے ہیں مجھے اس کی کیا خبر ان سے حساب کا پوچھنا میرے پروردگار کا کام ہے اور میں ایمان لانے والوں کو ہٹانے والا نہیں اور میں وہ بات کہوں گا جو حضرت نوح علیہ السلام نے کہی۔ وَلَا اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِیْ اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِیْ اَنْفُسِهِمْ اِنِّیْ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ○ جو لوگ تمہاری آنکھ میں کمینے ہیں ان کے متعلق میں نہ کہوں گا کہ اللہ ان کو بھلائی نہ دے اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ ان کے جی میں ہے اگر میں یہ کہوں تو بے انصاف ہوں۔ یہ سن کر خوارج نے اپنے ہتھیار ڈال دیئے اور انہوں نے کہا ہم اس مسلک سے بیزار ہوتے ہیں جس پر ہم تھے اور اب ہم وہ مسلک اور دین اختیار کرتے ہیں جو کہ اے ابو حنیفہ تمہارا ہے اور ان لوگوں نے کہا یقیناً اللہ تعالیٰ نے تمہیں فضیلت دانائی اور علم عطا فرمایا ہے۔

(مناقب للموفق، جلد 1، ص 124)

ایک مرتبہ مکہ معظمہ میں دارالحناطین میں حضرت امام اعظم اور امام اوزاعی کا مناظرہ ہوا اوزاعی نے ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ سے کہا کیا بات ہے کہ نماز میں رکوع کو جاتے وقت اور رکوع سے اُٹھتے وقت تم رفع یدین نہیں کرتے ہو آپ

نے فرمایا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اس سلسلے میں صحت کے ساتھ کچھ ثابت نہیں۔ اوزاعی نے کہا کس طرح صحت کے ساتھ کچھ ثابت نہیں مجھ سے زہری نے ان سے سالم بن عبداللہ نے ان سے ان کے والد عبداللہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز شروع کرتے وقت اور رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اُٹھتے وقت رفع یدین کرتے تھے۔ ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے اوزاعی سے کہا ہم سے حماد نے کہا ان سے ابراہیم نے ان سے علقمہ اور اسود نے ان سے عبداللہ بن مسعود نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر نماز شروع کرتے وقت اور رفع یدین کسی جگہ نہیں کرتے تھے۔ اوزاعی نے کہا میں تم سے زہری از سالم از والد خود عبداللہ کی روایت بیان کرتا ہوں اور تم حماد از ابراہیم کا بیان مجھ سے کرتے ہو۔ ابو حنیفہ رحمتہ اللہ علیہ نے کہا حماد بن ابی سلیمان افقہ ہے زہری سے اور ابراہیم افقہ تھے سالم تھے اور اگر ابن عمر صحابی نہ ہوتے تو میں کہتا علقمہ ان سے افقہ تھے اور اسود کے بہت فضائل ہیں اور پھر عبداللہ بن مسعود کا کیا کہنا یہ سن کر اوزاعی خاموش ہو گیا۔

(مناقب للموفق، جلد 1، ص 131)

ایک مرتبہ مدینہ طیبہ سے کچھ لوگ آپ کے ساتھ قرأت خلف الامام کے مسئلے پر مناظرہ کرنے کے لئے آئے اور سب لوگ آپ سے باتیں کرنے لگے آپ نے فرمایا میں اکیلا سب سے کیسے بات کروں تم اپنے میں سے کسی بڑے عالم کا انتخاب کر لو میں اس سے بات کر لیتا ہوں۔ انہوں نے اپنے ایک آدمی کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے فرمایا یہ تم سب سے زیادہ عالم ہے۔ انہوں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا ان کے ساتھ مناظرہ تمہارے ساتھ مناظرہ ہے انہوں نے جواب دیا ہاں۔ آپ نے فرمایا اس کی جیت تم سب کی جیت اور اس کی

شکست تم سب کی شکست ہے۔ انہوں نے کہا ہاں کیونکہ ہم اس کی امامت پر راضی ہیں۔ اس کا قول ہمارا قول ہے۔ امام اعظم نے فرمایا جب ہم نماز میں امام مقرر کرتے ہیں تو اس کی قرأت ہماری قرأت ہوتی ہے اور وہ ہمارا ترجمان ہوتا ہے پس وہ آپ کی بات مان گئے۔ (تفسیر کبیر، جلد 1، ص270)

حضرت العلام مولانا پیر مہر علی شاہ کے مناظرے:-

بھیکہ گولڑہ شریف کے قریب ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جہاں اکثر شیعہ آباد تھے جو اپنے آپ کو حسینی سادات کہتے تھے۔ انہوں نے راولپنڈی میں ایک شیعہ افسر کی امداد سے پیر آف گولڑہ کو مناظرے کا چیلنج دے دیا۔ آپ نے منظور فرمالیا اور مقام مناظرہ پر تشریف لے گئے۔ انہوں نے لکھنؤ کے ایک مجتہد کو بلایا ہوا تھا۔ موضوع بحث باغ فدک طے ہوا شیعہ مجتہد نے پہلے تقریر کر کے دعویٰ کیا کہ فدک جناب سیدہ کا حق تھا اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسے ظلماً روک لیا تھا اور جناب سیدہ کو نہ دیا لہٰذا ظالم خلیفہ نہیں ہوسکتا۔ حضرت نے جواباً کہا کہ اپنے دعوے پر کوئی دلیل پیش کریں۔ محض دعویٰ کافی نہیں کیونکہ صرف دعویٰ کی صورت میں تو دوسری جانب سے بھی خلاف دعویٰ ہوسکتا ہے اس پر مجتہد نے یہ آیت پڑھی۔

يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ فَإِن كُنَّ نِسَاءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَإِن كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ○

(سورہ نساء)

ترجمہ: اللہ تمہاری اولاد کے ضمن میں تمہیں وصیت کرتا ہے مردوں کے لئے دو عورتوں کی مانند حصہ ہے اگر عورتیں دو سے زیادہ ہیں تو ان کے لئے دو تہائی چھوڑی ہوئی چیز کی ہے اور اگر عورت ایک ہے تو اس کے واسطے آدھا ہے۔

آپ نے جواب دیا کہ بیشک ایسی صورت میں جب کہ سیدہ اپنے والد شریف صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد اکیلی وارث ہوتیں تو اس آیت کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متروکہ میں سے نصف حصہ کی مالک ہوتیں لیکن جس صورت میں باپ نے کوئی ترکہ نہ چھوڑا ہو تو نصف کہاں سے ملے گا۔

دوسرا یہ کہ فدک کا ترکہ ہونا کس دلیل سے ثابت ہے مجتہد صاحب نے کہا کہ قرآن پاک سے ثابت ہے کہ فدک اللہ اور اس کے رسول کا ہے اور آیت یہ ہے۔

وَمَا اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْهُمْ فَمَا اَوْجَفْتُمْ عَلَيْهِ مِنْ خَيْلٍ وَّلَا رِكَابٍ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ رُسُلَهٗ عَلٰی مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ○

(سورہ الحشر)

ترجمہ: اور جو کچھ پھیر لایا اللہ اپنے رسول پر ان میں سے پس نہیں دوڑائے تم نے گھوڑے اس کے اوپر چاہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

حضرت پیر صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اس آیت کے ساتھ جو دوسری آیت ہے اس پر بھی غور فرمانا چاہیے۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مِنْ اَهْلِ الْقُرٰی فَلِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْيَتٰمٰی وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ كَیْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةً بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ ○

(سورہ الحشر)

ترجمہ: جو کچھ اللہ تعالیٰ ان بستیوں والوں سے اپنے رسول پر پھیر لایا پس اللہ کے رسول کے قرابت والوں یتیموں اور فقیروں کے واسطے ہے تا کہ نہ ہو ہاتھوں ہاتھ لینا تم میں سے دولت مندوں کے واسطے۔

اس سے سمجھا جا سکتا ہے کہ فدک رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی

ملک نہ تھا اور نے کا مال ملک ہوتا بھی نہیں اگر بالفرض ایسا مان لیا جائے تو حدیث شریف۔

نَحْنُ مَعَاشِرُ الْاَنْبِيَاءِ لَا نُوْرِثُ مَاتَرَكْنَا صَدَقَةٌ○

ترجمہ: ہم معاشر انبیاء اپنا ورثہ نہیں چھوڑتے ہمارا متروکہ صدقہ ہوتا ہے۔

اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدک کو وقف کر دیا تھا اور اگر بالفرض یہ مان بھی لیا جائے کہ آپ نے وقف نہیں کیا تو جناب سیدہ کا حق نصف ہوا نہ کہ سارا جیسا کہ آپ کا دعویٰ ہے مجتہد نے کہا یہ حدیث قرآن کی نص کے خلاف ہے اور یہ آیت پڑھی۔ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ۔ اور وارث ہوا سلیمان داؤد کا۔

آپ نے فرمایا یہاں وراثت دینی مراد ہے اس نے پوچھا اس تخصیص کی دلیل کیا ہے آپ نے فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی بہت سی اولاد تھی باقی اولاد کو محروم کر کے صرف ایک کو وارث بنانا پیغمبر کی شان کے خلاف ہے لہٰذا تخصیص کا قرینہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت کی تخصیص ہے نیز نحن معاشر الانبیاء لا نورث کے معنی یہ ہیں کہ انبیاء کا وارث غیر نبی نہیں ہوسکتا اگر نبی کا وارث نبی ہو تو اس حدیث کے خلاف نہیں اور اس کی دلیل معاشر الانبیاء سے ملتی ہے لہٰذا یہ آیت کی تائید کرتی ہے نہ کہ تردید۔ (مہر منیر، ص 89)

مولوی حسین علی آف واں بھچراں کے ساتھ پیر صاحب کا مناظرہ بمقام واں بھچراں ہوا موضوع تھا "مسئلہ علم غیب" حضور پیر صاحب نے مولوی حسین علی کی طرف منہ کر کے فرمایا مولوی صاحب آیت مبارکہ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ○ پر آپ کا ایمان ہے مولوی حسین علی نے کہا جی ہاں آپ نے فرمایا ایمان نام ہے تصدیق بما جاء به النبی صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کا اور تصدیق کی چھ اقسام ہیں ان میں سے ایک مقبول ہے اور پانچ مردود وہ کیا کیا ہیں۔ اس کے بعد حضرت نے اس موضوع پر تقریر فرمائی آپ کی تقریر کا جواب دینے کی بجائے مولوی حسین علی سر نیچا کیے خاموش بیٹھے رہے۔ تقریباً پانچ منٹ گزر گئے اس پر مولوی غلام محمد گھوٹوی اور مولوی حسین کے شاگرد مولوی فضل کریم نے مولوی حسین علی سے کہا آپ خاموش ہیں اور میدان مناظرہ گرم ہے کچھ منہ سے بولئے چُپ کا وقت نہیں مولوی صاحب نے سر اُٹھایا حضرت نے پھر تقریر شروع فرمائی مولوی حسین علی پھر مراقبہ میں چلے گئے۔ حضرت پیر صاحب تقریر ذرا بسط سے فرمائی مگر مولوی صاحب ایسے ہو گئے جیسے سانپ سونگھ گیا ہو آخر ہم دونوں نے پھر ان کو متوجہ کرنے کی کوشش کی تو مولوی صاحب نے حضرت پیر صاحب کی خدمت میں عرض کی کہ میں معمولی ملا ہوں موٹے موٹے مسائل جانتا ہوں ان باریکیوں کو نہیں جانتا اور یہ کہتے ہوئے اُٹھ کر چلتے بنے ان کو بٹھانے کی کوشش کی گئی لیکن بیکار وہ تیزی سے مجلس سے فرار ہو گئے۔ (مہر منیر، ص439)

اس موقعہ پر حضرت پیر صاحب نے جو تقریر فرمائی اس کا ماحصل یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے علم ماکان وما یکون کے قائلین اگر آپ کے نزدیک مسلمان ہیں تو نزاع ہی نہیں اور اگر کافر ہیں تو کفر ایمان کی ضد ہے اور ایمان تصدیق ہے اور تصدیق کی چھ اقسام ہیں جن میں سے ایمان شرعی میں فقط ایک قسم مقبول ہے اور باقی مردود ان اقسام کی تفصیل بیان کرتے ہوئے بتائیں کہ قائلین علم ماکان وما یکون میں کونسی قسم نہیں پائی جاتی اور آپ میں وہ قسم موجود ہے جس کی بنا پر آپ ان کو کافر کہتے ہیں۔ حضرت پیر صاحب نے اس وقت یہ آیت بھی تلاوت فرمائی۔ عَالِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ○ جن اقسام تصدیق کا آپ نے ذکر فرمایا وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) تصدیق بذاتہ: کسی صفت یا دلیل کے بغیر مان لینا۔

(۲) تصدیق بنعت ذاتہ: مثلاً وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ میں نعت خلق کی وجہ سے تصدیق ہوئی۔

(۳) تصدیق بحالہ: مثلاً ایک تکلیف پیش آئی جو خدا کے نام سے ٹل گئی یہ ایک حال پیدا ہو گیا جس میں دل خود بخود اپنے اس حال کی وجہ سے تصدیق کرنے لگا۔

(۴) تصدیق بربہ: عالم کی پرورش اور ربوبیت کو دیکھ کر تصدیق۔

(۵) تصدیق بنعت ربہ: اس کی ربوبیت خاصہ کو دیکھ کر تصدیق ذاتی احسان کا خیال یا احسان کے زیر تجربہ آنے پر تصدیق۔

(۶) تصدیق بامر ربہ: اللہ کے حکم کی وجہ سے تصدیق یہی تصدیق مقبول ہے باقی پانچوں جبری ہیں فقط چھٹی اختیاری ہے۔اور ایمان اختیاری ہی مقبول ہے۔(حاشیہ مہر منیر، ص440)

محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رحمتہ اللہ علیہ کا مناظرہ:

یہ مناظرہ بریلی شریف میں ہوا دیابنہ کی طرف سے مناظر مولوی منظور سنبھلی تھا اور اہلسنت کی طرف سے مناظر محدث اعظم پاکستان تھے موضوع مناظرہ مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی کی درج ذیل عبارت تھی۔

''پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی

حاصل ہے"۔ (حفظ الایمان ص 6)

محدث اعظم پاکستان نے فرمایا کہ اس عبارت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صریح توہین اور گستاخی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم شریف کو بچوں پاگلوں بلکہ جانوروں اور چارپایوں کے علم سے تشبیہ دی ہے۔

اب اس کے بعد کی کاروائی جانبین کی تقاریر سے ملاحظہ فرمائیں۔ صرف خلاصہ پیش کیا جائے گا۔

"سنی مناظر مولانا سردار احمد"

آپ نے خطبہ مسنونہ کے بعد حضور علیہ السلام کی تعظیم وتکریم سے متعلقہ مندرجہ ذیل دو آیات پیش فرمائیں۔

اِنَّا اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا○

ترجمہ: بیشک بھیجا ہم نے تم کو اے حبیب گواہی دینے والا خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا تا کہ اے لوگو تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور تعظیم و توقیر کرو اس کے رسول کی اور پاکی بیان کرو اللہ تعالیٰ کی صبح وشام۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ○

ترجمہ: اے ایمان والو نہ بلند کرو تم اپنی آوازیں آواز نبی پر اور چلا کر بات نہ کرو تم ان سے جیسا کہ چلا کر بات کرتے ہیں۔ بعض تمہارے بعض سے ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اکارت ہو جائیں اور تمہیں معلوم نہ ہو۔

ان آیات کو پیش کر کے آپ نے فرمایا کہ جس قدر کسی کا مرتبہ عظیم ہوتا ہے اسی کے مطابق اس کی تعظیم کا حکم ہوتا ہے۔ خدا نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا فرما

کرسب سے بلند اعلیٰ اور ارفع مقام اپنے حبیب کو عطا فرمایا۔

وہ خدا ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

خدا تعالیٰ نے جو وجاہت عزت وشان آپ کو عطا فرمائی اس کو کماحقہ ہم نہیں جان سکتے۔

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسرو اعرش پہ اڑتا ہے پھریرا تیرا!

ان آیات کی روشنی میں ذرا مولوی اشرف علی تھانوی کی اس عبارت کا جائزہ لیں تو پتہ چل جائے گا کہ مولوی اشرف علی کتنا بڑا گستاخ رسول ہے بلکہ مولوی اشرف علی تھانوی کی اس زیر بحث آیت میں منافقوں سے بھی زیادہ توہین کا پہلو نکلتا ہے اور وہ اس طرح کہ تفسیر درمنثور میں حضرت عبداللہ بن عباس مروی ہے کہ ایک اونٹنی زمانہ اقدس میں گم ہوگئی تھی۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اونٹنی جنگل میں ہے بعض منافقوں نے بطور استہزاء کیا۔

وَمَا يَدْرِيْهِ بِالْغَيْبِ ٥ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیب کیا جانیں یعنی جیسے اور انسان غیب نہیں جانتے یہ بھی نہیں جانتے تو منافقین نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو اور انسانوں کی طرح سمجھا مگر مولوی اشرف علی تھانوی نے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم کو بچوں پاگلوں جانوروں اور چوپاؤں کی طرح بتایا لہٰذا ثابت ہوا کہ مولوی اشرف علی تھانوی توہین رسالت میں منافقوں سے بڑھا ہوا ہے۔

"دیوبندی مناظر مولوی منظور صاحب"

مولوی منظور صاحب نے کہا کہ "حفظ الایمان کی متذکرہ عبارت میں

لفظ ایسا تشبیہ کے لئے نہیں ہے۔ اگر اس عبارت میں ایسا کے معنے تشبیہ کے ہوتے تو میں بھی اس کی تصدیق کرتا کہ اس میں واقعی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شان میں توہین ہے اور کفر ہے مگر ایسا کے معنے اس عبارت میں اتنا اور اس قدر کے ہیں ہاں ایسا تشبیہ کے لئے بھی آتا ہے مگر اس وقت اس کے ساتھ لفظ جیسا کی بھی ضرورت ہوتی ہے لہٰذا تشبیہ ثابت نہ ہونے کی بنا پر گستاخی کا پہلو نہیں نکلتا اس لئے تھانوی صاحب کی عبارت بے غبار ہے اور تھانوی صاحب پر گستاخی کا الزام درست نہیں۔ آپ خواہ مخواہ توہین کا الزام لگاتے ہیں یہ بھی یاد رہے کہ ایسا کے معنے اس قدر اور اتنا کے بھی ہیں"۔

"سنی مناظر مولانا محمد سردار احمد"

اگر ایسا کہ معنے اتنا اور اس قدر کے بھی لئے جائیں تب بھی توہین اور گستاخی ثابت ہو جاتی ہے۔ اگر نہیں تو اس عبارت کی تصدیق کر دیں۔

اگر بعض علوم مراد ہیں تو اس میں مولوی اشرف علی کی کیا تخصیص ہے ایسا (رتنا) اور (اسقدر) علم تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی (بچے) و مجنوں (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔

"دیوبند مناظر مولوی منظور صاحب"

مولوی منظور نے مذکورہ بالا عبارت کی تصدیق نہ کی بلکہ اس بات پر بضد رہا اور دوران تقریر یہ کہہ دیا کہ مولانا آپ کا کیا خیال ہے کہ میں حفظ الایمان کی عبارت کو کفر کہوں بلکہ:

"چاہے ساری دنیا اس کو کفر کہنے لگے میں جب اس کو کفر نہ کہوں گا اور اس سے توبہ نہ کروں گا"۔

"سنی مناظر مولانا محمد سردار احمد"

اللہ اکبر مولوی صاحب اس قدر ہٹ دھرمی اتنی ضد اور ایسی پاسداری کہ ساری دنیا اس کو کفر کہے اور آپ باوجود علم وفضل کے دعویدار ہوتے ہوئے اپنی بات کو سچ کہے جائیں۔ کیا حقانیت اسی کا نام ہے کیا انصاف کا یہی تقاضا ہے کہ ایسی کمزور بات آپ کی زبان سے نکلے۔

مولوی صاحب آپ نے کہا ہے کہ ایسا اگر تشبیہ کے لئے ہو تو میں بھی اس کی تصدیق کرتا ہوں کہ اس میں واقعی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں توہین ہے اور کفر ہے تو لیجئے آپ کے مدرسہ دیوبند کے صدر مولوی حسین احمد نے اپنی کتاب "الشہاب الثاقب" میں صفحہ 111 پر لکھا ہے کہ "لفظ ایسا تشبیہ کا کلمہ ہے"۔ لہٰذا اب آپ کو اس عبارت کے کفریہ ہونے اقرار کر لینا چاہیے اور اعلانیہ توبہ کر لینی چاہیے بلکہ حق تو یہ ہے کہ آئندہ لوگوں کو بتائیں کہ یہ عبارت کفر ہے اس کا کہنے والا دائرہ اسلام سے خارج۔

الحمد للہ اس مناظرے میں محدث اعظم پاکستان کو عظیم فتح ہوئی اور دیوبندی مناظر اپنے ہی جال میں پھنس کر شکست فاش کا شکار ہو گیا اور اس کے دل نے گواہی دی کہ:

یہ شکست فاش مجھ کو آج پہلی بار ہے
یہ اس لئے مد مقابل مولانا سردار ہے

مولانا ابو البرکات سید احمد کا مناظرہ:

یہ مناظرہ بمقام تلون ضلع جالندھر 1934ء میں ہوا۔ موضوع تھا علم غیب مناظر اہلسنت مولانا ابو البرکات سید احمد مہتمم دار العلوم حزب الاحناف لاہور

اور مناظر دیابنہ مولوی خیر محمد جالندھری یہ مناظرہ خاصہ دلچسپ تھا اس لئے اس کا ذرا تفصیلی تذکرہ کیا جائے گا ملاحظہ فرمائیں۔

"تقریر اول مولانا ابوالبرکات صاحب"

آپ نے پہلے اپنا عقیدہ بیان فرمایا کہ ہم اہلسنت و جماعت کا عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم کلی عطا فرمایا ہے ابتدائے آفرینش سے دخول جنت و نار تک جملہ ماکان و مایکون انہیں بتایا اب اس دعوے پر دلائل سنیئے۔

دلیل اول: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِينٍ٥ اور نہیں وہ غیب پر بخیل۔

اس آیت کے تحت تفسیر خازن اور تفسیر معالم التنزیل نے لکھا ہے۔

اَیْ اَنَّهٗ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ یَاْتِیْهِ عِلْمُ الْغَیْبِ فَلَا یَبْخَلُ بِهٖ عَلَیْکُمْ بَلْ یُعَلِّمُکُمْ وَیُخْبِرُکُمْ بِهٖ وَلَا یَکْتُمُهٗ٥

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب حاصل ہے وہ تم کو غیب بتانے سے بخل نہیں کرتے بلکہ تم کو خبر دیتے ہیں اور غیب کو نہیں چھپاتے۔

اس سے ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو علم غیب کی دولت سے مالا مال فرمایا ہر صغیر و کبیر حقیر و نقیر ذرہ و قطمیر برنا و پیر بفیض قدیر ضمیر منیر بشیر و نذیر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر روشن و مستنیر ہوا۔ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ٥ اب دیکھنا ہے کہ قرآن میں کن کن چیزوں کا بیان ہے۔

(۱) وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ٥

ترجمہ: اے محبوب ہم نے تم پر وہ کتاب اتاری جو ہر چیز کا روشن بیان ہے۔

(۲) مَا کَانَ حَدِیْثًا یُّفْتَرٰی وَلٰکِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَتَفْصِیْلَ

كُلِّ شَيْءٍ ۝

ترجمہ: قرآن وہ بات نہیں جو بنائی جائے بلکہ اگلی کتابوں کی تصدیق ہے اور ہر شے کا صاف جدا جدا بیان۔

(۵) مَافَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ۝

ترجمہ: ہم نے کتاب یعنی قرآن میں کوئی چیز اٹھا نہ رکھی۔

شے ہر موجود کو کہتے ہیں تو عرش سے فرش تک تمام کائنات جملہ موجودات اس بیان کے احاطے میں داخل ہوئی اور من جملہ موجودات کتابت لوح محفوظ بھی ہے یعنی لوح محفوظ میں جو کچھ لکھا ہے وہ بھی قرآن میں موجود ہے۔

اب یہ بھی قرآن سے پوچھئے کہ لوح محفوظ میں کیا لکھا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

(۱) وَكُلُّ صَغِيرٍ وَّكَبِيرٍ مُّسْتَطَرٌ ۝ ہر چھوٹی بڑی چیز سب لکھی ہوئی ہے۔

(۲) وَكُلَّ شَيْءٍ أَحْصَيْنَاهُ فِي إِمَامٍ مُّبِينٍ ۝

ترجمہ: ہر شے ہم نے ایک روشن پیشوا میں جمع فرما دی۔

(۳) وَلَا حَبَّةٍ فِي ظُلُمَاتِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝

ترجمہ: کوئی دانہ نہیں زمین کی تاریکیوں میں اور نہ کوئی خشک اور نہ کوئی تر مگر یہ کہ سب ایک روشن کتاب میں لکھا ہے۔

(۴) لَا أَصْغَرَ مِنْ ذَالِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۝

ترجمہ: کوئی ذرہ سے چھوٹی اور بڑی چیز نہیں مگر یہ کہ سب روشن کتاب میں لکھا ہے۔

ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو علم کلی عطا فرمایا ہے۔

"جوابی تقریر مولوی خیر محمد"

مولوی خیر محمد جالندھری دیوبندی نے علم غیب کی نفی میں دو آیات پیش کیں۔

(۱) قُلْ لَّا اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ○

ترجمہ: کہہ دے تو اے رسول کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میں غیب جانتا ہوں۔

(۲) وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ○

ترجمہ: خدا تعالیٰ ہی کے پاس ہیں غیب کی کنجیاں سوائے خدا کے کوئی علم غیب نہیں جانتا۔

ان آیات سے اس نے نتیجہ نکالا کہ علم غیب خاصہ خدا ہے اس کے سوا کوئی علم غیب نہیں جانتا لہٰذا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خدا نے علم غیب نہیں دیا۔

"تقریر دوم مولانا ابوالبرکات صاحب"

مولانا ابوالبرکات نے مولوی خیر محمد کی پہلی پیش کردہ آیۃ۔ قل لا اقول ......الخ کا جواب یہ دیا کہ تفسیر خازن میں ہے۔

اِنَّمَا نَفٰی عَنْ نَّفْسِهِ الشَّرِیْفَةِ هٰذِهِ الْاَشْیَآءَ تَوَاضُعًا لِلّٰهِ تَعَالٰی وَاعْتِرَافًا لَهٗ بِالْعُبُوْدِیَّةِ○

ترجمہ: کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی ذات شریف سے ان اشیاء کی نفی تواضعاً فرمائی اور اعتراف عبودیت کے لئے۔

اور تفسیر نیشاپوری میں ہے۔

فِیْهِ دَلَالَةٌ عَلٰی اَنَّ الْغَیْبَ بِالْاِسْتِقْلَالِ لَا یَعْلَمُهٗ اِلَّا اللّٰهُ○

اس میں اس بات کا ثبوت ہے کہ علم غیب استقلالاً اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ صاحب تفسیر خازن فرماتے ہیں لکم کے مخاطب کفار ومشرکین ہیں۔

قُلْ یَامُحَمَّدُ لِهٰؤُلَاءِ الْمُشْرِکِیْنَ لَا اَقُوْلُ لَکُمْ ٥

کیا دیوبندی بھی اپنے آپ کو ان مشرکین سے سمجھتے ہیں۔

نتیجہ یہ نکلا کہ اس آیت میں ذاتی علم غیب کی نفی ہے اور یہ بھی کہ یہ تواضعاً کہلایا گیا ہے اور روئے سخن مشرکین کفار سے ہے۔

علاوہ ازیں مولانا ابوالبرکات صاحب نے اپنے دعوے کی دلیل میں یہ حدیث بھی بیان فرمائی۔

اِنَّ اللّٰہَ قَدْ رَفَعَ لِیَ الدُّنْیَا فَاَنَا اَنْظُرُ اِلَیْھَا وَاِلٰی مَاھُوَ کَائِنٌ فِیْھَا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ کَاَنَّمَا اَنْظُرُ اِلٰی کَفِّیْ ھٰذِہٖ ٥

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے سامنے دنیا اُٹھائی ہے تو میں اسے اور جو کچھ قیامت تک اس میں ہونے والا ہے سب کو ایسا دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں۔

رہی دوسری آیت۔ وعندہ مفاتح......الخ تو اس آیت میں اگر مسلم سے مراد ذاتی استقلال علم ہے اور یہ اللہ تعالیٰ سے خاص ہے تو اس سے دیوبندیوں کو کیا فائدہ پہنچا اور اگر اس سے مراد علم عطائی ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا خدا کا علم عطائی ہے جس کا یہ عقیدہ ہو وہ ہمارے نزدیک کافر ہے۔ اس آیت کے تحت تفسیر عرائس البیان میں ہے۔

قَالَ الْجَرِیْرِیُّ لَا یَعْلَمُھَا اِلَّا ھُوَ وَمَنْ یُّطْلِعَہٗ عَلَیْھَا مِنْ صَفِیٍّ وَّخَلِیْلٍ وَّحَبِیْبٍ وَّوَلِیٍّ ٥

مفاتیح غیب کوئی نہیں جانتا مگر اللہ اور وہ شخص جس کو اللہ ان پر اطلاع دے خواہ وہ صفی ہو یا خلیل یا حبیب یا ولی۔

پس ثابت ہوا کہ آیات مذکورہ میں نفی علم ذاتی استقلال کی ہے نہ کہ

عطائی کی بلکہ ان آیتوں سے علم غیب عطا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

"جوابی تقریر مولوی خیر محمد"

اس تقریر میں مولوی خیر محمد نے یہ آیت پیش کی۔

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ ۝

ترجمہ: ہم نے اپنے رسول کو شعر کا علم نہ دیا اور نہ یہ آپ کے لائق ہے۔

چونکہ شعر بھی علم ماکان ومایکون میں داخل ہے لہٰذا ثابت ہوا کہ آپ کو علم ماکان ومایکون حاصل نہیں۔ اس کے علاوہ ایک حدیث پیش کی جو کہ مشکوٰۃ میں موجود ہے کہ:

جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بیماری کی حالت میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت فرمایا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا نہیں یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) بلکہ لوگ آپ کا انتظار کر رہے ہیں پھر آپ نے فرمایا کہ میرے لئے لوٹے میں پانی رکھو تاکہ میں وضو کروں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے آپ کے ارشاد کی تعمیل کی اور لوٹے میں پانی ڈالا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُٹھنا چاہا لیکن آپ پر غشی طاری ہوگئی۔ جس وقت کچھ افاقہ ہوا تو پھر دریافت کیا کیا لوگ نماز پڑھ چکے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میرے لئے لوٹے میں پانی ڈالو تاکہ وضو کروں آپ اٹھتے ہیں لیکن غشی طاری ہو جاتی ہے حتیٰ کہ تین دفعہ ایسی حالت ہوئی اور ہر بار اُٹھ کر دریافت فرماتے ہیں کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب تو کجا دیوار کے پیچھے کا بھی علم نہ تھا۔

''تقریر سوم مولانا ابوالبرکات صاحب''

مولانا ابوالبرکات نے مولوی خیر محمد کی پیش کردہ آیت **وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ**..... الخ کا جواب یہ دیا کہ علم کے سولہ معنے ہیں یہاں علم دانستن کے معنے میں نہیں ہے کیونکہ علم بمعنی دانستن کمال ہے اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر کمال کے جامع ہیں لیکن اللہ تعالیٰ اس آیت کے آخر میں فرماتا ہے۔ **وَمَا يَنْبَغِي لَهُ** یعنی ہم نے علم شعر اپنے محبوب کو نہیں سکھایا اور وہ محبوب کے شایان شان نہیں کیوں جناب مولوی خیر محمد صاحب علم بمعنی دانستن کمال ہے تو گویا کمال حضور کی شان کے لائق نہیں کس قدر جہالت ہے جناب والا یہاں علم بمعنی ملکہ اور عادت ہے۔ اب آیت کے معنی یہ ہوئے کہ ہم نے اپنے محبوب کو شعر کا ملکہ اور عادت نہ سکھائی۔

باقی رہی آپ کی پیش کردہ حدیث تو سنیے اس کا جواب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دریافت فرمانا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے اس سے علم کی نفی نہیں ہوتی اگر سوال عدم علم کی دلیل ہے تو پھر آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے کہ خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دریافت فرمایا۔

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَامُوسٰى ○ اے موسیٰ علیہ السلام ترے دائیں ہاتھ میں کیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا۔ **اَوَلَمْ تُؤْمِنْ**۔ کیا تمہیں یقین نہیں۔ نیز حدیث اختصام ملائکہ میں ہے۔ **يَامُحَمَّدُ فِيمَا يَخْتَصِمُ الْمَلَأُ الْاَعْلٰى**۔ اے محبوب مقرب فرشتے کس بات میں جھگڑتے ہیں نیز مسلم شریف یہی ہے کہ اے جبرئیل جاؤ میرے محبوب سے پوچھو **مَايُبْكِيكَ** اس رونے کا سبب کیا ہے کیا خدا کو ان باتوں کا علم نہ تھا۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بار بار دریافت فرمانے میں مندرجہ ذیل

حکمتیں تھیں۔

(۱) جماعت کا شوق دلانا کہ صاحب فراش ہو کر بھی باجماعت نماز کی ادائیگی کا شوق غالب ہے تاکہ امت بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کرے اور اسی طرح بیماری میں جماعت کی جستجو کرے۔

(۲) صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اپنا قائم مقام کھڑا کرنا تھا۔ ان کی عظمت اور قابلیت کا اظہار مقصود تھا تاکہ تمام حاضرین پر یہ امر واضح ہو جائے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دین کا امام صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بنایا تو دینوی نظام کی اصلاح کے لئے بھی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہی امام بنانا چاہیے۔

(۳) نماز کسی حال میں معاف نہیں بیماری کی حالت میں بھی نماز کی ادائیگی ضروری ہے۔

"جوابی تقریر مولوی خیر محمد"

اس تقریر میں مولوی خیر محمد نے ایک اور آیت پیش کی اور وہ یہ کہ خدا فرماتا ہے۔

لَوْ كُنْتُ أَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْءُ۔

ترجمہ: اگر میں غیب جانتا تو بہت سی بھلائی جمع کر لیتا اور مجھے کوئی برائی نہ چھوتی۔

اس سے پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب نہیں اگر علم غیب ہوتا تو کسی قسم کی کوئی تکلیف آپ کو نہ پہنچتی حالانکہ آپ کو انتہا درجہ کی تکالیف سے دوچار ہونا پڑا آپ کا دانت مبارک شہید کیا گیا۔ طائف میں آپ پر سنگ باری کی گئی تمام جسم مجروح کر دیا گیا نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کو علم غیب نہ تھا۔

''تقریر چہارم مولانا ابو البرکات''

مولانا ابو البرکات صاحب نے اپنی اس تقریر میں اپنے دعوے پر کچھ مزید دلائل پیش فرمائے آپ نے مندرجہ ذیل براہین بیان کئے خدا تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

(۱) عَالِمُ الْغَیْبِ فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِهٖۤ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ٥

ترجمہ: اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے پس کسی کو اپنے غیب خاص پر مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو اپنے غیب خاص پر مسلط کرتا ہے۔

(۲) وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَیْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ٥

ترجمہ: اللہ تعالیٰ یوں نہیں کرتا کہ تم کو مطلع کر دے غیب پر اور لیکن اللہ تعالیٰ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہے۔

(۳) وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْمًا٥

ترجمہ: اور سکھا دیا تم کو اے محبوب جو کچھ تم نہیں جانتے تھے اور تجھ پر اللہ کا عظیم فضل ہے۔

اس آیت میں ما عام ہے جو تمام ممکنات اور موجودات کو شامل ہے جیسے کہ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ اور كِرَامًا كَاتِبِیْنَ یَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ اور اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ یُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ میں ما عام ہے۔

بعض وہابیہ دیوبندیہ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ اور یُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ وغیرہ آیات سے معارضہ کرتے ہیں کہ یہاں بھی ما عام ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ الانسان معرف باللام ہے اس سے فرد کامل شخص معین مراد ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔

رہی دوسری آیت تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعلیم سے ان کو بھی یعنی تمام حاضرین کو بھی یہ علم عطا ہوا چنانچہ یہ امر حدیث سے ثابت ہے۔ بخاری و مسلم میں یہ حدیث موجود ہے۔

قَامَ فِينَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَقَامًا مَاتَرَكَ شَيْئًا يَكُوْنُ فِيْ مَقَامِهٖ ذَالِكَ اِلٰى قِيَامِ السَّاعَةِ اِلَّا حَدَّثَ بِهٖ حَفِظَهٗ مَنْ حَفِظَهٗ وَنَسِيَهٗ مَنْ نَسِيَهٗ○

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ کھڑے ہو کر قیامت تک جو کچھ ہونے والا ہے سب کچھ بیان کر دیا کوئی چیز نہ چھوڑی جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا جو بھول سو بھول گیا۔

نیز بخاری میں یہ حدیث بھی ہے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَامَ فِيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ مَقَامًا فَاَخْبَرَنَا عَنْ بَدْءِ الْخَلْقِ حَتّٰى دَخَلَ اَهْلُ الْجَنَّةِ مَنَازِلَهُمْ وَاَهْلُ النَّارِ مَنَازِلَهُمْ○

ترجمہ: ایک دفعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم میں کھڑے ہو کر ابتدائے آفرینش سے لے کر اہل جنت کے جنت اور اہل دوزخ کے دوزخ میں جانے تک کے سارے حالات بیان فرما دیئے۔

عمدۃ القاری شرح بخاری میں لکھا ہے۔

فِيْهِ دَلَالَةٌ عَلٰى اَنَّهٗ اَخْبَرَفِى الْمَجْلِسِ الْوَاحِدِ بِجَمِيْعِ اَحْوَالِ الْمَخْلُوْقَاتِ مِنْ اِبْتِدَائِهَا اِلٰى اِنْتِهَائِهَا○

یعنی یہ حدیث دلیل ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مجلس میں اول سے آخر تک جملہ مخلوقات کے تمام احوال بیان فرما دیئے۔ علاوہ ازیں

مسلم شریف میں ہے۔ فَاَخْبَرَنَا بِمَا هُوَ كَائِنٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قیامت تک جو کچھ ہونے والا تھا سب کچھ بیان فرما دیا نیز مشکوٰۃ میں حدیث ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِيَ الْاَرْضَ فَرَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا ○

ترجمہ: بیشک اللہ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ لیا اور میں نے اس کے مشارق ومغارب کو دیکھ لیا۔

مشکوٰۃ شریف کی حدیث اختصام ملائکہ میں فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جو کچھ زمین وآسمان میں ہے مجھے اس کا علم ہو گیا۔

علاوہ ازیں مولانا ابو البرکات نے مولوی خیر محمد کی پیش کردہ آیت لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ...... الخ کا یہ جواب دیا کہ آیت کریمہ میں نفی زمانہ ماضی میں ہے۔ آیہ شریفہ میں لفظ لو کنت اعلم کا ستکثرت اور ما مسنی سب صیغے ماضی کے ہیں جو زمانہ گذشتہ پر دلالت کرتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر میں زمانہ گذشتہ میں غیب کو جانتا تو بہت سی خیر جمع کر لیتا اگر دیوبندی عقیدہ درست مان کر یہ کہا جائے کہ آپ کو علم غیب حاصل نہیں تو لازم آئے گا کہ آپ کو خیر کثیر بھی حاصل نہیں حالانکہ یہ باطل ہے۔ خدا فرماتا ہے۔

اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ اور وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا۔
معلوم ہوا کہ آپ کو خیر کثیر حاصل ہے جب خیر کثیر ثابت ہو گیا تو علم غیب بھی ثابت ہو گیا۔

الحمد للہ اس مناظرے میں اہلسنت وجماعت کو خدا نے عظیم فتح سے ہمکنار فرمایا۔ دیابنہ خائب وخاسر ہوئے۔

❀❀❀❀

فصل اول:

علم کے فضائل

اب وہ احادیث پیش کی جائیں گی جن میں علم کے فضائل بیان کیے گئے ہیں۔

حدیث نمبر 1.

طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ ٥

ترجمہ: علم کی طلب ہر مسلمان پر فرض (کفایہ) ہے۔

حدیث نمبر 2.

اَلْعِلْمُ مِيْرَاثِيْ وَمِيْرَاثُ الْاَنْبِيَاءِ قَبْلِيْ ٥

ترجمہ: علم میری اور مجھ سے پہلے انبیاء کی میراث ہے۔

حدیث نمبر 3.

طَلَبُ الْعِلْمِ سَاعَةً خَيْرٌ مِنْ قِيَامِ لَيْلَةٍ وَطَلَبُ الْعِلْمِ خَيْرٌ مِّنْ صِيَامِ ثَلَاثَةِ اَشْهُرٍ ٥

ترجمہ: ایک گھڑی علم کی طلب رات بھر کے قیام سے بہتر ہے اور علم کی طلب تین مہینوں کے روزوں سے بہتر ہے۔

حدیث نمبر 4.

اَلْعِلْمُ حَيَاةُ الْاِسْلَامِ وَعِمَادُ الدِّيْنِ ٥

ترجمہ: علم اسلام کی زندگی اور دین کا ستون ہے۔

حدیث نمبر 5.

مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ○

ترجمہ: جو علم کی تلاش میں چلا اللہ اس کیلئے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔

حدیث نمبر 6.

اَلْمُتَعَبِّدُ بِغَيْرِ فِقْهٍ كَالْحِمَارِ فِي الطَّاحُوْنِ○

ترجمہ: بغیر علم کے عبادت کرنے والا ایسا ہے جیسے چکی میں گدھا جوت دیا جائے۔

حدیث نمبر 7.

اَلْعِلْمُ اَفْضَلُ مِنَ الْعِبَادَةِ○

ترجمہ: علم عبادت سے بہتر ہے۔

حدیث نمبر 8.

نَوْمٌ عَلَى عِلْمٍ خَيْرٌ مِنْ صَلٰوةٍ عَلَى جَهْلٍ○

ترجمہ: علم کی نیند جہالت کی نماز سے بہتر ہے۔

حدیث نمبر 9.

لِكُلِّ شَيْءٍ طَرِيْقٌ وَطَرِيْقُ الْجَنَّةِ الْعِلْمُ○

ترجمہ: ہر شے کا راستہ ہے اور جنت کا راستہ علم ہے۔

نوٹ:۔ یہ احادیث کنز العمال باب العلم سے لی گئی ہیں۔

حدیث نمبر 10.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا صاحب علم سے کہہ دو ہاتھ میں

لوہے کا عصا لے لو پاؤں میں لوہے کا جوتا پہن لو اور اس وقت تک علم تلاش کرو جب تک عصا اور جوتے ٹوٹ نہ جائیں۔ (دارمی، جلد 1، ص 102)

امام فخر الدین نے لکھا کہ علم کو پانی سے تشبیہ دی گئی ہے وجہ یہ ہے کہ:

(۱) جس طرح بارش آسمان سے نازل ہوتی ہے علم بھی آسمان سے نازل ہوتا ہے۔

(۲) جس طرح زمین کی اصلاح پانی سے ہے اسی طرح مخلوق کی اصلاح علم سے ہوتی ہے۔

(۳) جس طرح زراعت اور سبزہ بغیر بارش کے زمین سے پیدا نہیں ہوتا اسی طرح بغیر علم کے عبادت نہیں ہوتی۔

(۴) جس طرح رعد اور برق بارش کی فرع ہے اسی طرح علم وعدے اور وعید کے لئے ہے۔

(۵) جس طرح بارش کا نفع بھی ہوتا ہے نقصان بھی، اسی طرح علم کا فائدہ بھی ہے اور نقصان بھی جس نے علم کے مطابق عمل کیا اس کے لئے فائدہ اور جس نے عمل نہیں کیا اس کے لئے علم نقصان دہ ہے۔

دنیا ایک باغ ہے اس کی زینت پانچ چیزوں سے ہے۔ علماء کے علم سے امراء کے عدل سے بندوں کی عبادت سے تاجروں کی ایمانداری سے ہم پیشہ لوگوں کی نصیحت سے۔ ابلیس پانچ جھنڈے لے کر آیا اور انہیں پانچوں کے پہلو میں گاڑ دیا چنانچہ وہ حسد لے کر آیا اور اسے علم کے پہلو میں گاڑ دیا، ظلم لے کر آیا اور اسے عدل کے پہلو میں گاڑ دیا، ریاکاری کو لے کر آیا اور اسے عبادت کے پہلو میں گاڑ دیا، خیانت اور بددیانتی کو لے کر آیا اور اسے دیانت وامانت کے پہلو میں گاڑ دیا، کدورت اور بدباطنی کو لے کر آیا اور اسے نصیحت کے پہلو میں گاڑ دیا۔

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں میں تلاش کرو۔

(۱) عزت کو تواضع میں تلاش کرو مال و اقرباء میں نہیں۔

(۲) غنا کو قناعت میں تلاش کرو کثرت مال میں نہیں۔

(۳) امن جنت میں ڈھونڈو دنیا میں نہیں۔

(۴) راحت قلت میں ملے گی کثرت میں نہیں۔

(۵) علم کا نفع عمل میں تلاش کرو روایات کی کثرت میں نہیں۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں علم مال سے بہتر ہے اس لئے:

(۱) علم انبیاء کی میراث ہے اور مال فرعون کی میراث ہے۔

(۲) علم خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا اور مال خرچ کرنے سے کم ہو جاتا ہے۔

(۳) مال حفاظت کرنے والے کا محتاج ہے اور علم علم والے کی حفاظت کرتا ہے۔

(۴) جب کوئی مرتا ہے تو اپنا مال پیچھے چھوڑتا ہے اور علم صاحب علم کے ساتھ قبر میں جاتا ہے۔

(۵) مال کافر و مومن دونوں کو ملتا ہے علم صرف مومن کو ملتا ہے۔

(۶) مالدار کے محتاج کم اور علم والے کے سبھی محتاج ہوتے ہیں۔

(۷) علم پل صراط پر تقویت کا موجب ہوگا اور مال گزرنے سے روکے گا۔

(تفسیر کبیر زیر آیہ .... وعلم آدم الاسماء کلھا)

❀❀❀

فصل سوم:

علماء کے فضائل

علمائے ربانی کے فضائل کے سلسلے میں چند احادیث پیش کی جاتی ہیں ملاحظہ ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

حدیث نمبر 1.

اَلْعُلَمَاءُ مَصَابِيْحُ الْاَرْضِ وَخُلَفَاءُ الْاَنْبِيَاءِ وَوَرَثَتِيْ وَوَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ ۝

(کنز العمال، جلد 10، ص 134)

ترجمہ: علماء زمین کے چراغ ہیں انبیاء کے خلفاء ہیں میرے اور نبیوں کے وارث ہیں۔

حدیث نمبر 2.

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ يُحِبُّهُمْ اَهْلُ السَّمَاءِ وَيَسْتَغْفِرُ لَهُمُ الْحِيْتَانُ فِي الْبَحْرِ اِذَا مَاتُوْا اِلٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ ۝

(کنز العمال، جلد 10، ص 135)

ترجمہ: علماء نبیوں کے وارث ہیں ان سے آسمان والے (فرشتے) محبت کرتے ہیں اور جب ان کا انتقال ہو جاتا ہے تو سمندر کی مچھلیاں قیامت تک ان کے لئے مغفرت کی دعا کرتی ہیں۔

حدیث نمبر 3.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا اجْتَمَعَ الْعَالِمُ وَالْعَابِدُ عَلَى الصِّرَاطِ قِيْلَ لِلْعَابِدِ اُدْخُلِ الْجَنَّةَ وَتَنَعَّمْ بِعِبَادَتِكَ وَقِيْلَ لِلْعَالِمِ قِفْ هُنَا وَاشْفَعْ لِمَنْ اَحْبَبْتَ فَاِنَّكَ لَا تَشْفَعُ لِاَحَدٍ اِلَّا شُفِّعْتَ فَقَامَ مَقَامَ الْاَنْبِيَاءِ٥ (کنزالعمال، جلد 10، ص 136)

ترجمہ: جب (قیامت کے دن) عالم اور عابد پل صراط پر جمع ہوں گے تو عابد سے کہا جائے گا جنت میں داخل ہو جا اور اپنی عبادت کے بدلے جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو جا اور عالم سے کہا جائے گا۔ یہاں ٹھہر جاؤ اور جس کی چاہو شفاعت کرو تو جس کی شفاعت کرے گا قبول کی جائے گی پس اسے انبیاء کی طرح مقام شفاعت پر فائز کیا جائے گا۔

حدیث نمبر 4.

حضرت نعمان بن بشیر سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

يُوْزَنُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِدَادُ الْعُلَمَاءِ وَدَمُ الشُّهَدَاءِ فَيَرْجِحُ عَلَيْهِمْ مِدَادُ الْعُلَمَاءِ عَلَى دَمِ الشُّهَدَاءِ٥ (کنزالعمال، جلد 10، ص 141)

ترجمہ: قیامت کے دن علماء کی سیاہی اور شہداء کے خون کا وزن کیا جائے گا تو علماء کی سیاہی کا وزن شہداء کے خون سے بھاری ہو جائے گا۔

حدیث نمبر 5.

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اُغْدُ عَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا اَوْ مُسْتَمِعًا اَوْمُحِبًّا وَلَا تَكُنِ الْخَامِسَ فَتَهْلِكَ٥

(کنز العمال، جلد10،ص143)

ترجمہ: عالم بن جایا طالب علم بن جایا (علماء کا وعظ) سننے والا بن جایا (علماء سے) محبت کرنے والا بن جا پانچویں چیز کوئی نہ بنا ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا۔

حدیث نمبر 6.

حضرت ابو امامہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِيْ عَلَى اَدْنَاكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ وَمَلَائِكَتَهُ وَاَهْلَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ حَتَّى النَّمْلَةَ فِيْ جُحْرِهَا وَحَتَّى الْحُوْتَ لَيُصَلُّوْنَ عَلَى مُعَلِّمِ النَّاسِ الْخَيْرَ٥ (کنز العمال، جلد10،ص145)

ترجمہ: عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسی میری فضیلت تم میں سے ایک ادنیٰ آدمی پر۔ بے شک اللہ تعالیٰ رحمت نازل کرتا ہے اور اس کے فرشتے اور آسمان والے اور زمین کی مخلوق یہاں تک کہ ایک چیونٹی اپنے بل میں یہاں تک کہ ایک مچھلی بھلائی کی تعلیم دینے والے کے لئے خدا سے رحمت کی دعا کرتی ہے۔

حدیث نمبر 7.

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اَكْرِمُوا الْعُلَمَاءَ فَاِنَّهُمْ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ فَمَنْ اَكْرَمَهُمْ فَقَدْ اَكْرَمَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ٥ (کنز العمال، جلد10،ص150)

ترجمہ: علماء کی عزت کرو یہ انبیاء کے وارث ہیں جس نے ان کی عزت کی اس

نے خدا اور اس کے رسول کی عزت کی۔

حدیث نمبر 8.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

إِنَّ أَهْلَ الْجَنَّةِ لَيَحْتَاجُونَ إِلَى الْعُلَمَاءِ فِي الْجَنَّةِ وَذَالِكَ أَنَّهُمْ يَزُورُونَ اللّٰهَ فِي كُلِّ جُمُعَةٍ فَيَقُولُ لَهُمْ تَمَنَّوْا عَلَىَّ مَاشِئْتُمْ فَيَلْتَفِتُونَ إِلَى الْعُلَمَاءِ فَيَقُولُونَ مَاذَا نَتَمَنّٰى فَيَقُولُونَ تَمَنَّوا عَلَيْهِ كَذَا وَكَذَا فَهُمْ يَحْتَاجُونَ إِلَيْهِمْ فِي الْجَنَّةِ كَمَا يَحْتَاجُونَ إِلَيْهِمْ فِي الدُّنْيَاo (کنز العمال، جلد 10، ص 150)

ترجمہ: اہل جنت، جنت میں علماء کے محتاج ہوں گے اور وہ اس طرح کہ ان کو ہر جمعہ اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا جو چاہو مجھ سے تمنا کرو۔ وہ علماء کی طرف رجوع کریں گے اور کہیں گے ہم کیا تمنا کریں وہ کہیں گے یہ چیز مانگو پس جس طرح لوگ دنیا میں علماء کے محتاج ہیں اسی طرح جنت میں بھی علماء کے محتاج ہوں گے۔

حدیث نمبر 9.

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

أَوَّلُ مَنْ يَشْفَعُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الْأَنْبِيَاءُ ثُمَّ الْعُلَمَاءُ ثُمَّ الشُّهَدَاءُo

(کنز العمال، جلد 10، ص 151)

ترجمہ: قیامت کے دن سب سے پہلے نبی شفاعت فرمائیں گے پھر علماء اور پھر شہداء۔

حدیث نمبر 10.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

خِيَارُ اُمَّتِي عُلَمَاؤُهَا وَخَيْرُ عُلَمَاؤُهَا رُحَمَاؤُهَا اَلَا وَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَيَغْفِرُ لِلْعَالِمِ اَرْبَعِيْنَ ذَنْبًا قَبْلَ اَنْ يَغْفِرَ لِلْجَاهِلِ ذَنْبًا وَاحِدًا اَلَا وَاِنَّ الْعَالِمَ الرَّحِيْمَ يُجِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاِنَّ نُوْرَهٗ قَدْ اَضَاءَ يَمْشِيْ فِيْهِ مَابَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ كَمَا يُضِيْ الْكَوْكَبُ الدُّرِّيُّ ٥ (کنز العمال، جلد 10، ص 152)

ترجمہ: میری امت کے بہترین لوگ علماء ہیں اور علماء میں سے بہتر وہ ہیں جو رحمدل ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ جاہل کا ایک گناہ معاف کرنے سے پہلے عالم کے چالیس گناہ معاف فرما دیتا ہے اور رحمدل عالم قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے نور نے مشرق اور مغرب کے درمیان ہر چیز کو روشن کر رکھا ہوگا جس طرح روشن ستارہ چمکتا ہے اور اس نور میں وہ چل رہا ہوگا۔

حدیث نمبر 11.

حضرت محمد بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

رَكْعَتَانِ مِنْ عَالِمٍ اَفْضَلُ مِنْ سَبْعِيْنَ رَكْعَةً مِنْ غَيْرِ عَالِمٍ ٥

ترجمہ: عالم کی دو رکعتیں جاہل کی ستر رکعتوں سے افضل ہیں۔

(کنز العمال، جلد 10، ص 154)

حدیث نمبر 12.

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نے فرمایا۔

سَاعَةٌ مِنْ عَالِمٍ مُتَّكِئٌ عَلَى فِرَاشِهٖ يَنْظُرُ فِيْ عِلْمِهٖ خَيْرٌ مِّنْ عِبَادَةِ الْعَابِدِ سَبْعِيْنَ عَامًاo (کنز العمال، جلد 10، ص 154)

ترجمہ: عالم دین کا ایک گھڑی اپنے بستر پر ٹیک لگا کر علم میں غور و فکر کرنا عابد کی ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔

حدیث نمبر 13.

سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

فَقِيْهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطَانِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍo

(کنز العمال، جلد 10، ص 155)

ترجمہ۔ ہزار عابد کی نسبت ایک فقیہ عالم دین شیطان پر زیادہ سخت ہے۔

حدیث نمبر 14.

حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِ الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ عَلَى سَائِرِ الْكَوَاكِبِo (کنز العمال، جلد 10، ص 155)

ترجمہ: عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں کے چاند کی تمام ستاروں پر فضیلت ہے۔

حدیث نمبر 15.

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ سَبْعُوْنَ دَرَجَةً مَابَيْنَ كُلِّ دَرَجَةٍ كَمَا بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ٥

ترجمہ: عالم کا مرتبہ عابد سے ستر درجے بلند ہے اور ایک درجے سے دوسرے درجے کا فاصلہ زمین و آسمان کے برابر ہے۔

حدیث نمبر 16.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنِ اسْتَقْبَلَ الْعُلَمَاءَ فَقَدِ اسْتَقْبَلَنِيْ وَمَنْ زَارَ الْعُلَمَاءَ فَقَدْ زَارَنِيْ وَمَنْ جَالَسَ الْعُلَمَاءَ فَقَدْ جَالَسَنِيْ وَمَنْ جَالَسَنِيْ فَكَاَنَّمَا جَالَسَ رَبِّيْ٥

(کنز العمال، جلد 10، ص 170)

ترجمہ: جس نے علماء کا استقبال کیا اس نے میرا استقبال کیا جس نے علماء کی زیارت کی اس نے میری زیارت کی اور جو علماء کے پاس بیٹھا وہ میرے پاس بیٹھا اور جو میرے پاس بیٹھا وہ میرے رب کے حضور بیٹھا۔

حدیث نمبر 17.

حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا كَانَ يَوْمُ الْقِيَامَةِ جَمَعَ اللّٰهُ الْعُلَمَاءَ فَقَالَ اِنِّيْ لَمْ اَسْتَوْدِعْ حِكْمَتِيْ قُلُوْبَكُمْ وَاَنَا اُرِيْدُ اَنْ اُعَذِّبَكُمْ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ٥

ترجمہ: قیامت کے دن اللہ تعالیٰ علماء کو جمع فرمائے گا اور ارشاد فرمائے گا کہ میں نے تمہارے دلوں میں علم اس لئے نہیں رکھا کہ تمہیں عذاب دوں جاؤ داخل جنت ہو جاؤ۔

حدیث نمبر 18.

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ صَلّٰی خَلْفَ عَالِمٍ مِّنَ الْعُلَمَاءِ فَکَاَنَّمَا صَلّٰی خَلْفَ نَبِیٍّ مِّنَ الْاَنْبِیَاءِ ٥ (تفسیر کبیر. جلد 1، ص 261)

ترجمہ: جس نے علماء میں سے کسی عالم دین کی اقتداء میں نماز ادا کی وہ ایسا ہے جیسے اس نے انبیاء میں سے کسی نبی کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

حدیث نمبر 19.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ قیامت کے دن سونے اور سبز بچھائے جائیں گے ان پر چاندی کے قبے ہوں گے ان پر جنتی ریشمی کپڑے بچھے ہوں گے۔ خدا کی طرف سے ایک منادی ندا کرے گا کہ وہ لوگ کہاں ہیں جو صرف رضائے الٰہی کی خاطر لوگوں کو علم سکھاتے تھے۔ ان منبروں پر بیٹھ جاؤ تم پر کوئی خوف نہیں حتیٰ کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (تفسیر کبیر، جلد 1، ص 266)

حدیث نمبر 20.

سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَنْ اَهَانَ الْعَالِمَ فَقَدْ اَهَانَ الْعِلْمَ وَمَنْ اَهَانَ الْعِلْمَ فَقَدْ اَهَانَ النَّبِیَّ وَمَنْ اَهَانَ النَّبِیَّ فَقَدْ اَهَانَ جِبْرِیْلَ وَمَنْ اَهَانَ جِبْرِیْلَ فَقَدْ اَهَانَ اللّٰهَ وَمَنْ اَهَانَ اللّٰهَ اَهَانَهُ اللّٰهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ٥ (تفسیر کبیر، جلد 1، ص 267)

ترجمہ: جس نے عالم کی توہین کی اس نے علم کی توہین کی اور جس نے علم کی توہین کی اس نے نبی کی توہین کی اور جس نے نبی کی توہین کی اس نے جبریل کی

توہین کی اور جس نے جبریل کی توہین کی اس نے خدا کی توہین کی اور جس نے خدا کی توہین کی اللہ قیامت کے دن اس کو ذلیل و رسوا کرے گا۔

حدیث نمبر 21.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنِ اتَّكَأَ عَلَى يَدِهٖ عَالِمٌ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ خَطْوَةٍ عِتْقَ رَقَبَةٍ وَمَنْ قَبَّلَ رَأْسَ عَالِمٍ كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ شَعْرَةٍ حَسَنَةً○

(تفسیر کبیر، جلد 1، ص 267)

ترجمہ: جس کے ہاتھ پر عالم دین نے چلتے ہوئے سہارا لیا تو ہر قدم کے بدلے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب اللہ تعالیٰ لکھ دیتا ہے اور جس نے کسی عالم دین کا سر چوما تو سر کے ہر بال کے بدلے خدا ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔

حدیث نمبر 22.

سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دن رات میں خدا کی ایک ہزار رحمتیں انسانوں کے لئے نازل ہوتی ہیں ان میں سے 999 رحمتیں علماء طلباء اور مسلمانوں کے لئے اور ایک رحمت تمام باقی انسانوں کے لئے نازل ہوتی ہے۔

(تفسیر کبیر، جلد 1، ص 268)

حدیث نمبر 23.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اَلنَّظْرُ اِلَى الْعُلَمَاءِ وَالْقُرْاٰنِ عِبَادَةٌ كَالنَّظْرِ اِلَى الْكَعْبَةِ○

(خرپوتی، ص 173)

ترجمہ: علماء اور قرآن کو دیکھنا ایسی عبادت ہے جیسے کعبہ کو دیکھنا عبادت ہے۔

اور کعبہ کو دیکھنا کتنی بڑی عبادت۔ اَلنَّظَرُ اِلَی الْبَیْتِ اَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الصَّائِمِ الْقَائِمِ الدَّائِمِ الْمُجَاهِدِ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ٥

(تفسیر عزیزی، جلد 1، ص463)

ترجمہ: ایک آدمی ساری عمر دن کو روزہ رکھے رات کو قیام کرے اور خدا کے راستے میں جہاد کرے تو اس کی عبادت سے کعبہ کو ایک نظر سے دیکھ لینا افضل عبادت ہے۔

حدیث نمبر 24.

سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا کَانَ یَوْمُ الْقِیَامَةِ وُضِعَتْ مَنَابِرُ مِنْ نُّوْرٍ عَلَیْهَا قِبَابٌ مِّنْ دُرٍّ ثُمَّ یُنَادِیْ مُنَادٍ اَیْنَ الْفُقَهَاءُ وَاَیْنَ الْاَئِمَّةُ وَالْمُؤَذِّنُوْنَ اَجْلِسُوْهُمْ عَلٰی هٰذِهٖ فَلَا رَوْعَ عَلَیْهِمْ وَلَاحُزْنَ حَتّٰی یَفْرَغَ اللّٰہُ مِمَّا بَیْنَهٗ وَبَیْنَ الْعِبَادِ مِنَ الْحِسَابِ٥

ترجمہ: جب قیامت کا دن ہوگا نور کے منبر بچھائے جائیں گے ان پر موتی کے قبے ہوں گے۔ پھر ایک منادی ندا کرے گا فقہا، امام اور مؤذن کہاں ہیں۔ اے فرشتو ان کو ان منبروں پر بٹھا دو۔ ان میں اس وقت تک کوئی خوف اور غم نہ ہوگا جب تک اللہ تعالیٰ بندوں کے حساب سے فارغ ہو جائے۔

(مسند الفردوس، جلد 1، ص153)

حدیث نمبر 25.

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ اَکْرَمَ عَالِمًا فَقَدْ اَکْرَمَ سَبْعِیْنَ نَبِیًّا وَمَنْ اَکْرَمَ مُتَعَلِّمًا فَقَدْ اَکْرَمَ سَبْعِیْنَ شَهِیْدًا٥ (مسند الفردوس، جلد 2، ص295)

ترجمہ: جس نے عالم کی عزت کی اس نے ستر نبیوں کی تعظیم کی اور جس نے

طالب علم کی عزت کی اس نے ستر شہیدوں کی تعظیم کی۔

حدیث نمبر 26.

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں تمہیں ان لوگوں کی خبر نہ دوں جو نہ انبیاء ہوں گے نہ شہید بلکہ قیامت کے دن خدا کی بارگاہ میں ان کا مقام دیکھ کر انبیاء اور شہید رشک کریں گے۔ وہ نور کے منبروں پر جلوہ گر ہوں گے یہ لوگ وہ ہوں گے جو اللہ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بنانے والے ہوں گے اور اللہ تعالیٰ کو اس کے بندوں کا محبوب بنانے والے ہوں گے اور لوگوں کو نصیحت کرنے والے اور لوگوں کو ایسے امور کی طرف راغب کرنے والے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں اور ایسے کاموں سے منع کرنے والے ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں۔ (مسند الفردوس، جلد 1، ص 81)

حدیث نمبر 27.

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اپنے اوپر علم کو لازم کرلو۔

آخری زمانے میں میری امت کا ایک آدمی میری حدیث اس طرح بیان کرے گا کہ مجھ تک تمام راویوں کا نام لے گا تو ایک فرشتہ آ کر بشارت دے گا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فلاں آدمی نے آپ کی وفات کے بعد آپ کی حدیث بیان کی اس پر نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خدا کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں یااللہ قیامت کے دن مجھے اختیار دینا کہ میں حدیث بیان کرنے والے عالم کو جہنم سے آزادی لے دوں۔ (مسند الفردوس، جلد 2، ص 58)

حدیث نمبر 28.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ جَلَسَ عِنْدَ الْعَالِمِ سَاعَتَيْنِ اَوْ اَكَلَ مَعَهٗ لُقْمَتَيْنِ اَوْسَمِعَ مِنْهُ كَلِمَتَيْنِ اَوْ مَشٰى مَعَهٗ خُطْوَتَيْنِ اَعْطَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى جَنَّتَيْنِ كُلُّ جَنَّةٍ مِثْلُ الدُّنْيَا مَرَّتَيْنِ o (درۃ الناصحین، ص13)

ترجمہ: جو کسی عالم دین کے پاس دو گھڑیاں بیٹھے یا اس کے ساتھ مل کر دو لقمے کھائے یا اس سے دو کلمے سنے یا اس کے ساتھ دو قدم چلے اللہ تعالیٰ اس کو دو جنتیں عطا فرمائے گا اور ہر جنت دنیا سے دوگنی ہوگی۔

حدیث نمبر 29.

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جبریل امین سے علماء کے بارے میں دریافت فرمایا۔ انہوں نے کہا۔

هُمْ سِرَاجُ اُمَّتِكَ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ طُوْبٰى لِمَنْ عَرَفَهُمْ وَالْوَيْلُ لِمَنْ اَنْكَرَ وَاَبْغَضَهُمْ o (داۃ الناصحین، ص13)

ترجمہ: وہ آپ کی امت کے چراغ ہیں دنیا اور آخرت میں خوش قسمتی ہے اس کے لئے جس نے ان کو پہچانا اور خرابی اس کے لئے جس نے ان کا انکار کیا اور ان سے بغض رکھا۔

حدیث نمبر 30.

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد کے دروازے پر تشریف لائے دیکھا کہ وہاں شیطان موجود ہے۔ آپ نے اس سے پوچھا تیرا یہاں کیا کام ہے اس نے کہا مسجد میں ایک نمازی نماز پڑھ رہا ہے میں اس کی نماز فاسد کرنا چاہتا ہوں لیکن اس کے پاس ایک آدمی سویا ہوا ہے اس سے ڈرتا ہوں۔ نبی

کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو نماز پڑھ رہا ہے اور خدا تعالیٰ سے مناجات میں مشغول ہے اس سے نہیں ڈرتا اور سونے والے سے ڈرتا ہے۔ اس نے کہا نمازی جاہل ہے اس کی نماز فاسد کرنا آسان ہے لیکن سونے والا عالم ہے ڈرتا ہوں اگر میں نے نمازی کی نماز فاسد کر دی تو سونے والا اُٹھ کر اس کی نماز درست کر دے گا۔ (درۃ الناصحین، ص14)

حدیث نمبر 31.

رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَامِنْ مُؤْمِنٍ يَحْزُنُ بِمَوْتِ الْعَالِمِ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ ثَوَابَ اَلْفَ عَالِمٍ وَاَلْفَ شَهِيْدٍo (درۃ الناصحین، ص15)

ترجمہ: جو مومن کسی عالم دین کی موت پر غمزدہ ہو اسے اللہ تعالیٰ ایک ہزار عالم اور ایک ہزار شہیدوں کا ثواب عطا فرماتا ہے۔

حدیث نمبر 32.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت پر ایک وقت آئے گا کہ لوگ علماء اور فقہاء سے (نفرت کرتے ہوئے) دور بھاگیں گے ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ تین مصائب میں مبتلا کر دے گا۔

(۱) يَرْفَعُ بَرَكَةَ مِنْ كَسْبِهِمْo اللہ ان کی کمائی سے برکت اُٹھا دے گا۔

(۲) يُسَلِّطُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ سُلْطَانًا ظَالِمًاo

اللہ تعالیٰ ان پر ظالم حاکم مسلط کر دیگا۔

(۳) يَخْرُجُوْنَ مِنَ الدُّنْيَا بِغَيْرِ اِيْمَانٍo

وہ لوگ دنیا سے بے ایمان ہو کر جائیں گے۔ (درۃ الناصحین، ص 15)

حدیث نمبر 33.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو چار آدمیوں کو بغیر حساب وعذاب جنت کے دروازے پر لایا جائے گا۔ ایک ایسا عالم جو اپنے علم پر عمل کرنے والا ہوگا۔ دوسرا حج کرنے والا تیسرا میدان جنگ میں شہید ہونے والا چوتھا رزق حلال کما کر خدا کی راہ میں خرچ کرنے والا سخی۔ ان میں آپس میں اول جنت میں جانے کے بارے میں جھگڑا ہوگا اللہ تعالیٰ جبریل امین کو ان میں فیصلہ کرنے کے لئے بھیجے گا جبریل فرمائے گا شہید سے تو جنت میں پہلے کیوں جانا چاہتا ہے وہ کہے گا میں میدان جنگ میں شہید ہوا جبریل کہیں گے تو نے شہید کا ثواب کس سے سنا تھا وہ کہے گا علماء سے جبریل کہیں گے اپنے استاد سے پہلے جنت میں جانا چاہتا ہے۔ ادب سے کام لے اسی طرح حاجی اور سخی سے کہا جائے گا پھر عالم دین کہے گا الٰہی میں نے جو علم حاصل کیا تو اس سخی کی سخاوت کی وجہ سے کیا خدا تعالیٰ فرمائے گا عالم نے سچ کہا ہے اے رضوان جنت کا دروازہ کھول دے پہلے یہ سخی اور بعد میں سب داخل جنت ہو جائیں۔

(درۃ الناصحین، ص 15)

حدیث نمبر 34.

حضرت ابو درداء بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت کیا۔ فرمایا جو آدمی میری امت تک پہنچانے کے لئے دینی امور کی چالیس احادیث یاد کرے گا تو خدا تعالیٰ قیامت کے دن اسے عالم دین کی حیثیت سے اٹھائے گا اور قیامت کے دن میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس

کے حق میں گواہ رہوں گا۔ (باب العلم مشکوٰۃ)

حدیث نمبر 35.

حضرت معاویہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ ٥ (کتاب العلم مشکوٰۃ)

ترجمہ: جس آدمی کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے۔

حدیث نمبر 36.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا مَاتَ الْاِنْسَانُ اِنْقَطَعَ عَنْهُ عَمَلُهٗ اِلَّا مِنْ ثَلَاثَةٍ اِلَّا مِنْ صَدَقَةٍ جَارِيَةٍ اَوْ عِلْمٍ يُّنْتَفَعُ بِهٖ اَوْ وَلَدٍ صَالِحٍ يَّدْعُوْلَهٗ ٥ (کتاب العلم مشکوٰۃ)

ترجمہ: جب انسان مر جاتا ہے تو اس کے عمل (کے ثواب) کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے مگر تین کا ثواب جاری رہتا ہے صدقہ جاریہ علم جس سے نفع حاصل کیا جائے (جیسے کسی کو علم پڑھایا یا کتاب لکھی) اور اولاد صالح جو مرنے کے بعد اس کے لئے دعا کرے۔

حدیث نمبر 37.

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

نَضَّرَ اللّٰهُ امْرَاً سَمِعَ مِنَّا شَيْئًا فَبَلَّغَهٗ كَمَا سَمِعَهٗ ٥

(کتاب العلم مشکوٰۃ)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اس بندہ کو تازہ رکھے جس نے ہم سے کسی بات کو سنا اور جس طرح سنا تھا۔ اسی طرح لوگوں تک اس کو پہنچا دیا۔

حدیث نمبر 38.

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے نبی اسرائیل کے دو آدمیوں کا حال پوچھا گیا جن میں سے ایک تو عالم تھا جو فرض نماز پڑھتا تھا اور پھر بیٹھ کر لوگوں کو علم سکھاتا تھا اور دوسرا دن کو روزہ رکھتا تھا اور ساری رات عبادت کرتا تھا۔ آپ سے پوچھا گیا ان میں سے کون بہتر ہے آپ نے فرمایا اس عالم کو جو فرض پڑھتا تھا اور لوگوں کو علم سکھاتا تھا اس عابد پر جو دن کو روزہ رکھتا تھا اور رات کو عبادت کرتا تھا۔ ایسی ہی فضیلت ہے جیسی کہ میری فضیلت تم میں سے ایک ادنیٰ آدمی پر۔ (کتاب العلم مشکوٰۃ)

حدیث نمبر 39.

حضرت عون بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔

مَنْهُوْمَانِ لَا يَشْبَعَانِ صَاحِبُ الْعِلْمِ وَصَاحِبُ الدُّنْيَا وَلَا يَسْتَوِيَانِ أَمَّا صَاحِبُ الْعِلْمِ فَيَزْدَادُ رِضًى لِلرَّحْمٰنِ وَأَمَّا صَاحِبُ الدُّنْيَا فَيَتَمَادِيْ فِي الطُّغْيَانِ ○ (کتاب العلم مشکوٰۃ)

ترجمہ: دو حریص ہیں جو سیر نہیں ہوتے اہل علم اور دنیا دار اور دونوں برابر نہیں۔ اہل علم پر تو خدا تعالیٰ رضا مندی اور خوشنودی زیادہ کرتا ہے اور دنیا دار سرکشی میں زیادتی کرتا ہے۔

حدیث نمبر 40.

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِنَّ الْعَالِمَ وَالْمُتَعَلِّمَ اِذَا مَرَّا عَلٰی قَرْيَةٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَرْفَعُ الْعَذَابَ عَنْ مَقْبَرَةِ تِلْكَ الْقَرْيَةِ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا۝

ترجمہ: جب عالم دین اور طالب علم کسی گاؤں سے گزر جائیں تو اللہ تعالیٰ اس گاؤں کے قبرستان سے چالیس دن تک کے لئے عذاب دور کر دیتا ہے۔

ان احادیث نبویہ سے معلوم ہوا کہ جس طرح تاریکی چراغ کی روشنی سے دور ہو جاتی ہے زمین کی جہالت علماء کے علم کی روشنی سے دور ہو جاتی ہے۔ انبیاء اپنی وفات کے بعد درہم و دینار بطور ورثہ نہیں چھوڑتے ان کی وراثت علم کی دولت ہے اور یہ دولت علماء کے پاس ہوتی ہے۔ ان علماء سے فرشتے حوریں غلمان محبت کرتے ہیں اور سمندر کی بے شمار مچھلیاں ان کی مغفرت کی دعا کرتی ہیں اور قیامت تک کرتی رہیں گی عالم دین کو قیامت کے دن مرتبہ شفاعت پر فائز کیا جائے گا اور وہ لوگوں کی شفاعت کرے گا تو خدا اس کی شفاعت قبول فرما کر کئی مسلمانوں کو داخل جنت کر دے گا عالم دین جس سیاہی سے علمی مسائل اور کتابیں لکھتا رہا اس کی قدر و منزلت خدا کے نزدیک شہید کے خون سے زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قیامت کے دن علماء کی سیاہی کا وزن شہداء کے خون سے زیادہ ہوگا۔ وہ لوگ کتنے خوش نصیب ہیں جو تحصیل علم میں شوق و شغف رکھتے ہیں۔ پھر عالم دین بن کر خدا کے دین کی خدمت کرتے ہیں۔ خدا کی عبادت بے شک بڑی سعادت مندی کا کام ہے لیکن عالم دین کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے۔ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ کیا عالم اور جاہل برابر ہیں یعنی علماء کا مرتبہ

غیر عالموں سے کہیں زیادہ ہے۔ عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے امام الانبیاء کی فضیلت عام صحابی پر خود اللہ تعالیٰ عالم دین پر اپنی رحمت نازل فرماتا ہے۔ فرشتے اور آسمانی مخلوق چیونٹیاں اور مچھلیاں خدا سے اس عالم کے لئے رحمت طلب کرتی ہیں اسی لئے علماء کی عزت اور اکرام نبیوں کی طرح ہے یہ علماء ہی کی جماعت ہے کہ عامۃ الناس جنت میں بھی اس جماعت کے محتاج ہوں گے۔ عالم دین کو قیامت کے دن ایک ایسا نور عطا فرمائے گا جس نے مشرق و مغرب کی درمیانی فضا کو منور کر رکھا ہو گا اور عالم دین اس روشنی میں بڑے تزک و احتشام سے چل رہا ہو گا۔ یہ علم ہی کی برکت ہے کہ عالم دین اگر دو رکعتیں پڑھے تو غیر عالم کی ستر رکعتوں سے بہتر اور افضل ہیں۔ عالم دین اگر تکیہ کا سہارا لے کر کسی علمی مسئلے پر غور و خوض کرے تو عابد کی ستر سال کی عبادت سے بہتر ہے۔ ایک عالم دین شیطان پر اتنا بھاری ہے ہزار عابد اتنا بھاری نہیں مطلب یہ کہ شیطان ایک عالم سے اتنا خوفزدہ ہوتا ہے کہ ہزار عابدوں سے اتنا خائف نہیں ہوتا عالم کا مرتبہ عابد سے ستر درجے زیادہ ہے اور ایک درجے سے دوسرے درجہ کا فاصلہ اتنا ہے جتنا زمین و آسمان کا فاصلہ عالم ربانی کی زیارت کرنا ایسا ہے جیسے نبی کی زیارت کر لی۔ عالم دین کے قریب بیٹھنا ایسا ہے جیسے نبی کے پاس بیٹھنا اور نبی کے پاس بیٹھنا ایسا ہے جیسا خدا کے حضور بیٹھنا اسی طرح کسی عالم کی اقتداء میں نماز ادا کرنا ایسا ہے جیسے نبی کی اقتداء میں نماز ادا کر لی عالم کی توہین نبی کی توہین ہے اور نبی کی توہین جبرئیل کی توہین اور جبرئیل کی توہین خدا کی توہین ہے اندازہ کیجئے کہ ایک عالم دین کا عنداللہ کیا مقام ہے۔ قیامت کے دن خدا عالم دین سے فرمائے گا میں نے تجھے دولت علم سے اس لئے آراستہ نہیں کیا تھا کہ تجھے عذاب میں مبتلا کروں جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ غور کریں عالم دین اگر کسی

آدمی کے ہاتھ پر سہارا لے کر چلے تو اس آدمی کو ہر قدم کے بدلے ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے اور غلام آزاد کرنے کا صلہ جہنم سے آزادی ہے۔ عالمِ دین کے سر کے بال چومنے سے ہر بال پر ایک نیکی ملتی ہے۔ عالم دین کی زیارت عبادت کا درجہ رکھتی ہے قیامت کے دن علماء کے لئے نور کے منبر ہوں گے جن پر وہ جلوہ گر ہوں گے۔ ان پر کوئی خوف وحزن نہ ہوگا وہ بلا حساب وکتاب جنت میں داخل ہوں گے ہر روز علمائے دین پر خدا کی رحمتوں کی بارش برستی ہے۔ یہ خدا کی خصوصی نظر عنایت ہے۔ اس مقدس جماعت پر جو لوگ علماء سے نفرت کرتے ہیں ان کی شان میں نازیبا کلمات استعمال کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان سے ناراض ہوتا ہے ان کو طرح طرح کے مصائب وآلام میں گرفتار کر دیتا ہے۔ ان کی کمائی سے برکت اُٹھ جاتی ہے ان پر ظالم حکمراں مسلط کر دیئے جاتے ہیں۔ ان کے ایمان کی کشتی ہچکولے لینے لگتی ہے۔ عالم دین اگر کوئی کتاب لکھ کر چھوڑ جاتا ہے یا کئی شاگرد چھوڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو جاتا ہے تو اس کی کتاب کو لوگ پڑھ کر راہ ہدایت اختیار کرتے شاگرد لوگوں میں علم پھیلاتے ہیں اور ثواب اس عالم دین کو پہنچتا رہتا ہے یہ اس کا صدقہ جاریہ ہے۔ عالم کی من جملہ برکات میں سے ایک برکت یہ بھی ہے کہ اگر وہ کسی شہر گاؤں اور قریہ کے قبرستان سے گزر جائے تو خدا تعالیٰ اس کی برکت سے تمام اہل قبور سے چالیس دن تک عذاب دور کر دیتا ہے۔ یہ علماء ہی ہیں جو کفار دھریوں بد مذہبوں اور گستاخان رسول کے ساتھ مناظرے کر کے ان کو شکست فاش دیتے ہیں اور حق واضح کر دیتے ہیں اور گمراہی کا راستہ بند کر دیتے ہیں۔ علمائے حق گمراہی کی تاریکی بدعت کی ظلمت اور ضلالت کے اندھیرے میں روشنی کا مینار ہوتے ہیں علم ایک ایسا نور ہے جو آسمان سے بذریعہ وحی نازل ہوا اور یہ نور اللہ تعالیٰ ہر ایک کو عطا نہیں کرتا بلکہ یہ اس کو دیا

جاتا ہے۔ جس سے اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے لہٰذا جس کو علم دین کی دولت میسر آجائے اس کو اپنی قسمت پر ناز کرنا چاہیے اور اس کی حفاظت کر کے اس کی تقسیم کو عام کرنا چاہیے خلوص نیت سے اپنے علم سے لوگوں کے عقائد و اعمال کی اصلاح کرنی چاہیے تاکہ دین پھیلے اور لوگ اسلامی طرز معاشرت کے مطابق زندگی بسر کریں۔

عالم دین کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے علم کے مطابق پہلے خود عمل کرے اور پھر لوگوں کو عمل کی طرف رغبت دلائے پھر یہ بات بھی امر مسلمہ ہے کہ جو شخص خود عمل نہ کرے اس کی بات میں اثر نہیں ہوتا لوگ اس کی بات کو نہ تو قبول کرتے ہیں اور نہ ہی کوئی توجہ دیتے ہیں بے عمل عالم پارس کے پتھر کی طرح ہوتا ہے کہ اس پتھر کے ساتھ لگنے والا لوہا تو سونا بن جاتا ہے لیکن وہ خود ساری عمر پتھر ہی رہتا ہے یا اس بانس کی طرح جو جل کر دوسروں کو تو روشنی دیتا ہے لیکن خود جل جاتا ہے عالم کی بدعملی اس کے لئے وبال جان ہے۔ اس کا انجام دوزخ کی آگ عالم دین کو چاہیے کہ وہ دنیاوی جاہ و جلال اور عیش و عشرت سے کنارہ کش رہے صرف حصول آخرت کی نیت سے دین کی خدمت کرے۔ اللہ تعالیٰ کوئی کمی نہیں رہنے دے گا دین کی خدمت عبادت سمجھ کر کرے۔ ایک حدیث ہے جو اپنے آپ کو خدا کی عبادت کے لئے وقف کر دے خدا تعالیٰ اس کے رزق کا کفیل بن جاتا ہے اور ظاہر ہے جس کے رزق کا کفیل خدا ہو جائے اسے کس چیز کی کمی رہ جاتی ہے۔

❀❀❀

فصل دوم:

طلباء کے فضائل

طلباء کے فضائل میں مندرجہ ذیل احادیث ملاحظہ ہوں۔

حدیث نمبر 1.

اِذَا جَاءَ الْمَوْتُ لِطَالِبِ الْعِلْمِ وَهُوَ عَلٰى هٰذِهِ الْحَالَةِ مَاتَ وَهُوَ شَهِيْدٌ ○

ترجمہ: طالب علم کو طلب علم کی حالت میں موت آ جائے تو وہ شہید ہے۔

حدیث نمبر 2.

اُغْدُ عَالِمًا اَوْ مُتَعَلِّمًا اَوْ مُسْتَمِعًا اَوْ مُحِبًّا وَلَا تَكُنْ خَامِسًا فَتَهْلِكَ ○

ترجمہ: عالم بن جایا طالب علم یا سننے والا یا محبت کرنے والا بن اور پانچویں چیز کچھ نہ بننا ورنہ تو ہلاک ہو جائے گا۔

حدیث نمبر 3.

جب مومن علم کا ایک باب سیکھ لے اس پر عمل کرے یا نہ کرے تو بھی ایک ہزار نفل پڑھنے سے بہتر ہے۔

حدیث نمبر 4.

مَنْ جَاءَهُ الْمَوْتُ وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ يُحْيِيْ بِهِ الْاِسْلَامَ لَمْ يَكُنْ بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْاَنْبِيَاءِ اِلَّا دَرَجَةٌ فِي الْجَنَّةِ ○

ترجمہ: جس کو موت آ جائے وہ اس لئے علم حاصل کر رہا ہو کہ اس سے اسلام زندہ کرے تو اس کے اور انبیاء کے درمیان جنت میں صرف ایک درجہ رہ جاتا ہے۔

حدیث نمبر 5.

اَيُّمَا نَاشِئٍ نَشَأَ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ وَالْعِبَادَةِ حَتّٰى يَكْبُرَ اَعْطَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيَامَةِ ثَوَابَ اِثْنَيْنِ وَسَبْعِيْنَ صِدِّيْقًاo

ترجمہ: جو بھی پروان چڑھنے والا طلب علم اور عبادت میں پروان چڑھے یہاں تک کہ بڑا ہو جائے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو بہتر صدیقوں کا ثواب عطا فرمائے گا۔

حدیث نمبر 6.

اِنَّ طَالِبَ الْعِلْمِ وَالْمَرْأَةَ الْمُطِيْعَةَ لِزَوْجِهَا وَالْوَلَدَ الْبَارَّ بِوَالِدَيْهِ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ مَعَ الْاَنْبِيَاءِ بِغَيْرِ حِسَابٍ o

ترجمہ: بے شک طالب علم اور خاوند کی فرماں بردار بیوی اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا نبیوں کے ساتھ بغیر حساب جنت میں داخل ہوگا۔

(باب العلم کنز العمال)

حدیث نمبر 7.

مَنِ انْتَعَلَ لِيَتَعَلَّمَ عِلْمًا غُفِرَلَهُ قَبْلَ اَنْ يَّخْطُوَo

ترجمہ: جس نے طلب علم میں جانے کے لئے جوتا پہنا اس کے تمام گناہ قدم اُٹھانے سے پہلے ہی بخش دیئے جاتے ہیں۔

حدیث نمبر 8.

مَنِ اغْبَرَّتْ قَدَمَاهُ فِيْ طَلَبِ الْعِلْمِ حَرَّمَ اللّٰهُ جَسَدَهُ عَلَى النَّارِ وَاسْتَغْفَرَاللّٰهُ مَلَكَاهُ وَاِنْ مَاتَ فِيْ طَلَبِهٖ مَاتَ شَهِيْدًا وَكَانَ قَبْرُهُ رَوْضَةً مِنْ رِيَاضِ الْجَنَّةِ وَيُوَسَّعُ لَهُ فِيْ قَبْرِهٖ مَدَّ بَصَرِهٖ وَيُنَوَّرُ عَلٰى جِيْرَانِهٖ اَرْبَعِيْنَ قَبْرًا عَنْ

يَمِيْنِهٖ وَاَرْبَعِيْنَ قَبْرًا عَنْ يَسَارِهٖ وَاَرْبَعِيْنَ عَنْ خَلْفِهٖ وَاَرْبَعِيْنَ عَنْ اَمَامِهٖo

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علم کی طلب میں جس کے پاؤں گرد آلود ہوں اللہ تعالیٰ اس کے جسم کو آگ پر حرام کر دیتا ہے اور اس کے لئے اس کے کراماً کاتبین استغفار کرتے ہیں اور اگر طلب علم کے دوران مر جائے تو شہید فوت ہوا اور اس کی قبر جنت کے باغوں سے ایک باغ ہوگی اور اس کی قبر کو حد نگاہ تک وسیع کر دیا جاتا ہے اور اس دائیں بائیں پیچھے اور آگے چالیس چالیس قبر روشن کر دی جاتی ہیں۔

حدیث نمبر 9.

مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّنْظُرَ اِلٰى عُتَقَاءِ اللّٰهِ مِنَ اللّٰهِ فَلْيَنْظُرْ اِلَى الْمُتَعَلِّمِيْنَ فَوَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ مَامِنْ مُتَعَلِّمٍ يَخْتَلِفُ اِلٰى بَابِ عَالِمٍ اِلَّا كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ بِكُلِّ قَدَمٍ عِبَادَةَ سَنَةٍo

ترجمہ: جو جہنم سے آزاد لوگوں کو دیکھنا چاہیے وہ طالب علموں کو دیکھ لے۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان ہے جو طالب علم بھی کسی عالم کے دروازے کی طرف چلتا ہے تو ہر قدم کے بدلے ایک سال کی عبادت اللہ لکھ دیتا ہے۔

حدیث نمبر 10.

مَنْ طَلَبَ الْعِلْمَ كَانَ كَفَّارَةً لِمَا مَضٰىo

ترجمہ: طلب علم سابقہ گناہوں کا کفارہ ہے۔

حدیث نمبر 11.

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی میں نے ایک انصاری سے کہا اے فلاں آؤ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے علم حاصل کریں۔ اس وقت صحابہ کثرت سے موجود ہیں اس نے کہا اے عبداللہ ابن عباس بڑے تعجب کی بات ہے ان کثیر صحابہ کے ہوتے ہوئے علم کے لئے تیری طرف کون رجوع کرے گا۔ اس نے میرا ساتھ نہ دیا اور میں نے لوگوں سے علم حاصل کرنا شروع کر دیا۔ جب مجھے پتہ چلتا کہ فلاں آدمی کے پاس نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کوئی حدیث موجود ہے تو میں ان کے پاس آتا وہ دوپہر کے وقت سو رہا ہوتا تو میں ان کے دروازے پر چادر بچھا کر بیٹھ جاتا۔ ہوا میرے چہرے پر خاک اڑا کر ڈال دیتی وہ باہر نکلتا اور مجھے دیکھتا اور کہتا اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چچا کے بیٹے آپ یہاں کیسے تشریف لائے مجھے بلا لیا ہوتا میں آپ کے پاس آجاتا میں کہتا میں اس بات کا زیادہ حقدار تھا کہ آپ کے پاس آتا میں اس سے حدیث پوچھتا وہ انصاری ابھی زندہ تھا۔ اس نے میرے پاس لوگوں کا اجتماع دیکھا جو حصول علم کے لئے میرے پاس آتے تھے یہ دیکھ کر اس نے کہا یہ جوان مجھ سے زیادہ عقلمند تھا۔ (دارمی، ص102)

حدیث نمبر 12.

جو شخص علم کی تلاش میں گھر سے نکلا اس کے سر پر ملائکہ اپنے پروں سے سایہ کرتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ قدموں کے نیچے پر بچھاتے ہیں، اڑتے جانور اس کے لئے دعا کرتے ہیں، وحشی جانور جنگل میں مچھلیاں پانی میں اس کی دعا گو رہتی ہیں۔ پھر خدا کی طرف سے بہتر شہیدوں کا ثواب ملتا ہے۔

حدیث نمبر 12.

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں۔ مجھے یہ روایت پہنچی کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث سنی ہے جو وہ بیان کرتے

ہیں میں نے خاص کر اس حدیث کو سننے کے لئے ایک اونٹ خریدا اور سامان کس کر سفر کیا مہینے کے بعد ان کے پاس ملک شام پہنچا تو معلوم ہوا کہ وہ عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں نے دربان سے کہا جاؤ خبر کرو کہ جابر دروازے پر ہیں۔ انہوں نے پوچھا کیا جابر بن عبداللہ، میں نے کہا ہاں یہ سنتے ہی جلدی کے مارے چادر سنبھالتے ہوئے جھٹ باہر نکل آئے اور مجھے لپٹ گئے۔ معانقہ سے فارغ ہوئے تو میں نے کہا مجھے یہ روایت پہنچی ہے کہ آپ نے قصاص کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کوئی حدیث سنی ہے تو میں نے چاہا کہ خود آپ سے وہ حدیث سن لوں اس لئے یہاں آیا ہوں اور سنتے ہی سفر شروع کر دیا ہے۔ اس خوف سے کہ کہیں اس حدیث کو سننے سے پہلے میں نہ مر جاؤں یا آپ وفات نہ پا جائیں۔ اب آپ سنایئے وہ حدیث کیا ہے آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام بندوں کا اپنے سامنے حشر کرے گا ننگے بدن بے ختنہ کئے بے سروسامان پھر ان کو ندا کرے گا جسے دور و نزدیک والے سب سن لیں گے فرمائے گا کہ میں مالک ہوں میں بدلہ دلوانے والا ہوں کوئی جہنمی اس وقت تک جہنم میں نہ جائے گا جب تک اس کا جو حق کسی جنتی کے ذمے ہے میں نہ دلوا دوں اور نہ کوئی جنتی جنت میں داخل ہو سکتا ہے جب تک اس کا حق جو جہنمی پر ہے میں نہ دلوا دوں گو ایک تھپڑ ہی ہو ہم نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ حق کیسے دلوائے جائیں گے حالانکہ ہم سب تو وہاں ننگے پاؤں ننگے بدن ہوں گے بے سروسامان ہوں گے۔ آپ نے فرمایا اس دن حق نیکیوں اور بدیوں سے ادا کئے جائیں گے۔ (ابن کثیر، جلد 15، ص 102)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ:

(ا) صحابہ کرام کو حصول علم کا کتنا شوق تھا ایک حدیث کے لئے اتنا لمبا سفر کیا

اونٹ خریدا راستے کی صعوبتیں برداشت کیں اور تمنا تھی کہ وفات سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ حدیث سن لوں۔

(۲) اگر کسی نے کسی کا حق مارا ہے تو بہتر ہے کہ اس دنیا میں ادا کر دے ورنہ قیامت کے دن نیکیاں دینی پڑیں گی یا پھر اس حق والے کے گناہ اس کے سر پر ڈال دیئے جائیں گے۔

حدیث نمبر 13

حضرت غالب قطان بیان کرتے ہیں کہ میں کوفے میں تجارتی غرض سے گیا اور حضرت اعمش کے قریب ٹھہرا رات کو حضرت اعمش تہجد کے لئے کھڑے ہوئے پڑھتے پڑھتے جب اس آیت پر پہنچے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَامُ تو کہنے لگے میں شہادت دیتا ہوں اس کی جس کی خدا نے شہادت دی یعنی خدا نے فرمایا شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَالْمَلٰٓئِکَۃُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۝ اور فرمایا میں اس شہادت کو خدا کے سپرد کرتا ہوں یہ میری امانت خدا کے پاس ہے پھر کئی دفعہ اِنَّ الَّذِیْنَ عِنْدَاللّٰہِ الْاِسْلَامُ پڑھا میں نے اپنے دل میں خیال کیا کہ شاید اس بارے میں کوئی حدیث سنی ہو گی۔ صبح ہی صبح میں حاضر خدمت ہوا کہا ابو محمد کیا بات تھی جو آپ اس آیت کو بار بار پڑھتے رہے کہا کیا اسکی فضیلت تمہیں معلوم نہیں میں نے کہا میں تو مہینہ بھر سے آپ کی خدمت میں ہوں لیکن آپ نے حدیث بیان ہی نہیں کی کہنے لگے خدا کی قسم میں تو سال بھر تک بھی بیان نہ کروں گا۔ اب میں اس حدیث کے سننے کے لئے ایک سال تک ٹھہرا رہا اور ان کے دروازے پر پڑا رہا جب سال کامل گزر چکا تو میں نے کہا اے ابو محمد اب ایک سال گزر چکا ہے۔ انہوں نے کہا اچھا سن لو مجھ سے ابو وائل نے حدیث بیان کی اس نے عبداللہ سے سنا وہ کہتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا اس (شھد اللہ........ الخ) کے پڑھنے والے کو قیامت کے دن لایا جائے گا اور اللہ فرمائے گا میرے بندے نے میرا عہد لیا ہے میں عہد کو پورا کرنے میں سب سے زیادہ ہوں میرے اس بندے کو جنت میں لے جاؤ۔ (ابن کثیر، جلد 3، ص 53)

حدیث نمبر 14.

حضرت امام مالک نے بیان فرمایا کہ ملک شام سے ایک طالب علم حدیث پڑھنے آیا۔

تھوڑا عرصہ گزرا کہ اس کا انتقال ہو گیا تمام شہر کے عالم فاضل اور نیک لوگ اس کے جنازے پر جمع ہوئے۔ اہل علم نے مل جل کر اپنے ہاتھ سے دفن کیا دوسرے دن وہ طالب علم خواب میں آیا چہرہ اس کا روشن تھا نہایت خوبصورت بڑے قیمتی گھوڑے پر سوار سبز عمامہ باندھے آسمان سے اُتر کر زمین پر آیا گویا خدا کی طرف بھیجا ہوا ہمارے پاس اپنی حالت سنانے آیا تھا۔ پوچھا گیا کہو کیا گزری فرمایا کہ خدا نے ہر مسئلہ کے بدلے ایک محل جنت میں عطا فرمایا اور یہ مرتبہ سوائے اہل علم کے کسی کو نہ ملے گا۔ جب میرے سارے مقام ختم ہو گئے تو خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا اے ملائکہ اور زیادہ کرد مرتبہ میرے انبیاء کے وارث کا میں نے اپنی ذات پر لازم کر لیا ہے کہ جو شخص میرے احکام اور میرے انبیاء کی سنت سے واقف ہے خواہ عالم یا طالب علم میں اسے انبیاء کے ساتھ ایک ہی جگہ اٹھاؤں گا۔ بس اب میرے درجے میں اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے درجے میں دو درجوں کا فرق ہے ایک درجہ تو خاص الخاص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا آپ کے گرد تمام انبیاء علیہم السلام موجود ہیں اور دوسرا درجہ آپ کے اصحاب کا آپ کے صحابہ کے ساتھ تمام انبیاء کے حواری اور صحابی اور تیسرا درجہ ہمارا تمام اہل علم کا ہے

سارے عالم دین اور طالب علم اس میں موجود ہیں۔ (احسن، ص252)

حدیث نمبر 15.

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ بَابًا مِنَ الْعِلْمِ یَتَعَلَّمُہُ الرَّجُلُ خَیْرٌ مِنْ اَنْ یَکُوْنَ لَہٗ اَبُوْ قُبَیْسٍ ذَھَبًا فَاَنْفَقَہٗ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِo

ترجمہ: آدمی کا ایک باب علم کا سیکھ لینا بہتر ہے اس سے کہ کوہ ابوقبیس پہاڑ کے برابر سونا خدا کے راستے میں خرچ کر دیا جائے۔ (احسن، ص254)

حدیث نمبر 16.

حضرت ابن عبداللہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا جَلَسَ الْمُتَعَلِّمُ بَیْنَ یَدَیِ الْعَالِمِ فَتَحَ اللّٰہُ عَلَیْہِ سَبْعِیْنَ بَابًا مِنَ الرَّحْمَۃِ وَلَا یَقُوْمُ مِنْ عِنْدِہٖ اِلَّا کَیَوْمِ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ وَاَعْطَاہُ اللّٰہُ بِکُلِّ حَرْفٍ ثَوَابَ سِتِّیْنَ شَھِیْدًا وَکَتَبَ اللّٰہُ بِکُلِّ حَدِیْثٍ عِبَادَۃَ سَنَۃٍ وَبَنٰی لَہٗ بِکُلِّ وَرَقَۃٍ مَدِیْنَۃً کُلُّ مَدِیْنَۃٍ مِثْلُ الدُّنْیَا عَشْرَ مَرَّاتٍo (مسند الفردوس، جلد 1، ص187)

ترجمہ: جب طالب علم عالم کے سامنے (پڑھنے کے لئے) بیٹھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پر رحمت کے ستر دروازے کھول دیتا ہے۔ جب استاد سے علم حاصل کر کے اُٹھتا ہے تو گناہوں سے اس طرح پاک ہوتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے پاک پیدا ہوا اور ہر حرف کے بدلے ساٹھ شہیدوں کا ثواب ملتا ہے اور ہر حدیث کے بدلے ایک سال کی عبادت خدا لکھ دیتا ہے اور ورق کے بدلے اس کے لئے خدا شہر بنا دیتا ہے اور ہر شہر دنیا سے دس گنا ہوگا۔

حدیث نمبر 17.

حضرت قیس بن کثیر بیان کرے ہیں کہ حضرت ابو درداء دمشق میں قیام پذیر تھے کہ ایک آدمی مدینہ سے ان کے پاس آیا۔ آپ نے اس آدمی سے پوچھا کیسے آنا ہوا اے بھائی اس نے کہا ایک حدیث کے لئے آیا ہوں جو آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے بیان کرتے ہیں۔ آپ نے اس سے فرمایا کیا کسی کام کے لئے آئے ہو کہا نہیں کیا کسی تجارت کے لئے آئے ہو کہا نہیں بلکہ میں تو اس حدیث کی طلب میں آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا۔

مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَبْتَغِيْ فِيْهِ عِلْمًا سَلَكَ اللّٰهُ بِهٖ طَرِيْقًا اِلَى الْجَنَّةِ وَاِنَّ الْمَلَائِكَةَ لَتَضَعُ اَجْنِحَتِهَا رَضِیً لِطَالِبِ الْعِلْمِ ۝

(ترمذی شریف، جلد 2، ص 93)

ترجمہ: جو علم کی تلاش کے لئے کسی راستے پر چلا تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستے پر چلاتا ہے اور فرشتے طالب علم کی خوشی کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔

حکایت:

ایک مرتبہ سلطان محمود غزنوی کو تین باتوں کے بارے میں شک ہو گیا۔ پہلا شک اس حدیث کے بارے میں تھا جس میں یہ حقیقت بیان ہوئی ہے کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔ دوسرا شک قیامت کے بارے میں تھا اور تیسرا شک امیر ناصر الدین سبکتگین سے اپنی نسبت کے بارے میں تھا یہ تین شکوک سلطان کی کوفت اور گرانیٔ قلب کا باعث تھے۔

انہی ایام میں ایک مرتبہ سلطان کہیں سے آرہے تھے فراش شمع اور

سونے کا شمع دان لئے ہمراہ تھے۔ ایک جگہ دیکھا کہ ایک طالب علم مدرسہ میں اپنا سبق یاد کر رہا ہے اور اندرون مدرسہ اندھیرا ہے اسے جب کتاب کی تحریر دیکھنے کی نوبت آتی ہے تو وہاں سے اُٹھ کر باہر آتا ہے اور ایک دکاندار کے چراغ کے قریب ہو کر تحریر کو دیکھ کر پھر اپنی جگہ لوٹ جاتا ہے۔ اس منظر نے سلطان کے دل پر گہرا اثر کیا اس نے فوراً اپنا شمع دان اسی طالب علم کو دے دیا اسی شب ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ انہوں نے دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں۔

اے امیر سبکتگین کے بیٹے خدا تجھے دونوں جہان میں ایسی عزت دے جیسی تو نے میرے وارث کو دی ہے۔ اس طرح سلطان کے تین شکوک ختم ہو گئے اور طمانیت قلب نصیب ہوئی۔

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ:

(۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے ہر فرد کے حالات سے واقف ہیں۔

(۲) طالب علم کی خدمت سے خوش ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سلطان کو اپنی زیارت سے مشرف فرمایا۔

(۳) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بھی جانتے ہیں کہ کون کس کا بیٹا ہے۔

(۴) تحصیل علم میں خلوص نیت ہو تو خدا تعالیٰ تمام مشکلات دور فرما دیتا ہے۔

فصل چہارم:

علمی مجالس

اس باب میں علم کی مجالس کا ذکر کیا جائے گا۔ ان مجلسوں کے فیوض، برکات اور فوائد بیان ہوں گے تاکہ علم کا ذوق وشوق رکھنے والے احباب ایسی محافل میں حاضر ہو کر اپنی علمی تسکین حاصل کرسکیں، تفصیل ملاحظہ ہو۔

حدیث نمبر 1.

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور علمی امتحان صحابہ کرام سے دریافت فرمایا بھلا یہ بتاؤ کہ ایک درخت ہے جس کے پتے کبھی نہیں گرتے۔ اس درخت کی بہت سی باتیں انسان نہیں بلکہ مسلمان سے ملتی جلتی ہیں اور وہ کونسا درخت ہے لوگوں کا خیال جنگلی درختوں کی طرف چلا گیا۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں خیال آیا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن بوجہ شرم وحیا کے بول نہ سکے آخر خود سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن عبداللہ بن عمر رضی اللہ علیہ نے اپنے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ دل میں خیال آیا تھا کہ کہدوں کہ وہ کھجور کا درخت ہے لیکن بڑے بڑے لوگ موجود تھے۔ ان کی شرم سے خاموش ہو گیا یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اے لڑکے اگر تو اس وقت یہ جواب دے دیتا تو مجھے ایسی خوشی ہوتی کہ اگر مال کثیر مل جاتا تو بھی اتنی خوشی نہ ہوتی سبحان کیا علم کی قدر تھی کہ اگر صاحبزادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علمی سوال کا جواب دے دیتا تو باپ کو دولت وحشمت مل جانے سے زیادہ

خوشی ہوتی اور ایسا کیوں نہ ہوتا کہ دنیا کی دولت فانی ہے علم کی دولت باقی ہے نہ صرف یہ بلکہ دنیا کی سلطنت علم کی کنیز ہے اور پھر معرفت الٰہی اور علم دین اور علم آخرت کا رتبہ آسمان سے بھی بلند ہے۔ (بخاری شریف، جلد 1، ص 21)

حدیث نمبر 2.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا قِیْلَ وَمَا رِیَاضُ الْجَنَّةِ قَالَ مَجَالِسُ الْعِلْمِ ٥ (کنز العمال، جلد 10، ص 138)

ترجمہ: جب جنت کے باغوں سے گزرو تو پھل کھالیا کرو کہا گیا جنت کے باغ کیا ہیں، فرمایا علم کی مجالس۔

حدیث نمبر 3.

حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو کہا اے بیٹے علماء کی مجلس کو اپنے اوپر لازم کر لو اور دانا لوگوں کی باتیں غور سے سنا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ علم کے نور سے مردہ دلوں کو اس طرح زندہ کر دیتا ہے جس طرح بارش مردہ زمین کو زندہ کر دیتی ہے۔ (کنز العمال، جلد 10، ص 170)

حدیث نمبر 4.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ جَالَسَ الْعُلَمَاءَ فَقَدْ جَالَسَنِیْ وَمَنْ جَالَسَنِیْ فَکَاَنَّمَا جَالَسَ رَبِّیْ ٥
(کنز العمال، جلد 10، ص 170)

جو علماء کی مجلس میں بیٹھا وہ میری مجلس میں بیٹھا اور جو میرے پاس بیٹھا وہ خدا کے پاس بیٹھا۔

حدیث نمبر 5.

حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کو پیدا کرنے سے پہلے دو کلمات لکھ کر عرش کے نیچے رکھ دیئے اور ان کلمات کو فرشتے نہیں جانتے میں جانتا ہوں اور ان میں سے ایک یہ ہے کہ خدا نے فرمایا۔

(۱) ایک آدمی تمام نیک لوگوں جیسے عمل کرتا ہے لیکن اس کی مجلس فاسق و فاجر لوگوں کے ساتھ ہے تو میں اس کے تمام اعمال کو گناہ بنا کر اس کا حشر فاسق و فاجر لوگوں کے ساتھ کروں گا۔

(۲) اور ایک آدمی تمام بُرے لوگوں جیسے عمل کرتا ہے لیکن وہ نیک لوگوں کی مجلس میں بیٹھتا ہے تو میں اس کے تمام گناہوں کو نیکیوں میں تبدیل کر کے قیامت کے دن اس کو نیک لوگوں کے ساتھ اُٹھاؤں گا۔

(تنبیہ الغافلین، ص205)

حدیث نمبر 6.

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آدمی اپنے گھر سے نکلتا ہے تو اس پر تہامہ کے پہاڑوں کی طرح گناہ ہوتے ہیں۔ جب علم کی مجلس میں آ کر علماء کا کلام سنتا ہے اور اس کے دل میں خدا کا خوف پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنے گناہوں سے تائب ہو جاتا ہے تو وہ اپنے گھر کی طرف اس حال میں واپس ہوتا ہے کہ اس پر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا علماء کی مجلس سے دور نہ رہو کیونکہ علماء کی مجلس سے بڑھ کر عزت والی جگہ زمین پر اور کوئی نہیں۔

(تنبیہ الغافلین، ص206)

حدیث نمبر 7.

ایک مرتبہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بازار میں داخل ہوئے اور فرمایا اے لوگو تم یہاں ہو اور مسجد میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے۔ لوگ مسجد میں گئے اور انہوں نے بازار کو چھوڑ دیا اور واپس آ کر پکارے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ مسجد میں تو میراث تقسیم نہیں ہو رہی۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے وہاں کیا دیکھا انہوں نے کہا ہم نے دیکھا کہ لوگ خدا تعالیٰ کا ذکر کر رہے ہیں اور قرآن کی تلاوت کر رہے ہیں فرمایا یہی تو میراث محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ (تنبیہ الغافلین، ص206)

حدیث نمبر 8.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَنْ زَارَ عَالِمًا فَكَأَنَّمَا زَارَنِيْ وَمَنْ صَافَحَ عَالِمًا فَكَأَنَّمَا صَافَحَنِيْ وَمَنْ جَالَسَ عَالِمًا فَكَأَنَّمَا جَالَسَنِيْ وَمَنْ جَالَسَنِيْ فِي الدُّنْيَا اَجْلَسَهُ اللّٰهُ مَعِيْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِي الْجَنَّةِ۔ (تنبیہ الغافلین، ص207)

ترجمہ: جس نے عالم کی زیارت کی وہ ایسا ہے جیسے اس نے میری زیارت کی جس نے عالم سے مصافحہ کیا وہ ایسا ہے جیسے اس نے مجھ سے مصافحہ کیا اور جو عالم کی مجلس میں بیٹھا وہ ایسا ہے جیسے وہ میرے پاس بیٹھا اور جو دنیا میں میری مجلس میں بیٹھا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جنت میں میرے پاس بٹھائے گا۔

حدیث نمبر 9.

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہر عالم کی مجلس میں نہ بیٹھو بلکہ اس عالم کی مجلس میں بیٹھو جو پانچ چیزوں سے پانچ چیزوں کی طرف بلائے۔

(۱) شک سے یقین کی طرف بلائے۔

(۲) تکبر سے عاجزی کی طرف دعوت دے۔

(۳) عداوت سے نصیحت کی طرف بلائے۔

(۴) اور ریاء سے اخلاص کی طرف دعوت دے۔

(۵) رغبت سے زہد کی طرف بلائے۔(تنبیہ الغافلین، ص203)

فقیہ ابو اللیث نے فرمایا عالم دین کی مجلس میں حاضر ہونے والے کو سات انعام ملتے ہیں۔

(۱) طالب علم کی فضیلت ملتی ہے۔

(۲) جب تک علم کی مجلس میں بیٹھا رہتا ہے گناہوں سے محفوظ رہتا ہے۔

(۳) جب گھر سے عالم دین کی مجلس میں حاضری کے لئے نکلتا ہے تو اس پر رحمت نازل ہوتی ہے۔

(۴) جب تک علم کی مجلس قائم رہتی ہے خدا کی رحمت تمام مجلس پر نازل ہوتی ہے جس میں وہ بھی شریک ہوتا ہے۔

(۵) جب تک علم کی باتیں سنتا رہتا ہے اس کے لئے نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

(۶) اس مجلس پر فرشتے اپنے پروں سے سایہ کرتے ہیں۔

(۷) جب علمی مجلس کی طرف چلتا ہے تو ہر قدم پر گناہ ختم ہوتے جاتے ہیں درجات بڑھتے جاتے ہیں اور نیکیوں میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔

(تنبیہ الغافلین، ص205)

ایک اور جگہ پر لکھتے ہیں آٹھ قسم کی مجلسوں میں بیٹھنے والے کی آٹھ چیزوں میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۱) دولت مندوں کے پاس بیٹھنے والے کو دنیا کی محبت اور اس کی رغبت ہو

جاتی ہے۔

(۲) جو شخص فقراء کی مجلس میں بیٹھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر شکر اور رضامندی مقرر فرما دیتا ہے۔

(۳) جو شخص بادشاہ کی مجلس میں بیٹھے اللہ تعالیٰ اس کی قساوت اور تکبر کو بڑھا دیتا ہے۔

(۴) جو عورتوں کے پاس بیٹھے اللہ تعالیٰ اس کی جہالت اور شہوت میں اضافہ فرما دیتا ہے۔

(۵) جو آدمی بچوں کی مجلس میں بیٹھتا ہے اللہ تعالیٰ اس میں کھیل کود اور مزاح زیادہ کر دیتا ہے۔

(۶) جو آدمی فاسقوں کی مجلس میں بیٹھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لئے گناہوں پر دلیری اور توبہ کرنے میں تاخیر کرنے کو بڑھا دیتا ہے۔

(۷) جو شخص نیک لوگوں کی مجلس میں بیٹھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی اطاعت میں رغبت کو زیادہ کر دیتا ہے۔

(۸) وہ شخص جو علماء کی مجلس میں بیٹھتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے علم اور تقویٰ میں اضافہ پیدا فرما دیتا ہے۔ (تنبیہ الغافلین، ص206)

حضرت جندب بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ طیبہ میں حصول علم کے لئے حاضر ہوا تو مسجد نبوی میں حدیث پڑھانے والے متعدد حضرات تھے اور شاگردوں کے حلقے متفرق طور پر الگ الگ ہر استاد کے پاس موجود تھے۔ میں ان حلقوں میں سے ہوتا ہوا ایک حلقہ پر پہنچا جس میں ایک صاحب مسافرانہ ہیئت کے ساتھ صرف دو کپڑے بدن پر ڈالے ہوئے بیٹھے حدیث پڑھا رہے تھے۔ میں نے لوگوں سے دریافت کیا یہ کون بزرگ ہیں بتایا کہ یہ مسلمانوں کے سردار ابی

ابن کعب ہیں میں ان کے حلقہ درس میں بیٹھ گیا جب درست حدیث سے فارغ ہوئے تو گھر جانے لگے میں بھی پیچھے ہولیا۔ وہاں جا کر دیکھا ایک پرانا ساختہ مکان ہے نہایت معمولی سامان ہے۔ (طبقات ابن سعد، جلد 3، ص 501)

جب انصار کے بعض افراد بیعت عقبہ اولیٰ میں اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے تو واپسی پر ان کے ساتھ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم اور مصعب بن عمیر قرآن اور احکام اسلام سکھانے کے لئے ان کے ہمراہ مدینہ پہنچے اور یہاں پر حضرت اسعد بن زرارہ کے مکان پر قیام پذیر ہوئے۔ مصعب بن عمیر لوگوں کو اسلام کی دعوت دے رہے تھے لوگ بہت جمع تھے۔ حضرت اسید بن حضیر کو خبر ہوئی تو تلوار لے کر پہنچے اور کہا آپ یہاں کس لئے آئے ہیں۔ ہمارے بچوں اور عورتوں کو کیوں بہکاتے ہیں بہتر ہے کہ آپ یہاں سے چلے جائیں حضرت مصعب نے کہا کیا یہ ممکن ہے کہ آپ تھوڑی دیر کے لئے تشریف رکھیں اور جو میں کہوں وہ سنیں اگر پسند آئے تو قبول کرلیں اور اگر پسند نہ آئے تو کنارہ کشی کریں اسید بن حضیر نے کہا بے شک تم نے یہ بات انصاف کی کہی بیٹھ گئے مصعب بن عمیر نے اسلام کی خوبیاں اور محاسن بیان فرمائے اور قرآن کی تلاوت فرمائی۔ اسید سن کر کہنے لگے کیا ہی اچھا اور عمدہ کلام ہے اور پوچھا اس دین میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے۔ حضرت مصعب نے کہا اول اپنا جسم اور کپڑے پاک کرو اور غسل کرو پھر کلمہ شہادت پڑھو اور نماز ادا کرو۔

حضرت اسید نے اسی وقت کپڑے پاک کئے اور غسل کیا اور کلمہ شہادت پڑھ کر دو رکعت نماز ادا کی اور کہا ایک اور شخص یعنی سعد بن معاذ ہیں اگر وہ مسلمان ہوگئے تو پھر اس کی قوم میں کوئی آدمی مسلمان ہوئے بغیر نہ رہے گا۔ میں ابھی جا کر اسے تمہارے پاس بھیجتا ہوں سعد بن معاذ نے اسیدؓ بن حضیر کو آتے

ہوئے دیکھ کر کہا یہ اسید تو وہ اسید معلوم نہیں ہوتے جو یہاں سے گئے تھے۔ جب قریب پہنچے تو سعد نے اسید سے پوچھا تو نے کیا کیا اسید نے کہا میں نے اس کی بات میں کوئی حرج نہیں پایا سعد بن معاذ کو غصہ آ گیا اور تلوار لے کر خود پہنچے اور اسعد بن زرارہ سے مخاطب ہو کر کہا اگر تم سے میری قرابت نہ ہوتی اور تم میرے خالہ زاد بھائی نہ ہوتے تو ابھی تلوار سے کام تمام کر دیتا قوم کو بہکانے کے لئے تم ہی ان کو لائے ہوئے ہو۔

حضرت مصعب نے کہا اے سعد کیا یہ ممکن ہے کہ تم بیٹھ کر میری بات سن لو اگر پسند آئے تو قبول کر لو ورنہ جو چاہیے کرنا سعد نے کہا یہ بات تم نے انصاف کی کہی بیٹھ گئے۔ حضرت مصعب نے اسلام پیش کیا اور قرآن کی تلاوت کی سنتے ہی حضرت سعد کا رنگ بدل گیا اور پوچھا کہ اس دین میں داخل ہونے کا کیا طریقہ ہے۔

حضرت مصعب نے کہا پہلے کپڑے پاک کرو پھر غسل کرو پھر کلمہ شہادت پڑھ کر دو رکعت نماز پڑھو۔ حضرت سعد اسی وقت اُٹھے غسل کیا کلمہ شہادت پڑھا اور دو رکعت نماز ادا کی یہاں سے اُٹھ کر سیدھے اپنی قوم کی مجلس میں پہنچے قوم کے لوگوں نے سعد کو دور سے آتے دیکھ کر پہچان لیا کہ رنگ دوسرا ہے۔ مجلس میں پہنچتے ہی اپنی قوم سے مخاطب ہو کر کہا تم مجھ کو کیسا سمجھتے ہو سب نے متفق ہو کر کہا تم ہمارے سردار ہو اور رائے اور مشورے کے اعتبار سے ہم سب سے افضل ہو۔ سعد نے کہا خدا کی قسم میں تم سے ایک وقت تک کلام نہ کروں گا جب تک تم سب اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لے آؤ۔ شام نہ گزری کہ قبیلہ بنی عبدالاشہل میں کوئی مرد اور عورت ایسا نہ رہا جو مسلمان نہ ہو گیا ہو۔

(البدایہ والنہایہ، جلد 3، ص 152)

حضرت ابوذر غفاری بیان کرتے ہیں کہ:

حُضُوْرُ مَجْلِسِ عَالِمٍ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوةِ اَلْفِ رَكْعَةٍ وَعِيَادَةِ اَلْفِ مَرِيْضٍ وَشُهُوْدِ اَلْفِ جَنَازَةٍ ○ (احسن، ص257)

ترجمہ: کسی عالم دیندار کی مجلس میں ایک مرتبہ حاضر ہونا بہتر ہے۔ ایک ہزار رکعتوں سے ایک ہزار بیماروں کی بیمار پرسی سے اور ایک ہزار جنازوں کے ساتھ جا کر دفن کرنے سے۔

ایک حدیث میں ہے کہ:

مَنْ حَضَرَ مَجْلِسَ الْعِلْمِ فِيْ رَمَضَانَ كَتَبَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَهٗ بِكُلِّ قَدَمٍ عِبَادَةَ سَنَةٍ وَيَكُوْنُ مَعِيَ تَحْتَ الْعَرْشِ ○ (درۃ الناصحین، ص7)

ترجمہ: جو رمضان کے مہینے میں کسی علمی مجلس میں حاضر ہو اللہ تعالیٰ اس کے لئے ہر قدم کے بدلے ایک سال کی عبادت لکھ دیتا ہے اور وہ عرش کے نیچے میرے ساتھ ہوگا۔

فقیہ ابو اللیث نے لکھا ہے کہ حضرت محمد بن سیرین فرماتے ہیں ایک دن میں بصرہ کی جامع مسجد میں پہنچا دیکھا کہ لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور علمی تذکرہ ہو رہا ہے میں نے چاہا کہ بیٹھ جاؤں تا کہ علم کی کوئی نئی بات حاصل ہو جائے اور عمل نصیب ہو جائے لیکن نہ بیٹھ سکا اور چلا گیا۔ رات کو خواب میں دیکھا شخص آیا اور یہ فرمایا اے محمد بن سیرین اگر تم اس حلقہ میں بیٹھ جاتے جہاں مسائل بیان ہو رہے تھے تو بہت ہی اچھا ہوتا کیونکہ اس علمی مجلس میں جبرئیل امین بھی تشریف فرما تھے۔ (تنبیہ الغافلین، ص199)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجھے شیوخ بدر کے پاس جگہ دیتے تھے ان میں سے کسی کے دل میں اس

بات کا خیال آیا اور اس نے کہا یہ لڑکا ہمارے ساتھ کیوں داخل کیا جاتا ہے حالانکہ اس کی ہمسری تو ہمارے لڑکے کر سکتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ اعتراض سن کر فرمایا یہ لڑکا ان لوگوں میں سے ہے جن کے مرتبہ کو تم جانتے ہو چنانچہ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن شیوخ بدر کو طلب فرمایا اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو بھی ان کے ساتھ بٹھایا۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ میں سمجھ گیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آج مجھے ان لوگوں کے ساتھ صرف اس لئے طلب کیا ہے کہ ان کو میرا مرتبہ دکھا دیں۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان شیوخ بدر کو مخاطب کر کے دریافت فرمایا تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ'' کے بارے میں کیا کہتے ہو۔ بعض شیوخ نے اس کے جواب میں کہا ہمیں اس وقت اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے اور اس سے مغفرت چاہنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ ہمیں نصرت عطا ہو اور ہمیں فتوحات ہاتھ آئیں۔ بعض شیوخ بالکل ساکت رہے انہوں نے کوئی بات نہ کی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کا جواب سن کر میری طرف توجہ فرمائی اور کہا اے ابن عباس کیا تم بھی یہی کہتے ہو میں نے کہا نہیں پوچھا تم کیا کہتے ہو۔ میں نے کہا وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت کی طرف اشارہ ہے جس کی خبر اللہ تعالیٰ نے آپ کو دی اور فرمایا جس وقت اللہ کی مدد اور فتح آئے تو یہ بات تمہارے لئے دنیا سے سفر کرنے کی علامت ہو گی اس وقت تم اپنے پروردگار کی حمد کے ساتھ تسبیح خوانی کرنا اور اس سے مغفرت چاہنا کیونکہ درحقیقت اللہ تعالیٰ بڑا توبہ قبول کرنے والا ہے۔ میرا یہ جواب سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا مجھ کو بھی اس سورت کے بارے میں یہی بات معلوم ہے جو تم کہتے ہو۔ (الاتقان، جلد 2، ص 597)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصحاب رسول کو جمع فرمایا اور ان سے لیلۃ

القدر کے بارے میں سوال کیا تو سب کا اجماع اس پر ہوا کہ وہ رمضان کے آخری دہے میں ہے اس وقت عبداللہ بن عباس نے فرمایا کہ میں تو یہ بھی جانتا ہوں کہ وہ کونسی رات ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بتاؤ وہ کونسی رات ہے فرمایا اس آخری عشرے میں سات گزرنے پر یا سات باقی رہنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کیسے معلوم ہوا تو جواب دیا کہ خدا تعالیٰ آسمان سات پیدا کئے زمینیں بھی سات ہفتے کے دن سات انسان کا جسم سات چیزوں سے بنا سجدہ سات اعضاء پر ہوتا ہے انسان کے چہرے میں سات سوراخ جہنم کے دروازے سات جہنم کے درکات سات بیت اللہ کے طواف کے سات چکر صفا اور مروہ کی سعی سات مرتبہ رمی جمار کی کنکری سات حٰم سے شروع ہونے والی سورتیں سات سورہ فاتحہ کی آیات سات قرآن کی قرأتیں سات جہنم کے نام سات اصحاب کہف سات قوم عاد سات دن کی آندھی سے ہلاک ہوئی حضرت یوسف سات سال قید رہے عزیز مصر نے خواب میں سات گائیں دیکھیں۔ قحط اور ارزانی کے سال بھی سات سات نماز کے فرائض بھی سات نسبی عورتیں بھی سات ہی حرام ہیں سسرالی عورتیں بھی سات ہی حرام ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قد اس زمانے کے سات گز کے برابر عصا بھی سات گز کے برابر سمندر بھی سات ہیں حضرت ایوب علیہ السلام کی آزمائش کے سال بھی سات ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی سات سال کی عمر میں ہوا وحی کی اقسام بھی سات کلمہ طیبہ کے کلمات بھی سات جن فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا تھا وہ بھی سات چراغ سے روشنی کے حصول کے لئے اب تک سات چیزیں سامنے آئیں۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا تمہارے ذہن کی رسائی وہاں تک ہے جہاں تک ہمارے ذہن نہ پہنچ سکے۔

(غنیۃ الطالبین، ص 361۔ الاتقان، جلد 2، ص 599۔ ابن کثیر، جلد 30، ص 87)

اس تمام بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمانوں کو علم کی مجالس میں ضرور حاضر ہونا چاہیے کیونکہ اس کے فوائد اور فیوض و برکات شمار سے باہر ہیں۔ ایسی پاکیزہ محفلیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے سے منعقد ہوتی چلی آ رہی ہیں اور صحابہ کرام بڑے ذوق و شوق سے حصول علم کی خاطر ان مبارک مجالس میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ ان محفلوں میں مختلف لوگ علماء سے اپنی ضرورت کے مطابق سوال کرتے ہیں علماء جواب دیتے ہیں جس سے عوام کے علم میں اضافہ ہوتا ہے اور علم کی زیادتی وہ ہے کہ جس کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا سے دعا مانگی ہے۔ ''رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا'' صحابہ کرام علم کی دولت کو دنیا کے مال و دولت سے بہتر جانتے تھے چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔

رَضِینَا قِسْمَۃَ الْجَبَّارِ فِینَا لَنَا عِلْمٌ وَلِلْجُھَّالِ مَالٌ ○

ترجمہ: ہم خدا کی اس تقسیم پر راضی ہیں کہ اس نے ہمیں علم اور جاہلوں کو مال دیا۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا کا مال و دولت زمین سے نکلتا ہے اور علم کی دولت سینہ مصطفیٰ سے نکلی ہے اور کہاں زمین اور کہاں سینہ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ چہ نسبت خاک را بعالم پاک۔

جو دنیا میں جنت کے باغ دیکھنا چاہتا ہے وہ علم کی مجلس کو دیکھے اور اس مجلس میں حاضر ہونے والا گویا ایسا ہے جیسے وہ جنتی پھل کھا رہا ہو کیا شان ہے مجلس علم کی جب کوئی مسلمان اپنی پاکیزہ محفل میں جاتا ہے تو نور علم سے اس کا مردہ دل ایسے زندہ ہو جاتا ہے جیسے بارش سے مردہ زمین میں حیات نو پیدا ہو جاتی ہے نیز علمی مجلس میں بیٹھنے والا خدا کی بارگاہ میں بیٹھنے والے کی مانند ہے جب کسی عالم دین کی مجلس میں کوئی حاضر ہوگا تو اس عالم ربانی کی زیارت ہوگی

اور عالم ربانی کی زیارت عبادت ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا" اَلنَّظْرُ اِلٰی وَجْہِ الْعَالِمِ عِبَادَۃٌ" عالم کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے نیز صالحین کی محفل میں بیٹھنے والے کے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ گناہ پہاڑوں کی مانند کیوں نہ ہو جولوگ مجالس علم میں حاضری دیتے ہیں گویا وہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث حاصل کر رہے ہوتے ہیں اس لئے کہ نبی کی میراث درہم و دینار نہیں ہوتے بلکہ نبی کی میراث وہ علم ہوتا ہے جو بذریعہ وحی آسمان سے نبی پر نازل ہوتا ہے عالم دین کے پاس بیٹھنے والا قیامت کے روز جنت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ کا حاضر باش ہوگا مجالس العلم کی طرف جانے سے نزول رحمت باری ہوتا ہے فرشتے اپنے پروں سے سایہ کرتے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے اگر کوئی مسلمان کسی مریض کی عیادت کے لئے صبح کے وقت جائے تو بھی اور اگر شام کے وقت جائے تو بھی ستر ہزار مریضوں کی عیادت سے بہتر ہے۔ اندازہ لگالو کہ ایسی مجلس میں حاضر ہونے والا کسی مقام ور مرتبے کا آدمی ہوتا ہے علاوہ ازیں حدیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی مسلمان کسی مسلمان کے جنازے میں شریک اور نماز جنازہ پڑھے اور اس کو ایک اُحد پہاڑ کے برابر ثواب ملتا ہے اور جو دفن تک شریک ہو اسے دو اُحد پہاڑوں کے برابر ثواب ملتا ہے اور علمی مجلس میں حاضر ایک ہزار جنازوں میں حاضری سے بہتر ہے گویا مجلس میں حاضر ہونے والے کو دو ہزار اُحد پہاڑوں سے زیادہ ثواب ہوتا ہے اللہ اکبر کیا مقام اور مرتبہ ہے علم کی محفل میں حاضر ہونے والوں کا جتنی دور سے کوئی مجلس علم میں شریک ہونے کے لئے آتا ہے۔ اتنا ہی اس کو زیادہ فائدہ ہوتا ہے کیونکہ ہر قدم پر ایک سال کی عبادت کا ثواب ہوتا ہے اور جب قیامت کا دن ہو گا تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ عرش کے سایہ میں ہوگا یہی وہ

مجالس ہیں جن میں نوری فرشتے بھی حاضر ہوتے ہیں۔

بعض اوقات ایسی مجلس میں حاضر ہونے والے طرح طرح کے صغائر و کبائر میں ملوث لوگ خدا کی رحمت سے بخش دیئے جاتے ہیں۔ کافر ایمان کی دولت سے مشرف ہو جاتے ہیں چنانچہ ایک مرتبہ حضرت منصور بن عمار رضی اللہ عنہ وعظ کی مجلس میں وعظ فرما رہے تھے دوران وعظ کوئی یہودی مسلمان ہوا مسلمان کرنے کے بعد آپ نے اس کے لئے چار درہم چندہ کی اپیل کی اور فرمایا جو اس نومسلم کو چار درہم دے گا میں اس کی مرضی کی چار دعائیں اس کے لئے کروں گا۔ ایک غلام اس مجلس میں حاضر تھا اس کے پاس آقا کے سودے کے لئے چار درہم موجود تھے۔ اس نے چاروں درہم خدا کی راہ میں دے دیئے۔ آپ نے وہ درہم تو اس نومسلم کو دے دیئے اور غلام سے پوچھا بتا تیرے لئے کونسی چار دعائیں مانگوں اس نے کہا:

(۱) میرا آقا مجھے اپنی غلامی سے آزاد کر دے۔

(۲) میرا آقا مجھے اتنا زادِ راہ دے کہ میں اپنے گھر پہنچ جاؤں۔

(۳) میرا آقا شراب پینے کا عادی ہے وہ اس فعل بد سے توبہ کر لے۔

(۴) خدا تعالیٰ میرے آقا کو مجھے آپ کو اور تمام حاضرین مجلس کو بخش دے۔

حضرت منصور بن عمار نے یہ چاروں دعائیں مانگیں وعظ کی مجلس برخاست ہوئی غلام اپنے آقا کے پاس اس کے گھر گیا آقا سخت ناراض ہوا اور پوچھا اس وقت تک کہاں تھے غلام نے ڈرتے ڈرتے سارا واقعہ سنا دیا سنتے ہی آقا کی حالت غیر ہوئی خدا کے پیارے بندے منصور بن عمار کی دعائیں قبول ہو چکی تھیں۔

ہوتی ہیں مستجاب دعائیں کبھی کبھی
چلتی ہیں رحمتوں کی ہوائیں کبھی کبھی

فوراً ظہور ہونے لگا غلام کو آزاد کر دیا اور چار ہزار درہم غلام کو بطور زادِ راہ دیئے خود شراب خوری بدکاری سے توبہ کی جہاں تک ہاتھ پہنچا کام کر دکھایا زمین کے کام زمین والے نے کئے چوتھا کام سب کی مغفرت یہ آسمان والے کا ہے اسے آسمان والا ہی کرے گا رو رو کر کہا بھائی یہ چوتھا کام میرے بس کا نہیں یہ خدا سے مانگو رات کو خواب میں دیکھا کہ یہ بندہ رب العالمین کی بارگاہ میں حاضر ہے وہاں سے خطاب ہوا اے بندے جو کام تیرے بس کا تھا تو نے کر دیا جو کام تو نے ہمارے لئے باقی رکھا ہے وہ ہم کر دیتے ہیں۔ جاؤ ہم نے تمہیں اس غلام، منصور بن عمار اور تمام مجلس کے حاضرین کو بخش دیا۔ (احسن، ص225)

خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس پرفتن دور میں مسلمانوں کو عیش و عشرت گانے اور رقص و سرور کی محفلوں سے اجتناب کی توفیق دے اور اپنی دنیا کمانے کے کاروباری اوقات سے کچھ وقت نکال کر علمائے حق اہلسنت و جماعت کی محافل وعظ و نصیحت میں حاضری کی توفیق دے۔ ہماری نئی نسل جس راہ پر گامزن ہے وہ تباہی اور بربادی کا راستہ ہے بے راہ روی بے پردگی عریانی مرد و زن کا اختلاط مخرب الاخلاق لٹریچر ٹی وی پر حیا سوز ڈرامے پروگرام اخبار و رسائل میں نیم عریاں تصاویر ویڈیو فلموں کی بھرمار ڈش انٹینا پر غیر ملکی عریاں فلمیں اور کیبل سسٹم یہ وہ ذرائع ہیں جن کی وجہ سے لوگ دن بدن علم اور علماء سے دور سے دور تر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ مساجد میں لوگوں کی تعداد کم ہوتی جا رہی ہے اور موسیقی کی محافل ترقی کرتی جا رہی ہیں بلکہ ہماری حکومت بھی ان برائیوں کی حوصلہ افزائی کرتی ہے ملک میں جوئے خانے شراب خانے زیادہ ہوتے جا رہے ہیں خدا کرے کہ مسلمان آنکھیں کھولیں اور علمی مجالس کی طرف رجوع کریں اسی میں ان کی بہتری ہے۔

تحقیق مسئلہ آمین

اہل سنت و جماعت احناف کا مسلک یہ ہے کہ تمام نمازوں میں آمین آہستہ کہی جائے اس کے دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل نمبر 1.

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا فرمائی۔

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰی اَمْوَالِھِمْ وَاشْدُدْ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ فَلَا یُؤْمِنُوْا حَتّٰی یَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِیْمَ ○

ترجمہ: اے ہمارے رب! ان کے مال برباد کر دے اور ان کے دل سخت کر دے کہ ایمان نہ لائیں جب تک دردناک عذاب نہ دیکھ لیں۔

یہ دعا صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کی۔

(درمنثور، جلد3، ص315)

لیکن اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ قَدْ اُجِیْبَتْ دَّعْوَتُکُمَا۔

تم دونوں کی دعا قبول ہوئی۔ دوسرے کون تھے یہ حضرت ہارون علیہ السلام تھے جنہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا پر آمین کہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں کو دعا گو فرمایا۔ پتہ چلا آمین بھی دعا ہے۔ اور خدا فرماتا ہے:

اُدْعُوْا رَبَّکُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْیَةً اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ○

ترجمہ:۔ اپنے رب سے عاجزی اور آہستہ سے دعا کرو بیشک اللہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اور بلند آواز سے دعا کرنا حد سے گزرنا ہے۔

ثابت ہوا کہ نماز میں دعا آہستہ کہنی چاہیے بلند آواز سے نہ کہنی چاہیے کیونکہ بلند آواز سے آمین کہنے والوں کو خدا پسند نہیں کرتا۔

دلیل نمبر 2.

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا آمِیْنَ فَاِنَّہٗ مَنْ وَافَقَ قَوْلُہٗ قَوْلَ الْمَلَائِکَۃِ غُفِرَلَہٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ○

(بخاری، جلد 1، ص108)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو (اس وقت فرشتے بھی آمین کہتے ہیں) پس جس کی آمین فرشتوں کی آمین کے ساتھ موافق ہوگئی اس کے سابقہ سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔

غور کریں تو فرشتوں کی آمین میں تین چیزیں نظر آئیں گی۔

(۱) وہ بغیر فاتحہ پڑھے صرف ختم فاتحہ پر آمین کہتے ہیں۔

(۲) ان کی آمین کا وقت خاص وہی ہے جب امام ولا الضالین کہے وہ آمین کو اس وقت سے آگے پیچھے نہیں کرتے۔

(۳) ان کی آمین کی آواز ہم نے کبھی نہیں سنی اور ظاہر ہے کہ وہ آہستہ آواز سے آمین کہتے ہیں۔

الحمد للہ ہم اہلسنت و جماعت احناف ہی اس بشارت کے پورے پورے مصداق ہیں نہ کہ غیر مقلد ہماری آمین ہر طرح سے فرشتوں کی آمین کے موافق ہے جبکہ غیر مقلد فرشتوں کی مخالفت کرتے ہوئے بلند آواز سے آمین

کہتے ہیں۔

دلیل نمبر 3.

سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب امام وَلَا الضَّالِّيْنَ کہے تو تم آمین کہو۔ (مسلم شریف، جلد 1، ص 174)

جب امام سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ کہے تو تم اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہو۔ (مسلم شریف، جلد 1، ص 174)

صحابہ نے آپ سے درود شریف کے بارے میں دریافت فرمایا تو ارشاد ہوا۔ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ۔ (مسلم شریف، جلد 1، ص 175)

یہاں تینوں جگہ قُوْلُوْا کا لفظ موجود ہے جس کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ جس طرح نماز میں درود شریف آہستہ پڑھا جاتا ہے۔ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ آہستہ پڑھا جاتا ہے اسی طرح آمین بھی آہستہ کہی جائے۔

دلیل نمبر 4.

عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلٍ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّهٗ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغَ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ اٰمِيْنَ وَاَخْفٰى بِهَا صَوْتَهٗ۔ (دار قطنی، جلد 1، ص 334)

ترجمہ: حضرت علقمہ اپنے باپ حضرت وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ نماز پڑھی پس جب آپ نے وَلَا الضَّالِّيْنَ پڑھا تو آمین کے وقت اپنی آواز کو خوب پوشیدہ کیا۔

دلیل نمبر 5.

عَنْ حُجْرِ بْنِ عَنْبَسٍ عَنْ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ، اِذْ قَرَءَ وَلَا الضَّالِّيْنَ قَالَ آمِيْنَ وَخَفَضَ بِهَا صَوْتَهٗ۔

(سنن کبریٰ، جلد 2، ص 57۔ ترمذی شریف، جلد 1، ص 34)

ترجمہ: حضرت حجر بن عنبس حضرت وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے سنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب ولا الضالین پڑھا تو آمین کہی اور اپنی آواز کو پست کیا۔

دلیل نمبر 6.

عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ کَانَ عَلِیٌّ وَعَبْدُ اللّٰهِ لَا یَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلَا بِالتَّعَوُّذِ وَلَا بِالتَّامِیْنَ۔ (مجمع الزوائد، ص 1)

ترجمہ: ابو وائل سے روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم نماز میں نہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھتے نہ تعوذ اور نہ آمین بلند آواز سے کہتے تھے۔

دلیل نمبر 7.

عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ لَمْ یَکُنْ عُمَرُ وَعَلِیٌّ یَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَلَا بِآمِیْنَ ۝ (الجواہر النقی، جلد 1، ص 48)

ترجمہ: ابو وائل سے روایت ہے کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بلند آواز سے پڑھا کرتے نہ آمین بلند آواز سے کہا کرتے تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ ۝ تم میرے طریقے اور میرے خلفاء کے طریقے کو لازم پکڑو۔ معلوم ہوا اختلاف احادیث کے وقت وہ احادیث راجح قرار دی جائیں گی جن کے موافق خلفائے راشدین کا عمل ہوگا۔

حقیقت یہ ہے کہ خلفائے راشدین میں سے کسی ایک خلیفہ کا بھی بلند آواز سے آمین کہنا ثابت نہیں اور نہ ہی ان چاروں خلفاء کے مقتدیوں کا بلند آواز سے کہنا ثابت ہے بلکہ خلافت راشدہ میں کسی ایک آدمی کا آمین بالجہر کہنا ثابت نہیں اگر کسی غیر مقلد میں ہمت ہے تو خلفائے راشدین میں سے کسی ایک خلیفہ سے یا پورے خلافت راشدہ کے دور میں ایک ہی مسجد یا ایک ہی شخص کی نشاندہی کریں کہ وہ بلند آواز سے آمین کا قائل تھا۔

دلیل نمبر 8.

عَنْ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ اَرْبَعٌ يُخَافِتُ بِهِنَّ الْاِمَامُ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَالتَّعَوُّذُ مِنَ الشَّيْطَانِ وَبِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَ آمِيْنَ٥

(الایثار، ص16)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی نے فرمایا امام چار چیزیں آہستہ پڑھے گا: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ شیطان سے تعوذ، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور آمین۔

حضرت ابراہیم نخعی تابعی کوفہ کے مفتی تھے۔ یہ شہر دار العلم تھا یہ وہی شہر ہے جس میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی محنت سے چار ہزار محدثین اور چار سو فقہاء تیار ہوئے تھے۔ چنانچہ حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ حضرت حضرت عبداللہ بن مسعود پر رحمتیں نازل فرمائے کہ انہوں نے اس شہر (کوفہ) کو علم سے بھر دیا کوفہ میں ایک ہزار پچاس صحابہ کرام قیام پذیر تھے۔ حضرت ابراہیم نخعی عہد صحابہ میں پیدا ہوئے اور عہد صحابہ میں ہی آپ کا انتقال ہوا۔ آپ کی جلالت علمی کا اندازہ اسی بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ صحابہ کرام کی موجودگی میں آپ فتویٰ دیتے تھے۔ عہد صحابہ میں ہی حضرت ابراہیم نخعی نے آمین آہستہ کہنے کا

فتویٰ دیا لیکن کسی ایک صحابی نے بھی اس پر انکار نہ فرمایا کہ یہ فتویٰ خلاف سنت ہے۔ حالانکہ صحابہ کرام سنت رسول کے شیدائی تھے لیکن آہستہ آمین کے فتویٰ کے خلاف نہ کسی صحابی کی آواز اُٹھتی ہے نہ تابعی کی اور نہ تبع تابعی کی نہ کوئی تقریر آہستہ آمین کے خلاف ہوتی ہے نہ کوئی رسالہ لکھا جاتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ آہستہ آمین کہنا صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کا طریقہ ہے۔

اب غیر مقلدوں کے ایک اعتراض کے جوابات ملاحظہ فرمائیں۔

اعتراض:

حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ رَافِعٍ عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ عَمِّ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ تَرَكَ النَّاسُ التَّامِیْنَ حَتّٰی یَسْمَعَهَا اَهْلُ الصَّفِّ الْاَوَّلِ فَیَرْتَجُّ بِهَا الْمَسْجِدُ۔
(سنن ابن ماجہ، ص 61)

ترجمہ: بشر بن رافع حضرت ابوہریرہ کے چچا ابوعبداللہ سے اور وہ ابوہریرہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا: لوگوں نے آمین چھوڑ دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب غیر المغضوب علیہم ولا الضالین کہتے تو آمین فرماتے۔ یہاں تک کہ پہلی صف والے سن لیتے تو مسجد گونج جاتی۔

اس حدیث سے پتہ چلا کہ آمین بلند آواز سے کہی جاتی تھی اور مسجد میں گونج پیدا ہو جاتی تھی۔

اس اعتراض کے متعدد جوابات ہیں ملاحظہ فرمائیں۔

جواب اول:

عام صحابہ کرام نے بلند آواز سے آمین چھوڑ دی تھی جس پر سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ یہ شکایت فرما رہے ہیں اور صحابہ کا کسی حدیث پر عمل چھوڑ دینا

اس حدیث کے نسخ کی دلیل ہے اور منسوخ حدیث قابل عمل نہیں رہتی۔

جواب دوم:

اس حدیث کا راوی بشر بن رافع ضعیف ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں۔ لیس بشیء ضعیف فی الحدیث ناکارہ ہے حدیث میں ضعیف ہے۔
(تہذیب، جلد 1، ص 393)

ابن حبان فرماتے ہیں۔ یروی اشیاء موضوعة وہ بالکل جھوٹی احادیث روایت کرتا تھا۔ (میزان الاعتدال، جلد 1، ص 147)

جواب سوم:

اس جھوٹی روایت میں مسجد نبوی کے گونجنے کا ذکر ہے حالانکہ گونج پختہ اور گنبد دار عمارت میں پیدا ہوتی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دور میں مسجد نبوی کی چھت کھجور کے پتوں کی تھی۔ جس میں گونج پیدا ہونا محال ہے۔ آج کوئی غیر مقلد کسی چھپر والے گھر میں شور مچا کر گونج پیدا کر کے دکھا دیں۔ انشاء اللہ چیختے چلاتے مر جائیں گے مگر گونج پیدا نہ ہوگی۔

جواب چہارم:

یہ جھوٹی روایت صراحتہً قرآن کے خلاف ہے کیونکہ اس میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمین کی آواز تو صرف پہلی صف تک گئی لیکن صحابہ کی آمین کی آواز سے مسجد نبوی گونج اُٹھی اور یہ کھلم کھلا قرآن کی مخالفت ہے۔ خدا فرماتا ہے۔ لاترفعوا اصواتکم فوق النبی اپنی آوازوں کو نبی کی آواز سے اونچا نہ کرو اس جھوٹی روایت سے تو یہ اشارہ ملتا ہے کہ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا میں اس قرآنی حکم کی مخالفت کر کے اپنے اعمال

ضائع کر لئے پس یہ حدیث مخالف قرآن ہو کر قابل عمل نہ رہی۔

جواب پنجم:

مسلم شریف کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز ختم فرماتے تو بلند آواز سے تکبیر فرماتے۔ (مسلم شریف، جلد 1، ص 217)

امام شافعی فرماتے ہیں کہ یہ صرف تعلیم کے لئے تھا۔

(کتاب الام، جلد 1، ص 110)

حضرت برا بن عازب فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے ظہر کی نماز پڑھتے اور آپ سے سورہ لقمان کی آیت سنا کرتے تھے۔ یہ بھی تعلیم کے لئے تھا۔ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بلند آواز سے آمین کہنا صحابہ کرام کو تعلیم نماز کے لئے تھا نا کہ یہ سنت موکدہ ہے جیسا کہ غیر مقلدوں کا خیال خام ہے۔

غیر مقلدوں کا مسئلہ یہ ہے کہ مقتدی امام کے پیچھے فرضوں کی صرف چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہیں اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہیں۔ اس کے متعلق مندرجہ ذیل باتیں یاد رکھیں۔

(۱) قرآن میں یہ مسئلہ ہرگز موجود نہیں کہ مقتدی صرف فرض کی چھ رکعتوں میں امام کی اقتداء میں آمین بلند آواز سے کہے اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے کہیں۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک بھی قولی حدیث نہیں ہے جس میں یہ وضاحت اور صراحت ہو کہ مقتدی امام کی اقتداء میں صرف چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہیں اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ آواز سے۔

(۳) صحاح ستہ کی کسی صحیح حدیث میں یہ صراحت نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقتدی آپ کی اقتداء میں چھ رکعتوں میں بلند آواز سے آمین کہتے تھے اور باقی گیارہ رکعتوں میں آہستہ۔

(۴) خلافت راشدہ کے پورے دور میں کہیں بھی ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ خلفائے راشدین کے مقتدی ان خلفاء کی اقتداء میں چھ رکعتوں میں آمین بلند آواز سے کہتے تھے اور گیارہ رکعتوں میں آہستہ۔

محمد صدیق ملتانی
خطیب مرکزی سنی رضوی مسجد
جھنگ بازار، فیصل آباد

مسئلہ تحقیق طلاق ثلاثہ

اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک دم تین طلاقیں دے دے تو اگرچہ اس نے بُرا کیا مگر اس صورت میں طلاقیں تین ہی واقع ہوں گی نہ کہ ایک اور یہ عورت بغیر حلالہ اس مرد کو حلال نہ ہوگی۔ دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل اول:

خدا تعالٰی ارشاد فرماتا ہے۔

اَلطَّلَاقُ مَرَّتَانِ فَاِمْسَاکٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِیْحٌ بِاِحْسَانٍ ○

ترجمہ: یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نیکی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔ پھر فرماتا ہے۔ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَاتَحِلُّ لَهٗ مِنْ بَعْدُ حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَهٗ ○ پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ ف تعقیب بلا مہلت کے لئے آتا ہے۔ اب قواعد عربیہ کی رو سے معنی یہ ہوگا کہ دو رجعی طلاقیں دینے کے بعد خاوند نے اگر فوراً تیسری طلاق دے دی تو وہ عورت اس مرد کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک وہ شرعی قاعدے کے مطابق کسی اور مرد کے ساتھ نکاح نہ کرے۔ اس سے واضح ہوگیا کہ اگر کسی شخص نے ایک مجلس میں تین بار طلاق دی اور بیوی سے کہہ دیا میں نے تم کو طلاق دی میں نے تمہیں طلاق دی میں نے تمہیں طلاق دی تو یہ تینوں طلاقیں واقع ہو جائیں گی اور اس کی بیوی س پر حرام ہو جائے گی۔

دلیل دوم:

حَدَّثَ سَهْلُ بْنُ سَعْدٍ اَخِیْ بَنِیْ سَاعِدَةَ اَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْاَنْصَارِ جَاءَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَرَاَیْتَ رَجُلًا وَّجَدَ مَعَ اِمْرَاَتِهٖ رَجُلًا اَیَقْتُلُهٗ اَوْ کَیْفَ یَفْعَلُ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ فِیْ شَاْنِهٖ مَاذُکِرَ فِی الْقُرْاٰنِ مِنْ اَمْرِ التَّلَاعُنِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ قَدْ قَضَی اللّٰهُ فِیْكَ وَفِیْ اِمْرَاَتِكَ قَالَ فَتَلَاعَنَا فِی الْمَسْجِدِ وَاَنَا شَاهِدٌ فَلَمَّا فَرَغَا قَالَ کَذَبْتُ عَلَیْهَا یَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنْ اَمْسَکْتُهَا فَطَلَّقَهَا ثَلَاثًا قَبْلَ اَنْ یَّاْمُرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ حِیْنَ فَرَغَا مِنَ التَّلَاعُنِ فَفَارَقَهَا عِنْدَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ ذَاكَ تَفْرِیْقُ بَیْنَ کُلِّ مِنَ الْمُتَلَاعِنِیْنَ○

(نسائی شریف، جلد 2، ص 99۔ مسلم شریف، جلد 1، ص 489۔
بخاری شریف، جلد 2، ص 800)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انصار میں سے ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت حاضر ہوا اور کہنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ بتلایئے کہ ایک شخص اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو دیکھ لے تو اس کو قتل کر دے یا کیا کرے اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں قرآن مجید میں لعان کا مسئلہ ذکر فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تیرے اور تیری بیوی کے درمیان اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا۔ حضرت سعد کہتے ہیں کہ ان دونوں نے میرے سامنے مسجد میں لعان کیا جب وہ لعان سے فارغ ہو گئے تو اس شخص نے کہا اب اگر میں اس عورت کو اپنے پاس رکھوں تو میں خود جھوٹا ہوں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم سے پہلے لعان سے فارغ ہوتے ہی اس

نے اپنی بیوی کو "تین طلاقیں" دے دیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی سے علیحدگی اختیار کر لی۔ آپ نے فرمایا سب لعان کرنے والوں کے درمیان یہ تفریق ہے۔

اس حدیث سے واضح ہو گیا کہ صحابہ کرام کے درمیان یہ بات معروف اور مقرر تھی کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں دینے سے بیوی حرام ہو جاتی ہے۔ اگر ایک مجلس میں تین طلاقوں سے ایک رجعی طلاق واقع ہوتی تو اس صحابی کا یہ فعل عبث ہوتا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما دیتے بیک وقت تین طلاقوں سے تمہاری مفارقت نہیں ہوگی۔

اس واقعہ میں سنن ابوداؤد درج ذیل حدیث سے مسئلہ بالکل واضح کر دیا ہے۔

عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ فِيْ هٰذَا الْخَبَرِ قَالَ فَطَلَّقَهَا ثَلَاثَ تَطْلِيْقَاتٍ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَاَنْفَذَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ ○ (ابوداؤد، جلد 1، ص 313)

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد بیان کرتے ہیں کہ حضرت عویمر نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے تین طلاقیں دیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان طلاقوں کو نافذ کر دیا۔

دلیل سوم:

عَنْ سُوَيْدِ بْنِ غَفْلَةَ قَالَ كَانَتْ عَائِشَةُ الْخَثْعَمِيَّةُ عِنْدَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَلَمَّا قُتِلَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَتْ لِتَهْنِكَ الْخِلَافَةُ قَالَ بِقَتْلِ عَلِيٍّ تُظْهِرِيْنَ الشَّمَاتَةَ اِذْهَبِيْ فَاَنْتِ طَالِقٌ يَعْنِيْ ثَلَاثًا قَالَ فَتَلَفَّعَتْ بِشِيَابِهَا وَقَعَدَتْ حَتّٰى قَضَتْ عِدَّتَهَا فَبَعَثَ اِلَيْهَا بِبَقِيَّةٍ بَقِيَتْ لَهَا مِنْ صُدَاقِهَا

وَعَشْرَةِ آلَافٍ صَدَقَةً فَلَمَّا جَاءَهَا الرَّسُوْلُ قَالَتْ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ مِنْ حَبِيْبٍ مُفَارِقٍ فَلَمَّا بَلَغَهُ قَوْلُهَا بَكٰى ثُمَّ قَالَ لَوْلَا اِنِّيْ سَمِعْتُ جَدِّيْ اَوْ حَدَّثَنِيْ اَبِيْ اَنَّهُ سَمِعَ جَدِّيْ يَقُوْلُ رُبَّمَا رَجُلٍ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهُ ثَلَاثًا عِنْدَ الْاَقْرَاءِ اَوْ ثَلَاثًا مُبْهَمَةً لَمْ تَحِلَّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ لَرَاجَعْتُهَا ۝

(سنن کبریٰ، جلد 7، ص 334۔ دار قطنی، جلد 4، ص 31۔
مجمع الزوائد، جلد 4، ص 339)

ترجمہ: سوید بن غفلہ بیان کرتے ہیں کہ عائشہ خثعمیہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو اس نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے کہا آپ کو خلافت مبارک ہو۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا تم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت پر خوشی کا اظہار کر رہی ہو جاؤ تم کو تین طلاقیں دیں۔ اس نے اپنے کپڑے لئے اور بیٹھ گئی حتیٰ کہ اس کی عدت پوری ہو گئی۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اس کی طرف اس کا بقیہ مہر اور دس ہزار کا صدقہ بھیجا جب اس کے پاس قاصد یہ مال لے کر آیا تو اس نے کہا مجھے اپنے جدا ہونے والے محبوب سے یہ تھوڑا سا سامان ملا ہے۔ جب حضرت حسن رضی اللہ عنہ تک یہ بات پہنچی تو انہوں نے رو کر فرمایا اگر میں نے اپنے نانا سے یہ حدیث نہ سنی ہوتی یا کہا اگر میرے والد نے یہ بیان نہ کیا ہوتا کہ انہوں نے میرے نانا سے سنا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں خواہ الگ الگ طہروں میں یا یک وقت تو وہ عورت اس کے لئے اس وقت تک حلال نہیں ہے جب تک وہ کسی اور خاوند سے نکاح نہ کرے تو میں اس سے رجوع کر لیتا۔

یہ حدیث انتہائی واضح اور صریح ہے کہ یک وقت دی گئی تین طلاقوں سے تین طلاقیں ہی واقع ہوتی ہیں۔

دلیل چہارم:

عَنْ مَخْرَمَةَ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ سَمِعْتُ مَحْمُوْدَ بْنَ لَبِيْدٍ قَالَ اُخْبِرَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهُ ثَلَاثَ تَطْلِيْقَاتٍ جَمِيْعًا فَقَامَ غَضْبَانًا ثُمَّ قَالَ اَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَاَنَا بَيْنَ اَظْهُرِكُمْ حَتّٰى قَامَ رَجُلٌ وَقَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَلَا اَقْتُلُهُ ○ (نسائی شریف، جلد2، ص99)

ترجمہ: محمود بن لبید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دی ہیں آپ غصے سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا میرے سامنے کتاب اللہ کو کھیل بنایا جا رہا ہے حتیٰ کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اس کو قتل نہ کردوں۔

اگر بیک وقت تین طلاقوں کے نافذ ہونے کا عہد رسالت میں معمول نہ ہوتا اور تین طلاقوں سے ایک طلاق مراد لینے کا معمول ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس قدر ناراض نہ ہوتے۔ اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا کہ بیک وقت تین طلاقیں دینا گناہ ہے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس آدمی پر ناراض نہ ہوتے۔

دلیل پنجم:

عَنْ عَامِرِ الشَّعْبِيِّ قَالَ قُلْتُ لِفَاطِمَةَ بِنْتِ قَيْسٍ حَدِّثِيْنِيْ عَنْ طَلَاقِكِ قَالَتْ طَلَّقَنِيْ زَوْجِيْ ثَلَاثًا وَهُوَ خَارِجٌ اِلَى الْيَمَنِ فَاَجَازَ ذَالِكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ ○ (ابن ماجہ، ص145)

ترجمہ: عامر شعبی نے فاطمہ بنت قیس سے ان کی طلاق کے بارے میں پوچھا

انہوں نے کہا میرے خاوند نے یمن کی طرف جاتے ہوئے مجھے تین طلاقیں دیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے معتبر قرار دیا۔

ابن ماجہ نے باب باندھا "مَنْ طَلَّقَ ثَلَاثًا فِیْ مَجْلِسٍ وَّاحِدٍ" اور اس میں یہ مذکورہ حدیث بیان فرمائی جس کا واضح مفہوم یہ ہے کہ بیک وقت تین طلاقیں تین ہی تصور کی جاتی ہیں۔

آثار صحابہ: دلیل نمبر 1.

عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ مَنْ طَلَّقَ اِمْرَاَتَہٗ ثَلَاثًا طَلُقَتْ وَعَصٰی رَبَّہٗ ٥ (مصنف عبدالرزاق، جلد 6، ص 395۔ مسلم شریف، جلد 1، ص 476)

ترجمہ: سالم بیان کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا جس شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں وہ واقع ہو جائیں گی اور اس شخص نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔

دلیل نمبر 2.

عن انس قال کان عمر اذا اتی هرجل قد خلق امراته ثلاثا فی مجلس روجعه ضربا وفرق بینهما٥

(مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 5، ص 11)

ترجمہ: حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس کوئی ایسا آدمی لایا جاتا جس نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دی ہوں تو آپ اس کو مارتے اور ان کے درمیان تفریق کر دیتے تھے۔

دلیل نمبر 3.

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ وَابْنِ عَبَّاسٍ وَعَائِشَةَ فِی الرَّجُلِ یُطَلِّقُ اِمْرَاَتَہٗ ثَلَاثًا

قَبْلَ اَنْ يَدْخُلَ بِهَا قَالُوْا لَاتَحِلُّ لَهٗ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ○

(ابن ابی شیبہ، جلد 5، ص 23)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عائشہ تینوں یہ فتویٰ دیتے کہ جس شخص نے مقاربت سے پہلے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں تو اس کی بیوی اس پر اس وقت تک حلال نہیں جب تک کہ وہ دوسرے شخص سے نکاح نہ کرے۔

دلیل نمبر 4.

جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ فَقَالَ طَلَّقْتُ اِمْرَاَتِيْ اَلْفًا قَالَ ثَلَاثٌ تَحْرُمُهَا عَلَيْكَ وَاقْسِمْ سَائِرَهُنَّ بَيْنَ نِسَائِكَ○

(سنن کبریٰ، جلد 7، ص 335)

ترجمہ: حبیب بن ابی ثابت بیان کرتے ہیں ایک آدمی نے آ کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہا میں نے اپنی عورت کو ہزار طلاقیں دی ہیں۔ فرمایا تین طلاقوں سے تیری بیوی تجھ پر حرام ہوگئی۔ باقی اپنی عورتوں پر تقسیم کر دو یعنی لغو ہیں۔

دلیل نمبر 5.

عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ اَبِيْ يَحْيٰى قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانٍ فَقَالَ طَلَّقْتُ اِمْرَاَتِيْ اَلْفًا فَقَالَ بَانَتْ مِنْكَ بِثَلَاثٍ ○

(فتح القدیر، جلد 3، ص 330۔ ابن ابی شیبہ، جلد 5، ص 13)

ترجمہ: معاویہ بن ابی یحییٰ بیان کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہا میں نے اپنی عورت کو ہزار طلاق دی ہے فرمایا تین طلاق سے تیری عورت تجھ سے جدا ہوگئی۔

دلیل نمبر 6.

عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهٗ مِائَةَ تَطْلِيْقَةٍ قَالَ حَرَّمَهَا ثَلَاثٌ وَسَبْعَةٌ وَتِسْعُوْنَ عُدْوَانٌo

(مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 5، ص 14)

ترجمہ: علقمہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سے سوال کیا گیا کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو سو طلاقیں دی ہیں آپ نے فرمایا تین طلاقوں سے اس کی بیوی حرام ہوگئی اور ستانوے طلاقیں حد سے تجاوز ہیں۔

امام محی السنہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں۔

قَالَ الشَّافِعِيُّ وَمَالِكٌ وَاَبُوْ حَنِيْفَةَ وَاَحْمَدُ وَجَمَاهِيْرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ السَّلَفِ وَالْخَلَفِ عَلَيْهِمُ الرَّحْمَةُ يَقَعُ الثَّلَاثُo

(حاشیہ مسلم شریف، جلد 1، ص 478)

ترجمہ: امام شافعی، امام مالک، امام ابو حنیفہ، امام احمد بن حنبل اور اگلوں اور پچھلوں میں سے جمہور علماء یہ کہتے ہیں کہ یک وقت تین طلاقیں دی جائیں تو تین ہی واقع ہوں گی۔

نسائی شریف کے حاشیہ میں محشی نے لکھا ہے۔

ذَهَبَ جَمَاهِيْرُ الْعُلَمَاءِ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَمَنْ بَعْدَهُمْ مِنْهُمُ النَّخْعِيُّ وَالثَّوْرِيُّ وَاَبُوْحَنِيْفَةَ وَاَصْحَابُ مَالِكٍ وَالشَّافِعِيُّ وَاَصْحَابُهٗ وَاَحْمَدُ وَاِسْحَاقُ وَاَبُوْ ثَوْرٍ وَ آخَرُوْنَ كَثِيْرُوْنَ عَلٰى اَنَّ مَنْ طَلَّقَ اِمْرَاَتَهٗ ثَلَاثًا وَقَعْنَ وَلٰكِنَّهٗ يَاْثِمُ وَقَالُوْا مَنْ خَالَفَ فِيْهِ فَهُوَ شَاذٌّ مُخَالِفٌ لِاَهْلِ السُّنَّةِ وَاِنَّمَا تَعَلَّقَ بِهٖ مِنْ اَهْلِ الْبِدَعِo (حاشیہ نسائی، جلد 2، ص 99)

ترجمہ: تابعین اور اس کے بعد کے جمہور علماء جس میں ابراہیم نخعی، سفیان

ثوری، امام ابوحنیفہ، امام مالک کے ساتھی امام شافعی اور ان کے ساتھی امام احمد بن حنبل، اسحاق، ابوثور اور بعد کے اکثر علماء شامل ہیں کا نظریہ یہ ہے کہ جو اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دے تو تینوں واقع ہو جائیں گی لیکن یہ گناہ ہے اور انہوں نے کہا ہے جو اس مسئلے میں مخالفت کرے وہ شاذ اور اہلسنت کا مخالف ہے اور اس کا تعلق بدعتیوں سے ہے۔

ان دونوں عبادات سے پتہ چلا کہ امام اعظم، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کے نزدیک مجلس واحد میں تین طلاقیں دی جائیں تو واقع ہو جائیں گی اور جو تینوں کو ایک قرار دے وہ ان حضرات کے مسلک سے خارج ہے اور علامہ طحطاوی نے لکھا ہے۔

مَنْ كَانَ خَارِجًا مِّنْ هٰذِهِ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ فِىْ ذَالِكَ الزَّمَانِ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْبِدْعَةِ وَالنَّارِ ○

یعنی جو چاروں اماموں کے مذہب سے خارج ہو وہ بدعتی ہے نیز حاشیہ نسائی کی عبارت سے بھی پتہ چلا کہ جو چاروں ائمہ مجتہدین کی مخالفت کرتا ہے وہ بدعتی ہے۔ اب بدعتیوں کے بارے میں چند احادیث ملاحظہ فرمائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

فَاِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ كُلَّ مُبْتَدِعٍ وَلَا يَجُوْزُ اَحَدٌ مِّنْهُمْ عَلَى الصِّرَاطِ لٰكِنْ يَتَهَا فَتُوْنَ فِى النَّارِ مِثْلَ الْجَرَادِ وَالذُّبَابِ ○ (مسلم)

ترجمہ: اللہ ہر بدعتی سے دشمنی رکھتا ہے اور کوئی بدعتی پلصراط پار نہ کر سکے گا اور بدعتی لوگ جہنم میں ٹڈی دل اور مکھیوں کی طرح گر جائیں گے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ صَلٰوةً وَلَا صَوْمًا وَلَا صَدَقَةً وَّ

حَجًّا وَعُمْرَةً وَلَا جِهَادًا وَلَا صَرْفًا وَلَا عَدْلًا يَخْرُجُ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا تَخْرُجُ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِيْنِ o (ابن ماجہ، ص6)

ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ کسی بدعتی کی نماز روزہ صدقہ حج اور عمرہ جہاد اور فرض ونفل عبادت قبول نہیں کرتا وہ اسلام سے اس طرح خارج ہو جاتا ہے جیسے آٹے سے بال نکل جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ اَصْحَابُ الْبِدْعِ كِلَابُ النَّارِ o بدعتی دوزخ کے کتے ہیں۔ ایک جگہ فرمایا۔ اَهْلُ الْبِدْعِ شَرُّ الْخَلْقِ وَالْخَلِيْقَةِ بدعتی سب لوگوں اور جانوروں سے بدتر ہیں۔ ان احادیث کی روشنی میں تین طلاقوں کو ایک کہنے والے بدعتی اپنا چہرہ دیکھیں اور اپنی بدعقیدگی سے تائب ہو جائیں اور اگر ان کو خدا کی دشمنی اور جہنم کا کتا بننا زیادہ پسند ہے تو شوق پورا کریں ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔

اب تک کی بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت ابوہریرہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین جیسے جلیل القدر صحابہ اور فقہاء کرام کی فتاویٰ و تصریحات اس پر شاہد ہیں کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں تین ہی واقع ہوتی ہیں۔

مخالفین کی دلیل یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے دور میں بیک وقت دی گئی تین طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا جاتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر ان کو تین طلاقیں ہی قرار دیا جائے تو بہتر ہوگا اور پھر انہوں نے ایسا ہی کر دیا۔

یہ روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

اس روایت میں یہ سقم ہے کہ:

(۱) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی اور تمام صحابہ نے اس مخالفت کو قبول کر لیا۔

(۲) خود حضرت عبداللہ بن عباس کا فتویٰ یہ ہے کہ مجلس واحد میں تین طلاقیں تین ہی ہوتی ہیں۔ ایک حوالہ تو آپ پڑھ چکے ان کے دیگر فتاویٰ کے لئے دیکھیں۔(مصنف عبدالرزاق، جلد6،ص397۔ مصنف ابن شیبہ، جلد5،ص25۔ سنن کبریٰ، جلد7،ص 337۔ سنن کبریٰ، جلد7،ص335)

اب یہ بات کیسے مان لی جائے کہ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک چیز روایت کریں اور پھر فتویٰ اس کے خلاف دیں۔ معلوم ہوا یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور یہ روایت مردود ہے۔ مخالفین کی دوسری دلیل یہ ہے کہ رکانہ نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا رجوع کرلو عرض کی میں نے تین طلاقیں دی ہیں فرمایا میں جانتا ہوں رجوع کرلو اس نے رجوع کر لیا۔ اس کے متعلق علامہ نووی نے لکھا ہے۔

وَاَمَّا الرِّوَايَةُ الَّتِیْ رَوَاہَا الْمُخَالِفُوْنَ اَنَّ رُکَانَةَ طَلَّقَ ثَلَاثًا فَجَعَلَهَا وَاحِدَةً فَرِوَايَةٌ ضَعِيْفَةٌ عَنْ قَوْمٍ مَجْهُوْلِيْنَ ○

ترجمہ: رکانہ کی تین طلاقوں کی روایت ضعیف ہے اور مجہول لوگوں سے مروی ہے بلکہ سنن کبریٰ میں رکانہ کے پوتے کی روایت یہ ہے کہ رکانہ نے طلاق بتہ دی اور بتہ میں ایک طلاق کا بھی احتمال ہوتا ہے چنانچہ اسی سنن کبریٰ میں ہے۔

اَنَّ رُکَانَةَ اِنَّمَا طَلَّقَ اِمْرَاَتَهٗ اَلْبَتَّةَ وَجَعَلَهَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ وَاحِدَةً ○

ترجمہ: رکانہ نے اپنی بیوی کو طلاق بتہ دی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے ایک قرار دے کر رجوع کا حکم دیا۔(سنن کبریٰ، جلد7،ص339)

ترک رفع یدین کے دلائل

حدیث نمبر 1.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے مسجد کے گوشہ میں نماز پڑھی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس سے فرمایا جا نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی چنانچہ اس نے پھر نماز پڑھی اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے پھر یہی فرمایا کہ جا نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی۔ جب تیسری بار آپ نے یہ بات فرمائی اس نے عرض کی آپ مجھے تعلیم فرمائیں۔ آپ نے فرمایا جب نماز کے لئے اُٹھو پورے طریقہ پر وضو کرو پھر قبلہ کی طرف منہ کر کے تکبیر کہو پھر کلام پاک جو یاد ہے پڑھو پھر اطمینان کے ساتھ رکوع کرو پھر سر اُٹھاؤ اور اطمینان سے کھڑے ہو پھر سجدے میں جاؤ اور اطمینان سے سجدہ کرو پھر سر اُٹھاؤ اور اطمینان سے بیٹھو پھر اطمینان سے سجدہ کرو اور پھر کھڑے ہو جاؤ اور اسی طرح باقی نماز میں کرو اگر تم اس طرح کرو گے تمہاری نماز کامل ہے اور اگر کمی کرو گے نماز ناقص رہے گی۔ (ابوداؤد، جلد 1، ص 131)

اس حدیث سے پتہ چلا کہ:

(۱) جو نماز سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم فرمائی اس میں رفع یدین نہیں۔

(۲) بغیر رفع یدین کے نماز کامل ہے ناقص نہیں۔

(۳) تعدیل ارکان کے بغیر نماز ہوتی ہی نہیں۔

حدیث نمبر 2.

حضرت امام ابن عیینہ فرماتے ہیں امام ابوحنیفہ اور امام اوزاعی مکہ کی غلہ منڈی میں اکٹھے ہوئے۔ امام اوزاعی نے کہا تم اہل عراق رکوع کے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے۔ امام اعظم نے فرمایا کیونکہ اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے صحت کے ساتھ کچھ ثابت نہیں یہ سن کر اوزاعی نے کہا کس طرح کچھ صحت کے ساتھ ثابت نہیں ہے حالانکہ مجھ سے زہری نے کہا ان سے سالم نے کہا اور وہ اپنے والد عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب نماز شروع کرتے تھے۔ اپنے ہاتھ اُٹھاتے تھے اور رکوع کرتے وقت ہاتھ اُٹھاتے تھے اور رکوع سے اُٹھتے وقت ہاتھ اُٹھاتے تھے۔ امام اعظم نے فرمایا مجھ سے حدیث بیان کی حماد نے ابراہیم نخعی سے انہوں نے علقمہ اور اسود سے انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود سے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفع یدین نہیں کرتے تھے مگر پہلی تکبیر کے وقت اور نماز میں پھر کسی جگہ رفع یدین نہ کرتے تھے۔ امام اوزاعی نے کہا میں نے حدیث بیان کی زہری سے اس نے سالم سے اس نے ابن عمر سے اور آپ کہتے ہیں کہ حدیث بیان کی مجھ سے حماد نے ابراہیم سے امام اعظم نے فرمایا۔ حماد زہری سے زیادہ فقیہ تھے اور ابراہیم سالم سے بڑے فقیہ تھے اور علقمہ فقہ میں عبداللہ بن عمر سے کم نہ تھے۔ اگرچہ وہ صحابی رسول تھے اور اسود کی بڑی فضیلت ہے اور عبداللہ بن مسعود تو پھر عبداللہ بن مسعود ہی ہیں اس پر امام اوزاعی لاجواب ہو گئے۔

(المناقب للموفق، جلد 1، ص 131)

اس مناظرہ سے ثابت ہوا کہ:

(۱) جس سند کا ہر راوی افقہ الناس ہو وہ سند زیادہ معتبر ہوتی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث ہے۔ مَنْ یُّرِدِاللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْهُ فِی الدِّیْنِ یعنی اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین کی فقاہت دے دیتا ہے۔ رفع یدین کرنے والوں کے پاس کوئی ایسی سند موجود نہیں جس کا ہر راوی افقہ الناس ہو۔

(۲) اس سند کے سارے راوی خیر القرون کے ہیں صحابہ یا تابعین اور خیر القرون کی خیریت احادیث میں منصوص ہے۔

(۳) یہ حدیث مسلسل بالعمل ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود پہلی تکبیر کے بعد اور کسی جگہ رفع یدین نہ کرتے تھے۔ (موطا امام محمد، ص 94)

حضرت علقمہ اور اسود بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، ص 160)

حضرت ابراہیم نخعی بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، ص 160)

امام حماد اور امام ابو حنیفہ بھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

(کتاب الآثار، امام محمد)

(۴) اس حدیث کی ساری سند کوفی ہے۔ معلوم ہوا کوفہ کے تمام متقدمین اور متاخرین فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ رفع یدین نہ کی جائے۔

حدیث نمبر 3.

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ اَلَا اُصَلِّیْ بِکُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ فَصَلّٰی فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ اِلَّا فِیْ اَوَّلِ مَرَّةٍo

(نسائی، جلد 1، ص 161)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے اعلان فرمایا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والی نماز نہ پڑھاؤں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے نماز پڑھائی اور رفع یدین نہ کیا نماز میں مگر ابتداء نماز میں ایک ہی مرتبہ۔

کوفہ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی معیت میں چالیس لوگ آباد ہوئے جو صحابہ اور تابعین تھے۔ (تاریخ طبری، جلد 4، ص 411)

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے ساتھ 99 بدری صحابہ اور تین سودس بیعت رضوان والے تھے۔ (الفتوحات الاسلامیہ، جلد 1، ص 83)

کوفہ میں ایک ہزار پچاس صحابہ کرام اقامت پذیر تھے۔
(فتح القدیر، جلد 12، ص 82)

ان تمام حضرات کی موجودگی میں حضرت عبداللہ بن مسعود نے ایسی نماز پڑھائی جس میں رفع یدین نہ تھا اور کسی نے اس کے خلاف آواز بلند نہ کی، معلوم ہوا کہ تمام اہل کوفہ کا اس بات پر اتفاق تھا کہ رفع یدین جائز نہیں۔

حدیث نمبر 4.

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ قَالَ صَلَّیْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہِ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَاَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فَلَمْ یَرْفَعُوْا اَیْدِیَھُمْ اِلَّا عِنْدَا لِاسْتِفْتَاحِ○
(مجمع الزوائد، جلد 2، ص 101)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتداء میں نماز پڑھی اور حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی پس ان حضرات نے رفع یدین نہ کیا مگر تکبیر تحریمہ کے وقت۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث میں ایک یہ خوبی ہے کہ عدم رفع یدین والی نماز سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آخری زمانہ کی نماز تھی کیونکہ آپ کے بعد مسجد نبوی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی عدم رفع یدین والی نماز پڑھاتے رہے اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی یہی نماز پڑھاتے رہے۔ معلوم ہوا صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہم رفع یدین نہ کرتے تھے۔

حدیث نمبر 5.

عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَالِيْ اَرَاكُمْ رَافِعِيَّ اَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خِيَلِ شُمْسٍ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ○ (مسلم شریف، جلد 1، ص 181)

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے (جبکہ ہم نماز میں رفع یدین کر رہے تھے) تو آپ نے بڑی ناراضگی سے فرمایا مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں تمہیں رفع یدین کرتے دیکھ رہا ہوں جیسے شریر گھوڑوں کی دمیں ہوتی ہیں نماز کے اندر سکون اختیار کرو۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ:

(۱) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفع یدین کرنا چھوڑ چکے تھے ورنہ منع نہ فرماتے۔

(۲) آپ نے رفع یدین دیکھ کر ناراضگی کا اظہار فرمایا جو اس بات کی بین دلیل ہے کہ آپ نے رفع یدین کو پسند نہ فرمایا۔

(۳) آپ نے رفع یدین کے فعل کو جانوروں کے فعل سے تشبیہ دی لہٰذا جو غیر مقلد رفع یدین کرتے ہیں وہ جانوروں کا سا عمل کرتے ہیں۔

حدیث نمبر 6.

عَنْ عَلِيِّ بْنِ اَبِیْ طَالِبٍ اَنَّهٗ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰی الَّتِيْ يَفْتَتِحُ بِهَا الصَّلٰوةَ ثُمَّ لَا يَرْفَعُهُمَا فِيْ شَيْءٍ مِّنَ الصَّلٰوةِ٥

(موطا امام محمد، ص55)

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کی ابتدائی تکبیر کے وقت ہاتھ اُٹھاتے تھے پھر ساری نماز میں کبھی رفع یدین نہ کرتے تھے۔

حدیث نمبر 7.

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ زُبَيْرٍ اَنَّهٗ رَاٰی رَجُلًا يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي الصَّلٰوةِ عِنْدَ الرُّكُوْعِ وَعِنْدَ رَفْعِ رَاْسِهٖ مِنَ الرُّكُوْعِ فَقَالَ لَهٗ لَا تَفْعَلْ فَاِنَّهٗ شَيْءٌ فَعَلَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ تَرَكَهٗ۔ (عمدة القاری، جلد3، ص8)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے ایک شخص کو رکوع کرتے وقت اور رکوع سے اُٹھتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا فرمایا یہ مت کرو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے اس کو کیا کرتے تھے پھر آپ نے اس کو چھوڑ دیا۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رفع یدین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلے کرتے تھے بعد میں منسوخ ہو گیا لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا آخری فعل ترک رفع یدین تھا۔

حدیث نمبر 8۔

عَنْ مَالِكٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ کَانَ یَرْفَعُ یَدَیْہِ حِذْوَ مِنْکَبَیْہِ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوۃَ٥ (المدونۃ الکبریٰ، جلد 1، ص 72)

ترجمہ: حضرت امام مالک ابن شہاب سے وہ سالم سے وہ عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پہلی تکبیر کے وقت ہی رفع یدین کرتے تھے۔

اس حدیث کے تمام راوی یعنی امام مالک، ابن شہاب زہری، حضرت سالم اور حضرت عبداللہ بن عمر مدینہ طیبہ کے رہنے والے تھے۔ ایک راوی بھی کسی دوسرے شہر کا نہ تھا اور اہل مدینہ کا عمل ترک رفع یدین پر تھا۔ متذکرہ تمام راوی اپنے اپنے زمانے کے بڑے بڑے محدث تھے ان حضرات میں سے امام مالک فرماتے ہیں۔

لَااَعْرِفُ رَفْعَ الْیَدَیْنِ فِیْ شَیْئٍ مِنْ تَکْبِیْرِ الصَّلٰوۃِ فِیْ خَفْضٍ وَّلَا فِیْ رَفْعٍ اِلَّا فِیْ اِفْتِتَاحِ الصَّلٰوۃِ۔ (المدونۃ الکبریٰ، جلد 1، ص 71)

ترجمہ: پہلی تکبیر کے بعد نماز کی کسی اونچ نیچ میں رفع یدین کو بالکل نہیں پہچانتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ تابعین اور تبع تابعین کے دور میں نہ کوئی مدینہ کا رہنے والا نہ کوئی روضہ رسول کی زیارت کے لئے باہر سے آنے والا رفع یدین کرتا تھا ورنہ حضرت امام مالک کو اس رفع یدین کی ضرور پہچان ہوتی۔ تو گویا اس حدیث کے عمل پر اہل مدینہ کا اجماع ہے۔

حضرت ابوبکر بن عیاش جو خیر القرون 100ھ میں پیدا ہوئے اور خیر

القرون 193ھ میں فوت ہوئے۔ خیر القرون کے فقہاء کا اجماع یوں بیان کرتے ہیں۔

مَارَأَيْتُ فَقِيهًا قَطُّ يَفْعَلُهُ يَرْفَعُ يَدَيْهِ فِي غَيْرِ التَّكْبِيرَةِ الْأُولٰى ○
(طحاوی، جلد 1، ص 156)

ترجمہ: میں نے ہرگز ہرگز کسی ایک فقیہ کو بھی پہلی تکبیر کے بعد رفع یدین کرتے نہیں دیکھا۔ معلوم ہوا کہ خیر القرون کے فقہاء کا اجماع ترک رفع یدین پر تھا۔

حدیث نمبر 9.

عَنِ الْأَسْوَدِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ عُمَرَ فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ فِي شَيْءٍ مِّنْ صَلٰوتِهٖ إِلَّا حِيْنَ افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ ○ (مصنف ابن ابی شیبہ، جلد 1، ص 237)

ترجمہ: حضرت اسود تابعی فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی وہ نماز کی پہلی تکبیر کے علاوہ کسی جگہ رفع یدین نہ کرتے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے دور خلافت میں تقریباً 12 سال مسجد نبوی میں نماز پڑھاتے رہے۔ ہزاروں مہاجرین و انصار نے آپ کی اقتداء میں نمازیں ادا کیں۔ حج کے موقع پر ہر جگہ کے لوگ آ کر آپ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے لیکن کسی ایک آدمی نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی نماز کو خلاف سنت نہیں کہا نہ ان کو رفع یدین کی تبلیغ کی نہ کسی نے مناظرہ کا چیلنج دیا۔

حدیث نمبر 10.

حَدَّثَنَا الزُّهْرِيُّ قَالَ أَخْبَرَنِي سَالِمُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ يَفْتَتِحُ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ حِذْوَ مِنْكَبَيْهِ وَإِذَا أَرَادَ أَنْ يَّرْكَعَ وَبَعْدَ مَا يَرْفَعُ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ فَلَا يَرْفَعُ وَلَا بَيْنَ

السَّجْدَتَیْنِ○ (مسند حمیدی، جلد2، ص277)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نماز پڑھتے دیکھا آپ نے نماز کے شروع میں کندھوں تک ہاتھ اٹھائے اور رکوع کو جاتے اور رکوع سے سر اُٹھانے کے بعد رفع یدین نہیں کی اور نہ ہی دونوں سجدوں کے درمیان رفع یدین کی۔ "تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ"

غیر مقلدوں کا عظیم سرمایہ وہ حدیث ہے جس کو امام بیہقی نے نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں۔

عَنْ اَبِیْ عَبْدِاللّٰهِ الْحَافِظِ عَنْ جَعْفَرِ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ نَصْرٍ عَنْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ بْنِ قُرَيْشِ بْنِ خُزَيْمَةَ الْهَرَوِيِّ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَحْمَدِ الْاَمْجِيِّ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ حَمْدَانِ الرَّقِّيِّ ثَنَا عِصْمَةُ بْنُ مُحَمَّدِ الْاَنْصَارِيِّ ثَنَا مُوْسٰى بْنُ عُقْبَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ رَفَعَ يَدَيْهِ وَاِذَا رَكَعَ وَاِذَا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذَالِكَ فِي السُّجُوْدِ فَمَا زَالَتْ تِلْكَ صَلٰوةٌ حَتّٰى لَقِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى○

(الخلافیات، جلد1، ص76)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے اور رکوع سے سر اُٹھاتے تو بھی رفع یدین کرتے اور سجدوں میں رفع یدین نہ کرتے اور وفات تک آپ کی نماز اسی طرح رہی۔

یہ حدیث موضوع اور من گھڑت ہے کیونکہ اس سند میں دو راوی وَضَّاعْ اور کَذَّابْ ہیں عبدالرحمٰن بن قریش اور عصمۃ بن محمد الانصاری چنانچہ عبدالرحمٰن بن قریش کے متعلق علامہ ذہبی میزان الاعتدال جلد2، ص114 میں اور حافظ

ابن حجر لسان المیزان ، جلد 3 ص 425 میں لکھتے ہیں۔ اتھمہ السلیمانی بوضع الحدیث کہ محدث سلیمانی نے اس راوی کو حدیثیں گھڑنے کے ساتھ مہتمم کیا ہے اور عصمة بن محمد الانصاری کے متعلق علامہ ذہبی میزان الاعتدال جلد 2، ص 196 میں اور حافظ ابن حجر لسان المیزان جلد 4، ص 170 میں لکھتے ہیں۔ قَالَ يَحْيٰى كَذَّابٌ يَضَعُ الْحَدِيْثَ یعنی یحیٰ فرماتے ہیں بڑا جھوٹا ہے حدیثیں گھڑتا ہے مَنْ اَكْذَبُ النَّاسِ سب سے بڑھ کر جھوٹا شخص ہے۔ یہ تفصیل حاشیہ نصب الرایۃ جلد 1، ص 410 سے ماخوذ ہے۔ ان دو جھوٹے اور من گھڑت حدیثیں بنانے والے راویوں کی وجہ سے حدیث موضوع ہے قابل التفات نہ رہی لہٰذا اس حدیث سے استدلال کرنا غیر مقلدوں کی عظیم غلطی ہے۔ غیر مقلدوں نے رفع یدین کو فرض لکھا ہے دیکھو کتاب تلاش حق ص 72۔ غیر مقلد حکیم صادق سیالکوٹی نے لکھا ہے کہ "اور خود بھی رفع یدین شروع کر دیں کہ سنت مؤکدہ ہے"۔

(صلاۃ الرسول، ص 236)

کچھ آگے چل کر لکھتے ہیں۔

ہم رفع یدین سے محروم بھائیوں کی خدمت میں بڑے خلوص اور محبت سے عرض کرتے ہیں کہ وہ جناب رحمت عالمیاں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس پیاری سنت کو ضرور اپنائیں اور عمل میں لائیں اور کسی کے کہے کہائے اس سعادت سے محروم نہ ہوں۔ (صلاۃ الرسول، ص 242)

مزید رقمطراز ہیں۔

ہر مسلمان رفع یدین کے ساتھ نماز پڑھے کہ اس کے بغیر نماز کا یقیناً نقصان ہے۔ (صلوٰۃ الرسول، ص 243)

مولوی نور حسین گرجاکھی غیر مقلد نے لکھا ہے۔

رفع یدین سنت مؤکدہ ہے بلکہ واجب ہے اور اس کے چھوڑنے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ (قرۃ العینین، ص69)

غیر مقلدوں کے مناظر اسلام حافظ عبدالقادر روپڑی نے لکھا ہے۔

رفع یدین رکوع کو جاتے وقت اور رکوع سے سر اُٹھاتے وقت سنت مؤکدہ ہے۔ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ اس پر عمل کیا ہے جو شخص اس سنت کا تارک ہے وہ سخت گنہگار ہے۔

(حدیث اور اہل حدیث، ص426)

ملاحظہ فرمایئے: احادیث وآثار سے تو ثابت ہو رہا ہے کہ رکوع والا رفع یدین باقی نہیں رہا اسی لئے خلفاء راشدین صحابہ کرام ائمہ مجتہدین ائمہ اربعہ میں سے کوئی بھی اس کے سنت مؤکدہ یا واجب یا فرض ہونے کا قائل نہیں اور کسی نے بھی یہ نہیں کہا کہ رفع یدین نہ کرنے سے نماز میں کسی بھی قسم کا نقص یا کمی آئے گی اور رفع یدین نہ کرنے والا سخت گنہگار ہے اور سعادت سے محروم ہے لیکن غیر مقلدین بے خوف وخطر اس بات کے قائل کہ رفع یدین رکوع کے وقت سنت مؤکدہ ہے واجب ہے فرض ہے اگر کوئی نہ کرے تو نماز ناقص ہے بلکہ باطل ہوگی اور رفع یدین نہ کرنے والا سخت گنہگار ہے اور سعادت سے محروم ہے۔

قارئین کرام ذرا انصاف کیجئے اور دل پر ہاتھ رکھ سوچئے کہ غیر مقلدوں کے ان فتوؤں کی زد میں کون کون آ رہا ہے۔ آپ گزشتہ سطور میں پڑھ چکے ہیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صدیق اکبر، فاروق اعظم، علی المرتضیٰ، عبداللہ بن مسعود، رضوان اللہ علیہم اجمعین، امام اعظم، امام مالک رحمتہ اللہ علیہم تمام اہل کوفہ تمام اہل مدینہ بلکہ از روئے حدیث عبداللہ بن زبیر تمام اہل مکہ بلکہ جلیل القدر تابعین تبع تابعین اور ہزاروں لاکھوں نہیں بلکہ کروڑوں متبعین رکوع والا رفع یدین

نہیں کرتے تھے کیا یہ سب کے سب گنہگار تھے۔ سعادت سے محروم تھے ان کی نمازیں باطل تھیں کیا ان سب کی نمازیں ناقص تھیں ۔ کیا حضور داتا صاحب، خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی ، بابا فرید گنج شکر، خواجہ نظام الدین اولیاء، حضرت مجدد الف ثانی رحمہم اللہ علیہم اور ان جیسے ہزاروں لاکھوں اولیاء کرام اور بزرگان دین کی نماز ناقص تھی باطل تھی کیا یہ سب گنہگار تھے اور سعادت سے محروم تھے کیونکہ یہ سب نفوس قدسیہ رکوع والا رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

رفع یدین کے مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث اور آثار اصحابہ بہت زیادہ ہیں اور رکوع کے وقت اور رکوع کے بعد ترک رفع یدین اور رفع یدین کرنا دونوں امر احادیث اور آثار سے ثابت ہیں اور تعارض کے وقت ترجیح کی ضرورت ہوتی ہے اور ہمارے نزدیک ترجیح ترک رفع یدین کو ہے کیونکہ پہلے نماز میں گفتگو کرنا اور جنس نماز کے علاوہ افعال کرنا مباح تھے پھر ان کو منسوخ کر دیا گیا۔ اس لئے یہ بات بعید نہیں کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ رفع یدین کو منسوخ کر دیا گیا ہو اور نسخ پر دلیل وہی حدیث ہے کہ عبداللہ بن زبیر نے ایک آدمی کو رفع یدین کرتے دیکھا تو فرمایا ایسا نہ کرو یہ وہ کام ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے کیا بعد میں چھوڑ دیا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے رفع یدین کیا تو ہم نے رفع یدین کیا آپ نے رفع یدین ترک کر دیا تو ہم نے بھی رفع یدین ترک کر دیا۔

(فتح القدیر، جلد 1، ص 270)

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا عشرہ مبشرہ صحابہ میں سے کوئی بھی تکبیر تحریمہ کے بعد رفع یدین نہ کرتا تھا۔

(فتح القدیر، جلد 1، ص 270,271)

ذبیح اللہ کون

بعض مفسرین نے حضرت اسحاق علیہ السلام کو ذبیح قرار دیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں، دلائل ملاحظہ ہوں۔

دلیل اول:

ذبح کا واقعہ مکہ معظمہ میں پیش آیا ہے اور حضرت اسحاق علیہ السلام مکہ معظمہ میں نہ تھے بلکہ مکہ میں قیام پذیر حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے لہٰذا ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں نہ کہ حضرت اسحاق علیہ السلام۔

دلیل دوم:

فدیہ میں ذبح ہونے والے دنبہ کا سر اور سینگ میزاب رحمت کے ساتھ یزید کے دور تک معلق رہا اولاد اسماعیل نسل در نسل اس کی حفاظت کرتی رہی دنبہ کے سر کا مکہ میں ہونا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ ذبح کا واقعہ مکہ معظمہ میں ہوا ہے اور مکہ میں حضرت اسماعیل علیہ السلام تھے لہٰذا ذبیح اللہ بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

دلیل سوم:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی۔

رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ○ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ○

اور لفظ حلیم میں اس طرف اشارہ ہے کہ ذبح کی تکلیف کو برداشت کرے گا۔ پھر فرمایا:

فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَا بُنَيَّ ....الخ

بعد میں ذبح کا ذکر ہوا۔ ان مذکورہ آیات میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر ہے لہٰذا بعد میں جس کے ذبح کا واقعہ بیان ہوا وہ بھی حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

دلیل چہارم:

خداتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔

فَبَشَّرْنَاهَا بِإِسْحَاقَ وَمِنْ وَرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ ○

ترجمہ: پس ہم نے سارہ کو اسحاق کی بشارت دی اور اس کے بعد یعقوب کی۔

یعنی حضرت اسحاق علیہ السلام کی حیات ہی میں حضرت یعقوب علیہ السلام پیدا ہوں گے یعنی ان کی نسل جاری رہنے کا پہلے ہی علم ہو چکا تھا۔ اب انہیں ذبح ہونے کا حکم کیسے دیا جا سکتا تھا لہٰذا ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

دلیل پنجم:

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنا خواب بیان کیا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے وعدہ فرمایا کہ میں صبر کروں گا۔

سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ○

پھر آپ نے وہ وعدہ سچا کر دکھایا چنانچہ خدا نے فرمایا۔

إِنَّهُ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ ○

لہٰذا یہ امر بھی اس طرف مشیر ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

دلیل ششم:

حضرت اسماعیل علیہ السلام نے وعدہ کے مطابق کمال صبر کا مظاہرہ کیا جس کی خدا نے تصدیق فرمائی۔ خدا فرماتا ہے۔

وَاِسْمَاعِیْلَ وَاِدْرِیْسَ وَذَا الْکِفْلِ کُلٌّ مِّنَ الصَّابِرِیْنَ○

ترجمہ: حضرت اسماعیل، حضرت ادریس اور ذوالکفل سب صابروں میں سے تھے۔

اور یہ صبر ذبح پر تھا لہٰذا ثابت ہوا کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

دلیل ہفتم:

واقعہ قربانی کے بعد خدا نے فرمایا۔

وَبَشَّرْنَاهُ بِاِسْحَاقَ نَبِیًّا مِّنَ الصَّالِحِیْنَ○

ترجمہ: اور ہم نے اسے اسحاق کی بشارت دی جو صالحین سے نبی ہوئے۔

اس سے پتہ چلا کہ قربانی کے وقت حضرت اسحاق علیہ السلام موجود نہ تھے۔ ذبح کا ذکر کرنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسحاق علیہ السلام کے پیدا ہونے کی بشارت کا ذکر ہے اور ساتھ ہی فرمایا کہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے ہاں بھی لڑکا ہوگا پھر باوجود ان کے ہاں لڑکا نہ ہونے کے اس سے پیشتر ہی ان کے ذبح کا حکم کیسے دیا جا سکتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ذبیح حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں۔

دلیل ہشتم:

تفسیر ابن کثیر میں ہے کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ایک یہودی سے سوال کیا جو مسلمان ہو چکا تھا کہ ذبیح کون ہے اس نے کہا اے امیر المومنین سچ یہ ہے کہ جن کے ذبح کا حکم ہوا وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام ہیں لیکن یہودیوں نے دیکھا کہ عرب حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد ہیں۔ یہ بزرگی اور شرف ان کو پہنچتا ہے تو انہوں نے اسے بدل دیا اور حضرت اسحاق علیہ السلام کا نام لے دیا۔

دلیل نہم:

حضرت امیر معاویہ کی موجودگی میں یہ بات چل نکلی کہ ذبیح اللہ کون ہے؟ آپ نے فرمایا اچھا ہوا کہ مجھ جیسے باخبر کے سامنے یہ معاملہ زیر بحث آیا۔ سنو ایک مرتبہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں موجود تھے۔ ایک آدمی آپ کے پاس آیا اور کہنے لگا: اے دو راہ خدا میں ذبح ہونے والوں کی نسل کے رسول مجھے بھی مال غنیمت میں سے کچھ دلوایئے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسکرائے ایک ذبیح حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد اور دوسرے حضرت اسماعیل علیہ السلام۔ اسے ابن کثیر نے نقل کیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود بھی فرمایا ہے انا ابن الذبیحین میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ حضرت عبداللہ اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا۔

دلیل دہم:

ابن کثیر نے لکھا ہے کہ کعب احبار حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں مسلمان ہوئے یہ کبھی کبھار حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو قدیمی کتب کی باتیں سناتے رہتے تھے اور صحابہ ان کو رخصت سمجھ کر قبول کر لیتے اور آگے لوگوں سے بیان کرنے لگتے چنانچہ حضرت عکرمہ، سعید بن جبیر، مجاہد شعبی اور زہری وغیرہ نے ان سے سن کر بیان کیا کہ ذبیح اللہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں گویا اس معاملہ میں کعب احبار ان کے استاد ہیں اور یہ پہلے یہودی تھے اور یہ بات پہلے بیان ہو چکی یہودیوں نے دیدہ و دانستہ حضرت اسحاق علیہ السلام کا نام لیا ہے۔

دلیل یازدہم:

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی۔ رَبِّ هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ ۝ یا اللہ مجھے صالح اولاد عطا فرما۔ یہ سوال اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے پہلے آپ کی اولاد نہ تھی اور وجہ یہ ہے۔

لِاَنَّ طَلَبَ الْحَاصِلِ مُحَالٌ (جو چیز موجود ہو اس کے بارے میں سوال زیب نہیں دیتا) اور هَبْ لِي مِنَ الصَّالِحِينَ کا سوال ایک لڑکے کے حصول کا اشارہ کرتا ہے۔ نیز من تبعیضیہ ہے۔ امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں۔ وَاَقَلُّ دَرَجَاتِ الْبَعْضِيَّةِ الْوَاحِدُ (بعضیت کا کم از کم درجہ ایک ہے)۔ ثابت ہوا کہ اس سوال کے وقت آپ کی کوئی اولاد نہ تھی لہٰذا یہ سوال پہلی اولاد کے بارے میں ہے اور آپ کی پہلی اولاد اسماعیل علیہ السلام ہے لہٰذا اس دعا کا مطلوب اسماعیل علیہ السلام ہے۔ پھر خدا نے لڑکے کی بشارت دی اور اس کے بعد قربانی کا ذکر ہوا جو اس بات کی دلیل ہے کہ ذبیح اللہ حضرت اسماعیل ہیں۔

❀❀❀

خطیبِ پاکستان

مولانا محمد صدیق ملتانی مدظلہ العالی

کی جامع تصنیف

- پیارے مصطفیٰ ﷺ کے علم غیب پر مشتمل دو سو سے زائد احادیث کا ذخیرہ
- اولیائے عظام کے ظاہری و باطنی علوم کا خزانہ
- اہل علم کی علمی پیاس کی تسکین
- علمائے اہل سنت کے لئے حوصلہ افزاء کاوش
- آئمہ مجتہدین کی فقاہت کا عظیم شاہکار
- آئمہ اہل بیت کا علمی سرمایہ
- دینی علوم کے طلبائ کے لئے پیغام مسرت
- مشاہیر علمائے کرام کے علم کی جھلکیاں
- صحابہ کرام کا علم فراست
- انبیاء کرام کا علم غیب

مکتبہ نوریہ رضویہ ۔ گلبرگ اے ۔ فیصل آباد فون : 041-2626046